# جناح پیپرز

## جلد ہشتم

# ریاستوں کا الحاق




مدیرِ اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ



قائداعظم پیپرز وِنگ، قائداعظم اکیڈمی

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان - اسلام آباد

زیرِ نظر جلد بعنوان ''ریاستوں کا الحاق''، میں آزادی سے قبل اور اس کے بعد ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں، برطانوی، ہندوستانی اور پاکستانی حکومتوں کے لائحہ عمل کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ریاستوں کے الحاق کے سلسلے میں ماؤنٹ بیٹن نے کسی ریاست کے آزاد رہنے یا کسی ڈومینین کے ساتھ الحاق کرنے سے متعلق قانونی تشریح و توضیح کو تشنہ چھوڑ دیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے ساتھ ریاستوں کے الحاق کیلئے جوڑ توڑ کا راستہ کھلا رکھا جائے۔ ماؤنٹ بیٹن کی ہندوستان کیلئے علانیہ یا درپردہ امداد سے ہندوستان تقریباً ساری ہی ہندوستانی ریاستوں کو پھانسنے میں کامیاب ہو گیا۔ ماؤنٹ بیٹن کے سیاسی امور کا مشیر کونریڈ کورفیلڈ کابینہ مشن کی مئی ۱۹۴۲ء کی تشکیل کردہ پالیسی کا حامی رہا جو پنڈت نہرو کی سوچ کے عین خلاف تھی۔ چنانچہ نہرو اس کے درپے رہا اور اسے گھر بھجوانے میں کامیاب ہو گیا۔

مسلم لیگ کی قیادت کابینہ مشن کی ۱۲ مئی کی یادداشت کی مطابقت میں ریاستوں کے مستقبل کے سوال پر قانونی موشگافیوں میں الجھی رہی جبکہ کانگریس نے عملی رویہ اختیار کیا جو کہ زمینی حقائق پر مبنی تھا۔ حکومتِ برطانیہ بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریاستوں کے مستقبل پر ہندوستانی موقف کی قائل ہوتی چلی گئی۔

پاکستان سے متصل یا اس کی حدود میں آنے والی چودہ ریاستیں جنہوں نے پاکستان سے الحاق کیا ان کا تذکرہ بھی اس جلد میں شامل کیا گیا ہے۔ جہاں تک کاٹھیاواڑ کی ریاستوں خصوصاً جوناگڑھ، مانا ودر اور مانگرول کا تعلق ہے جنہوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا تھا، ستمبر ۱۹۴۷ء میں ہندوستان نے ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جس کے نتیجے میں ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے



# قائداعظم محمد علی جناح

ڈاکٹر احمد مرزا جمیل کا بنایا ہوا پنسل کا خاکہ، ۱۹۵۱ء

# قائداعظم

# محمد علی جناح پیپرز

## جلد ہشتم

# ریاستوں کا الحاق


مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ



قائداعظم پیپرز ونگ، قائداعظم اکیڈمی

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان — اسلام آباد

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| | پیش لفظ | ۱۵ |
| | تعارف | ۱۹ |
| ۱ | ہندوستانی ریاستوں کا تاریخی اور سیاسی پس منظر | ۹۱ |
| ۱.۱ | کیبنٹ (کابینہ) مشن، آرچیبالڈ ویول اور نواب بھوپال کے درمیان ایک انٹرویو کا نوٹ | ۹۱ |
| ۱.۲ | ریاستوں کے ساتھ معاہدوں اور اقتدارِ اعلیٰ پر کابینہ مشن کی یادداشت | ۹۵ |
| ۱.۳ | ایرک میول (Eric Mieville) بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ | ۹۷ |
| ۱.۴ | نواب بھوپال کا نوٹ | ۱۰۰ |
| ۱.۵ | کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں سے وائسرائے کی میٹنگ کی روداد | ۱۰۲ |
| ۱.۶ | نواب بھوپال بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ملفوفہ | ۱۰۶ |
| ۱.۷ | ریاستوں کے بارے میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد | ۱۱۰ |
| ۱.۸ | ریاستیں آزاد رہنے کا انتخاب کر سکتی ہیں۔ حقِ انتخاب ہندوستان اور پاکستان تک محدود نہیں۔ اقتدار اعلیٰ ختم ہو جائے گا لیکن منتقل نہیں ہو سکتا۔ جناح کی طرف سے مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کی وضاحت | ۱۱۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱.۹ | جواہر لال نہرو بنام ایچ ایل ازمے (H. L. Ismay) | ۱۱۴ |
| ۱.۱۰ | ہندوستانی ریاستوں پر سردار پٹیل کا بیان | ۱۱۶ |
| ۱.۱۱ | ماؤنٹ بیٹن اور سردار عبدالرّب نشتر اور اختر حسین کے درمیان انٹرویو کا ریکارڈ | ۱۱۹ |
| ۱.۱۲ | عبدالرّب نشتر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۱۲۰ |
| ۱.۱۳ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام عبدالرّب نشتر | ۱۲۱ |
| ۱.۱۴ | ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں اور نمائندوں سے لوئی ماؤنٹ بیٹن کے خطاب کا پریس اعلامیہ | ۱۲۲ |
| ۱.۱۵ | تعلقاتِ دولتِ مشترکہ کے منسٹر آف اسٹیٹ کی یادداشت | ۱۲۷ |
| ۲ | **پاکستان میں شامل ہونے والی ریاستیں** | ۱۳۲ |
| ۲.۱ | **ریاست امب** | ۱۳۲ |
| ۲.۱.۱ | حکمرانِ امب بنام محمد علی جناح | ۱۳۲ |
| ۲.۱.۲ | حکمرانِ امب بنام محمد علی جناح | ۱۳۳ |
| ۲.۱.۳ | سردار بہادر خان بنام لیاقت علی خاں بمع ملفوفہ | ۱۳۴ |
| ۲.۲ | **ریاست بہاول پور** | ۱۳۶ |
| ۲.۲.۱ | محمد علی جناح بنام امیر بہاولپور | ۱۳۶ |
| ۲.۲.۲ | فرینک میسروی (Frank Messervy) بنام اے ڈی ایف ڈنڈس | ۱۳۷ |
| ۲.۲.۳ | ریاست بہاولپور میں آمرانہ حکومت برقرار ہے عوامی تحریک کو کچلنے کیلئے حکومت کی کوششیں | ۱۳۸ |
| ۲.۲.۴ | ظفر اللہ خان بنام جواہر لال نہرو | ۱۴۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲.۳ | چترال | ۱۴۲ |
| ۲.۳.۱ | مہتر چترال بنام محمد علی جناح | ۱۴۲ |
| ۲.۳.۲ | مہتر چترال بنام محمد علی جناح | ۱۴۴ |
| ۲.۳.۳ | محمد علی جناح بنام مہتر چترال | ۱۴۵ |
| ۲.۴ | دیر، ہنزہ اور نگر کی ریاستیں | ۱۴۶ |
| ۲.۴.۱ | ایس ایم یوسف بنام ایم اکرام اللہ | ۱۴۶ |
| ۲.۴.۲ | لیاقت علی خاں بنام جارج کنتگھم | ۱۴۷ |
| ۲.۵ | ریاست قلات | ۱۴۸ |
| ۲.۵.۱ | وائسرائے کی بیسویں متفرقہ میٹنگ کی روداد | ۱۴۸ |
| ۲.۵.۲ | ماؤنٹ بیٹن اور خان قلات کے درمیان انٹرویو کا ریکارڈ | ۱۵۱ |
| ۲.۵.۳ | ولیم فرانسس لسٹوویل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۱۵۲ |
| ۲.۵.۴ | محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ضمیمہ و منسلکہ | ۱۵۳ |
| ۲.۵.۵ | خان قلات کی تقریر | ۱۵۶ |
| ۲.۵.۶ | محمد علی جناح بنام خان آف قلات | ۱۶۰ |
| ۲.۵.۷ | اے ایس بی شاہ بنام خان قلات | ۱۶۱ |
| ۲.۵.۸ | خان قلات بنام محمد علی جناح | ۱۶۲ |
| ۲.۵.۹ | ایس ایم یوسف بنام خان قلات | ۱۶۳ |
| ۲.۵.۱۰ | محمد علی جناح بنام ایم اکرام اللہ | ۱۶۵ |
| ۲.۵.۱۱ | ڈی وائی فیل (D. Y. Fell) بنام محمد علی جناح | ۱۶۶ |
| ۲.۵.۱۲ | خان قلات بنام محمد علی جناح | ۱۶۷ |
| ۲.۵.۱۳ | پاکستان سے قلات کے الحاق پر وزارتِ امورِ خارجہ کا پریس اعلامیہ | ۱۶۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲.۵.۱۴ | محمد علی جناح بنام خان قلات | ۱۶۸ |
| ۲.۵.۱۵ | خان قلات بنام محمد علی جناح | ۱۶۹ |
| ۲.۶ | ریاست خیر پور | ۱۷۲ |
| ۲.۶.۱ | محمد علی تالپور بنام محمد علی جناح | ۱۷۲ |
| ۲.۶.۲ | ریاستِ خیر پور کی سند الحاق | ۱۷۳ |
| ۲.۷ | ریاستِ خاران | ۱۷۴ |
| ۲.۷.۱ | والیٔ خاران بنام محمد علی جناح | ۱۷۴ |
| ۲.۷.۲ | وزارتِ امور خارجہ بنام جیوفری پرائر (Geoffrey Prior) | ۱۷۵ |
| ۲.۸ | ریاست لسبیلہ | ۱۷۶ |
| ۲.۸.۱ | جام لسبیلہ بنام محمد علی جناح | ۱۷۶ |
| ۲.۸.۲ | محمد علی جناح بنام جام لسبیلہ | ۱۷۷ |
| ۲.۹ | ریاست سوات | ۱۷۸ |
| ۲.۹.۱ | محمد علی جناح بنام والیِ سوات | ۱۷۸ |
| ۲.۹.۲ | ایف امین بنام ایم اکرام اللہ | ۱۷۹ |
| ۲.۱۰ | ریاست منگرول | ۱۸۰ |
| ۲.۱۰.۱ | ایس ایم ناصر الدین بنام محمد علی جناح | ۱۸۰ |
| ۲.۱۱ | جوناگڑھ | ۱۸۲ |
| ۲.۱۱.۱ | شاہ نواز بھٹو بنام محمد علی جناح | ۱۸۲ |
| ۲.۱۱.۲ | نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح | ۱۸۳ |
| ۲.۱۱.۳ | محمد علی جناح بنام نواب جوناگڑھ | ۱۸۴ |
| ۲.۱۱.۴ | جوناگڑھ کا پریس اعلامیہ | ۱۸۵ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲.۱۱.۵ | شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح | ۱۸۶ |
| ۲.۱۱.۶ | ایف امین بنام ایس ایم یوسف بمع ملفوفہ ومنسلکہ | ۱۸۸ |
| ۲.۱۱.۷ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں | ۱۹۲ |
| ۲.۱۱.۸ | شاہنواز بھٹو بنام لیاقت علی خاں | ۱۹۳ |
| ۲.۱۱.۹ | محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۱۹۶ |
| ۲.۱۱.۱۰ | جوناگڑھ پر ایلن کیمبل جانسن کا نوٹ | ۱۹۶ |
| ۲.۱۱.۱۱ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح | ۱۹۹ |
| ۲.۱۱.۱۲ | محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۰۰ |
| ۲.۱۱.۱۳ | ریاست جوناگڑھ کی رعایا کا اعلان | ۲۰۲ |
| ۲.۱۱.۱۴ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام جواہر لال نہرو | ۲۰۴ |
| ۲.۱۱.۱۵ | شاہنواز بھٹو بنام ایم اکرام اللہ | ۲۰۷ |
| ۲.۱۱.۱۶ | ڈیفنس کمیٹی کی پانچویں میٹنگ کی روداد بمع ملفوفہ | ۲۰۸ |
| ۲.۱۱.۱۷ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں | ۲۰۹ |
| ۲.۱۱.۱۸ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں بمع ضمیمہ | ۲۱۱ |
| ۲.۱۱.۱۹ | لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو | ۲۱۳ |
| ۲.۱۱.۲۰ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں | ۲۱۴ |
| ۲.۱۱.۲۱ | اے ایس بی شاہ بنام ایس ایم یوسف | ۲۱۷ |
| ۲.۱۱.۲۲ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام شاہ جارج ششم بمع ملفوفہ | ۲۱۹ |
| ۲.۱۱.۲۳ | پاکستان سے ریاستِ ماناودر کے الحاق پر ایم ایچ میمن کا نوٹ اس کا جواز اور ساتھ ہی ۱۵ اگست سے پہلے اور بعد کے واقعات کا ایک خلاصہ | ۲۲۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲.۱۲ | ماناودر | ۲۳۷ |
| ۲.۱۲.۱ | نواب ماناودر بنام محمد علی جناح | ۲۳۷ |
| ۲.۱۲.۲ | نواب ماناودر بنام محمد علی جناح | ۲۳۸ |
| ۲.۱۲.۳ | محمد علی جناح بنام نواب ماناودر | ۲۳۹ |
| ۲.۱۲.۴ | نواب ماناودر بنام محمد علی جناح | ۲۳۹ |
| ۲.۱۲.۵ | نواب ماناودر بنام محمد علی جناح | ۲۴۰ |
| ۳ | متنازع فیہ ریاستیں | ۲۴۱ |
| ۳.۱ | حیدرآباد | ۲۴۱ |
| ۳.۱.۱ | نظام حیدرآباد و برار بنام محمد علی جناح | ۲۴۱ |
| ۳.۱.۲ | محمد علی جناح بنام نظام حیدرآباد | ۲۴۲ |
| ۳.۱.۳ | محمد علی جناح سے ملاقات پر نواب علی یاور جنگ کا نوٹ | ۲۴۳ |
| ۳.۱.۴ | نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۴۵ |
| ۳.۱.۵ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد | ۲۴۹ |
| ۳.۱.۶ | ولبھ بھائی پٹیل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۵۱ |
| ۳.۱.۷ | والٹر مانکٹن اور نواب چھتاری سے ملاقات پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ | ۲۵۳ |
| ۳.۱.۸ | ولبھ بھائی پٹیل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ملفوفہ | ۲۵۴ |
| ۳.۱.۹ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد | ۲۵۶ |
| ۳.۱.۱۰ | نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۵۸ |
| ۳.۱.۱۱ | وی پی مینن سے ملاقات پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ | ۲۶۰ |
| ۳.۱.۱۲ | نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۶۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳.۱.۱۳ | محمد علی جناح کے ساتھ گفتگو پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ | ۲۶۴ |
| ۳.۱.۱۴ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام والٹر مانکٹن | ۲۶۶ |
| ۳.۱.۱۵ | نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۶۷ |
| ۳.۱.۱۶ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدر آباد | ۲۷۱ |
| ۳.۱.۱۷ | وی پی مینن بنام میر لائق علی | ۲۷۳ |
| ۳.۱.۱۸ | نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۷۶ |
| ۳.۱.۱۹ | گورنر جنرل کیمپ آفس کا جاری کردہ پریس نوٹ | ۲۸۰ |
| ۳.۱.۲۰ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدر آباد | ۲۸۱ |
| ۳.۱.۲۱ | نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۲۸۲ |
| ۳.۱.۲۲ | منسٹری آف اسٹیٹس کیلئے جواہر لال نہرو کا نوٹ | ۲۸۳ |
| ۳.۱.۲۳ | پاکستان ہائی کمیشن، لندن بنام دفترِ خارجہ، کراچی | ۲۸۵ |
| ۳.۲ | کشمیر | ۲۹۱ |
| ۳.۲.۱ | چودھری حمید اللہ بنام کے ایچ خورشید بمع ملفوفہ | ۲۹۱ |
| ۳.۲.۲ | میر عبدالعزیز بنام کے ایچ خورشید بمع ضمیمہ | ۲۹۳ |
| ۳.۲.۳ | جواہر لال نہرو بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ملفوفہ | ۲۹۶ |
| ۳.۲.۴ | لوئی ماؤنٹ بیٹن اور جواہر لال نہرو کے درمیان ملاقات کا ریکارڈ | ۳۰۱ |
| ۳.۲.۵ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام مہاراجہ کشمیر بمع ملفوفہ | ۳۰۳ |
| ۳.۲.۶ | ولبھ بھائی پٹیل بنام مہاراجہ کشمیر | ۳۰۶ |
| ۳.۲.۷ | محمد علی جناح کا اخباری بیان | ۳۰۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳.۲.۸ | کشمیر کی پاکستان میں شمولیت کا مطالبہ حکمران آئینی سربراہ کے طور پر برقرار رہ سکتا ہے | ۳۰۹ |
| ۳.۲.۹ | جنگ سنگھ بنام عبدالرب نشتر | ۳۱۰ |
| ۳.۲.۱۰ | کشمیر کسی مملکت میں شامل نہیں ہوگا ریاست علیٰ حالہٖ انتظامات کا خیر مقدم کرے گی | ۳۱۱ |
| ۳.۲.۱۱ | ایم اکرام اللہ بنام جنگ سنگھ | ۳۱۱ |
| ۳.۲.۱۲ | غلام محمد بنام لیاقت علی خاں بمع ملفوفہ | ۳۱۲ |
| ۳.۲.۱۳ | جواہر لال نہرو بنام ولبھ بھائی پٹیل | ۳۱۵ |
| ۳.۲.۱۴ | ایم اے سعید انصاری بنام محمد علی جناح | ۳۱۷ |
| ۳.۲.۱۵ | ولبھ بھائی پٹیل بنام بلدیو سنگھ | ۳۱۸ |
| ۳.۲.۱۶ | ولبھ بھائی پٹیل بنام جواہر لال نہرو بمع ملفوفہ ومنسلکہ | ۳۱۹ |
| ۳.۲.۱۷ | جنگ سنگھ بنام ایم اکرام اللہ | ۳۲۲ |
| ۳.۲.۱۸ | ایم اکرام اللہ بنام جنگ سنگھ | ۳۲۳ |
| ۳.۲.۱۹ | مہر چند مہاجن بنام محمد علی جناح | ۳۲۴ |
| ۳.۲.۲۰ | کے ایچ خورشید بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ جات | ۳۲۵ |
| ۳.۲.۲۱ | محمد علی جناح بنام مہاراجہ کشمیر | ۳۳۴ |
| ۳.۲.۲۲ | کشمیر میں بغاوت، مسلم کسانوں کی شورش | ۳۳۷ |
| ۳.۲.۲۳ | صدر جموں سٹی مسلم کانفرنس بنام محمد علی جناح | ۳۳۹ |
| ۳.۲.۲۴ | مہاراجہ کشمیر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن | ۳۴۰ |
| ۳.۲.۲۵ | جواہر لال نہرو بنام کلیمنٹ ایٹلی | ۳۴۳ |
| ۳.۲.۲۶ | کلیمنٹ ایٹلی بنام لیاقت علی خاں | ۳۴۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳.۲.۲۷ | محمد علی بنام لیاقت علی خاں | ۳۴۵ |
| ۳.۲.۲۸ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام مہاراجہ کشمیر | ۳۴۷ |
| ۳.۲.۲۹ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ولبھ بھائی پٹیل | ۳۴۸ |
| ۳.۲.۳۰ | مہر چند مہاجن بنام ولبھ بھائی پٹیل | ۳۴۹ |
| ۳.۲.۳۱ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خان | ۳۵۰ |
| ۳.۲.۳۲ | کلاڈ آکنلِک بنام چیفس آف سٹاف, لندن بمع ضمیمہ | ۳۵۰ |
| ۳.۲.۳۳ | لیاقت علی خاں بنام کلیمنٹ ایٹلی بمع ضمیمہ جات | ۳۵۴ |
| ۳.۲.۳۴ | سرینگر پر باغیوں کی چڑھائی وسیع محاذِ جنگ پر پیش قدمی ہندوستان مزید فوج بھیج رہا ہے | ۳۶۵ |
| ۳.۲.۳۵ | لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام جواہر لال نہرو بمع ملفوفہ | ۳۶۶ |
| ۳.۲.۳۶ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں | ۳۷۲ |
| ۳.۲.۳۷ | کلیمنٹ ایٹلی بنام لیاقت علی خاں | ۳۷۵ |
| ۳.۲.۳۸ | لیاقت علی خاں بنام کلیمنٹ ایٹلی | ۳۷۶ |
| ۳.۲.۳۹ | کشمیر پر بین المملکتی کانفرنس کی روداد | ۳۷۹ |
| ۳.۲.۴۰ | جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں | ۳۸۹ |
| ۳.۲.۴۱ | لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو | ۳۹۱ |
| ۳.۲.۴۲ | پال ایچ ایلنگ بنام جارج مارشل | ۳۹۴ |
| ۳.۲.۴۳ | جموں و کشمیر کے مسئلے پر سلامتی کونسل کی رپورٹ بمع ضمیمہ جات | ۳۹۸ |
| ۳.۲.۴۴ | کشمیر میں التوائے جنگ | ۴۰۵ |

# پیش لفظ

ہندوستانی ریاستیں ان دیسی رجواڑوں پر مشتمل تھیں جنہوں نے پہلے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی اور بعد میں تاجِ برطانیہ کے ساتھ میثاق اور معاہدے کئے ہوئے تھے۔ان ریاستوں اور رجواڑوں کی تعداد تقریباً ۵۶۵ تھی اور ان کا کُل رقبہ ۱۹۴۷ء کے برطانوی ہند کے رقبے کا ایک تہائی اور آبادی ایک چوتھائی تھی۔

ریاستوں کو عام طور پر داخلی خودمختاری حاصل تھی جبکہ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے شعبے حکومتِ ہند کے تحت تھے۔ تقسیم سے پہلے ریاستوں اور برطانوی ہند کے معاملات اور ریاستوں کے مابین تعلقات کے فرائض پولیٹکل ڈپارٹمنٹ انجام دیا کرتا تھا جو براہ راست وائسرائے کے ماتحت ہوتا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں ایک مشاورتی ادارے کے طور پر ایک ایوانِ والیانِ ریاست (Chamber of Princes) قائم کیا گیا جس کا ایک کام ریاستی فرمانرواؤں اور پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے درمیان رابطہ قائم رکھنا بھی تھا۔ جغرافیے کے اعتبار سے زیادہ تر ریاستوں کا محلِ وقوع کچھ اس طرح کا تھا کہ ان کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ہی ہونا تھا۔ ہندوستانی رہنماؤں کی خواہش تھی کہ ماؤنٹ بیٹن کی پشت پناہی سے ان ریاستوں کو بھی ہندوستان میں شامل کر لیا جائے جو ابھی تک ڈانواں ڈول تھیں۔ اس جلد میں اس نوعیت کی دلچسپ اور قابلِ ذکر شہادتیں موجود ہیں کہ ماؤنٹ بیٹن نے حکومتِ برطانیہ کی تائید اور نہرو اور پٹیل کی ملی بھگت سے زیادہ تر ریاستوں کو کس طرح ہندوستان میں شامل کیا تھا۔ مزید برآں تاریخی شہادتوں کے ساتھ ساتھ کشمیر اور حیدرآباد کے مسلمانوں کی اپنی پسند کے مستقبل کیلئے اس دلیرانہ جدوجہد کا مستند تذکرہ بھی ہے

جسے ہندوستانی سازش، تشدد اور فوجی قبضے کے ذریعے ناکام بنادیا گیا۔ ہندوستان اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے فریب کاری اور حیلہ بازی سے کام لیتا رہا ہے اور اس کا مثالی نمونہ جموں اور کشمیر کی ریاست ہے۔ مسلمانوں کی پچاسی فیصد آبادی اور پاکستان سے اتصال کے علاوہ جغرافیائی، مذہبی، ثقافتی، معاشی اور دوسری معقول وجوہات کی بناء پر کشمیر کا پاکستان سے الحاق ایک ناقابلِ تردید تقاضہ تھا۔ اس کے باوجود ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان نے طاقت کے بل بوتے پر کشمیر پر قبضہ کرلیا اور ابھی تک الٹی سیدھی اور جعلی دلیلوں کے سہارے ریاست کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جنوری ۱۹۴۸ء میں ہندوستان نے پاکستان کے خلاف اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں دعویٰ دائر کردیا۔ سلامتی کونسل نے فیصلہ کیا کہ آزادانہ اور منصفانہ استصوابِ رائے کے ذریعے کشمیر کے عوام کی خواہشات معلوم کی جائیں۔ لیکن کسی نہ کسی حیلے بہانے سے استصوابِ رائے منعقد نہ ہوسکا اور یہ تنازعہ ابھی تک جاری ہے۔ اس مسئلے پر تین جنگیں ہوچکی ہیں اور اس مسئلے نے پچھلے پچاس سال سے ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات کو زہر آلود کررکھا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں کشمیر کے عوام نے آزادی کی شاندار جدوجہد کا آغاز کیا تاکہ ہندوستان کے قبضے سے نجات حاصل کریں اور اپنی تقدیر کا خود فیصلہ کرنے کیلئے اپنا وہ بنیادی حق واپس لیں جسے اقوام متحدہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس سرفروشی میں اسّی ہزار مسلمان اب تک شہید ہوچکے ہیں۔ بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کے خلاف ہندوستانی فوج نے وسیع پیمانے پر ہولناک طریقوں سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ تاہم آزادی کی جدوجہد تسلسل اور پورے زور وشور سے جاری ہے۔

حیدرآباد میں نظام پہلے تو آزادی کے متعلق غور کرتے رہے اور پھر جب ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ مذاکرات شروع ہوئے تو ہندوستان سے میثاقی تعلقات قائم کرنے کیلئے اصرار کرتے رہے جو ہندوستانی رہنماؤں کو منظور نہیں تھا کیونکہ ان کا مطالبہ قطعی الحاق تھا۔ چار ماہ کے صبر آزما مذاکرات کے نتیجے میں بالآخر ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ایک سال کی مدت کیلئے علیٰ حالہٖ معاہدے پر دستخط

ہو گئے۔ اس جلد میں ان دستاویزی شہادتوں کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان نے کس طرح دھمکیاں دے کر اور ڈرا کر حیدرآباد کو الحاق پر مجبور کرنے کی کوشش کی تھی اور بالآخر اس پر حملہ کر کے ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ریاست پر قبضہ کر لیا تھا۔

بنیادی مواد قائداعظم پیپرز، گورنر جنرل پیپرز وغیرہ سے اخذ کیا گیا ہے اور اضافی معلومات مختلف ماخذوں سے لی گئی ہیں مثلاً برٹش لائبریری کی اورینٹل اینڈ انڈیا آفس کلکشن، ٹرانسفر آف پاور ۴۷-۱۹۴۶ء، ماؤنٹ بیٹن پیپرز، ڈی وائی فیل کی غیر مطبوعہ سرگزشت، یو ایس نیشنل آرکائیوز، نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر اسلام آباد، قلات پیپرز، فارن آفس آرکائیوز، اور آفیشل ریکارڈ آف سکیورٹی کونسل ۱۹۴۸ء وغیرہ۔ دوسرے ماخذوں میں سردار پٹیل کورسپونڈنس (Sardar Patel's Correspondence) اور سلیکٹڈ ورکس آف جواہر لال نہرو (Selected Works of Jawaharlal Nehru) وغیرہ شامل ہیں۔ ٹرانسفر آف پاور ۴۷-۱۹۴۶ء کی دستاویزات کا حوالہ یوں دیا گیا ہے: ٹرانسفر آف پاور، جلد نمبر، دستاویز نمبر اور صفحہ نمبر۔ جناح پیپرز کی پچھلی جلدوں میں شامل دستاویزات کا حوالہ اس طرح ہے: جناح پیپرز جلد نمبر، دستاویز نمبر اور جناح پیپرز جلد نمبر، اپنڈکس نمبر۔ اس کتاب میں شامل دستاویزات کے حوالہ جات کی نشاندہی دستاویز کا نمبر دے کر کی گئی ہے۔ ان نمبروں کے ساتھ پی ایس (پاکستان اسٹیٹس)، ایچ (حیدرآباد) اور کے آر (کشمیر) لکھا گیا ہے۔

مَیں اپنے رفقائے کار جناب عبدالحامد اور پروفیسر حبیب اللہ فخری کا مشکور ہوں جنہوں نے اس جلد کی ترتیب و تدوین میں میرا ہاتھ بٹایا اور اس کی نوک پلک سنوار کر اسے زیرِ نظر کتاب کے قالب میں ڈھالا۔

ہم برٹش لائبریری کے انڈیا آفس کلکشنز کے ڈیوڈ بلیک اور اسلام آباد میں مقیم اقوام متحدہ کے نمائندے کے ممنون ہیں جنہوں نے تاریخی شواہد کی رسائی میں گراں قدر مدد کی۔ ڈی وائی فیل کی وارث مسز ورجینیا ڈربی شائر بھی ہمارے شکریے کی مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے والد

کی غیر مطبوعہ یادداشتوں کے استعمال کی اجازت دی۔

یہاں ایڈیشنل سیکریٹری جناب علی سرور نقوی اور وزارتِ خارجہ کی ڈائریکٹر جنرل محترمہ فوزیہ عباس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے اس پروجیکٹ کیلئے مطلوبہ دستاویزات کی نقول حاصل کرنے میں بے پایاں اعانت کی۔

زوّار حسین زیدی

قائداعظم پیپرز ونگ۔قائداعظم اکیڈمی

کلچرڈویژن۔اسلام آباد

دسمبر ۲۰۰۸ء

# تعارف

اٹھارویں صدی کے اوائل سے ہندوستان میں مسلم حکمرانی کے زوال کے آغاز کے ساتھ ہی برطانیہ ایک بڑی طاقت کے طور پر سامنے آ چکا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ملکہ وکٹوریہ کے شاہی اعلامیے کے تحت حکومت کی باگ ڈور ایسٹ انڈیا کمپنی سے نکل کر براہ راست تاجِ برطانیہ کے ہاتھ میں آ گئی۔ مسلم ہندوستان کا زیادہ تر حصہ جو انگریزوں کے قبضے میں آ چکا تھا اسے برطانوی ہند کا نام دیا گیا۔ باقی علاقے[1] جو دیسی حکمرانوں کے ماتحت تھے وہ ہندوستانی ریاستوں کے طور پر معروف ہوئے۔ ان ریاستوں نے حکومتِ برطانیہ سے طے پانے والے اقرار ناموں اور معاہدوں کے تحت برطانیہ کے اقتدارِ اعلیٰ (Paramountcy) کو تسلیم کر لیا تھا۔ معاہدوں کے تحت ریاستوں کو داخلی امور میں خود مختار رہنے دیا گیا جبکہ دفاع، خارجہ امور اور مواصلات کے شعبے حکومتِ برطانیہ کے تحت ہی رہے۔ ریاستوں اور برطانوی ہند کے معاملات اور بین الرّیاستی تعلقات کے فرائض، پولیٹکل ڈپارٹمنٹ انجام دیا کرتا تھا جو براہ راست وائسرائے کے تحت تھا۔ ۱۹۲۱ء میں شاہی فرمان کے ذریعے ایوانِ والیانِ ریاست (چیمبر آف پرنسز) قائم کیا گیا جس کا اجلاس عموماً سال میں ایک مرتبہ وائسرائے کی صدارت میں ہوا کرتا تھا۔ آزادی کے وقت ہندوستانی ریاستوں کی تعداد تقریباً ۵۶۵ تھی[2] اور ان کا کل رقبہ برطانوی ہند کے رقبے کا ایک تہائی اور آبادی ایک چوتھائی تھی۔

قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کے تحت ۱۵ اگست کو برطانوی ہند کو پاکستان اور ہندوستان کی شکل میں تقسیم کر دیا گیا[3] اور ساتھ ہی ہندوستانی ریاستوں کو ان ذمہ داریوں سے آزاد کر دیا جو برطانوی اقتدارِ اعلیٰ نے معاہدوں کے ذریعے ان پر عائد کی تھیں۔ ریاستوں کے مستقبل کے تعین

کیلئے برطانوی کیبنٹ مشن نے ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت میں یہ بنیادی اصول پیش کیا کہ ہندوستان سے برطانوی راج کے اختتام پر اقتدار اعلیٰ ساقط ہو جائے گا اور کسی حالت میں بھی ہندوستانی حکومت کو منتقل نہیں ہوگا۔ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط سے اور ریاستوں اور تاج برطانیہ کے درمیان سیاسی اور دوسرے انتظامات کے انقطاع سے جو خلاء پیدا ہوگا طے کیا گیا کہ اسے ''اس طرح پُر کیا جا سکتا ہے کہ ریاستیں یا تو برطانوی ہند کی جانشین حکومت یا حکومتوں کے ساتھ وفاقی تعلقات پیدا کر لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے یا ان کے ساتھ کوئی خاص سیاسی بندوبست کر لیں۔''[۴] ماؤنٹ بیٹن نے وضاحت کی کہ کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق ہر کسی ریاست کی آزادانہ مرضی پر منحصر ہے تاہم ریاستوں کی مکمل آزادی اور خودمختاری خارج از بحث ہے۔[۵] کانگریس کا کہنا تھا کہ ''ہندوستان میں کسی ریاست کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی آزادی کا اعلان کرے۔''[۶] اس کے برخلاف قائداعظم کا یہ نظریہ تھا کہ آزادی کے بعد ''آئینی اور قانونی طور پر ہندوستانی ریاستیں آزاد اور خودمختار ریاستیں ہوں گی...''[۷] اور ہندوستان یا پاکستان میں شامل بھی ہو سکتی ہیں یا چاہیں تو اپنی آزادی کا اعلان بھی کر سکتی ہیں۔ آزادی کے وقت ۵۶۵ ریاستوں میں سے ۵۳۷ ریاستیں جو ہندوستان سے متصل تھیں ۱۵ اگست سے پہلے ہی ہندوستان میں شامل ہو گئیں۔ بارہ ریاستیں پاکستان سے متصل تھیں اور پاکستان سے ان کے الحاق میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ کچھ ریاستیں خاص طور پر کشمیر اور حیدرآباد ایسی تھیں جن پر ہندوستان اور پاکستان دونوں دعویٰ کر سکتے تھے۔ کشمیر کے بارے میں پاکستان کا موقف یہ تھا کہ جغرافیائی، مذہبی اور دیگر معقول وجوہات کی بناء پر کشمیر کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے۔ ریاست کی غالب اکثریت مسلمانوں کی تھی اور مہاراجہ کا فرض بنتا تھا کہ عوام کی مرضی کے اصول پر الحاق کا مسئلہ طے کرے۔[۸]

یہ حقیقت ہے کہ حیدرآباد کے بارے میں پاکستان کو سیاسی اقتدار کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ وہ ان ثقافتی اور مذہبی تعلقات کو برقرار رکھنا چاہتا تھا جو ہندوستان کے مسلمانوں اور حیدرآباد کے درمیان صدیوں سے موجود تھے۔

اس کے برخلاف ہندوستان کو اصرار تھا کہ حیدرآباد اور کشمیر اس کے ساتھ الحاق کریں

اور اس معاملے میں ہندوستان کو حکومتِ برطانیہ اور وائسرائے کی خاموش تائید حاصل تھی۔ اس حمایت سے حوصلہ پا کر نہرو نے ۲۴ جون ۱۹۴۸ء کو اعلان کیا کہ ''ہندوستان کبھی یہ گوارا نہیں کرے گا کہ ایک آزاد حیدرآباد ہندوستان کے پہلو میں کانٹا بن کر رہے اور نہ ہی ہندوستان اسے کسی بیرونی ملک کا فوجی اڈہ بننے کی اجازت دے گا۔''[۹] ان کے نزدیک حیدرآباد کو صرف ایک ہی اختیار حاصل تھا یعنی ہندوستان کے ساتھ الحاق۔[۱۰] ہندوستان یہ بھی چاہتا تھا کہ کشمیر اس سے الحاق کر لے۔ ہندوستان کے موقف کا عذر خواہ بن کر ماؤنٹ بیٹن نے ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کو اپنے بادشاہ کی خدمت میں ایک نوشتہ پیش کیا کہ ''فوجی اور معاشی نقطۂ نظر سے ہندوستان کو کشمیر میں معتد بہ دلچسپی ہے اور دوسرے عناصر کے تعلق سے کشمیر کا ہندوستان کے ساتھ الحاق محض ایک قیل وقال کا مسئلہ ہے۔''[۱۱] ان حالات میں برطانوی پالیسی کا ہندوستان کی موافقت میں ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ اس سیاسی پس منظر میں قائداعظم کو حیدرآباد اور کشمیر کے سنگین مسائل سے نمٹنا پڑا تھا۔

## برطانوی پالیسی ۴۷-۱۹۴۶ء

برطانوی کیبنٹ مشن نے ریاستوں کے معاہدوں اور اقتدار اعلیٰ کے بارے میں اپنی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت میں یہ بنیادی اصول پیش کیا تھا کہ ہندوستان سے برطانوی راج کے اختتام پر اقتدار اعلیٰ ساقط ہو جائے گا اور کسی بھی حالت میں ہندوستانی حکومت کی جانب منتقل نہیں ہوگا۔ اقتدار اعلیٰ کے سقوط اور ریاستوں اور تاجِ برطانیہ کے درمیان سیاسی اور دیگر انتظامات کے انقطاع سے جو خلاء پیدا ہوگا اسے اس طرح پُر کیا جا سکتا ہے کہ ریاستیں یا تو برطانوی ہند کی جانشین حکومت یا حکومتوں کے ساتھ وفاقی تعلقات پیدا کر لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے یا ان کے ساتھ کوئی خاص سیاسی بندوبست کر لیں۔ اپنے ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کے بیان میں کیبنٹ مشن نے اعلان[۱۲] کیا کہ اقتدار اعلیٰ نہ تو تاجِ برطانیہ برقرار رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی نئی ہندوستانی حکومت کو منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اقتدار اعلیٰ کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر یہ ریاستیں اپنے تعلقات جانشین حکومتوں کے ساتھ استوار کر سکتی ہیں لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اس طرح کے تعلقات تمام ریاستوں کیلئے یکساں ہوں گے۔

انتقالِ اقتدار کی تاریخ سے پہلے اقتدار اعلیٰ ختم نہ کرنے کی تائید حکومتِ برطانیہ نے اپنے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کے بیان[۱۳] میں کی اور اپنے اس ارادے کا اعلان کیا کہ جون ۱۹۴۸ء تک اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ اس بیان میں یہ صراحت بھی کر دی گئی کہ اس کا تعلق صرف برطانوی ہند سے ہے اور جہاں تک ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں پالیسی کا تعلق ہے جس کا خاکہ کیبنٹ مشن کی یادداشت مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء میں پیش کیا گیا تھا وہ بلا کسی تحریف کے برقرار رہے گا۔

پالیسی کی تراکیب کچھ مبہم سی تھیں کیونکہ ان میں یہ وضاحت نہیں تھی کہ ہندوستان سے جب برطانیہ کی حکمرانی ختم ہوگی تو ریاستوں کی صحیح حیثیت کیا ہوگی۔ تاہم حکمرانوں اور ان کے نمائندوں پر مشتمل اسٹیٹس نیگوشی ایٹنگ کمیٹی (States Negotiating Committee) سے گفت وشنید کے دوران وائسرائے نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد انتظامی خلاء سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ نئے معاہدے طے پانے تک عبوری دور کیلئے علیٰ حالہٖ بندوبست ہونا چاہئے۔ انہوں نے یہ توثیق بھی کی کہ ایک ریاست کا کسی ایک دستور ساز اسمبلی سے الحاق کرنا اس کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے۔[۱۴]

جہاں تک ریاستوں کا اپنا تعلق تھا تو انہوں نے انتقالِ اقتدار کی برطانوی پالیسی کو قبول کر لیا تھا لیکن یہ معاملہ کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو کلّی طور پر قبول نہیں تھا۔ ۱۳ جون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے اور ہندوستانی رہنماؤں کے ایک اجلاس میں پنڈت نہرو نے کانگریس کے سابقہ موقف کا اعادہ کیا کہ انتقالِ اقتدار کے وقت اقتدار اعلیٰ بھی جانشین حکومتوں کو تفویض ہو جائے گا۔[۱۵] ان کا دعویٰ تھا کہ ریاستوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ آزادی کا اعلان کریں اور نہ ہی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی کیبنٹ مشن کی یادداشت نے انہیں یہ اجازت دی ہے۔ وائسرائے کے سیاسی مشیر کونریڈ کورفیلڈ (Conrad Corfield) نے خیال ظاہر کیا کہ ریاستوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وفاقی تعلقات کے بدلے وہ جانشین حکومتوں کے ساتھ کوئی خاص بندوبست طے کر لیں۔[۱۶] جناح کا یہ خیال تھا کہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط پر ریاستیں دوبارہ خودمختار ہو جائیں گی اور جب تک نئی

جانشین حکومتوں سے ریاستوں کے نئے معاہدے رضا کارانہ طور پر طے نہیں پاتے اس وقت تک برطانیہ کے ساتھ کئے گئے معاہدے اور سمجھوتے کالعدم سمجھے جائیں گے۔[۱۷] نہرو کو تسلیم کرنا پڑا کہ ''ان کے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہر ریاست کسی ایک دستور ساز اسمبلی میں بالضرور شامل ہو لیکن اگر وہ شامل نہیں ہوتیں تو انہیں کوئی نہ کوئی متبادل انتظام کرنا ہی پڑے گا لیکن اس عمل سے پہلے کسی بھی حالت میں آزادی کا اعلان نہیں ہونا چاہئے۔''[۱۸]

جناح نے دوبارہ توثیق کی کہ آئینی اور قانونی طور پر برطانوی حکومت کسی ریاست کو یہ حکم نہیں دے سکتی کہ وہ کسی ایک دستور ساز اسمبلی میں ضرور شامل ہو اگر کوئی ریاست شامل ہونا چاہتی ہے تو وہ یہ کام معاہدے کے تحت کر سکتی ہے۔[۱۹] اس بارے میں جناح اور نواب بھوپال کے خیالات یکساں تھے۔نواب بھوپال نے ۶ جون کو جناح کو بتایا کہ وائسرائے ریاستوں پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ موجودہ دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائیں۔ان کا خیال تھا کہ ریاستوں کو یہ آزادی ملنی چاہئے کہ وہ اپنی پسند سے کسی بھی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو سکیں۔انہوں نے مشورہ دیا کہ پاکستان سے آئندہ تعلقات کے پیش نظر آل انڈیا مسلم لیگ کو چاہئے کہ وہ ان ریاستوں کو فراخدلانہ مراعات پیش کرے جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔[۲۰]

نواب صاحب کی صلاح تھی کہ ریاستوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ ''ان کی حاکمیت سالمیت اور خودارادیت کسی طور خطرے میں نہیں ڈالی جائیگی۔''[۲۱] انہوں نے چیمبر آف پرنسز کی چانسلرشپ (صدارت) سے استعفیٰ بھی دیدیا کیونکہ ان کا ارادہ اعلانِ آزادی تھا۔انہوں نے ۲۵ جولائی کو بلائی گئی اسٹیٹس نیگوشی ایٹنگ کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت کرنے سے اس احتجاج کے ساتھ انکار کیا کہ حکمرانوں کو ''صدفوں کی طرح فیل البحر اور نجّار کے ساتھ چائے کی دعوت پر بلایا گیا ہے۔''[۲۲]

لیکن نواب صاحب بھی جمہوریت کیلئے عوام کی ابھرتی ہوئی آواز کو نظر انداز نہیں کر سکے اور انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ یہ صراحت کر دینی چاہئے کہ ''پاکستان چاہتا ہے کہ ہر ریاست کا حکمران اپنی حکومت کو عوامی بنیاد پر جمہوری بنائے'' اور یہ کہ ''ریاستیں اپنے آئین کی تشکیل اس

طرح کریں کہ وہ ہمیشہ آئینی حکمران کے طور پر واضح آئینی طریقوں سے حکمرانی کیا کریں۔"[۲۳]
تاہم وہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں ریاستوں کی شمولیت پر رضامند نہیں تھے۔ان کی ترجیح تھی کہ یہ "تعلقات کسی اور طریقے سے یا عہد و پیمان کے ذریعے استوار ہو جائیں۔"[۲۴]

ماؤنٹ بیٹن ریاستوں کو ڈومینین کا درجہ دینے کے حق میں نہیں تھے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اس طرح ہندوستان کے حصے بخرے ہو جائیں گے۔ انہیں یہ خیال بھی تھا کہ چند بڑی ریاستوں کیلئے یہ درجہ اگرچہ معقول نظر آتا ہے لیکن تمام بڑی اور چھوٹی ریاستوں کی تقدیر برصغیر کی ایک یا دوسری مملکت کے ساتھ بہرحال وابستہ ہے۔[۲۵]

تاہم کانگریس کی طرف اپنے جھکاؤ کو وہ پوشیدہ نہ رکھ سکے اور ریاستوں کے الحاق کے سلسلے میں ایک دیانتدار ثالث کا کردار ادا نہ کر سکے وہ ہندوستان کے مفادات کی خاطر وقتاً فوقتاً اپنا نقطۂ نظر بدلتے رہے مثلاً ۲۲ اپریل کو انہوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ جغرافیائی مجبوریوں کے باوجود ریاستیں یہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہیں کہ وہ کس دستور ساز اسمبلی میں شامل ہوں گی۔[۲۶] بعدازاں انہوں نے پینترا بدل کر یہ مشورہ دیا کہ حکمرانوں کو چاہئے کہ کسی دستور ساز اسمبلی میں شرکت سے پہلے جغرافیائی مجبوریوں کو بھی شمار میں لائیں۔[۲۷] اس مشورے میں اور حکومتِ برطانیہ کی اعلان کردہ پالیسی میں کوئی ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔ ماؤنٹ بیٹن نے ریاستوں کے الحاق کیلئے ۱۴ اگست کی جو حد مقرر کی تھی اس کا حوالہ دیتے ہوئے سیکریٹری آف اسٹیٹ لسٹووِیل (Listowel) نے انہیں یاد دلایا "ہمیں بہرحال توازن رکھنا چاہئے کیونکہ ہم نے ریاستوں کو پختہ یقین دلایا ہے کہ ہم کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالیں گے۔"[۲۸] انہوں نے کہا کہ ماؤنٹ بیٹن کا بیان پارلیمنٹ میں انڈین انڈیپنڈنس بل (Indian Independence Bill) پر بحث کے جھکاؤ سے میل نہیں کھاتا۔ انہوں نے مزید کہا "اس سے پہلے کہ ریاستیں کسی ایک مملکت میں شامل ہونے کا فیصلہ کریں انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان مملکتوں کے دساتیر دیکھ سکیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ جس مملکت میں شامل ہونے جا رہی ہیں ان کا ڈھانچہ کس طرح کا ہے۔"[۲۹]

۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے ایک مذاکراتی کمیٹی تشکیل دی جس میں دس

حکمران اور بارہ ریاستوں کے وزراء شامل تھے۔ اگر چہ یہ کمیٹی قانونی اعتبار سے انفرادی ریاستوں کی نمائندگی نہیں کرتی تھی تاہم اسے عام طور پر ریاستوں کے مفادات کا محافظ اور خاص طور پر علیٰ حالہٖ معاہدے اور اسناد کے مسوّدے تیار کرنے کا ذریعہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس نے حکمرانوں کا اعتماد حاصل کر لیا تھا اور حکمرانوں کو اس کی منظور شدہ دستاویزات پر دستخط کرنے میں تامل نہیں ہوا۔[۳۰]

۲۶ اور ۳۱ جولائی کے درمیان مذکورہ بالا دستاویزات کو دو ذیلی کمیٹیوں نے تیار کیا۔ علیٰ حالہٖ معاہدے کا مسودہ اولاً پولیٹکل ڈپارٹمنٹ میں ۳ جون سے پہلے تیار کیا گیا تھا۔[۳۱] جبکہ سند الحاق کے مسوّدے کو نئے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے تیار کیا تھا۔ ان دونوں کو اسٹیٹس نیگوشی ایٹنگ کمیٹی نے جولائی ۱۹۴۷ء میں منظور کیا۔[۳۲] علیٰ حالہٖ معاہدے میں یہ اہتمام کیا گیا کہ تاجِ برطانیہ اور دستخطی ریاست کے درمیان باہمی دلچسپی کے معاملات سے متعلق سارے موجودہ انتظامات اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک نئے انتظامات طے نہیں پاتے۔ مختلف ریاستوں کے مرتبے اور اختیارات کے لحاظ سے تین قسم کے اسنادِ الحاق بنائے گئے۔ اس میں ۱۴۰ ریاستیں ایسی تھیں جنہیں پورا اختیار حاصل تھا کہ وہ بغیر کسی مالی ذمہ داری کے صرف دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے شعبوں میں ہندوستان سے الحاق کر سکتی تھیں۔ کاٹھیاواڑ، وسط ہند اور شملہ ہلز کی تقریباً ۷۰ ریاستیں جن کو پورے اختیارات حاصل نہیں تھے سند الحاق میں ان کے مستقبل کے اختیارات کو ان کے ماضی کے اختیارات تک محدود رکھا گیا۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات کی باقی ۳۰۰ چھوٹی ریاستوں کیلئے جو درحقیقت جاگیریں اور تعلقے تھے ایک ایسی سند الحاق تیار کی گئی جس کے تحت باقی ماندہ اختیارات اور عدالتی دائرہ عمل مرکزی حکومت کو سونپ دیئے گئے۔

## کانگریس کی پالیسی

۱۹۲۰ء کی آخری دہائی میں کانگریس نے نمائندہ اداروں کو فروغ دے کر ان کے ذریعے سے ہندوستانی ریاستوں میں ذمہ دار حکومت کے قیام کے سلسلے میں دباؤ ڈالنے میں سبقت حاصل کر لی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کی تشکیل میں اس سے مدد حاصل ہوئی تھی۔ ۱۹۲۸ء کے اجلاس میں کانگریس نے ریاستوں کے عوام کو ذمہ دار حکومت کیلئے ان کی پُر امن

اور جائز جدوجہد میں اپنی ہمدردی اور حمایت کا یقین دلایا تھا۔[۳۳] ۱۹۳۸ء کے اجلاس[۳۴] میں کانگریس نے ریاستوں کیلئے ان ہی سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کا مطالبہ کیا جو برطانوی ہند کے صوبوں کو ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت دئے گئے تھے۔

۱۹۴۶ء تک ہندوستان کے تیزی سے بدلتے ہوئے آئینی تناظر میں جو ایک سال کے بعد آزادی پر منتج ہوا کانگریس کو اپنے سیاسی پروگرام پر ریاستوں کے عوام کی معقول حمایت حاصل ہو چکی تھی۔

ریاستوں سے متعلق کانگریس کی پالیسی اپنی نوعیت میں ترقی پسند، افادی اور عملی سیاست پر مبنی تھی۔ اپنی ۱۵ جون ۱۹۴۷ء کی قرارداد[۳۵] میں کانگریس نے ریاستوں کے بارے میں ایک جامع سیاسی منصوبہ پیش کیا جس کے نمایاں نکات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ عوام کی آرزوؤں کے مطابق اور ہندوستان میں ناگزیر آئینی اور سیاسی تبدیلیوں کے پیشِ نظر حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ جلد از جلد ذمہ دار حکومتیں متعارف کرائیں۔

۲۔ کسی نئے نظم و نسق میں ریاست کے عوام کی آواز غالب ہونی چاہئے۔

۳۔ کانگریس کسی ہندوستانی ریاست کو یہ اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ آزاد ہو کر باقی ہندوستان سے علیحدہ رہے۔ ۳ جون کے منصوبے کے تحت تمام ریاستوں کو کسی نہ کسی مملکت کے ساتھ وابستہ ہونا پڑے گا۔

ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں کیبنٹ مشن کی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی تجاویز[۳۶] پر جن کی وضاحت ۱۶ مئی کو کی گئی تھی جواہر لال نہرو نے شدید ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اس اندیشے کا ذکر کیا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد اگر ریاستوں کو آزاد رہنے کا اختیار دیدیا گیا تو اس طرح ہندوستان حصے بخروں میں تقسیم ہو جائیگا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مشترکہ دلچسپی کے انتظامی اور دیگر بندوبست خصوصاً معاشی اور مالیاتی امور بروقت طے ہونے چاہئیں۔[۳۷]

برطانوی حکومت اور ریاستوں کے حکمرانوں کے درمیان مذاکرات کے دوران

کانگریس کے رہنماؤں، نہرو اور پٹیل، نے حکمرانوں کو ڈرانے اور دھمکانے کا شیوہ اختیار کیا تھا لیکن ساتھ ہی حیلے بازی سے ان کے ساتھ خفیہ سودے بازی بھی شروع کر دی تھی۔ ۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء کو اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے نہرو نے حکمرانوں سے کہا کہ وہ حوصلہ دکھا کر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائیں یا پھر دشمنوں جیسے سلوک کیلئے تیار رہیں۔[۳۸] ۵ جولائی کو پٹیل نے دوستانہ تعاون کے جذبے سے حکمرانوں اور ان کے عوام کو دستور ساز اسمبلی میں آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے ریاستوں کو خبردار کیا کہ وہ ''یاد رکھیں کہ باہمی مفادات کی خاطر تعاون کا بدل طوائف الملوکی اور ابتری ہے اور اگر ہم سب مل کر یہ معمولی کام بھی نہ کر سکیں تو ایک عام تباہی چھوٹے بڑے سب کو یکساں طور پر لے ڈوبے گی۔''[۳۹]

ریاستوں کے مستقبل پر گفت و شنید کے دوران پٹیل نے ماؤنٹ بیٹن سے کہا کہ ''انہیں ریاستوں کے بارے میں تردّد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ انتقالِ اقتدار کے بعد ریاستوں کے عوام اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنے حکمرانوں کو معزول کر کے کانگریس سے مل جائیں گے۔''[۴۰]

کونریڈ کورفیلڈ جو ایک فرض شناس شخص تھے اور جنہیں اخلاقی ذمہ داریوں کا شدید احساس تھا ان کا یہ خیال تھا کہ ریاستوں کو چاہئے کہ وہ ہم آہنگ ہو کر آزادی کیلئے اپنے ''نظریاتی'' حق پر اصرار کریں۔[۴۱] کانگریس سے معاملات طے کرنے میں اس طرح ان کے پاس ایک سودا کاری داؤں رہے گا۔ انتقالِ اقتدار سے پہلے ہی ریاستوں کو فیصلہ کرنے پر دباؤ ڈالنے کی ماؤنٹ بیٹن کی پالیسی پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کی نظر میں اقتدارِ اعلیٰ کا غلط استعمال تھا کیونکہ اس طرح سے ریاستوں کو اپنے سیاسی مستقبل کے متعلق سودا کاری کرنے میں رکاوٹ پڑ رہی تھی جو کہ کیبنٹ مشن کی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت کی منشا سے مختلف بات تھی جسے ریاستوں نے حتمی تصفیے کی بنیاد کے طور پر قبول کر لیا تھا۔ کورفیلڈ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ انتقالِ اقتدار اور اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط سے پہلے ریاستوں کو کسی قسم کے دستخط نہیں کرنے چاہئیں۔ ان کا خیال تھا کہ اس مرحلے پر ریاستیں آزاد وجود کے طور پر ہم آہنگ ہو کر کوئی قدم اٹھائیں گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی شرائط پر ہندوستان

میں شامل ہو جائیں۔[۴۲]

تاہم کانگریس کے دباؤ سے ماؤنٹ بیٹن اس طرزِ عمل کے حق میں نہیں تھا۔ مئی ۱۹۴۷ء میں کورفیلڈ، ازمے کے ہمراہ لندن روانہ ہو گیا تا کہ وہاں انڈیا آفس کی براہ راست مدد لے سکے۔ ماؤنٹ بیٹن کی اجازت کے بغیر اس سفر پر روانگی سے وائسرائے نے مشتعل ہو کر اپنے سیاسی مشیر کو ''کتیا کا بچہ'' جیسے خطاب سے نوازا۔[۴۳]

اگرچہ ماضی میں برطانوی پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا جا چکا تھا کہ ریاستوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اس کے برعکس وائسرائے نے کانگریس کے اس منصوبے کی حمایت کی کہ ریاستوں پر دباؤ ڈال کر انہیں ۱۵ اگست سے پہلے الحاق کیلئے راضی کر لیا جائے۔ یہ طرزِ عمل پچھلے وعدوں کے برخلاف تھا لیکن بجائے اس کے کہ نئی دہلی میں اپنے ماتحت کو ٹوکتے ایٹلی اور لسٹوویل نے برطانوی پالیسی کو تبدیل کرنا مناسب سمجھا۔[۴۴] مختلف میٹنگوں میں کورفیلڈ کے بے لاگ اور معقول طرزِ عمل کو کانگریس کے رہنماؤں نے پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کی معاندانہ پالیسی سے منسوب کیا۔[۴۵] نہرو نے کورفیلڈ کو سبکدوش کر کے وطن واپس بھیجنے پر ماؤنٹ بیٹن کو آمادہ کر لیا۔ اس طرح نہرو کو ہندوستان کیلئے زیادہ سے زیادہ سیاسی مفادات حاصل کرنے کا کھلا میدان مل گیا۔

## مسلم لیگ کی پالیسی

ہندوستانی ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں اگرچہ مسلم لیگ کی پالیسی عام طور پر حکومتِ برطانیہ کی اپنی پالیسی کے مطابق تھی جیسا کہ کیبنٹ مشن کی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت میں وضاحت کی گئی تھی اور ۳ جون ۱۹۴۷ء کے منصوبے میں اسے دہرایا گیا تھا تاہم جناح کا زاویۂ نظر افادی کے بجائے قانونی تھا اور کانگریس کے موقف سے بالکل مختلف تھا جس کی بنیاد عملی سیاست پر تھی کہ ہر ریاست کو کسی ایک مملکت میں بالضرور شامل ہونا پڑے گا اور یہ کہ ریاستیں کسی صورت میں بھی آزادی کا انتخاب نہیں کر سکتیں۔ ان دنوں عوام کی ابھرتی آواز اس حق میں تھی کہ ریاستوں کے سیاسی نظم و نسق میں جمہوریت کا رواج ہونا چاہئے اور موجودہ صورت حال میں

بنیادی تبدیلی آنی چاہیئے۔

جناح جو آئینی، عملی اور سیاسی راست بازی پر مکمل یقین رکھتے تھے وہ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ ماؤنٹ بیٹن اور کانگریس کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے اور تاج شاہی کا نمائندہ کس طرح سے اس کام میں کانگریس کی مدد کر رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ریاستوں کو ڈرا دھمکا کر ہندوستان میں شامل کیا جائے۔[۴۶]

برطانوی اعلانات پر مبنی جناح کا ۱۷ جون ۱۹۴۷ء کا بیان ان کے قانونی طرزِ عمل کی عکاسی کرتا ہے۔ اس بیان میں انہوں نے کہا ''اقتدار اعلیٰ کے سقوط پر ہندوستانی ریاستیں آئینی اور قانونی طور پر آزاد ہو جائیں گی اور آزادانہ طور پر خود ہی فیصلہ کریں گی کہ انہیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے آیا ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہیئے یا آزاد ہی رہنا چاہیئے۔''

انہوں نے وضاحت کی کہ ''آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی ابتداء ہی سے واضح ہے۔ ہم کسی ریاست کے داخلی امور میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے جو ریاستیں اپنی صوابدید پر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہتی ہیں اور اس معاملے میں ہم سے مذاکرات کی متمنی ہیں تو وہ ہمیں راضی اور آمادہ پائیں گی۔ اگر وہ آزاد رہ کر پاکستان کے ساتھ سیاسی یا کسی اور قسم کے تعلقات کیلئے مذاکرات کرنا چاہیں تو ہم بخوشی کوئی ایسا تصفیہ کرنے پر آمادہ ہیں جو دونوں کے مفاد میں ہو۔''[۴۷]

۱۹۳۹ء میں آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے قیام سے پہلے مسلم لیگ نے ریاستوں کے امور میں نہ تو دلچسپی ظاہر کی تھی اور نہ ہی ان میں حصہ لیا تھا بلکہ ۱۹۴۳ء میں حیدرآباد دکن کے برگزیدہ رہنما بہادر یار جنگ کی وفات کے بعد اسٹیٹس لیگ بھی بے جان ہو گئی تھی۔

۳ جون کے منصوبے کے اعلان سے پہلے نواب بھوپال نے ماؤنٹ بیٹن سے ریاستوں کے ناگزیر انجام کا گلہ کیا ''ریاستیں اس کمزور مرکز میں شامل ہو سکتی تھیں جس کا تصور کیبنٹ مشن کے سامنے تھا لیکن ۳ جون کے منصوبے نے ''مضبوط مرکز'' مہیا کر دیا ہے اور ہم

چاہے جس دستور ساز اسمبلی میں بھی شامل ہوں برباد ہو جائیں گے۔[۴۸] ان کے ایک آزاد ریاست کے طور پر دستور ساز اسمبلی سے باہر رہنے کے ارادے پر ماؤنٹ بیٹن نہ تو اثر انداز ہو سکے اور نہ ہی اسے تبدیل کر سکے۔

اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی غیر افادی سوچ اس کی ورکنگ کمیٹی کی ۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء کی قرارداد سے جانی جا سکتی ہے جس میں مسلم کانفرنس کے چودھری حمید اللہ گروپ کے آزاد ریاستِ کشمیر کے مطالبے کی توثیق کی گئی تھی۔[۴۹]

## پاکستان سے الحاق کرنے والی ریاستیں

۱۵ اگست کے بعد جب ہندوستان اور پاکستان دو آزاد ممالک کے طور پر وجود میں آئے تو ۵۰۰ سے زیادہ ریاستیں یا تو ہندستان میں شامل ہو گئیں یا انہیں مدغم کر لیا گیا جبکہ بارہ ریاستیں جو پاکستان سے متصل تھیں انہوں نے الحاق کیلئے پاکستان سے مذاکرات شروع کر دیے۔

کاٹھیاواڑ کی پانچ ریاستیں یعنی دسودا(Dasuda)، ونود(Vanod)، جین آباد (Jainabad)، بجونا(Bajuna) اور رادھنپور(Radhanpur) جن کے حکمراں تو مسلمان تھے مگر اکثریت ہندوؤں کی تھی وہ سندھ کی قربت کی وجہ سے پاکستان میں شامل ہونا چاہتی تھیں لیکن ہندوستان کی شدید مخالفت کی بناء پر ایسا نہیں کر سکیں۔[۱] دو بڑی ریاستیں یعنی کشمیر اور حیدر آباد غیر جانبدار رہ کر آئندہ کے طرز عمل پر غور کرنے میں مصروف تھیں۔

پاکستان کو ان ریاستوں کے الحاق سے دلچسپی تھی جو اس کی حدوں کے اندر یا اس سے متصل تھیں اور ان میں ریاستِ جموں اور کشمیر بھی شامل تھی جہاں مسلمانوں کی زبردست اکثریت تھی۔ کاٹھیاواڑ کی دو ریاستیں جونا گڑھ اور مانا ودر ہندو اکثریتی علاقے ہونے کے باوجود پاکستان میں باضابطہ شامل ہو گئیں۔[۲] لیکن انہیں بھی ہندوستان کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑ گیا۔

ان بارہ ریاستوں میں سے جو پاکستان کے اندر یا متصل تھیں چھ ریاستیں صوبۂ سرحد میں یا اس کے نواح میں تھیں چار بلوچستان اور شمالی علاقوں (ہنزہ اور نگر) کے اندر یا متصل تھیں اور

ایک پنجاب اور ایک سندھ کے اندر یا متصل تھیں۔ الحاق کا عمل اگست ۱۹۴۷ء سے قبل شروع ہوا اور مارچ ۱۹۴۸ء کو اختتام پذیر ہوا۔

## صوبۂ سرحد کی ریاستیں

شمال مغربی سرحدی صوبہ جسے ۱۹۰۱ء میں بنایا گیا تھا نہ صرف ان سرحدی خطوں پر مشتمل ہے جنہیں قبائلی علاقے کہا جاتا ہے بلکہ اس میں پشاور، مردان، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ہزارہ کے چھ آباد اضلاع بھی شامل ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں صوبے کی کُل آبادی ۵ء۸۶۵ ملین تھی۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت اسے گورنر کا صوبہ قرار دیا گیا۔ جولائی ۱۹۴۷ء میں صوبۂ سرحد میں استصوابِ رائے کرایا گیا اور عوام نے بھاری اکثریت سے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ صوبۂ سرحد کی چار ریاستوں میں سے تین یعنی چترال، دیر اور سوات مالاکنڈ ایجنسی میں واقع تھیں اور امب ضلع ہزارہ سے متصل تھی۔

### امب

امب ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کی کُل آبادی ۴۸۶۵۱ افراد پر مشتمل تھی۔ ریاست کے حکمران کو برطانوی ہند سے ۱۵۳۰۰ روپے سالانہ کی تھیلی ملا کرتی تھی اور ریاست سے باہر جانے والی لکڑی پر محصول عائد تھا۔

حکمران نے پاکستان کے ساتھ جولائی ۱۹۴۷ء ہی میں علیٰ حالہٖ انتظام قبول کر لیا تھا اور یہ صوبۂ سرحد کی ریاستوں میں سب سے پہلی ریاست تھی جس نے یہ قدم اٹھایا تھا۔[۳] ۳۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو امب نے پاکستان کے ساتھ الحاق پر دستخط کر دیے۔[۴]

### چترال

چترال پاکستان کے انتہائی شمال میں حربی اعتبار سے ایک اہم مقام پر واقع ہے جس کی آبادی تقریباً ایک لاکھ تھی۔ یہ علاقہ گہری وادیوں اور بلند پہاڑی سلسلوں اور گھنے چیڑ کے جنگلات پر مشتمل تھا۔ روس کے ساتھ اس کی قربت اور کشمیر کے راستے چینی ترکستان تک رسائی بھی اس کی اہمیت کے اہم عناصر تھے۔

انگریزوں نے چترال پر جموں اور کشمیر کے مہاراجہ کی بالادستی کو قبول کیا تھا اور اس کے شمالی اضلاع یاسین، اشکومان اور غزر کو گلگت میں شامل کر کے مہاراجہ کشمیر کے سپرد کر دیا تھا۔[۵] اگست ۱۹۴۷ء میں ریاست نے پاکستان میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کیا[۶] لیکن باقاعدہ الحاق ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو ہوا۔[۷]

## دیر(Dir)

یہ ریاست چکدرہ سے تقریباً بیس میل پر واقع تھی جس کی آبادی تقریباً ایک لاکھ اڑتالیس ہزار تھی۔

برطانوی حکومت کے ساتھ ریاست کے تعلقات ۱۹۲۵ء کے معاہدے پر مبنی تھے۔علاوہ دیگر امور کے معاہدے کے تحت حکمران کی ذمہ داری تھی کہ وہ چکدرہ سے چترال کا راستہ کھلا رکھے، چترال جانے والے تجارتی قافلوں پر کوئی محصول عائد نہ کرے اور ریاست کی جو حدود حکومتِ ہند نے متعین کی ہیں انہیں تسلیم کرے۔حکمران کو حکومتِ ہند سے سالانہ پچاس ہزار کی تھیلی ملا کرتی تھی[۸] جس میں ۲۷۵ فوجی جوانوں پر مشتمل دیر لیویز کے اخراجات بھی شامل تھے۔

ریاست کا نظم ونسق انتہائی ناقص تھا اور حکمران کے خلاف بدانتظامی کی شکایتیں بھی تھیں۔شروع میں پاکستان کے ساتھ نواب کا انداز بے اعتنائی پر مبنی تھا لیکن انہوں نے ۸ نومبر ۱۹۴۷ء کو بالآخر پاکستان کے حق میں الحاق پر دستخط کر دیے۔[۹]

## سوات

مالاکنڈ ایجنسی کی ریاستوں میں سوات جس کی آبادی تقریباً ۶ لاکھ تھی سب سے زیادہ امیر ریاست تھی۔ریاست کا نظم ونسق قاعدے سے چلایا جا رہا تھا۔[۱۰] حکمران نے جو والی کہلاتے تھے مفرور مجرموں کے چھاپوں سے بچنے اور انہیں پناہ نہ دینے کیلئے پاکستان سے وفاداری کا وعدہ کر لیا تھا اور ''اپنے جنگلات پر حکومتِ پاکستان کی نگرانی بھی قبول کر لی تھی۔'' والی برطانوی حکومت سے تحفے کے طور پر ۱۰۵۰۰ روپے سالانہ وصول کیا کرتے تھے۔ان کی سالانہ آمدنی تقریباً ۵۰ لاکھ تھی۔ دیر کے قبائل، ملکوں، خانوں اور سوات کے نمبرداروں میں سالانہ ۴۳۲۱۰ روپے تقسیم کئے جاتے

تھے۔سوات نے ۲۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیا۔[۱]

## بلوچستان کی ریاستیں

۱۹۴۶-۴۷ء میں بلوچستان کی سیاسی صورت حال کے تین اہم پہلو تھے۔اوّل یہ کہ ''صوبہ قبائلی امنگوں سے بھرپور تھا اور آزاد پٹھان اور بلوچ ریاستوں کے ہوائی قلعے بنائے جارہے تھے۔[۱] دوم یہ کہ حریف قبیلوں میں اقتدار کی شدید خواہش کے ساتھ ساتھ علیحدگی کے رجحانات بھی سر اٹھانے لگے تھے۔سوم یہ کہ بلوچستان میں مشکل ہی سے ایسی سیاسی جماعتیں تھیں جنہیں موَثر، منظّم اور مقبول کہا جا سکے۔شہری علاقوں مثلاً کوئٹہ، پشین، ژوب وغیرہ میں مسلم لیگ کے کارکن کافی تعداد میں موجود تھے جن کی قیادت قاضی محمد عیسیٰ کررہے تھے اور ان کی سرپرستی خان قلات کررہے تھے۔کانگریس (انجمنِ وطن) کی تشکیل خان عبدالصمد خان اچکزئی نے کی تھی اور اسے شہروں کے ہندو تاجروں اور نوجوان بلوچ دانشوروں کی حمایت حاصل تھی جو بلوچستان کی قومی امنگوں کو فروغ دینے میں مصروفِ کار تھے۔[۲] صوبے کی ممتاز شخصیات یعنی سردار صاحبان جن کا زبردست سیاسی اثر ورسوخ تھا وہ بڑی حد تک الگ تھلگ ہی رہے۔

جب ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم سے متعلق برطانوی منصوبے کا اعلان ہوا تو غیر واضح علاقوں مثلاً صوبۂ سرحد اور بلوچستان میں عوام کو یہ پیش کش کی گئی کہ وہ ہندوستان اور پاکستان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں۔بلوچستان کے شاہی جرگے اور کوئٹہ میونسپلٹی کے حاضر ۵۴ ارکان نے متفقہ ووٹ سے پاکستان کے حق میں فیصلہ کیا۔

## قلات

ریاستِ قلات کو ان علاقوں سمیت جن پر اسے اپنی حاکمیت کا دعویٰ تھا بلوچستان میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔حکمراں کو اس مقام کا احساس تھا اور وہ مکمل آزادی حاصل کرنے کی آرزو کررہے تھے۔مارچ ۱۹۴۶ء[۳] میں کیبنٹ مشن کو ایک یادداشت پیش کرتے ہوئے انہوں نے مطالبہ کیا کہ جانشین مملکتوں کا صرف برطانوی ہند کے ساتھ معاہدوں سے تعلق رہے گا نہ کہ ان معاہدوں سے جو حکومتِ برطانیہ کے ساتھ کئے گئے ہیں۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ ۱۸۷۶ء کے

معاہدے کے اختتام پر ریاستِ قلات دوبارہ مکمل طور پر آزاد ہو جائیگی۔ ''قلات چونکہ ایک آزاد ریاست ہے لہٰذا خان قلات، ان کی حکومت اور ان کے عوام اس بات پر کبھی اتفاق نہیں کریں گے کہ قلات کسی بھی شکل کی انڈین یونین میں شامل ہو۔''[۴] تاہم خان قلات کی خواہش تھی کہ دوطرفہ بنیاد پر اور قلات کی آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے جانشین ممالک کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات پیدا ہو جائیں۔

قائداعظم کو خان قلات سے گفت وشنید میں دشواری محسوس ہو رہی تھی کیونکہ خان کا دعویٰ تھا کہ ان کی ریاست نہ تو ہندوستان کا حصہ ہے اور نہ ہی وہ ایک ہندوستانی ریاست ہے بلکہ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ معاہدوں کی رو سے وہ ''ایک آزاد اور خودمختار ریاست ہے۔''[۵]

دسمبر ۱۹۴۶ء میں پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے نام اپنے ایک خط میں خان نے مطالبہ کیا کہ قلات کو ایک آزاد ریاست کے طور پر تسلیم کیا جائے اور کوئٹہ، نوشکی اور نصیر آباد کے پٹے پر دیے ہوئے علاقوں کو واپس دیدیا جائے اور لسبیلہ، خاران اور مری-بگتی کے علاقے جن پر انہیں اپنی حاکمیت کا دعویٰ تھا ان کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے۔[۶]

۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے قلات کے وفد اور پاکستان کے محکمۂ خارجہ کے ساتھ مذاکرات کئے اور موخرالذکر نے قلات کے اس دعوے کا اقرار کیا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد قلات کو آزاد اور خودمختار ریاست کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔[۷]

ماؤنٹ بیٹن کا خیال تھا کہ ''حکومتِ برطانیہ اس حقیقت کو منوانے میں فکرمند تھی کہ انتقالِ اقتدار کے بعد جب اقتدارِ اعلیٰ ساقط ہو جائے گا تو ریاستیں قانونی طور پر آزاد ہو جائیں گی لیکن اس آزادی سے حقیقتاً بہت کم ہی فائدہ اٹھا سکیں گی۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ گو قلات کو آزادی تو مل جائے گی لیکن عملی طور پر پاکستان کے ساتھ کسی قسم کا ناطہ جوڑے بغیر اس کے سامنے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایچ اے ایف رمبولڈ (H. A. F. Rumbold)، اسسٹنٹ سیکریٹری، انڈیا آفس، لندن نے ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو کئے گئے فیصلوں پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا

''وائسرائے اور پاکستان کے نمائندے قلات کے اس دعوے کو تسلیم کرنے میں غلطی پر تھے کہ ریاست کو ایک علیحدہ بین الاقوامی وجود سمجھا جائے۔''[۸]

۲ اگست ۱۹۴۷ء کو سیکریٹری آف اسٹیٹ لسٹوویل نے بھی ۱۹ جولائی کے فیصلے سے پیدا ہونے والی صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ۱۸۵۴ء اور ۱۸۷۶ء کے معاہدوں کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ قلات ایک آزاد اور خودمختار ریاست بن جائے گی۔ برخلاف اس کے قلات کو ہمیشہ ایک ہندوستانی ریاست ہی شمار کیا گیا ہے اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے جدول ایک کے حصہ ۲ میں بھی اس کی شناخت اسی طرح کی گئی ہے۔ انہیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قانونِ آزادیٔ ہند کے سیکشن ایک (ا) ب کا اطلاق قلات کے ساتھ برطانوی معاہدوں پر اسی طرح ہوگا جس طرح دوسری ریاستوں کے معاہدوں پر ہوتا ہے۔ لسٹوویل نے مزید کہا کہ ''پٹے والے علاقے قلات کو بالآخر واپس مل جائیں گے اور مستقبل کا معاملہ پاکستان سے مذاکرات پر منحصر ہے ہم پارلیمنٹ میں ریاستوں کے اس دعوے کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں علیحدہ بین الاقوامی وجود سمجھا جائے اور اگر قلات کے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا تو دوسری ریاستوں کیلئے بھی اس طرح کے دعوے کرنے کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ مزید برآں سرحدی ریاستوں کے اس طرح دعووں کو تسلیم کرنے میں ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ ایسی ریاستیں اپنی آزادی آسانی سے مؤثر بنا سکتی ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی سالمیت خطرے میں پڑنے کے علاوہ ایسی کمزور بین الاقوامی ریاستوں کا ظہور ناپسندیدہ بھی ہے۔''[۹]

۲۸ جولائی کو خان قلات نے ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات کر کے ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے یہ بات ''حکومتِ پاکستان سے تسلیم کروالی کہ حکومتِ برطانیہ سے معاہدوں میں ان کا درجہ ایک آزاد اور خودمختار ریاست کا تھا۔'' انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے کہا کہ وہ جناح سے بھی ملاقات کر چکے ہیں ''جس میں دونوں نے یہی کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپس میں دوستوں کی طرح رہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی معاہدہ یا سمجھوتہ ہو جائیگا۔''[۱۰]

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک اخباری اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں پاکستان نے ''تسلیم کیا

کہ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ معاہدوں میں قلات کا درجہ ایک آزاد وخودمختار ریاست جیسا تھا جو دوسری ہندوستانی ریاستوں سے مختلف تھا۔"[11] اس اعلان میں قانونی مشورہ لینے کا ذکر بھی تھا کہ آیا پٹّے کے اقرارنامے بطور وارثت پاکستان کو مل سکتے ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازیں دفاع، مواصلات اور خارجہ امور سے متعلق فیصلوں کیلئے جلد ہی گفت وشنید کا ذکر بھی کیا گیا تھا۔ اس دوران میں پاکستان اور قلات کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پا گیا۔[12]

یہ بات حیران کن ہے کہ اگرچہ قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء نے کسی ہندوستانی ریاست کو آزادی کا اختیار نہیں دیا تھا تو پھر پاکستان نے قلات کا یہ درجہ کس طرح تسلیم کر لیا۔ یہ ایجاب اس پالیسی کے خلاف تھا جو تمام دوسری ریاستوں کے معاملے میں اختیار کیا گیا تھا اور بعد میں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومتِ پاکستان اور قلات کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو کر تنازع کی شکل اختیار کر گئے۔ تاہم سندِ الحاق کی شق ۸ کی شرائط میں جن کی منظوری شاہی نمائندے نے جولائی ۱۹۴۷ء[13] میں دی تھی الحاق کرنے والی ریاستوں کو "خودمختار" تسلیم کیا گیا تھا بشرطیکہ وہ دفاع، مواصلات اور امورِ خارجہ کے تینوں شعبوں سے دستبردار ہو جائیں۔[14]

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو دولتِ مشترکہ کے برطانوی وزیر آرتھر ہنڈرسن (Arthur Henderson) نے ایک یادداشت میں یہ کہا کہ "خان قلات بلاشبہ اس حیثیت میں نہیں ہیں کہ ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے بین الاقوامی ذمہ داریوں کا بیڑا اٹھا سکیں" ماؤنٹ بیٹن کو پہلے ہی اس قسم کی صورت حال کے خطرات سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور انہوں نے شاید حکومتِ پاکستان کو بھی اس بارے میں خبردار کر دیا ہوگا۔ ہنڈرسن نے مزید کہا کہ "کراچی میں برطانوی ہائی کمشنر کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ پوری کوشش کریں کہ قلات کے ساتھ حکومتِ پاکستان کوئی ایسا معاہدہ نہ کر پائے جس کے ذریعے یہ ریاست ایک علیحدہ بین الاقوامی وجود کے طور پر تسلیم کر لی جائے۔"[15]

۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے خان قلات کو کراچی آنے کی دعوت دی تاکہ الحاق اور ان تمام معاملات پر فیصلے کر لئے جائیں جن کا ذکر ۱۱ اگست کے اعلان میں کیا گیا تھا۔ خان نے

اپنے حتمی فیصلے کی اطلاع ایک یا دو مہینوں کے بعد دینے پر آمادگی ظاہر کی۔[۱۶]

قائداعظم کچھ مزید مہینوں تک خان کے جواب کا انتظار کرتے رہے۔ ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو قائداعظم نے حتمی مذاکرات کیلئے خان قلات کو سبّی آنے کی دعوت دی۔ خان نے عندیہ دیا کہ وہ الحاق کے منظور شدہ مسوّدے کی بنیاد پر پاکستان کے ساتھ الحاق پر تیار ہیں۔[۱۷] تاہم انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا[۱۸] اور بیماری کا بہانہ بنا کر مقررہ وقت میں دستاویز پر دستخط کرنے سے احتراز کیا۔ قائداعظم نے ''ان کے رویّے کو انتہائی مایوس کن اور غیر تسلی بخش'' کہہ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔[۱۹] قلات کے وزیر اعلیٰ ڈی وائی فیل (D.Y. Fell) کا خیال تھا ''خان حقیقت میں جناح سے کسی سمجھوتے پر پہنچنا چاہتے تھے لیکن آخری لمحوں میں اپنے خاندان اور خاص طور پر اپنے بھائی عبدالکریم کے دباؤ میں آ کر مغلوب ہو گئے۔''

پاکستان سے الحاق کی طرف رغبت نہ ہوتے ہوئے بھی خان کی خواہش تھی کہ معاہدے کی بنیاد پر پاکستان کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں۔ انہوں نے پہلے ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اور دوبارہ ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کو ریاستی اسمبلی سے اپنے لائحہ عمل کی توثیق کروائی۔[۲۰] حیدرآباد کی طرف سے اسی قسم کی تجویز کو ہندوستان نے اپنے مذاکرات کے شروع ہی میں مسترد کر دیا تھا۔[۲۱] ہندوستان کو الحاق پر اصرار تھا لیکن نظام ہچکچاتے اور ٹالتے رہے یہاں تک کہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں ہندوستان نے ریاست پر حملہ کر دیا۔

قبل ازیں خان نے خفیہ طور پر ایک ممتاز وکیل سلطان احمد کو دہلی سے بلایا تھا تاکہ ان سے پاکستان کے ساتھ مذاکرات پر مشورہ لیں۔[۲۲] فیل (D. Y. Fell) نے اپنی سوانح عمری میں ذکر کیا ہے کہ ''مَیں نے مذاکرات کی پیش رفت سے اور جس مقام پر یہ پہنچے ہیں اس سے اپنی استعداد کے مطابق انہیں (سلطان احمد) آگاہ کیا اور انہیں اس بات پر قائل کرنے کی پوری کوشش کی کہ وہ ہز ہائنس کو مشورہ دینے میں احتیاط سے کام لیں اور جو چیز قابلِ عمل ہے اس پر اصرار کریں اور ہز ہائنس کی اس بارے میں حوصلہ افزائی نہ کریں کہ وہ اپنے مطالبات کی بنیاد حقوق پر رکھیں جو قانونی تو ضرور ہیں لیکن قابلِ نفاذ نہیں۔''[۲۳]

جنوری ۱۹۴۸ء میں خان نے فیل کو انگلستان بھیج دیا تا کہ وہ:

۱۔ بریگیڈیئر پروس (Purves) کو ریاستی افواج کی کمان کیلئے مقرر کریں۔

۲۔ ریاستی افواج کیلئے انگلستان کے اضافی فوجی ذخیرے سے دفاعی سازوسامان حاصل کریں۔

۳۔ ریاست کے معاہدوں کی قانونی حیثیت پر قانونی مشورہ لیں۔

۴۔ اگر ممکن ہو سکے تو پسنی کی بندرگاہ کیلئے بحری جائزے کا انتظام کریں۔

۵۔ یہ دیکھیں کہ آیا برطانیہ میں ریاست کے حق میں کسی قسم کی حمایت موجود ہے۔[۲۴]

انگلستان میں قیام کے دوران فیل نے بریگیڈیئر پروس کو روانہ کر دیا جسے بعد میں پولیس کا سربراہ اور قلات کا وزیرِ دفاع مقرر کر دیا گیا۔ اس نے خان کو مشورہ دیا ''پاکستان کیلئے یہ امر قبول کرنا دشوار ہوتا جا رہا ہے کہ اس کی سرحد پر ایک ایسا اور اہم علاقہ (ریاستِ قلات) موجود رہے جس کا بین الاقوامی درجہ مشکوک ہو۔ جب تک خان قانونی طور پر آزاد ہیں اس وقت تک بین الاقوامی قانون کے تحت قلات قبضے اور الحاق سے محفوظ رہے گا بشرطیکہ اس طرح کا قدم اٹھانے کیلئے خان کی اجازت حاصل کی جا سکے۔ روس اور ہندوستان سمیت قریب کا کوئی بھی ملک کسی لمحے اس طرح کا قدم اٹھا سکتا ہے''[۲۵] فیل نے بھی خان کو یہ مشورہ دیا ''سندِ الحاق میں (پاکستان کے ساتھ) ایک قانونی نقص ہمارے لئے ایک کارآمد حربے کے طور پر اس وقت استعمال کیا جا سکتا ہے جب حالات ہمارے حق میں آج سے زیادہ بہتر ہوں گے''[۲۶]

اسی دوران مارچ ۱۹۴۸ء میں خاران اور مکران کی ریاستوں نے جو قلات کے آدھے علاقے پر مشتمل تھیں اور جن کے حکمرانوں کو قلات کی بالادستی پر اعتراض تھا پاکستان سے الحاق کر لیا۔ اس صورت حال سے خان مضطرب ہو گئے اور ان کا رویّہ زیادہ سخت ہو گیا۔ انہوں نے الحاق سے بچنے کی ناکام کوشش کی لیکن ان کی آواز پر چند اَن پڑھ جھالاوان سرداروں کے سوا کسی نے کوئی توجہ نہ دی۔[۲۷]

ان کا خیال تھا کہ قلات کے الحاق کی چابی مکران میں ہے جہاں وہ پاکستان کیلئے

مسائل کھڑے کر سکتے ہیں۔انہوں اپنی بہن کو کراچی بھیجا تا کہ وہ مکران کے حکمران اور اپنے بہنوئی بائی خان کو ساتھ لے آئے تا کہ انہیں الحاق پاکستان سے واپس پھرنے پر مجبور کیا جائے۔[۲۸] خان کے بھائی عبدالکریم خان نے پاکستان کو پریشان کرنے کیلئے پہلے تو مکران میں گڑبڑ پھیلانے کی کوشش کی[۲۹] اور جب پاکستان نے وہاں فوجی کمک پہنچادی تو وہ افغانستان فرار ہو گیا تا کہ وہاں مدد حاصل کر سکے۔خان نے بھی امداد حاصل کرنے کیلئے اپنے خاندان کے افراد افغانستان بھیج دیے۔[۳۰] افغانستان کے وزیراعظم نے اپنی خدمات پیش کیں کہ اگر قلات چاہے تو وہ اس کا معاملہ اقوامِ متحدہ میں پیش کر سکتے ہیں۔[۳۱] خان نے مکران لیوی کورز (Mekran Levy Corps) کا راشن بند کر دیا اور ٹرانسپورٹ پر پابندی لگادی تا کہ انہیں بھوک کی مصیبت کا بھی احساس ہو۔[۳۲]

خان کی ہٹ دھرمی کے نتیجے میں سیاسی اور حفاظتی صورت حال کے پیش نظر پاکستان کو جیوانی، تربت، پسنی اور پنجگور کے علاقے قبضے میں لینے کیلئے مجبوراً کچھ انتظامی اور دفاعی اقدام کرنے پڑ گئے۔[۳۳] تصادم اور ابتری سے بچنے کیلئے قلات کے وزیراعلیٰ سے کہا گیا کہ وہ مذکورہ بالا علاقوں اور دیگر علاقوں کا انتظام بمع خزانوں کے پاکستان کے حوالے کر دیں۔[۳۴] خان نے اپنے مشیروں اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ صلاح مشورے شروع کر دیے۔

وزیر دفاع بریگیڈیئر پروس اس مسئلے پر غور کر رہا تھا کہ اگر پاکستان حملہ کرے تو اس کا دفاع کس طرح ہوگا۔فیل کی اطلاع تھی کہ ''اگر حالات بد سے بدتر ہو گئے تو خان کی مرضی یہ ہے کہ وہ مال واسباب سمیت خضدار منتقل ہو جائیں گے''۔[۳۵]

۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو قائداعظم نے اپنے سیکریٹری خارجہ اکرام اللہ کو ہدایت کی کہ ''کسی قسم کے مذاکرات یا مزید گفت وشنید نہیں ہونی چاہئے تا کہ ذرا سا بھی یہ تاثر نہ ہونے پائے کہ الحاق کے علاوہ کچھ اور بھی ممکن ہے''۔[۳۶] دفتر خارجہ کے جوائنٹ سیکریٹری اے ایس بی شاہ اور بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ امبروز ڈنڈس کو کہا گیا کہ ''قلات پر واضح کر دیا جائے کہ کئی بار کئے ہوئے وعدوں کے مطابق آیا وہ الحاق کیلئے تیار ہیں یا نہیں''۔[۳۷] اسی دن کسی قدر ڈرامائی انداز میں خان نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا[۳۸] جس کا اعلان یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو کیا گیا۔[۳۹]

یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو اعلان کردہ فیصلہ اگرچہ بعداز وقت تھا لیکن ڈان اخبار نے اپنے ۳۰ مارچ ۱۹۴۸ء کے اداریے میں اس کا خیر مقدم ان الفاظ میں کیا ''جس طریقے سے اور جن جانے انجانے حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے اس سے قطع نظر یہ انتہائی خوش آئند ہے۔''

ایک ناگوار صورتِ حال کا اس طرح طے پانا خوش آئند تھا، جب کہ خان اور پاکستان کے درمیان شدید اختلافات تھے اور خان کے بھائی عبدالکریم خان کی پاکستان دشمن کارروائیاں جاری تھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو آل انڈیا ریڈیو نے یہ نشر کیا کہ دو مہینے قبل قلات نے اپنے الحاق کیلئے ہندوستان سے درخواست کی تھی۔[۴۰] اگرچہ ماؤنٹ بیٹن نے ۳۰ مارچ ۱۹۴۸ء کو اس دعوے کی تردید کردی تھی۔[۴۱]

۲ اپریل ۱۹۴۸ء کو خان نے پاکستان کے حکام کو یقین دلایا کہ ''قلات اب پاکستان کا حصہ ہے اور ریاست کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ نہ صرف تسلیم شدہ شعبوں میں پاکستان کی مدد کرے بلکہ تمام معاملات میں بھی ہر طرح سے تعاون کرے۔[۴۲]

اس سے پچھلے چھ مہینوں میں بلوچستان کی سیاسی صورت حال ان عناصر نے خراب کر دی تھی جو ''بلوچوں کا بلوچستان'' اور ''بلوچ قومیت'' کی باتیں کر رہے تھے۔ اس طرح سے بھولے اور نادان قبائلیوں کے ذہن زہر آلود کر دیے گئے تھے اور اتلافِ مضرت کیلئے فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

ڈان نے خان پر زور دیا کہ وہ اپنے اعلان ''ایک خدا، ایک مذہب اور ایک قوم''[۴۳] سے ہم آہنگ ہو کر اس طرح کے میلانات کی بیخ کنی کریں۔ ڈیڑھ مہینے بعد خان نے عبدالکریم کی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے اپنے عوام سے کہا کہ وہ ان سرگرمیوں سے لاتعلق ہو جائیں۔[۴۴] انہوں نے اعلان کیا کہ جو لوگ ان کی سرگرمیوں میں شامل ہیں انہیں گرفتار کر کے قلات کے وزیرِ اعظم کے سامنے پیش کیا جائے۔ عبدالکریم خان کے خلاف پاکستان کے ایک مختصر فوجی اقدام کے نتیجے میں ۱۲ اور ۱۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو یہ کام بھی تمام ہوا۔

الحاق کی جلو میں پیدا ہونے والی بلوچستان کی سیاسی صورت حال نے جناح کو کافی

پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ بارسوخ سیاسی گروہوں، شاہی جرگہ، خان کے دربار، بلوچستان نیشنل پارٹی اور صوبائی مسلم لیگ کے درمیان جو تلخ تنازعات جاری تھے بلوچستان کے عوام کے مفاد میں ان کا حل ڈھونڈنا بہت ضروری تھا۔

۲۶ مئی ۱۹۴۸ء کو جناح بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ پہنچے۔ ان کے دورے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انتشار پھیلانے والے عناصر کو کنارے لگایا جائے اور پاکستان سے یک جہتی کیلئے سازگار حالات پیدا کرنے کیلئے قلات میں انتظامی اور سیاسی اصلاحات رائج کی جائیں۔

## لسبیلہ

لسبیلہ (آبادی تقریباً ایک لاکھ، رقبہ ۷۰۴۸ مربع میل) تاریخی اعتبار سے مکران کے ساحل کے ذریعے سندھ اور ایران کے درمیان تجارت کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے وسطی اور جنوبی بلوچستان عملاً خان قلات کی حاکمیت میں تھے۔ ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو جام صاحب لسبیلہ نے پاکستان دستور ساز اسمبلی میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی۔[۴۵] جب قلات نے اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدے پر دستخط کئے تو جام صاحب نے بھی اپنی ریاست کے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہو کر قائداعظم سے ملاقات کی۔ قائداعظم نے انہیں یقین دلایا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے گا حکومتِ پاکستان ان کے اور قلات کے تعلقات کا جائزہ لے گی۔[۴۶] دوسری جانب قلات کا اصرار تھا کہ لسبیلہ قلات کا ایک ضلع ہے اور قلات کی زیرِ نگین ریاست کے طور پر لسبیلہ پر اس کی اطاعت ضروری ہے۔ اس دوران لسبیلہ پاکستان سے علیٰ حالہٖ معاہدے اور سندِ الحاق پر دستخط کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔[۴۷] چونکہ پاکستان سے قلات کے الحاق کا مسئلہ مارچ ۱۹۴۸ء تک طے نہیں پا سکا تھا اس لئے لسبیلہ کا معاملہ بھی التواء میں پڑا رہا۔ بالآخر ۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو خاران اور مکران کے ساتھ لسبیلہ بھی پاکستان میں شامل ہو گیا۔

## خاران

خاران ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کی آبادی چالیس ہزار اور رقبہ ۱۸۵۵۳ مربع میل تھا۔ اس کا نظم و نسق بھی ناقص تھا۔ ریاست اگرچہ کھجور کی پیداوار میں مالا مال تھی لیکن بیشتر

آبادی مویشی پالنے کا کام کرتی تھی۔۱۸۸۴ء میں یہ ریاست برطانوی نگرانی میں آ گئی۔۱۹۴۰ء میں اسے قلات سے علیحدہ تسلیم کیا گیا لیکن رسمی طور پر قلات کی بالادستی برقرار رہی۔۱۱ اگست کو نوشکی میں خاران کے رہنماؤں اور معتبر حضرات سے صلاح مشورے کے بعد حکمران نے اعلان کیا ''ریاست خود کو حسبِ دستور ایک آزاد ریاست تسلیم کرتی ہے اور پاکستان کی بالادستی قبول کرتے ہوئے اس میں شامل ہوئی ہے اور حتی المقدور پاکستان کی خدمت کا وعدہ کرتی ہے۔''[۴۸]

قلات نے خاران کی ایک آزاد ریاست کی حیثیت کو کبھی تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ مُصر تھا کہ موخرالذّکر اس کے علاقوں کا ایک حصہ ہے۔ بطور ایک ساراوان (Sarawan) سردار کے خاران کے سربراہ کی ایک نشست قلات کے دربار میں موجود تھی اور قلات کے زیرِ اقتدار انہیں داخلی خودارادیت ملی ہوئی تھی۔

جب خاران نے قلات کا اقتدار ماننے سے انکار کر دیا تو صورت حال دھماکہ خیز ہوگئی۔نومبر ۱۹۴۷ء میں خاران نے جناح سے شکایت کی کہ خاران میں مسلّح تصادم کرانے اور ریاست اور پاکستان کے زیرِ اقتدار بلوچستان کے علاقوں میں امن و امان کی صورت حال پیدا کرنے کیلئے قلات مقامی عناصر کو مسلّح کر رہا ہے۔[۴۹]

اپنی آزادی کے دعوے کی حمایت میں خاران کے سربراہ نے یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کو یہ وضاحت[۵۰] پیش کی کہ ۱۴ اگست تک خاران نے تاجِ برطانیہ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کیا تھا اور اس کے شامل حال حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کیا تھا۔ جب کہ دوسری جانب قلات نے طاقت کے زور پر خاران کو اپنے زیرِ نگیں کرنے کی کوشش کی تھی اور ۱۹۳۹ء میں ریاست پر حملہ بھی کیا تھا لیکن اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تھی۔خاران نے ۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو پاکستان سے باقاعدہ الحاق کر لیا۔

## ریاست بہاولپور

بہاولپور نمایاں طور پر ایک مسلم ریاست تھی جس کی آبادی ۱۹۴۷ء میں ۱۵ لاکھ تھی۔[۱] ہندوستان کی حدود کے ساتھ اس کے محلِ وقوع نے حربی اعتبار سے ریاست کو بہت اہم بنا دیا تھا۔ ریاست تین حصوں پر مشتمل تھی۔[۲]

۱۔ زرخیز مغربی حصہ

۲۔ وسطی حصہ جس کی آبیاری ستلج کی نہروں سے ہوتی تھی ۔جن کے ہیڈورکس فیروزپور، سلیمانکی، اسلام اور پنجند میں واقع تھے۔

۳۔ مشرقی حصہ جو چولستان کہلاتا تھا اور یہ ۱۳۰۰۰ مربع میل کا ایک ریگستانی علاقہ تھا۔

بہاولپور کی زیست کا انحصار ستلج ویلی اسکیم کے تحت نہری نظام پر تھا جس میں ستلج اور بیاس دریاؤں سے پانی حاصل کیا جاتا تھا۔ یہ اسکیم ۱۹۲۰ء میں مکمل ہوئی تھی اور اس میں ریاست نے بطور شریک ۱۴ کروڑ روپے ادا کئے تھے۔[۳]

۱۹۴۷ء میں ریاست کو صرف ۵۰،۰۰۰ ایکٹر زمین کی آبیاری کیلئے ایسٹرن گرے کنال (Eastern Grey Canal) سے پانی ملا تھا۔ فیروزپور ہیڈورکس سے آبپاشی کیلئے بہاولپور کا حصہ ۱۰،۸۰۷ کیوسک تھا جبکہ بیکانیر کا حصہ صرف ۲،۷۲۰ کیوسک تھا۔[۴]

تقسیم کے وقت ریاست کو خوف ہوا کہ مشرقی پنجاب سے آنے والی نہروں کا پانی بند ہو جائے گا۔ چنانچہ ریاست نے باؤنڈری کمیشن کو ۱۷ جون ۱۹۴۷ء کو ایک یادداشت پیش کی[۵] جس میں یہ مطالبات کئے گئے:

۱۔ مشرقی صادقیہ اور فوردوا (Fordwah) نہروں اور پوری کنال ریلوے کو مغربی پنجاب کے علاقائی اختیار میں ہونا چاہئے اور مشرقی اور مغربی پنجاب کی سرحد اس نہر کی آبپاشی سرحد کے ساتھ ساتھ ہونی چاہئے۔

۲۔ پنجاب کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ اس کی وجہ سے ستلج اور اس کے معاون دریاؤں کے آبی ذخیروں کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے جن سے فیروزپور، سلیمانکی اور اسلام کے ہیڈورکس سے نکلنے والی ستلج ویلی نہریں سیراب ہوتی ہیں۔

لیکن باؤنڈری کمیشن نے بہاولپور کے جائز مفادات کو نظرانداز کرتے ہوئے فیروزپور اور زیرا کی تحصیلیں ہندوستان کے سپرد کر دیں۔ یہ کام جان بوجھ کر اس لئے بھی کیا گیا کہ ایک طرف، ہندوستان کی دفاعی ضرورتوں کو پورا کرنا تھا[۶] تو دوسری طرف بیکانیر کو خوش کرنا تھا جس نے

یہ دھمکی دی تھی کہ اگر فیروز پور پاکستان کو دے دیا گیا تو وہ بھی پاکستان میں شامل ہو جائے گا اگرچہ بیکانیر فیروز پور ہیڈ ورکس کا پانی کم ہی استعمال کرتا تھا۔[۷]

بہاولپور کے خدشات ٹھیک نکلے جب ہندوستان نے ۴۸-۱۹۴۷ء میں ربیع[۸] کے موسم کیلئے ایسٹرن گرے کنال کا پانی بند کر دیا تاہم حکومتِ پاکستان اور جواہر لال نہرو کی مداخلت سے پانی کی ترسیل کچھ مدت کیلئے بحال کر دی گئی۔[۹] بہاولپور کے اس انتہائی اہم آبی مخرج کو ہندوستان نے بالآخر بند کر دیا۔ یہ واقعہ ماؤنٹ بیٹن کی اس یقین دہانی کے باوجود پیش آیا کہ ریاست کیلئے دریائے ستلج سے پانی کی ترسیل کے حقوق برقرار رکھے جائیں گے۔[۱۰]

خود بہاولپور میں احراریوں اور کانگریس کے حامیوں پر مشتمل آبادی کا ایک چھوٹا طبقہ ہندوستان سے الحاق کیلئے کام کر رہا تھا۔ ایک مقامی رہنما مخدوم محمد محسن اور دیگر دس افراد نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو ایک بیان جاری کیا جس میں یاد دلایا گیا کہ تقریباً ایک سال پہلے رفعت گروپ نے کھلے بندوں وکالت کی تھی کہ ریاست کو چاہئے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کرے۔[۱۱]

آبپاشی کیلئے پانی کی ترسیل بند ہونے اور ہندوستان سے الحاق کیلئے کانگریس کے حمایتی گروہ کے بڑھتے ہوئے دباؤ سے ریاست بہاولپور بہت خوفزدہ تھی۔ ماؤنٹ بیٹن نے جغرافیائی مجبوریوں کو ریاست کے الحاق کا اہم ترین عنصر گردانتے ہوئے ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو اپنے بادشاہ کو مطلع کیا ''ایک بڑی ریاست - قلات - نے سیاسی تعلقات پیدا کرنے کیلئے حکومت ہندوستان سے رجوع کیا تھا لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا اور بہاولپور کی جانب سے (ہندوستان سے الحاق کی) غیر سرکاری درخواست کی بھی اسی طرح حوصلہ شکنی کی گئی''۔[۱۲]

۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بہاولپور کا پاکستان سے الحاق ہو گیا[۱۳] اور چونکہ یہ ریاست ہندوستان کی سرحد پر واقع تھی لہٰذا ایک قابلِ اعتماد دفاعی نظام قائم کرنے میں اس کی مناسب مدد کی گئی۔[۱۴]

## ذمہ دار حکومت کیلئے تحریک

ذمہ دار حکومت کے لئے مقامی تحریک پر پابندی لگانے کی روایت بہاولپور میں ۱۹۳۹ء سے پڑ چکی تھی اور ریاست کے عوام کی خواہش کو لاحاصل بنانے کیلئے انتہائی سخت اقدامات

اٹھائے گئے تھے۔[۱۵] پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد ریاستی حکام کی مزاحمت کے باوجود ریاستی مسلم لیگ کی حمایت سے اس تحریک کو ایک نئی زندگی مل گئی۔ ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو عبدالرّب نشتر نے ریاستی مسلم لیگ کے صدر منظر عالم سے ملنے کے بعد اپنے نوٹ میں یہ لکھا کہ سیاسی اصلاحات کی مزاحمت کی توقع کی جاسکتی ہے۔ نشتر نے منظر عالم سے کہا ''ایک آمرانہ حکومت کسی ایسی تحریک کو کبھی برداشت نہیں کرسکتی جس کا مقصد یہ ہو کہ اقتدار حکمراں سے چھین کر عوام کو دے دیا جائے۔'' انہوں نے مزید کہا کہ یہ امر ''قدرتی ہے'' کہ ''ریاست کے حکام ایک ایسے فرد کی مداخلت کا برا منائیں جو ایک ایسے ادارے کا سربراہ ہو جو ریاست میں عوامی حکومت کے قیام کا مطالبہ کررہا ہو۔''[۱۶]

ریاست میں سیاسی اصلاحات کی تحریک کو دبانے کیلئے ریاست کے وزیرِ اعلیٰ مشتاق احمد گورمانی کی سربراہی میں ایک حکمراں موافق مسلم لیگ قائم کی گئی جبکہ اختلاف رکھنے والوں نے لیگ کا ایک اپنا دھڑا منظّم کرنے کی کوشش کی۔[۱۷] جب منظر عالم نے لیگ کے پرچم تلے عوامی سطح پر سرگرمیوں کو دوبارہ منظّم کرنے کی کوشش کی تو نشتر نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ ''ایسا کوئی قدم نہ اٹھائیں جس کے نتیجے میں ان علاقوں کے امن میں خلل پڑ جائے۔[۱۸] خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ ریاست ہندوستان سے متصل ہے۔

## ریاست خیر پور

خیر پور جس کی آبادی چار لاکھ بہتّر ہزار تھی سندھ کی حدود میں واحد ریاست تھی۔ اس کی زرخیز دریائی زمینیں سکھر بیراج سے نکالی گئی نہروں سے سیراب ہوتی تھیں۔[۱] ریاست کے حکمراں میر فیض محمد خان تالپور کو جو ذہنی مریض تھے تاجِ شاہی کے نمائندے نے جولائی ۱۹۴۷ء میں معزول کر کے ان کے کمسن بیٹے میر علی مراد خان تالپور کو ان کی جگہ بٹھادیا۔[۲] ایک نیابتِ شاہی مجلس (Board of Regency) قائم کی گئی جس میں پانچ ''صاحبزادے'' شامل تھے۔[۳]

۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکمران نے نیابتِ شاہی مجلس کے سربراہ اور صدر ایگزیکٹو کونسل خیر پور کے توسط سے پاکستان سے الحاق کرلیا۔[۴]

## جوناگڑھ، بابریاواڑ، منگرول اور ماناودر

کاٹھیاواڑ کی ریاستوں میں جوناگڑھ ایک اہم ریاست تھی جس کی آبادی سات لاکھ اور رقبہ ۳۵۰۰ مربع میل تھا۔ ہندوؤں کے نزدیک کاشی کے بعد یہ سب سے زیادہ مقدس مقام مانا جاتا تھا جہاں سومناتھ کا مشہور مندر تھا جسے محمود غزنوی نے ۱۰۲۴ء میں تقریباً تباہ کر دیا تھا۔

ٹیوڈر اووَن (Tudor Owen) کا کہنا ہے کہ ''ہندوستان کا ایک مقدس مقام ہونے کے علاوہ کاٹھیاواڑ سازشوں کی سرزمین ہے۔ یہ چھوٹی بڑی کئی ریاستوں پر مشتمل ہے۔ اس زمین نے یہاں کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں سیاسی سازشوں کو پروان چڑھایا ہے۔ یہاں تک کہ یہاں کے ٹٹوؤں کے کان بھی سیدھے نہیں ہیں۔ جامنگر (رانجی کی ریاست) میں لوگ اپنی پگڑیاں ٹیڑھی پہنتے ہیں۔ یہاں کے اہم طبقوں میں ناگر ہیں جو برہمن نظام مراتب میں اوّل درجے پر ہیں۔ علاوہ ازیں جین، بنیے (گاندھی کی ذات) ہیں اور (ولبھ بھائی پٹیل کے) عیار اور سخت جان گجراتی پتی دار ہیں۔''[1] جوناگڑھ کی ۸۰ فیصد سے زیادہ آبادی غیر مسلم تھی۔ اس میں ۲۳ منسلکہ ریاستیں اور تعلقے شامل تھے۔[2]

ریاست کے پاس ساحلی علاقہ تھا جس پر کئی چھوٹی بندرگاہیں تھیں جن میں ورانا (موجودہ ویراول) سب سے اہم بندرگاہ تھی۔ بحری مواصلات سے قطع نظر جوناگڑھ چاروں طرف سے ان ریاستوں سے گھرا ہوا تھا جو ہندوستان میں شامل ہو چکی تھیں۔ علاوہ ازیں جوناگڑھ کے بیچ میں ایسے مختصر علاقے بھی موجود تھے جو مملکتِ ہندوستان کا حصہ تھے۔

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔ معاہدے میں ان ریاستوں اور مملکتِ پاکستان کے درمیان مشترکہ دلچسپی کے تمام معاملات پر موجودہ معاہدوں اور انتظامی امور کو برقرار رکھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

پاکستان سے جوناگڑھ کے الحاق کی ہندوستان نے سختی سے مخالفت کی اور اس اقدام کو عوام کی اکثریت کی مرضی کے خلاف حکمراں کی آمرانہ طاقت کے استعمال کا نتیجہ قرار دیا۔ جوناگڑھ، ماناودر، منگرول، بابریاواڑ، بانٹوا اور سردارگڑھ نے پاکستان سے الحاق کی پیشکش کی تھی

جس کے نتیجے میں ہندوستان نے ان کے خلاف اعصابی جنگ کا آغاز کر دیا۔ جونا گڑھ کے الحاق کے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی ہندوستان نے بعض ضروری اشیاء کی رسد پر پابندی لگا دی۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو جب ریاست نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو اسی وقت سے اسے دبانے، دھمکانے اور بددل کرنے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا تا کہ ریاست مجبور ہو کر کانگریس کی اس سازش کے آگے گھٹنے ٹیک دے جس کو ہندوستان کے اعلیٰ حکام کی حمایت حاصل تھی۔[۳]

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو نہرو نے پاکستان کو خبردار کیا کہ اگر جونا گڑھ کے حکمراں اس مسئلے (الحاق) کو استصواب کیلئے پیش نہ کر سکے اور اگر مملکتِ پاکستان نے عوام کی خواہشات اور اس مسئلے کے رہنما اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی ایسے بندوبست میں شرکت کی جس کی بناء پر جونا گڑھ وفاقِ پاکستان کا ایک حصہ بن جائے تو حکومتِ ہندوستان سے یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ وہ اس طرح کے بندوبست پر رضامند بھی ہوگی۔[۴]

جونا گڑھ کے حکام نے پاکستان کو مطلع کیا کہ صورت حال انتہائی نازک ہو چکی ہے اور ریاست کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے کیونکہ ہندوستان کی فوجی کارروائی سر پر منڈلا رہی ہے۔ ریاست کے وزیر اعلیٰ شاہنواز بھٹو نے فوری کارروائی کیلئے جناح اور لیاقت پر زور ڈالا۔[۵] ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان نے اپنی افواج جونا گڑھ، مانا ودر، منگرول وغیرہ کی سرحدوں پر مجتمع کر دیں۔ بگڑتے ہوئے بحران سے پریشان ہو کر جناح نے ماؤنٹ بیٹن کو تار بھیجا:

> جونا گڑھ کی خودمختاری یا اس کے علاقے میں کسی بھی قسم کی مداخلت معاندانہ فعل تصور ہوگی۔ مہربانی سے اسے یقینی بنایئے کہ مملکت ہندوستان کی افواج یا ہندوستان میں شامل ریاستوں کی فوجیں کسی بھی بہانے جونا گڑھ کے علاقے کی خلاف ورزی نہ کرنے پائیں۔[۶]

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے فوجوں کے اجتماع سے انکار کرتے ہوئے پاکستان کو خبردار کیا ''ہر اس الحاق کو جو پاکستان قبول کرے گا حکومتِ ہندوستان اسے اپنی خودمختاری اور علاقے میں مداخلتِ بے جا تصور کرے گی اور دونوں مملکتوں کے درمیان جیسے دوستانہ تعلقات

ہونے چاہئیں اس کیلئے یہ عمل نامناست ہوگا۔"[۷] جناح نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "ہندوستان کو جونا گڑھ کی خودمختاری پر، علاقائی یا کسی اور پہلو سے کوئی حق حاصل نہیں ہے۔"[۸]

طرفہ تماشہ یہ کہ جس وقت ماؤنٹ بیٹن پاکستان سے دوستانہ تعلقات کی بات بار بار دہرا رہے تھے اسی دوران میں انہوں نے یہ ذکر بھی کیا کہ مینن نے "بڑی ہنرمندی سے" گاندھی کے بھتیجے سمل داس گاندھی (Samaldas Gandhi) کی قیادت میں جونا گڑھ کی ایک عبوری حکومت قائم کر دی ہے اور "جو میرے علم کے مطابق ایک پرچم بردار ریل گاڑی کے ذریعے اسی دن راجکوٹ پہنچ گئی ہے۔"[۹] علاوہ ازیں ہندوستان نے خفیہ طور پر کاٹھیاواڑ میں خصوصاً جونا گڑھ، مانا ودر، منگرول وغیرہ پر بحری فوجی کارروائی کا منصوبہ بنایا تھا جس کی منظوری ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو[۱۰] ان کی ڈیفنس کمیٹی نے ہندوستان میں شامل ہمسایہ ریاستوں کے مطالبے پر دی تھی۔[۱۱] ماؤنٹ بیٹن اور نہرو کو اس وقت ایک پریشان کن صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جب ہندوستان کی بّری، فضائی اور بحری افواج کے سربراہوں نے وزیرِ دفاع بلدیو سنگھ کو یہ نقشہ پیش کیا کہ "کاٹھیاواڑ میں فوجی کارروائی کے نتیجے میں دونوں مملکتوں کے درمیان جنگ بھی چھڑ سکتی ہے اور اس وقت جب کہ ہندوستانی فوج کی کثیر تعداد داخلی فرائض انجام دینے میں مصروف ہے فوج جنگ کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔" انہوں نے اس بات کی بھی نشاندہی کی کہ تینوں مسلّح افواج کے سربراہ برطانوی افسر ہیں اس لئے "ان کیلئے کسی جنگ میں حصہ لینا ناممکن ہوگا یا یہ کہ وہ منصوبہ بندی میں آلۂ کار بنیں یا جن کارروائیوں پر اب غور ہو رہا ہے ان کا نتیجہ جنگ کی صورت میں نکلنے پر وہ دوسروں تک احکامات پہنچائیں۔"[۱۲] لیکن صرف دو دن بعد ہی ماؤنٹ بیٹن نے انہیں اپنی عرضداشت پر معافی مانگنے اور کاٹھیاواڑ میں فوجی کارروائی کی ذمہ داری دوبارہ سنبھالنے پر مجبور کر دیا۔[۱۳] اس کے برعکس پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل گریسی (Gracey) نے آکنلِک (Auchinleck) اور ماؤنٹ بیٹن کی پشت پناہی سے کشمیر میں فوج بھیجنے کیلئے جناح کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے وی پی مینن کو بتایا کہ سردار پٹیل نے نہرو کو متنبہ کیا ہے کہ "کابینہ کی جانب سے جونا گڑھ کے خلاف ان کی جارحانہ پالیسی کی حمایت نہ کرنے پر وہ

استعفیٰ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' ماؤنٹ بیٹن نے بھی محسوس کیا کہ ''سردار پٹیل جواب مکمل فرقہ پرست ہو گئے تھے وہ ہندو/سکھ اکثریت کے جذبات کی مجسم صورت اختیار کر چکے تھے اور ان کا مرتبہ پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہو گیا ہے اور حقیقتاً صرف وہی کابینہ پر گرفت رکھ سکتے تھے۔''[14] دوسری طرف ''نہرو اپنے ہی ملک میں بہت غیر مقبول تھے اور اپنے سارے مقلّدین کھو چکے تھے اور اگر کوئی دوسرا انتخاب ہوا تو شاید وہ اپنی نشست بھی حاصل نہ کر پائیں۔'' سیاسی صورت حال پر ماؤنٹ بیٹن کا جائزہ یہ تھا کہ ''اگر سردار پٹیل استعفیٰ دے دیں تو پھر نہرو بھی دیر تک کامیابی سے نہیں چل سکتے اور اپنے ساتھ حکومت کو بھی لے ڈوبیں گے۔'' لیکن ان کا خیال تھا ''اگر نہرو استعفیٰ دے دیں تو سردار پٹیل کی شدید فرقہ واریت بہت جلد ہندوستان کو ایک غیر مستحکم صورت حال سے دوچار کر دے گی۔ لہٰذا پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ان دونوں کے درمیان رخنہ نہ پڑنے پائے۔''[15] بالآخر پٹیل کی شرائط پر ان دونوں رہنماؤں کے درمیان مصالحت ہو گئی اور کابینہ میں خلل کی روک تھام ہو گئی۔

ہندوستانی کابینہ کی ایک دفاعی کمیٹی فوراً تشکیل دی گئی تا کہ وہ جونا گڑھ اور اس کی اتحادی ریاستوں پر دھاوا بولنے کیلئے فوجی کارروائی کا نفاذ کرائے۔ ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی بری، بحری اور فضائی افواج کی سرگرم مدد سے بریگیڈیئر گردیال سنگھ (Gurdial Singh) کے تحت کاٹھیاواڑ کی ایک فوج تشکیل دی گئی۔[16]

اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران جبکہ جونا گڑھ پر حملے کی تیاریاں تیز رفتاری سے کی جا رہی تھیں تو ہندوستان نے اپنے اصل ارادوں پر پردہ ڈالنے کیلئے مطالبات، جوابی مطالبات اور احتجاجات کے ذریعے پاکستان کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی۔ ہندوستان کا بناوٹی مطالبہ یہ تھا کہ استصواب کے ذریعے لوگوں کی خواہش معلوم کی جائے۔

یکم نومبر کو ہندوستانی افواج بابریاواڑ اور منگرول میں زبردستی گھس آئیں۔ یہ دونوں جونا گڑھ کے باجگزار تھے۔ حکومت ہندوستان نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ انہیں یہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ جونا گڑھ کے حکام بابریاواڑ کے لوگوں پر تشدّد کر رہے ہیں

کیونکہ اُس نے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کر دیا ہے اور یہ کہ بابریاواڑ کو مجبور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تا کہ وہ اس الحاق کو منسوخ کر دے اور پاکستان میں شامل ہو جائے۔ یہ کہ نہرو نے ۲۲ اکتوبر کو لیاقت علی خاں کو مطلع کر دیا تھا کہ ''اب ہمارے لئے اس طرح کی جارحانہ کارروائیوں کو برداشت کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔۔۔اور یہ کہ ان پر'' واجب ہو گیا ہے''[17] کہ ان علاقوں کی حفاظت کیلئے قدم اٹھائیں جو ہندوستان میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ کہ ہندوستانی افواج امن کے پرچم تلے بابریاواڑ اور منگرول میں داخل ہوئی ہیں اور پُر امن طریقے سے ان علاقوں پر قبضہ کیا ہے۔ یکم نومبر ہی کو بظاہر جونا گڑھ کی ایگزیکٹو کونسل کی درخواست پر جونا گڑھ میں داخل ہو کر ہندوستان نے اس پر قبضہ کر لیا۔

جونا گڑھ کے حکمراں حکومتِ پاکستان سے مشورہ کرنے کیلئے ۲۴ اکتوبر کو کراچی میں وارد ہوئے۔ ۱۰ نومبر کو ایک اخباری بیان میں جونا گڑھ کے دیوان شاہنواز بھٹو نے وضاحت کی کہ ہندوستان سے کوئی عارضی یا مستقل معاہدے پر سودا نہیں کیا گیا ہے اور جونا گڑھ حسبِ ضابطہ ابھی تک پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست کے حکام نے ہندوستان سے امن وامان برقرار رکھنے میں مدد کی درخواست کی تھی کیونکہ ''ریاست کے باہر جارحانہ عناصر سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔'' ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق حکمراں یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مملکتوں کے درمیان جونا گڑھ کا مسئلہ آئینی طور پر طے پا جائے''[18] جن ''جارحانہ عناصر'' کا حوالہ بھٹو نے دیا تھا وہ دراصل ستمبر میں راج کوٹ میں ہونے والی جونا گڑھ کی عبوری حکومت کے حمایتی تھے جنہوں نے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ عناصر وقتاً فوقتاً جونا گڑھ میں داخل ہو جایا کرتے تھے۔ قبضہ ہونے کے بعد ان عناصر نے مسلمانوں کے خلاف قتلِ عام، لوٹ مار اور آتش زنی کی وارداتیں کی تھیں۔

تاہم ۱۵ جنوری کو حکومتِ ہندوستان نے اعلان کیا کہ جونا گڑھ، بابریاواڑ، منگرول اور دوسری باجگذار ریاستوں میں الحاق کا فیصلہ ''ان کے عوام کی خواہش کے آزادانہ اظہار'' پر ہوگا۔[19]

جونا گڑھ، مانا ودر، منگرول بابریاواڑ، بانٹوا اور سردار گڑھ پر زبردستی قبضے کو قانونی شکل

دینے کیلئے ہندوستان نے ۱۸ تا ۲۴ فروری ۱۹۴۸ء کو استصوابِ رائے کرایا۔ اس استصواب میں ہندوستان کو ۱۹۰۷۷۹ اور پاکستان کو صرف ۹۱ ووٹ ملے۔ دوسرے علاقوں کے استصواب میں بھی ہندوستان کو بھاری اکثریت حاصل رہی۔[۲۰]

ڈیلی ٹیلی گراف لندن کے نامہ نگار ڈگلس براؤن (Douglas Brown) کے مطابق مسلم آبادی نے اپنی جانوں کے خوف سے ہندوستان کیلئے ووٹ ڈالے۔ انتخابی دھاندلیوں اور بے ضابطگیوں کے بے شمار واقعات پیش آئے۔ استصواب کسی صورت آزادانہ اور منصفانہ نہیں تھا۔ ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو جونا گڑھ کے مسئلے پر سلامتی کونسل میں بحث کے دوران پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے احتجاج کیا تھا کہ یہ استصواب نہ تو آزادانہ تھا اور نہ ہی منصفانہ تھا۔[۲۱]

## منگرول اور بابریاواڑ

منگرول جونا گڑھ کی ایک چھوٹی سی جاگیرداری ریاست تھی جس کی آبادی ۵۰،۰۰۰ تھی جس میں اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ اسے جونا گڑھ سے بہت سے شکوے تھے تاہم وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتی تھی۔[۲۲] ۲۰ ستمبر کو وی پی مینن نے منگرول کے حکمراں کو مجبور کیا کہ وہ جونا گڑھ کی حاکمیت سے دستبردار ہو کر ہندوستان سے الحاق کی سند پر دستخط کر دیں، جس کی پاکستان کے احتجاج کے باوجود سرکاری طور پر ۲۴ ستمبر کو توثیق کر دی گئی۔[۲۳] لیاقت علی خاں نے تجویز پیش کی کہ باہمی تبالۂ خیال سے منگرول اور بابریاواڑ کی قانونی حیثیت جاننے کے لئے اس مسئلے کو کسی آزاد فورم کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔" مجھے امید ہے کہ "اس طرح سے جونا گڑھ کے غیر طے شدہ مسائل کے دوستانہ تصفیے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔"[۲۴] لیاقت نے نہرو کو یہ بھی یاد دلایا کہ وہ بابریاواڑ اور منگرول میں قانونی مشیر مقرر کرنے کے لئے قدم اٹھائیں۔[۲۵] تاہم ہندوستان نے یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو منگرول اور بابریاواڑ پر قبضہ کر لیا۔[۲۶]

## سلامتی کونسل کو شکایت

ایک طرف تو جونا گڑھ میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف کشمیر کا الحاق متنازعہ بن چکا تھا۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں حکومتِ ہندوستان نے کشمیر کا مقدمہ سلامتی کونسل میں پیش

کر دیا[۲۷] تاہم پاکستان کو بھی ہندوستان کے خلاف کئی شکایتیں پیش کرنی تھیں اور پاکستان نے یہ تمام مقدمات جونا گڑھ کے تنازع سمیت سلامتی کونسل کو پیش کر دیئے جن پر فروری اور مارچ ۱۹۴۸ء میں بحث کی گئی۔[۲۸]

چونکہ کشمیر کا تنازع زیادہ اہمیت کا حامل تھا اور بین الاقوامی امن کیلئے فوری خطرہ بن سکتا تھا اسلئے سلامتی کونسل نے ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک قرارداد منظور کی جس کے تحت اقوام متحدہ کمیشن برائے ہندوستان و پاکستان (یونائٹڈ نیشنز کمیشن فار انڈیا اینڈ پاکستان) مقرر کیا گیا تا کہ وہ کشمیر کے مسئلے کو نمٹائے۔[۲۹]

## مانا ودر

شمال جنوبی کاٹھیاواڑ میں مانا ودر ایک دوسرے درجے کی مسلم ریاست تھی جس کے اردگرد ریاستِ جونا گڑھ، بانٹوا اور سردار گڑھ تعلقوں کے علاقے تھے۔ آبادی کی اکثریت ہندوؤں کی تھی۔

مانا ودر کے حکمران غلام معین الدین نے پاکستان سے الحاق کیلئے اپنے ارادے کا اعلان کیا تھا[۳۰] اور ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان نے یہ الحاق قبول کر لیا تھا[۳۱] اس کے نتیجے میں ہندوستان اور کاٹھیاواڑ کی گردوپیش کی ہندو ریاستوں میں شدید ردعمل ہوا۔ ہندوستان نے ریاست کیلئے اہم اشیائے صرف مثلاً اناج، چینی، پٹرول کی ترسیل بند کر دی۔ ڈاک اور تار کے نظام مفلوج کر دیئے گئے اور مانا ودر آنے اور جانے کی فضائی سروس مسدود کر دی گئی۔[۳۲]

۳ اکتوبر کو ہندوستان نے بانٹوا، بڑا اور چھوٹا مجمو (Majmu) تعلقوں پر حملہ کر کے ان کا نظم و نسق سنبھال لیا۔[۳۳] انہوں نے اگست ۱۹۴۷ء میں مانا ودر کے توسط سے پاکستان سے الحاق کی درخواست کی تھی۔ ہندوستان نے دھمکانے اور ڈرانے کا طریقہ بھی اختیار کیا تا کہ مانا ودر کے حکمران کو مجبور کیا جائے کہ وہ پاکستان سے الحاق پر اپنے فیصلے کو منسوخ کر دیں۔ غلام معین الدین نے مانا ودر پر منڈلانے والے خطرے سے جناح کو خبردار کیا تھا اور اپنی رعایا کی جان و مال کی حفاظت کیلئے سفارتی اور فوجی مدد کی گذارش کی تھی۔[۳۴]

۲۳ اکتوبر کو ہندوستان اور ہندو ریاست نوانگر کی مسلّح افواج نے مانا ودر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔[۳۵] اس طرح سے ہندوستان نے غیر قانونی طور پر اپنی مرضی ایک ایسی ریاست پر مسلط کر دی جو پاکستان سے الحاق کر چکی تھی۔

ایک ایسی ریاست جس نے آزادانہ طور پر پاکستان سے الحاق کیا تھا اس پر زبردستی اور غیر قانونی قبضے کے باوجود پاکستان نے خطے میں امن کی خاطر انتہائی ضبط سے کام لیا۔ قبضہ کرنے والی فوجوں نے مانا ودر اور اس سے ملحقہ علاقوں میں ظلم و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے جان بوجھ کر مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی اور املاک کو لوٹ لیا اور انہیں آگ لگا دی۔ مقامی مسلمانوں کو بے دردی سے نہتا کیا گیا، پریشان کیا گیا اور انہیں اذیتیں دی گئیں اور قید کیا گیا۔[۳۶]

حکمراں جنہیں ریاست سے بھاگنا پڑا تھا اکتوبر ۱۹۴۷ء کے آخری دنوں میں کراچی پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے بربادی کا سلسلہ اور قبضہ کرنے والی ہندوستانی فوج کی بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا دور دورہ ہو گیا۔

## متنازع فیہ ریاستیں

### ریاستِ حیدرآباد

نظام حیدرآباد آزادی کے منصوبے پر اس وقت سے غور کر رہے تھے[۱] جب کیبنٹ مشن نے اپنی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت میں ریاستوں سے متعلق برطانوی پالیسی کا اعلان کیا تھا اور جس کی توثیق ۳ جون کے منصوبے میں کی گئی تھی۔

۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو نظام نے اعلان کیا کہ وہ دونوں میں سے کسی مملکت میں شامل نہیں ہونا چاہتے۔ تاہم انہوں نے ہندوستان کو علیٰ حالہٖ معاہدے کی پیش کش کی[۲] اور دفاع کیلئے ہندوستان کو طے شدہ فوجی دستے بھیجنے کیلئے اپنی آمادگی کا اظہار اس شرط پر کیا کہ اگر ہندوستان اور پاکستان ایک دوسرے کے خلاف مخاصمانہ پالیسی پر کاربند ہوئے تو حیدرآباد غیر جانبدار رہے گا۔ تاہم ہندوستان کا اصرار تھا کہ حیدرآباد پہلے ہندوستان کے ساتھ الحاق کرے۔ الحاق کا

فیصلہ کرنے میں نظام کو پریشان کن صورتِ حال کا سامنا تھا'' اگر وہ ہندوستان سے الحاق کرتے ہیں تو انہیں اپنی ریاست میں مسلمانوں کے فساد کا خطرہ ہوگا اور اگر وہ پاکستان میں شامل ہوتے ہیں تو یہ قدم جغرافیائی تقاضوں کے منافی ہوگا اور ریاست کی ہندو آبادی کانگریس کے اکسانے پر بغاوت کردے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ریاست پر ہندوستان خاصا معاشی دباؤ ڈالے۔''[۳]

نظام کی نازک صورت حال سے قائداعظم بخوبی واقف تھے۔ ۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ریاست کے وفد سے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے قائداعظم نے برطانیہ کی مبینہ پالیسی کی مذمت کی۔ انہوں نے بغیر کسی رورعایت کے کہا'' وائسرائے اور کانگریس جس پالیسی پر عمل کر رہے ہیں وہ حکومتِ برطانیہ کی اعلان کردہ پالیسی کے سراسر خلاف ہے'' اور ''اگر اس حکومت میں ذرا سا بھی ضمیر ہو تو وہ ان دھمکیوں کو روک دے گی جو وائسرائے اور کانگریس دے رہے ہیں۔''[۴] جہاں تک نظام کے آئندہ طرزِ عمل کا تعلق تھا تو قائداعظم نے مشورہ دیا کہ وہ کانگریس سے صاف کہہ دیں۔

''آپ جو کرنا چاہتے ہیں کریں اور جو دھمکی دینا چاہتے ہیں وہ دیں لیکن جب تک میرا ضمیر یہ کام کرنے کو نہیں کہے گا میں ہندوستان میں شامل ہونے کیلئے کسی الحاق پر دستخط کرنے کیلئے بالکل تیار نہیں ہوں۔''[۵]

یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو لاہور میں ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ حیدرآباد سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے جناح نے کہا کہ انہوں نے نظام کو بتا دیا تھا کہ اس وقت ان کی کیفیت اِدھر کھڈا اُدھر کھائی جیسی ہے۔ اگر وہ ہندوستان سے الحاق کرتے ہیں تو حیدرآباد میں خونریزی ہوگی اور اگر نہیں کرتے تب بھی خونریزی ہوگی۔''[۶]

ماؤنٹ بیٹن نظام پر مسلسل دباؤ ڈالتا رہا کہ وہ اپنا ذہن یکسو کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا ہندوستان سے بلا توقف الحاق کر لیا جائے یا عوام کی خواہشات معلوم کرنے کیلئے استصوابِ رائے کرایا جائے۔[۷] نظام نے انکار کر دیا لیکن ہندوستان کے شدید دباؤ کے تحت یہ پیش کش بھی کی کہ وہ

چاہتے ہیں کہ ماؤنٹ بیٹن کے تجویز کردہ ''شراکتی معاہدے'' کی بنیاد پر مذاکرات جاری رکھے جائیں۔[۸]

## مذاکرات کی داستان

جولائی ۱۹۴۷ء میں نظام نے ریاست کے وزیرِ اعظم احمد سعید چھتاری[۹] کی سربراہی میں ایک چار رکنی کمیٹی تشکیل دی تا کہ وہ ہندوستان سے ''تعلقات'' کے معاہدے پر مذاکرات کرے جس میں ''حیدرآباد کی مکمل حاکمیت اور خودارادیت''[۱۰] کو تسلیم کیا جائے۔ ہندوستان کی جانب سے سردار پٹیل، وی پی مینن اور ماؤنٹ بیٹن نے پہلے شاہی نمائندے کی حیثیت سے اور بعد میں بطور گورنر جنرل نمائندگی کی۔[۱۱]

باقاعدہ مذاکرات ۸ اگست کو شروع ہوئے لیکن آگے اس لئے نہیں بڑھ سکے کہ حیدرآباد کو میثاق (Treaty) پر اور ہندوستان کو الحاق (Accession) پر اصرار تھا۔ تاہم ۸ ستمبر کو ماؤنٹ بیٹن سے اپنی ملاقات میں نظام کے آئینی مشیر والٹر مانکٹن اور نواب چھتاری اس بات پر کوشش کرنے کیلئے رضامند ہوئے کہ ''نظام کو ایک ایسا سمجھوتہ پیش کرنے پر راضی کریں گے جس کی شرائط پہلے پیش کردہ معاہدے کی بجائے الحاق سے ملتی جلتی ہوں''[۱۲] ۱۸ ستمبر کو نظام نے ''عنواناتِ عہدنامہ'' (Heads of Agreement) کے نام سے ایک مسوّدہ ماؤنٹ بیٹن کو ارسال کیا۔[۱۳] ۲۴ ستمبر کو ماؤنٹ بیٹن نے نظام کو مطلع کیا کہ ہندوستان کو ان کی تجاویز اس وجہ سے منظور نہیں کیونکہ ''الحاق میں ریاستوں کیلئے زیادہ فراخدلانہ شرائط موجود ہیں''۔[۱۴]

۱۳ اکتوبر کو حیدرآباد کے وفد نے ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات کی اور اس بات پر اتفاقِ رائے ہوا کہ ہندوستان نے الحاق کیلئے جو شرائط پیش کی ہیں وہ ہر طرح منصفانہ اور مناسب ہیں۔[۱۵]

لیکن اتحادالمسلمین کے شدید دباؤ میں آکر نظام نے انکار کر دیا۔ اتحادالمسلمین کا دعویٰ تھا کہ مذاکراتی ٹیم کی تشکیلِ نو ہونی چاہئے۔[۱۶] چنانچہ ہندوستان سے معاہدے کی شرائط پر ازسرِ نو مذاکرات کرنے کیلئے رکنِ داخلہ معین نواز جنگ کے تحت ایک نئی ٹیم بنائی گئی۔[۱۷]

۳۱ اکتوبر کو نئے وفد نے اختلافی نکات پر ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ گفت وشنید کی۔[۱۸]

طویل مذاکرات کے بعد ۲۹ نومبر کو بالآخر علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پا گیا۔[۱۹]

ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ وہ حیدرآباد کی آزاد اور خودمختار حیثیت پر نکتہ چینی نہیں کر رہے۔ گفتگو کے دوران انہوں نے اقتدارِ اعلیٰ کے خاتمے کے بعد حیدرآباد کی افواج کیلئے سپاہ اور ساز و سامان دونوں کی ضرورت کا ذکر بھی کیا۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ حیدرآباد کو دوسرے ممالک میں اپنے سفارتی اور تجارتی نمائندے رکھنے چاہئیں تاہم وہ ان کو یہ ہدایت دے سکتے ہیں کہ وہ لوگ ہندوستان کے نمائندوں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ریاست اپنے پاسپورٹ بھی خود جاری کرے جن پر ہندوستان صرف توثیقی دستخط کرے گا۔ وہ حیدرآباد سے آخری ہندوستانی فوجی کے رخصت ہونے کے بھی منتظر تھے۔ انہوں نے سکّے اور سکہ ڈھلائی کے بارے میں حیدرآباد کی خودمختارانہ حیثیت کا بھی خاص طور پر ذکر کیا۔[۲۰]

اس بات سے مطمئن ہو کر کہ نظام کا ''پاکستان سے الحاق کا کوئی ارادہ نہیں'' اور یہ افسوس بھی کرتے ہوئے کہ نظام نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے حیدرآباد کے مفادات لاینفک طور پر ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہیں اور یہ کہ حکومتِ ہندوستان کو امید ہے کہ موجودہ معاہدہ ختم ہونے سے پہلے حیدرآباد مملکت سے الحاق کر لے گا۔[۲۱] نظام کو مزید یقین دلایا گیا کہ ریاست کی ''جائز ضرورتوں'' کو پورا کرنے کیلئے ہندوستان اسے خاطر خواہ اسلحہ اور ساز و سامان فراہم کر سکتا ہے اور یہ کہ اگر ریاست لندن اور دوسری جگہوں میں اپنے سفارتی اور دوسرے نمائندے رکھنا چاہے تو اسے (ہندوستان) کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔[۲۲]

جب علیٰ حالہٖ معاہدے پر دستخط ہو گئے تو ہندوستان نے کسی نہ کسی بہانے سے حیدرآباد کی گردن کا پھندا کسنا شروع کر دیا۔ جنوری اور مئی ۱۹۴۸ء کے دوران ہندوستان نے مطالبہ کیا کہ:

۱۔ نظام پاکستان کو ۲۰ کروڑ روپے کا قرضہ دینے سے انکار کر دے

۲۔ وہ آرڈیننس منسوخ کر دے جس کے تحت ہندوستانی سکّے کا لین دین (ریاست میں) ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۳۔رضا کار تنظیم کو برخاست کرے

۴۔الحاق کیلئے مذاکرات دوبارہ شروع کرے

۵۔ایک مکمل نمائندہ اور ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔[۲۳]

ہندوستان کی توجہ جاری معاشی ناکہ بندی کی طرف مبذول کراتے ہوئے حیدرآباد نے زیادہ تر مطالبات پر مثبت اقدام کئے۔[۲۴] ہندوستان کا رویّہ سخت تر ہوتا دیکھ کر نظام کیلئے ضروری ہو گیا کہ وہ ماؤنٹ بیٹن کو ان کی یہ یقین دہانی یاد دلائیں کہ وہ ریاست پر کسی قسم کا ناجائز یا نامناسب دباؤ برداشت نہیں کریں گے۔[۲۵] انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے پوچھا ''آیا یور ایکسیلنسی اب میرے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدے وفا کریں گے؟ طاقتور کے مقابلے میں کمزور سے وعدہ خلافی شاید فوری طور پر نقصان دہ ثابت نہ ہو لیکن آخر میں مکافاتِ عمل ظاہر ہونا یقینی ہوتا ہے۔''[۲۶] لیکن ماؤنٹ بیٹن پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ بغیر کسی پشیمانی کے نظام سے کئے گئے وعدوں سے منحرف ہو گئے۔

ہندوستان کی بڑھتی ہوئی بداندیشی کے باوجود حیدرآباد میانہ روی اور مصالحت کی پالیسی پر عمل پیرا رہا۔لائق علی نے نہرو کو لکھا کہ حیدرآباد چاہتا ہے کہ ہندوستان سے انتہائی دوستانہ تعلقات برقرار رہیں اور وہ اس بات کا بھی متمنی ہے کہ باہمی اختلاف کو مذاکرات کے ذریعے اور اگر یہ نہ ہو سکا تو ثالثی کی وساطت سے طے کر لیا جائے۔[۲۷]

ہندوستان اپنے مطالبات منوانے کیلئے مسلسل دباؤ ڈالتا رہا۔ ۷ جون ۱۹۴۸ء کو میر لائق علی نے ہندوستان سے الحاق یا آزادی کے مسئلے پر اقوام متحدہ یا کسی اور غیر جانبدار فریق کے زیرِ اہتمام استصواب کرانے کی پیش کش کی[۲۸] جسے وی پی مینن نے مسترد کر دیا اور ساتھ ہی یہ مطالبہ کیا کہ ریاست پہلے ہندوستان میں شامل ہو کر دفاع، مواصلات اور امورِ خارجہ کے بارے میں قانون سازی کے حق سپرد کرے۔[۲۹] بعدازاں ہندوستان نے حیدرآباد کو معاہدے کے نئے عنوانات اور پالیسی کا ایک منصوبہ پیش کیا جسے ریاست نے قبول نہیں کیا۔[۳۰]

مذاکرات بہرحال ناکام ہو گئے کیونکہ گفت وشنید جاری رکھنے کیلئے ریاست کی

درخواست کو نہرو نے مسترد کر دیا۔ انہوں نے حیدرآباد کو دبوچ کر راضی اور بالآخر مطیع کرنے کا ارادہ کیا جو ان الفاظ سے ظاہر ہے ''ہم اس معاملے میں جو بھی کرنا چاہتے ہیں کر گذریں گے۔ اس وقفے کے دوران حکومتِ ہندوستان اسلحہ، گولہ بارود اور فوجی مقاصد کی دوسری اشیاء پر ناکہ بندی مزید سخت کر دے گی''[۳۱]

## اتحادالمسلمین کا کردار

اتحادالمسلمین ریاست کے مسلمانوں کی ایک بااثر جماعت تھی جو آزاد حیدرآباد کے حق میں اور ہندوستان سے الحاق کے خلاف تھی۔[۳۲] اس کے رہنما اور خصوصاً قاسم رضوی ہندوستان سے مذاکرات میں مزاحم تھے اور انہوں نے علیٰ حالہٖ معاہدے کے خلاف احتجاجی مظاہرے بھی کروائے تھے''[۳۳]

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اتحادالمسلمین نے حیدرآباد کی آزادی کیلئے راست اقدام کا فیصلہ کیا۔[۳۴] ۲۷ اکتوبر کو قاسم رضوی نے نظام کو مشورہ دیا کہ ''دیر ہونے سے پہلے وہ پاکستان سے تعلقات استوار کر لیں''[۳۵] ہندوستان کیلئے ایک آزاد حیدرآباد برداشت کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ ریاست کی غالب اکثریت ہندوؤں کی تھی اور یہ ریاست پاکستان سے متصل بھی نہیں تھی۔ اتحادالمسلمین کی بے شعور حکمت عملی پر نہ صرف ہندوستان بلکہ نظام کا بھی تند و تیز ردِ عمل ہوا۔ قاسم رضوی کو ملامت کرتے ہوئے نظام نے انہیں ''پاگل'' اور ''پاجی'' کے خطابات سے نوازا۔[۳۶] ہندوستان نے مطالبہ کیا کہ ''اتحاد'' کی سرگرمیوں پر باپندی لگادی جائے''[۳۷]

اپنی عادت کے مطابق نظام نے پینترا بدل کر ماؤنٹ بیٹن کو ۶ ستمبر کو لکھا کہ ''یہ سارے لوگ (اتحادالمسلمین) ایک صاحب (جناح) کے مقلّدین ہیں جو پہلے دہلی میں رہا کرتے تھے اور اب انہوں نے اپنا صدر مقام کراچی میں بنالیا ہے۔ یہ لوگ اپنے تمام معاملات میں ان سے مشورہ لیتے ہیں اور ان کے مرید ہیں''[۳۸] ماؤنٹ بیٹن نے اصرار سے جناح سے دریافت کیا کہ اکتوبر میں جب اتحادالمسلمین کا وفد ان سے کراچی میں ملا تھا تو کیا انہوں نے وفد کے توسط سے علیٰ حالہٖ معاہدہ مسترد کرنے کیلئے نظام کے فیصلے پر اثر ڈالا تھا۔ جناح نے وضاحت کی

کہ انہوں نے وفد سے اخلاقاً ملاقات کی تھی اور ان سے کہا تھا ''کہ اس مسئلے پر فیصلہ صرف نظام اور ان کی حکومت ہی کر سکتی ہے۔''[۳۹]

یکم جون ۱۹۴۸ء کو جناح نے ایک بیان جاری کیا کہ ''حیدرآباد ایک آزاد و خود مختار ریاست ہے اور یہ کام اس کی با قاعدہ مقرر کردہ حکومت کا ہے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کرے یا آزاد مملکت کے طور پر رہے۔''[۴۰]

## ہندوستان کی تلخ پروپیگنڈا مہم

نہرو کو اصرار تھا کہ ''حیدرآباد کو لازمی طور پر انڈین یونین کا ایک حصہ بننا چاہیئے۔''[۴۱] اور یہ دھمکی بھی دی کہ ''ہندوستان کے ختم ہونے کے بعد ہی حیدرآباد آزاد ہو سکتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔''[۴۲] اس سے قبل ماؤنٹ بیٹن نے نظام کو خبردار کر دیا تھا کہ ہندوستان فوج کشی پر غور کر رہا ہے۔

۲۱ جون ۱۹۴۸ء کو نہرو نے اپنی حکومت کو ہدایت کی کہ وہ ریاست سے تمام مالیاتی لین دین ختم کرنے اور مواصلاتی نظام معطل کرنے پر غور کرے۔[۴۳] ماؤنٹ بیٹن نے نظام کو خبردار کیا کہ ''ان کے پاس ایسے کوئی ذرائع موجود نہیں جن سے ہندوستانی افواج کو حیدرآباد پر قبضہ کرنے سے روکا جا سکے۔۔۔۔ یہ نظام کی حکمرانی کا اختتام ہوگا۔۔۔۔ اور بلاشبہ اس کے خوفناک نتائج پورے برصغیر میں ظاہر ہوں گے۔''[۴۴]

## اقوام متحدہ کی مداخلت

اگست ۱۹۴۸ء کے آخر میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اعلان کیا کہ حیدرآباد نے کونسل سے درخواست کی ہے کہ وہ ''حیدرآباد اور ہندوستان کے درمیان سنگین تنازع پر غور کرے اور اگر اس کا فیصلہ بین الاقوامی قانون اور انصاف کے تحت نہ ہوا تو امکان ہے کہ اس کی وجہ سے بین الاقوامی امن و سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔''[۴۵] ریاست نے دعویٰ کیا کہ اسے ''شدید دھمکیوں اور حملے'' کا سامنا ہے اور یہ کہ ''سخت معاشی ناکہ بندی نے حیدرآباد کے عوام کو شدید آزمائش میں ڈال رکھا ہے اور اس ناکہ بندی کا مقصد یہ ہے کہ حیدرآباد پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ

اپنی آزادی سے دستبردار ہو جائے۔"[۴۶]

تاہم ہندوستان نے (بقول خود اس کے) "ایک خالص داخلی" معاملے کو اقوام متحدہ کے حوالے کرنے پر حیدرآباد کے حق کو چیلنج کیا۔[۴۷]

## فوج کا قبضہ

۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ہندوستانی فوج نے حیدرآباد پر حملہ کر دیا۔[۴۸] معمولی سی مدافعت کے بعد ریاستی افواج نے ۱۷ ستمبر کو ہتھیار ڈال دیے۔ نظام نے فائر بندی کا اعلان کیا اور اقوام متحدہ میں اپنے نمائندوں کو ہدایت کی کہ وہ حیدرآباد کی اپیل کی مزید پیروی نہ کریں اور یہ کہ "رضا کاروں" کو منتشر کر دیا جائے۔[۴۹] حیدرآباد کی سپر اندازی سے نظام کی نااہلی اور سیاسی صورت حال کا صحیح جائزہ لینے میں ان کی ناکامی ظاہر ہو گئی۔ ماؤنٹ بیٹن نے انہیں پُرکشش مراعات کی پیش کش کی تھی مثلاً

۱۔ ریاستِ حیدرآباد کا دولتِ مشترکہ میں شامل رہنے کا حق

۲۔ ریاست کے خصوصی استعمال کیلئے ہندوستانی علاقے میں ایک بندرگاہ کی مشترکہ تعمیر اور ترقی

۳۔ برار پر نظام کی حاکمیت وغیرہ[۵۰]

لیکن ہندوستان سے سندِ الحاق پر دستخط کیلئے نظام کو ترغیب دینے میں یہ ساری باتیں ناکام ثابت ہوئیں۔ اگر حالات سے مناسب طور پر نمٹا جاتا تو جس المیے سے حیدآباد کو گذرنا پڑا وہ ٹل سکتا تھا چاہے کچھ دیر ہی کیلئے سہی۔

## برار (Berar)

حیدرآباد اور ہندوستان کے درمیان ایک اور متنازع فیہ مسئلہ برار کا تھا۔ نظام کا دعویٰ تھا کہ برار پر ان کی حاکمیت ہے اور یہ کہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے مابعد برار ان کو واپس ملنا چاہئے۔ نظام کے دعوے کے باوصف ہندوستان کا ارادہ برار کو ضم کرنے کا تھا۔[۵۱] شروع میں ہندوستان کے مذاکراتی نمائندوں نے برار پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا[۵۲] لیکن بعد میں برار کو مرکزی صوبوں سے

علیحدہ حیثیت دینے کیلئے اس شرط پر راضی ہو گئے کہ نظام سندِ الحاق پر دستخط کر دیں۔[٥٣]

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو نظام نے رضا مندی ظاہر کی کہ جب تک ہندوستان سے کوئی مستقل انتظام طے نہیں پاتا اس وقت تک برار کا نظم ونسق مرکزی صوبوں کے ایک حصے کے طور پر جاری رہے گا۔[٥٤] تاہم حیدرآباد کے سقوط کے بعد برار ہندوستان کا ایک حصہ بن گیا۔

## ریاست جموں وکشمیر

جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کا تعلق تھا کانگریس اور مسلم لیگ دونوں ہی اس کا کنٹرول سنبھالنے کیلئے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ سیاسی منظر نامے میں ایک جانب مسلم لیگ تھی جس کے پاس ریاستوں سے متعلق کوئی باقاعدہ پالیسی موجود نہیں تھی۔ قانونیت میں الجھی لیگ کا موقف یہ تھا کہ ۱۵ اگست کو برطانوی اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر ریاستیں اپنی مرضی سے کسی ایک مملکت میں شامل ہو جائیں گی یا چاہیں تو آزاد رہیں گی۔ دوسری جانب کانگریس کو یہ خوف تھا کہ اگر (ریاستوں کی) آزادی کے انتخاب کو تسلیم کر لیا گیا تو ہندوستان کے حصے بخرے ہو جائیں گے لہٰذا اس کا اصرار تھا کہ ہر ریاست لازمی طور پر ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کرے۔[١]

جولائی ۱۹۴۷ء میں جموں وکشمیر کے مسلمانوں نے مسلم کانفرنس کے ذریعے جو اس وقت قانون ساز اسمبلی میں سب سے بڑی جماعت تھی ایک قرارداد منظور کی جس میں پاکستان کے ساتھ الحاق کی حمایت کی گئی تھی۔[٢]

مسلم کانفرنس کے رہنماؤں نے قائداعظم کے پرائیویٹ سیکریٹری کے ایچ خورشید کو متعدد خطوط ارسال کئے جن میں کشمیر کی سیاسی صورت حال کا ذکر بھی تھا اور کشمیری مسلمانوں کے اس احساس کی ترجمانی بھی تھی کہ مسلم لیگ ان سے بے پرواہ ہو کر کنارہ کش ہو گئی ہے۔ انہوں نے قائداعظم کے مشورے اور مداخلت کیلئے بھی التجا کی۔

۲۳ فروری ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس کے قائم مقام صدر چودھری حمید اللہ نے جناح کے پرائیویٹ سیکریٹری، کے ایچ خورشید کو ایک مکتوب ارسال کیا اور ساتھ ہی اپنے سیکریٹری جنرل کا ایک خط ملفوف کیا جس میں کشمیری مسلمانوں کے پریشان کن حالات کا ان الفاظ میں

ذکر کیا گیا تھا:

''ذاتی طور پر مجھے یقین ہے کہ اگر لیگ کی پالیسی ریاستوں میں عدم مداخلت کی نہ ہوتی تو ہم مایوسی کی حالت میں خود کو اکیلا نہ پاتے۔ مَیں اعلیٰ سیاسی مصلحت کی بناء پر اس طرزِ عمل کی ضرورت سے غافل نہیں ہوں لیکن میرے خیال میں کشمیر کے امور میں عملی دلچسپی لینے کیلئے اس طرزِ عمل میں، بالواسطہ ہی سہی، تھوڑی سی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ ممدوٹ، دولتانہ، نشتر، قیوم وغیرہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں لیکن قائداعظم کی اجازت کے بغیر یہ لوگ بے بس ہیں۔''[۳]

لیکن مسلم کانفرنس کے رہنماؤں اور کارکنوں کی آپس میں چپقلش اور رسہ کشی کی دیرینہ بیماری اور اکتوبر ۱۹۴۶ء میں کسی قدر عجلت میں راست اقدام پر عمل کرنے سے کشمیر کے مسلمانوں کی تحریک کو نقصان پہنچا۔ ''کشمیر کے مسلمانوں کی (تحریک کو) انقلابی رخ دینے کیلئے''[۴] اپنے بلا ضرورت جوش میں مسلم کانفرنس نے ان کیلئے کوئی مفید کام نہیں کیا۔ ۲ نومبر ۱۹۴۶ء کے کشمیر ٹائمز نے انہیں ''پیشوائی کے متمنی سیاسی مبتدیوں کے جھگڑالو ٹولے'' کا نام دیا۔[۵] انہوں نے نادانستہ طور پر ریاست کی بداندیش حکومت کو ان کے رہنماؤں کو قید کرنے کا موقع فراہم کیا جس سے کانگریس اور نیشنل کانفرنس کیلئے میدان خالی ہوگیا اور وہ لوگ حکومت کے ساتھ مل کر پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کی بندش کر سکنے کے قابل ہوگئے۔

پھر بھی مسلم کانفرنس نے اپنی حماقتوں کا الزام آل انڈیا مسلم لیگ پر ڈال دیا۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء کو اس جماعت نے پاکستان کے وزیراعظم سے شکایت کی کہ کشمیری مسلمانوں کی بدحالی اور ریاست کے ظلم کے خلاف ان کی جدوجہد سے لیگ بے پروا رہی ہے۔ جس وقت مسلم کانفرنس کے رہنما قید و بند میں تھے تو انہیں اس بات کا افسوس تھا کہ ان کی خیریت دریافت کرنے کیلئے کسی لیگ کے رہنما نے زحمت نہیں کی تھی۔[۶] انہوں نے لیاقت علی خاں کو خبردار کیا کہ ''خدانخواستہ اگر حکومتِ پاکستان یا مسلم لیگ کوئی قدم نہیں اٹھاتی تو کشمیر ان کی دسترس سے باہر ہو

جائے گا اور اس کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوگی۔[۶]

تاہم قائداعظم کو یقین تھا کہ کشمیر کی ہندوستان میں شمولیت کو مسلم اکثریت کبھی قبول نہیں کرے گی اور اگر کسی ''شاطرانہ چال اور سازش سے ہندوستان کے حق میں کوئی مصنوعی فیصلہ کرا بھی لیا گیا تو خود کشمیر میں اور دونوں مملکتوں کے درمیان امن قائم نہیں رہ سکے گا۔[۷]

مسلم لیگ کو خبر ہی نہیں تھی کہ کانگریس کے رہنماؤں نے یہ بات ٹھانی ہوئی ہے کہ پاکستان سے کشمیر کے الحاق کو روک کر ریاست کا ہندوستان سے مستقل ناطہ جوڑا جائے۔ اس مقصد کے حصول کا پہلا قدم ہندوستان اور کشمیر کے درمیان زمینی رابطہ قائم کرنا تھا۔ وی پی مینن نے پاکستانی علاقے کی فرضی حد بندی کا جو جائزہ لیا تھا اس کو نظر میں رکھتے ہوئے ویول نے فروری ۱۹۴۶ء میں لکھا تھا ''جغرافیائی وجوہات کی بناء پر گورداسپور کو امرتسر کے ساتھ جانا چاہئے۔ یہ امر کچھ بے ڈھب سا ہے کہ ضلع لاہور کی سیرابی اَپر باری دواب نہر سے ہوتی ہے جس کا ہیڈ ورکس گورداسپور میں ہے لیکن ایسا حل کوئی نہیں جس سے ساری دشواریوں سے بچا جا سکے۔[۹] یہ قدم گورداسپور میں پٹھانکوٹ کے ذریعے کشمیر کو ہندوستان کیلئے راستہ فراہم کرنے کا ایک بہانہ تھا۔ وائسرائے کیلئے اپنے ۱۷ جولائی ۱۹۴۷ء کے نوٹ میں وی پی مینن نے اس بات کی تصدیق کی کہ ''اس کا امکان ہے کہ کشمیر جیسی غالب مسلم ریاست کو پاکستان سے دیر تک دور نہیں رکھا جا سکتا اور ہمیں چاہئے کہ اس کے قدرتی حل کے نکلنے تک ہم اس معاملے کو ملتوی رکھیں۔ حیدرآباد کے برعکس (جو ہندوستان کی بغل سے لگا ہوا ہے) کشمیر پاکستان کے سینے سے نہیں لگا ہے اور اگر گورداسپور کا ایک حصہ مشرقی پنجاب سے جڑ جائے تو کشمیر کو ہندوستان میں داخلے کا راستہ بھی مل جائے گا۔[۱۰]

چنانچہ ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو ریڈکلف کے اعلان سے بہت پہلے ہی کشمیر کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔[۱۱] اس ایوارڈ میں گورداسپور کی تین تحصیلیں بمع پٹھان کوٹ ہندوستان کے حوالے کر دی گئیں جس کی وجہ سے اس ملک کی کشمیر تک رسائی آسان ہوگئی اور ریاست کے غیر قانونی اور پُرفریب الحاق کا راستہ صاف ہوگیا۔[۱۲]

کشمیر سے حسبِ منشاء رابطے پر مطمئن ہو کر ہندوستانی رہنماؤں کی پوری توجہ کشمیر میں ایسے حالات پیدا کرنے پر مرتکز ہوگئی جن سے ریاست کے الحاق میں مدد مل سکے۔ اس یقین کے ساتھ کہ ماؤنٹ بیٹن ان کے ہم رکاب ہیں نہرو نے انہیں لکھا:

''اگر کشمیر کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی تو کافی افراتفری کا احتمال ہے کیونکہ نیشنل کانفرنس کو یہ امر منظور نہیں اور مہاراجہ بھی مشکل میں پھنس جائیں گے۔ حسبِ حال اور واضح طریقِ عمل یہی نظر آتا ہے کہ کشمیر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائے۔''[۱۳]

ہندوستانی ریاستوں سے معاملات طے کرنے کیلئے حکومتِ ہند نے ۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو جو نیا اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ بنایا تھا اس میں کانگریس نے کافی اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ کشمیر کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے مسلم لیگ کیلئے بہت ضروری تھا کہ وہ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کی سرگرمیوں سے وابستہ رہے۔ لیگ کے مقرر کردہ نمائندے عبدالرّب نشتر پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے طریقِ کار سے کم ہی واقف تھے جس میں ایسے ہندو افسروں کی اکثریت تھی جو کانگریس کے زیرِ اثر تھے۔ سیاسی جواز کو مؤثر بنانے کیلئے کانگریس نے شیخ عبداللہ کو حراست سے نکلوا کر ریاست کی انتظامیہ میں داخل کرایا تا کہ ہندوستان سے الحاق کیلئے مہاراجہ کے متوقع فیصلے میں آسانی ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے کانگریس کے رہنماؤں نے مہاراجہ اور ان کے وزیرِ اعظم سے براہ راست رابطہ قائم کیا۔

۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو سردار پٹیل نے مہاراجہ سے راہ و رسم بڑھانے اور انہیں یقین دلانے کیلئے کہا'' کانگریس نہ صرف یہ کہ آپ کی دشمن نہیں جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں، بلکہ کانگریس میں آپ کی ریاست کے حمایتی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔'' مہاراجہ کو اس بات کی ترغیب دلانے کیلئے کہ ''کشمیر کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ انڈین یونین اور اس کی دستور ساز اسمبلی میں بلا تاخیر شامل ہو جائے'' سردار پٹیل نے مہاراجہ سے کہا کہ کشمیر کی '' پچھلی تاریخ اور روایات کے پیشِ نظر پورے ہندوستان کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ آپ یہ فیصلہ کریں گے۔''[۱۴]

مہاراجہ کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے پٹیل نے دو بار سوخ کار پردازوں یعنی آل انڈیا اسپنرز ایسوسی ایشن ( All India Spinners Association ) کے سیکریٹری راما دھر اور لاہور کے ایک ممتاز ہندو گوپال داس کو مقرر کیا۔ ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو راما دھر نے پٹیل کو مطلع کیا کہ مہاراجہ نے عام معافی کا اور جتنی جلد ممکن ہو سکے متنازع فیہ وزیر اعظم آرسی کاک کو برخاست کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ راما دھر نے پٹیل کو یہ بھی یقین دلایا کہ جیسے ہی نیشنل کانفرنس اپنا سیاسی مظاہرہ ختم کرے گی اس کے فوراً بعد مہاراجہ ہندوستان میں شامل ہو جائیں گے۔[۱۵]

اکتوبر ۱۹۴۷ء کو دہلی میں امریکی سفارت خانے کے ناظم الامور چارلز ڈبلیو لیوس نے سیکریٹری آف اسٹیٹ جارج مارشل کو مطلع کیا کہ کچھ عرصے سے مہاراجہ کا ارادہ ہے کہ ''اگر ممکن ہو سکے تو ریاست کو انڈین یونین میں شامل کر دیں لیکن کسی حالت میں بھی اسے پاکستان میں شامل نہ ہونے دیا جائے کیونکہ ان کے خیال میں ایک مسلم مملکت میں ہندو حکمران کی حیثیت بہر حال غیر یقینی ہوگی۔''[۱۶]

کشمیر سے نہرو کی محبت اور شدید جذباتی لگاؤ اس خط سے واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے مہاراجہ کو لکھا تھا:

> ''حالیہ ہفتوں میں کشمیر کے مسئلے کے علاوہ اور کوئی چیز ہماری توجہ کا مرکز نہیں رہی۔ مجھے اس میں گہری اور ذاتی دلچسپی ہے اور میرے لئے یہ تصور بھی نفرت انگیز ہے کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو کر ہمارے لئے ایک بیرونی علاقہ بن جائے۔ مَیں اس کے انسداد کیلئے ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہوں۔''[۱۷]

جیسے جیسے پاکستان سے الحاق کا دباؤ بڑھتا گیا مسلم کانفرنس اور ہندوستان میں شمولیت کے مخالف عناصر کے خلاف انسدادی کارروائیوں میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چارلز لیوس کے مطابق مہاراجہ نیشنل کانفرنس اور ہندوستان کے حمایتی عناصر سے جانبداری کا مظاہرہ اس مقصد سے کر رہے ہیں تا کہ ''ان کے اس فیصلے کے حق میں، جو غیر مقبول اور غیر جمہوری ہوگا، ایک جعلی حمایت کا مظاہرہ ہو سکے جو ریاست کے اکثریتی فرقے کی سیاسی موت کے مترادف ہوگا۔''[۱۸]

پاکستان میں شامل ہونے کیلئے فطری خواہش کے باوجود کشمیری مسلمان آنے والی مصیبت سے ہراساں اور نیشنل کانفرنس اور ہندوستانی رہنماؤں کی ملی بھگت سے پریشان تھے۔

## زمینی رابطے

مہاراجہ کو ہندوستان سے زمینی رابطے قائم کرنے اور کشمیر میں بھی موافق سیاسی فضا پیدا کرنے کیلئے کچھ وقت درکار تھا۔ لہٰذا ۱۵ اگست کو ریاست کی حکومت نے دو وجوہات کی بناء پر پاکستان کے ساتھ ایک علیٰ حالہ معاہدہ کرلیا[۱۹] تا کہ:

۱۔ مخصوص مدت کیلئے ریاست کے مفادات کا تحفظ ہو جائے کیونکہ ضروری اشیاء کی رسد کیلئے ریاست کا انحصار پاکستان پر تھا اور اس کی معیشت اپنے قریبی ہمسائے کے ساتھ وابستہ تھی۔

۲۔ ہندوستان سے الحاق کی تیاریوں کیلئے معاہدے کو بطور آڑ استعمال کیا جا سکے۔

ریاست کے وزیرِ اعظم نے ہندوستان سے کہا کہ وہ ڈاکخانوں، تار گھروں، ٹیلیفون ایکسچینج اور وائرلیس کا نظام پاکستان سے لے کر خود سنبھال لے۔ جولائی — اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران کشمیر اور ہندوستان ترجیحی بنیادوں پر سڑکوں، پلوں اور ٹیلی مواصلات کا ڈھانچہ تیار کروا رہے تھے تا کہ انجام کار الحاق میں آسانی ہو جائے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے آخر میں ریاست نے پٹھانکوٹ میں دریائے راوی پر پل تعمیر کرایا جبکہ اسے جموں تک اور جموں سے پونچھ، بارہ مولا اور سرینگر سے ملانے کیلئے سڑکوں کی تعمیر کا کام تیز رفتاری سے جاری کیا۔[۲۰]

۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو نہرو نے پٹیل سے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ''جتنی جلد ممکن ہو سکے کشمیر کا الحاق انڈین یونین سے ہو جائے''[۲۱] نہرو نے مشورہ دیا کہ اس مقصد کیلئے مہاراجہ اور شیخ عبداللہ کے درمیان تعاون ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ شیخ صاحب ''پاکستان سے علیحدہ رہنے پر مُصر ہیں''۔ نہرو کی تجویز تھی کہ عبداللہ کو جلد قید سے رہا کرا دینا چاہئے اور مہاراجہ سے ان کی مصالحت کرا دینی چاہئے درحقیقت وہ عبداللہ سے سودا کرنے میں کامیاب ہو گئے کیونکہ ایک اطلاع کے مطابق عبداللہ نے ''انڈین یونین کے حق میں''[۲۲] اس شرط پر فیصلہ کیا کہ انہیں رہا کیا جائے اور ان کی

جماعت کو ''معقول درجے تک اقتدار منتقل کیا جائے''[۲۳] ۱۲ اکتوبر تک عبداللہ دام میں آ گئے اور ان کی جماعت کے زیادہ تر شرکاء رہا کر دیئے گئے۔

شیخ عبداللہ نے اپنی رہائی کے بعد اعلان کیا کہ ''الحاق کا مسئلہ مذہبی جذبات کی بنیاد پر طے نہیں ہوسکتا اور یہ کہ کشمیریوں کے دوست اور ہمدرد گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور کانگریس ہیں نہ کہ مسلمان یا لیگ یا مسٹر جناح''[۲۴] جناح اور لیگ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال کئے گئے اور کینہ پروری سے ان پر کشمیر میں عوامی تحریک کو غیر موثر بنانے کا الزام لگایا گیا۔

## مہاراجہ پاکستان سے تصادم کی راہ پر

ہندوستان کے ساتھ کامیاب خفیہ سودا کرنے سے ترغیب پا کر اور پاکستان کے ساتھ دشمنی کے سبب سکھوں اور آر ایس ایس کے مسلح جتھوں نے ڈوگرا فوج اور ریاستی پولیس کی مدد سے ہزاروں کشمیری مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ ان کی عورتیں اغواء کر لیں اور ان کے گاؤں جلا دیئے۔ فوج کے جوانوں نے پاکستانی علاقے پر بھی مسلح حملے کئے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان نے ان حملوں اور مظالم کے خلاف احتجاج دائر کیا۔[۲۵] کشمیر کے نئے وزیرِ اعظم مہر چند مہاجن[۲۶] نے ان الزامات کو رد کرتے ہوئے یہ بہتان لگایا کہ ہزاروں پاکستانی کشمیر میں گھس آئے ہیں اور انہوں نے ''پونچھ کے علاقے میں غیر مسلموں میں دہشت پھیلائی ہے''[۲۷] انہوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر پاکستان ایک غیر جانبدار تحقیق پر راضی نہ ہوا تو انہیں بیرونی مدد مانگنی پڑے گی۔[۲۸] کشیدگی میں کمی کرنے کیلئے پاکستان نے متواتر کوششیں کیں کہ مختلف مسائل پر گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ تاہم کشمیر کی حکومت نے یہ ساری تجاویز مسترد کر دیں۔ یہاں تک کہ پاکستان نے اپنا ایک نمائندہ سرینگر بھیجا تا کہ متنازعہ معاملات پر تبادلۂ خیال ہو سکے لیکن ریاست کے وزیرِ اعظم نے انہیں اس بہانے واپس بھیج دیا کہ وہ ''اس وقت بہت مصروف ہیں لہٰذا ان معاملات پر گفتگو نہیں کر سکتے''[۲۹]

مہاجن کے بے بنیاد الزامات کی تردید کرتے ہوئے لیاقت علی خاں نے ان کی دھمکی پر اپنا سخت ردِ عمل ظاہر کیا:

''آپ کی منتخب کردہ بیرونی طاقت کی مداخلت کا صرف یہی ایک مقصد

ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کچلنے کے عمل کی تکمیل کی جائے تا کہ آپ کی ریاست کے ۸۵ فیصد مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کی اعلان کردہ اور مسلمہ خواہش کے برخلاف آپ سازش کے ذریعے مملکتِ ہندوستان میں شامل ہوسکیں۔ ہم سنجیدگی سے آپ کی توجہ اس حقیقت کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اگر اس پالیسی میں تبدیلی نہ کی گئی تو اس کے انتہائی سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔[۳۰]

قائداعظم نے مہاراجہ کو لکھا کہ بیرونی مدد مانگنے کی دھمکی دراصل الٹی میٹم کے مترادف ہے اور ''یہ کہ آپ کی حکومت کی پالیسی کا اصل مقصد سازش کے ذریعے ہندوستان میں شامل ہونے کا بہانہ تلاش کرنا ہے۔''[۳۱] تاہم انہوں نے مہاراجہ کو دعوت دی کہ وہ اپنے وزیرِ اعظم کو کراچی بھیجیں تا کہ متنازعہ مسائل پر گفت وشنید ہوسکے۔ تاہم اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا۔

## آزاد کشمیر کی عبوری حکومت

اگست ۱۹۴۷ء کے آخری ہفتے میں سردار عبدالقیوم خان نے ضلع پونچھ میں متعدد عوامی جلسے کئے جن میں مطالبہ کیا گیا کہ ریاست پاکستان کے ساتھ الحاق کرے۔ روزافزوں کشیدگی تیزی سے نقطۂ اشتعال تک پہنچ کر ہزاروں مقامی مسلم کسانوں کی مسلح بغاوت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ہندوستانی فوج سے فارغ شدہ فوجی بڑی تعداد میں بہت جلد باغیوں سے جاملے۔[۳۲] بغاوت کو کچلنے کیلئے مہاراجہ کی تمام کوششوں کو عزم وہمت کے ساتھ ناکام بنادیا گیا۔

مسلمانوں پر ظالمانہ تشدد کو دیکھ کر چیلاس، ہنزہ، چترال اور گلگت کے حکمرانوں نے مہاراجہ کے خلاف بغاوت کردی اور پاکستان میں شامل ہوگئے۔''[۳۳]

آخری لمحے تک برسرِ پیکار رہنے کا عزم کر کے کشمیریوں نے پونچھ میں پلندری کے مقام پر آزاد کشمیر کی ایک عبوری حکومت تشکیل دی جس کے صدر ریاست کی اسمبلی کے رکن سردار محمد ابراہیم خان تھے۔''[۳۴] ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد کشمیر کی افواج اور ان میں شامل قبائلیوں نے بارہ مولا پر قبضہ کرلیا اور سرینگر کی سرحد تک پہنچ گئے۔ حکومتِ آزاد کشمیر کے دو مقاصد تھے یعنی خودارادیت کے حق کو یقینی بنانا اور ریاست کا پاکستان سے الحاق۔

ان واقعات سے پاکستان میں عوامی تائید میں اضافہ ہو گیا اور وہ کشمیر کے حریت پسندوں کی ہر طرح مدد کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ پونچھ، جموں اور ریاست کے دوسرے حصوں میں مسلمانوں پر ڈوگرا مظالم سے لاکھوں مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے۔ برطانوی مؤرخ السٹر لیم ( Alastair Lamb ) کا اندازہ ہے کہ ستمبر اور اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران صرف جموں سے پانچ لاکھ مسلمانوں کو بے دخل کیا گیا تھا۔[۳۵] ریاست کے لوگوں کے رشتہ دار مغربی پاکستان کے بعض حصوں میں موجود تھے۔ کشمیر میں مسلمانوں پر ڈوگرا فوج کے ناقابلِ بیان مظالم کی خبروں سے پریشان اور دل گرفتہ ہو کر صوبۂ سرحد اور قبائلی علاقوں کے لوگ اپنے بھائیوں کی مدد کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ کشمیر میں سرحد کے قبائلیوں کی پہلی یلغار ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔[۳۶]

کشمیر پر اس خفیہ سودے کی پیروی میں نہرو نے سردار پٹیل کو مشورہ دیا کہ ''شیخ عبداللہ کے تعاون سے جتنی جلدی ممکن ہو سکے انڈین یونین کے ساتھ کشمیر کا الحاق نمٹا دیا جائے۔''[۳۷] مہاراجہ سے انتہائی مشکوک انداز میں الحاق پر دستخط کرانے کے بعد ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی افواج سرینگر میں اتر گئیں۔

پاکستان نے اعلان کیا کہ الحاق کی بنیاد ''فریب اور تشدّد'' پر رکھی گئی ہے۔[۳۸] لہٰذا اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔[۳۹] قائداعظم نے ماؤنٹ بیٹن سے صاف کہہ دیا کہ ان کے خیال میں ''یہ شروع سے آخر تک ایک دیدہ و دانستہ طویل مدت پر پھیلی ہوئی گہری سازش تھی تا کہ کشمیر کے الحاق کو یقینی بنایا جا سکے۔''[۴۰]

ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ نہ صرف واضح طور پر غیر قانونی تھا بلکہ اس غیر استثنائی عمومی اصول کے بھی خلاف تھا جس کے تحت جغرافیائی قربت اور عوام کی اکثریت کی خواہشات کے مطابق ریاستوں کو کسی ایک مملکت میں شامل ہونے کا اختیار دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ لندن میں وزارتِ خارجہ اور واشنگٹن میں اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ میں قانونی مشیر بھی اس الحاق کی قانونی حیثیت کو رد کرنے کی طرف مائل تھے۔[۴۱]

مہاراجہ اور حکومتِ ہندوستان نے الزام لگایا کہ کشمیر میں قبائلیوں کی نقل و حرکت سے

پاکستان واقف تھا لیکن اس نے انہیں روکنے کیلئے کچھ نہیں کیا۔ یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خاں نے ماؤنٹ بیٹن کو بتایا ''اگر وہ قبائلیوں کی نقل وحرکت میں مداخلت کرتے تو سرحد میں باقی قبائل مشتعل ہو جاتے۔''[۴۲] انہوں نے مزید وضاحت کی کہ ''پونچھ اور میر پور کے علاقوں میں اور سرحد پار جموں میں جس طرح مسلمانوں کا قتلِ عام کیا گیا وہ قبائلیوں کی برداشت سے باہر تھا اور سرینگر پر ان کے حملے کی یہی وجہ تھی۔''[۴۳]

ہندوستان نے جناح پر الزام لگایا کہ کشمیر پر قبائلی یلغاروں کی منصوبہ بندی انہوں نے کی تھی۔ اس الزام کی تردید ایک غیر جانبدار ذریعے سے ہوئی یعنی دہلی میں امریکی سفارت خانے نے ۱۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کیلئے اپنی ایک رپورٹ میں کہا: ''یہ امر بعید از امکان نظر آتا ہے کہ اگر جناح چاہتے تو وہ قبائلیوں کو کشمیر میں داخل ہونے سے روک سکتے تھے۔ ظاہر ہے اگر مسٹر جناح کشمیر کو طاقت کے ذریعے حاصل کرنے کا منصوبہ بناتے تو وہ اس وقت کا انتظار کرتے جب موسمی حالات ایسے ہو جاتے کہ ہندوستان کیلئے فضائیہ کے ذریعے سے افواج بھیجنا ناممکن ہو جاتا۔'' رپورٹ میں مزید کہا گیا: ''یہ بات عیاں ہے کہ اگر جناح نے حملے کا منصوبہ بنایا تھا تو وہ اس کا انتظام اس طرح کرتے کہ حملہ آور کشمیری مسلمانوں کو قتل کرنے اور ان کی املاک لوٹنے اور جلانے کی کوشش نہ کر پائیں۔''[۴۴]

۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو جناح نے امریکی سفیر پال ایلنگ (Paul Alling) سے کہا کہ ''اس طرح کی یلغاروں کو روکنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ پاکستانی افواج کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ قبائلیوں کو گولی کا نشانہ بنائیں لیکن ایسی کارروائی سے وسیع پیمانے پر ایسی شورش برپا ہو جاتی کہ اس کے انجام کی پیشین گوئی کوئی فرد بھی نہیں کر سکتا تھا۔''[۴۵] جناح نے مزید کہا ''حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے تصادم سے بچنے کیلئے سرحدی صوبوں سے پاکستانی افواج کو ہٹا لیا گیا ہے۔'' گفتگو کے اختتام پر انہوں نے خبردار کیا کہ قبائلیوں کو یقین دلانا پڑے گا کہ کشمیر میں منصفانہ استصواب کرایا جائے گا ورنہ وہ ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیں گے ''اور ایک دفعہ انہوں نے رسی توڑ کر زقند لگائی تو یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کہاں جا کر رکیں گے۔''[۴۶]

مغربی پنجاب کی حکومت نے ۱۹۴۸ء میں قبائلی لشکروں کے متعلق جو حقائق جاری کئے تھے ان سے پتہ لگتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتل عام سے قبائلی اگست ۱۹۴۷ء ہی سے غصے کی حالت میں تھے۔[۴۷] اکتوبر میں مظلوم کشمیری مسلمانوں کیلئے قبائلی علاقے میں وسیع پیمانے پر ہمدردی اور حمایت کے جذبات ابھرنے لگے۔ یوں بھی قبائلی کشمیر میں آمرانہ ڈوگرا حکومت پر ضرب لگانے کیلئے بے چین تھے۔

حقیقت میں سرحد کے حکام کو یہ احکامات دیئے گئے تھے کہ وہ جہاد روکنے کیلئے ہر طرح کی کوشش کریں۔ گورنر کننگھم نے رائے زنی کی کہ ''قبائلی لشکروں کو اگر حوصلہ افزائی کا ایک لفظ بھی پہنچ جائے تو پچاس ہزار افراد بلا توقف پنجاب کی طرف چل پڑیں گے۔''[۴۸] ۱۹ اکتوبر کو قبائلی پیش قدمی کی خبر جب پشاور پہنچی تو پولیٹکل ایجنٹ اور دوسرے افراد نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس وقت تک قبائلی پنجاب میں داخل ہو چکے تھے۔ ''انجام کار اگر طاقت استعمال کرنے کی کوشش کی جاتی اور جہاد پر جانے والے مسلم قبائلیوں کو مار گرانے کیلئے مسلم پولیس اور کانسٹبلری کو بلایا جاتا تو اس کے نتیجے میں جذبات کا ایسا سیلاب ابھر آتا کہ اس وقت صوبے میں رہنے والے پچاس ہزار ہندوؤں اور سکھوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔''[۴۹]

کشمیری مسلمانوں کو عام طور پر اور ڈوگرا حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو خاص طور پر ریاستی فوج، مشرقی پنجاب سے خفیہ طور پر آنے والے سکھوں، ریاست پٹیالہ اور ہندوستان کی افواج کی متحدہ طاقت کا سامنا تھا۔[۵۰] پونچھ اور جموں میں ''ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو سفاکی سے قتل کر دیا گیا اور لاکھوں کو مجبوراً اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لینی پڑی۔''[۵۱] برطانوی ہائی کمشنر نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ریاست کی حکومت نے پاکستان کی سرحد پر اپنی جانب ایک تین میل چوڑی تباہ کن پٹی بنانے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کی تکمیل انتہائی ظلم و تشدد سے کی گئی۔[۵۲] بدقسمت نہتے لوگوں کے خلاف قتل، زنا بالجبر، آتش زنی اور لوٹ مار جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا گیا تاکہ ''کشمیر میں مسلم اکثریت کا صفایا کر دیا جائے۔''[۵۳]

## دوطرفہ گفت وشنید

۲۷ اکتوبر کے واقعات کے نتیجے میں جناح نے لاہور میں ایک فوری کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش کی جس میں دونوں گورنر جنرل اور ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم اور کشمیر کے مہاراجہ اوران کے وزیراعظم شریک ہوں۔ ۳۰ اکتوبر کو منعقد ہونے والی کانفرنس کے دعوت نامے ہندوستان اور کشمیر نے قبول کر لئے تاہم نہرو بیماری کا بہانہ بنا کر کانفرنس میں شرکت سے باز رہے۔[۵۴]

نومبر کو لاہور میں مشترکہ دفاعی کونسل کی میٹنگ کے بعد ماؤنٹ بیٹن اور قائداعظم نے کشمیر کی پیچیدہ صورت حال پر گفتگو کی۔ پاکستان نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں:

۱۔ دونوں گورنر جنرل باضابطہ جنگ بندی کا اعلان کریں گے اور ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر ہندوستانی فوج اور قبائلی بیک وقت کشمیر سے مراجعت اختیار کرلیں گے۔

۲۔ دونوں گورنر جنرل استصوابِ رائے کا انتظام کریں گے جو ان کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا۔[۵۵]

۸ نومبر ۱۹۴۷ء کو نہرو نے پاکستان کی تجاویز کو نا قابلِ قبول کہتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ پاکستان کشمیر سے ''چھاپہ ماروں'' کو واپس بلا لے اور ساتھ ہی یہ پیش کش بھی کی کہ اس اقدام کے بعد ہندوستانی فوج کو بھی واپس بلا لیا جائے گا۔ انہوں نے یہ تجویز بھی دی کہ الحاق کے مسئلے کو طے کرنے کیلئے اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی استصوابِ رائے ہونا چاہئے۔[۵۶]

جناح نے یکم نومبر کو ماؤنٹ بیٹن سے کہا تھا کہ ''استصواب کرانا ایک فالتو کام ہوگا کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ ریاستیں اپنی آبادی کی اکثریت کے مطابق الحاق کا فیصلہ کریں گی۔''[۵۷] انہیں بجا طور پر یہ خوف تھا کہ ''کشمیر میں مملکت ہندوستان کے فوجی تسلط اور شیخ عبداللہ کے تحت نیشنل کانفرنس کے اقتدار سے عام مسلمان کبھی پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کی جرأت نہیں کرے گا۔''[۵۸]

لیاقت علی خاں نے نہرو کی ۸ نومبر والی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ

اقوام متحدہ کے سامنے پورا تنازعہ پیش ہونا چاہیئے۔انہوں نے نہرو کو مطلع کیا کہ ''پاکستان اس بات پر تیار ہے کہ اقوام متحدہ کو فوراً یہ درخواست پیش کی جائے کہ وہ اپنی رہنمائی اور نگرانی میں الحاق کے مسئلے پر ریاست کے عوام کی آزادانہ اور بلا دباؤ رائے معلوم کرے۔[۵۹]

اسی دوران برطانوی وزیرِ اعظم نے مشورہ دیا کہ بین الاقوامی عدالت انصاف (International Court of Justice) سے درخواست کی جائے کہ وہ اس تنازعے کو حل کرنے میں مدد کرے۔[۶۰] تاہم لیاقت علی خاں نے کشمیر میں استصوابِ رائے کرانے کیلئے اقوام متحدہ کے ایک غیر جانبدار ناظم کی تقرری کیلئے برطانوی حمایت کیلئے گذارش کی۔[۶۱] بجائے اس کے کہ ہندوستان تحمل اور میانہ روی اختیار کرے اس نے موقع پرست اور بے اصولی کہاوت ''انجام ہی طریقِ کار کا جواز ہے'' پر عمل جاری رکھا۔۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی پارلیمان کے آگے پاکستان سے مقابلے پر بلا تامل تیار ہوتے ہوئے نہرو نے ہندوستان کے رویّے کی تاویل کی کہ ''مدتوں سے کشمیر اور ہندوستان قطعی طور سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔پچھلے چند ہفتوں میں ایک نئی کڑی مل گئی ہے جسے کوئی کاٹ نہیں سکتا''[۶۲] بعدازاں ہندوستان نے تقسیم کے وقت جبراً برطانوی ہند کی نقدی میں پاکستان کے حصے کے پچپن کروڑ روپوں کی ادائیگی اس بہانے سے روک لی کہ اس رقم کو ہندوستان کے خلاف اپنی کارروائیاں تیز تر کرنے میں استعمال کیا جائے گا۔[۶۳]

۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو نہرو نے لیاقت علی خاں کو مطلع کیا کہ ہندوستان ''اقوام متحدہ کے مبصّرین کو بلانے پر آمادہ ہے تاکہ وہ مجوزہ استصوابِ رائے کے بارے میں ہمیں مشورہ دے سکیں''۔[۶۴] لیاقت نے جواب دیا کہ ''پاکستان کی خواہش ہے کہ کشمیر کے عوام کیلئے پُر امن حالات پیدا ہوں تاکہ وہ داخلی اور خارجی دباؤ سے آزاد ہو کر اپنی مرضی کے مطابق یہ فیصلہ کر سکیں کہ وہ کس مملکت سے الحاق کرنا چاہتے ہیں''۔[۶۵] لیکن نہرو کو یہ اصرار تھا کہ پاکستان اپنے علاقے سے کشمیر کے خلاف ہونے والی فوجی کارروائیوں کی روک تھام کرے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان چاہتا ہے کہ پاکستان سے دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔[۶۶]

پاکستان کے خلاف ہندوستان کی سخت دشمنی پر افسوس کرتے ہوئے لیاقت نے کہا کہ

ہندوستانی رہنماؤں نے ابھی تک تقسیم پر مصالحت نہیں کی ہے اور پاکستان کو کالعدم کرنے کے درپے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان پر الزام لگایا کہ اس نے جونا گڑھ اور کاٹھیاواڑ کی دوسری ریاستوں کو جو پاکستان سے الحاق کر چکی تھیں طاقت کے زور پر اپنے قبضے میں لیا ہے اور فریب، سازش اور تشدد کے ذریعے کشمیر کے الحاق کو یقینی بنایا ہے۔[۶۷]

## اقوام متحدہ اور کشمیر کا تنازعہ

۳۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان نے کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کر دیا۔ ہندوستانی وزیر گوپال سوامی آئینگر نے اپنے ملک کی نمائندگی کی اور محمد ظفر اللہ خان پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے۔

آئینگر نے یہ دلیل پیش کی کہ ہندوستان کے ''تحفظ اور بین الاقوامی رابطوں کیلئے کشمیر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔'' انہوں نے پاکستان پر ریاست کی معاشی ناکہ بندی اور مغربی پاکستان سے کشمیر پر مسلح حملوں کا الزام لگایا۔[۶۸] انہوں نے مزید کہا کہ ''کشمیر کی صورت حال روز بروز سنگین تر ہوتی جا رہی ہے.... تین مہینوں میں ہزاروں قبائلیوں نے پاکستانی علاقے کو پار کیا ہے اور ابھی تک کشمیر میں داخل ہوتے جا رہے ہیں۔''[۶۹]

ظفر اللہ خان نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ کشمیر کا ہندوستان سے الحاق دراصل مہاراجہ اور ہندوستان کے درمیان توڑ جوڑ کا نتیجہ ہے۔ مہاراجہ نے مسلمانوں کے قتلِ عام کا بندوبست کیا تھا جس کی وجہ سے جابر ڈوگرا حکمراں کے ظلم و ستم کے خلاف بغاوت ہوگئی۔ ظفر اللہ خان کی دلیل یہ تھی کہ ہندوستان سے کشمیر کے الحاق کو پاکستان کبھی قبول نہیں کر سکتا کیونکہ ہندوستان نے کشمیر میں مسلمانوں کے قتلِ عام کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور اس سے زیادہ افراد اپاہج کر دیے گئے۔ پانچ لاکھ سے زیادہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دیا گیا۔ انہوں نے سلامتی کونسل پر زور دیا کہ وہ ایک کمیشن مقرر کرے جو لڑائی کو روکے، بے دخل کیے گئے مسلمانوں کو وطن واپس بلائے، ایک غیر جانبدار انتظامیہ کا بندوبست کرے اور پھر آزادانہ اور منصفانہ استصوابِ رائے کرائے۔[۷۰]

۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں نے اقوام متحدہ کے کمیشن کی تقرری پر رضامندی ظاہر کی تا کہ کمیشن کشمیر کے تنازعہ میں مصالحت کی کوشش کرے[۱] ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کو ماؤنٹ بیٹن نے شاہِ برطانیہ کو ہندوستان سے کشمیر کے الحاق کا جواز پیش کیا ''حربی اور معاشی نقطۂ نظر سے اگرچہ پاکستان کو جونا گڑھ میں کوئی دلچسپی نہیں تاہم ہندوستان کشمیر میں کافی دلچسپی رکھتا ہے''[۲] ان کا خیال تھا کہ ''پاکستان سے جونا گڑھ کا الحاق تمام تر غیر سنجیدہ تھا جبکہ ہندوستان سے کشمیر کا الحاق بحث طلب مسئلہ کہا جا سکتا ہے''[۳]

لہٰذا تعجب نہیں کہ ماؤنٹ بیٹن نے بادشاہ کو اس بات پر قائل کر لیا کہ ہندوستان نے ''الحاق کیلئے مہاراجہ پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا تھا''[۴] جبکہ خاطر خواہ ثبوت موجود ہیں کہ ہندوستان نے مہاراجہ کو ڈرا دھمکا کر الحاق کرنے پر مجبور کیا تھا۔

۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل نے کمیشن برائے ہندوستان و پاکستان کو برصغیر روانہ ہونے، وہاں امن بحال کرنے اور استصوابِ رائے منعقد کرنے کیلئے اپنی سفارشات پیش کرنے کی ہدایت کی۔[۵]

ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے اقوام متحدہ کو مطلع کیا کہ وہ کمیشن کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن اس کی مخصوص سفارشات کو قبول کرنے کی یقین دہانی نہیں کرا سکتے۔ ہندوستان نے سلامتی کونسل کی ان سفارشات کی مخالفت کی جن میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی افواج واپس چلی جائیں۔ ریاستی افواج (State Forces) کی نگرانی ناظم استصوابِ رائے (Plebiscite Administrator) کرے اور دوسری جماعتوں کے نمائندوں کو شامل کر کے کشمیر کی انتظامیہ میں توسیع کی جائے۔[۶] پاکستان نے احتجاج کیا کہ قرارداد میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا کہ استصواب کے دوران کشمیر میں ایک غیر جانبدار انتظامیہ ہونی چاہئے اور نہ ہی ہندوستانی افواج کی مکمل واپسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیاقت علی خاں نے کشمیر میں مسندِ حکومت پر شیخ عبداللہ کی موجودگی پر اعتراض کرتے ہوئے مزید کہا کہ پاکستان کی سمجھ سے باہر ہے کہ ایسا آدمی حکومت کا سربراہ ہوتے ہوئے کس طرح ''ایسے حالات پیدا کر سکتا ہے جن میں کشمیر کے عوام

آزادی سے اور بلاخوف وخطر اپنی مرضی کا اظہار کر سکیں۔"[۷۷]

۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کو کمیشن نے جلد سے جلد فائر بندی اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان صلح کا معاہدہ ہونے کے ساتھ ہی دونوں ملکوں کی افواج کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ استصوابِ رائے کیلئے موزوں حالات پیدا کرنے کیلئے یہ اقدام ضروری تھا۔[۷۸]

۲۰ اگست کو نہرو نے اقوامِ متحدہ کی تجاویز کو ایسی شرائط کے ساتھ قبول کیا جو پاکستان کیلئے نا قابلِ قبول تھیں۔[۷۹]

پاکستان نے بھی کمیشن کی تجاویز قبول کرنے کیلئے اپنی شرائط پیش کیں۔[۸۰] خصوصاً یہ شرط کہ ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل کی قرارداد[۸۱] میں استصوابِ رائے منعقد کرانے کے جس طریقۂ کار کا ذکر کیا گیا تھا اس پر ہندوستان کو پابند رہنا چاہئے۔ ہندوستان نے ان شرائط کو مسترد کر دیا۔ ۲۳ نومبر ۱۹۴۸ء کو کمیشن نے سلامتی کونسل کو اپنی رپورٹ پیش کی جس میں اعتراف کیا گیا کہ وہ کشمیر میں فوری فائر بندی کرانے میں ناکام رہا ہے۔[۸۲]

تاہم کمیشن نے واضح کیا کہ اس کے پاس حکم کی تعمیل کرانے کے کوئی ذرائع موجود نہیں ہیں اور یہ کہ اس دوران میں کمیشن نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مزید مذاکرات کرانے کیلئے سارے ممکنہ طریقے استعمال کئے ہیں۔

کمیشن کا کہنا تھا کہ ہندوستان کے مطابق کشمیر میں پاکستانی فوج کی موجودگی جارحیت کا عمل ہے لہٰذا مذاکرات دوبارہ شروع ہونے سے قبل اس کا انخلاء ہو جانا چاہئے۔ دوسری جانب پاکستان کا مطالبہ تھا کہ ہندوستانی فوجیں واپس بلا لی جائیں اور جنگ بندی کے مذاکرات میں آزاد کشمیر کی حکومت کو بھی شامل کیا جائے۔ جہاں تک استصواب کا تعلق ہے تو کمیشن نے کہا کہ اس سلسلے میں کوئی سفارش نہیں کی گئی ہے کیونکہ کمیشن چاہتا ہے کہ کسی ایسے حل کا راستہ کھلا رکھا جائے جو دونوں ممالک کیلئے قابلِ قبول ہو تاہم اس کے لئے کشمیر کے عوام کی خواہش معلوم کی جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔

سلامتی کونسل نے کمیشن کو ہدایت کی کہ وہ تنازع کا کوئی حل ڈھونڈنے کی کوشش جاری

رکھے اور دونوں ممالک پر زور ڈالے کہ وہ اپنی فوجی کارروائیاں بند کر دیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے حتمی تصفیے کے مذاکرات میں خلل پڑے۔[۸۳]

۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ہندوستان اور پاکستان نے فائر بندی کے احکامات جاری کر دیئے بعدازاں ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو سلامتی کونسل نے ایک قرارداد منظور کی جس میں استصوابِ رائے کا حکم دیا گیا تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ کشمیری عوام کس مملکت سے الحاق کرنا چاہتے ہیں۔ استصواب کرانے کیلئے سلامتی کونسل کو ایک ممتاز بین الاقوامی شخص بھی مقرر کرنا تھا۔[۸۴]

ہندوستان کی ہٹ دھرمی اور بین الاقوامی برادری کی بے دلی کی وجہ سے اقوام متحدہ کی قرارداد پر آج تک عمل نہیں کیا گیا۔ دراصل ہندوستان کے گمراہ کن اور پُر فریب سفارتی اور صحافتی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بین الاقوامی برادری قرارداد کی تعمیل کیلئے ہندوستان پر دباؤ نہیں ڈال سکی۔

۱۹۸۹ء میں مظلوم کشمیری عوام نے ہندوستانی قبضے کے خلاف کھلی بغاوت کر دی تا کہ ہٹ دھرم ہندوستان سے خودارادیت کا اپنا حق چھین لیں۔ کشمیر پر سات لاکھ سے زائد ہندوستانی افواج نے قبضہ کر رکھا ہے جو تقریباً پندرہ سال سے آزادی کی اس مقامی جدوجہد کو وحشیانہ طریقے سے کچلنے کی کوشش کر رہی ہیں جن میں اب تک اسّی ہزار جانیں جا چکی ہیں اور اس سے کہیں زیادہ لوگ اپاہج اور بے گھر ہو چکے ہیں۔ حکومتِ ہندوستان کی دہشت گردی نہ صرف مسلسل جاری ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

۲۰۰۲ء میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تناؤ نقطۂ اشتعال تک پہنچ چکا تھا۔ جنوبی ایشیا میں پائیدار امن، سماجی و اقتصادی ترقی اور پاکستان اور ہندوستان کے عوام کے خوشحال مستقبل کیلئے کشمیر کے تنازعے کا حل کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

زوّار حسین زیدی

# حوالہ جات

ا۔ ہندوستانی ریاستوں سے متعلق برطانوی پالیسی چار ارتقائی مرحلوں سے گزری۔ پہلا مرحلہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکمرانی پر مشتمل تھا جس میں برطانوی طاقت کو کسی اقتدارِ اعلیٰ کا دعویٰ نہ تھا اور نہ ہی اس کا مقصد اپنی فوجی اور علاقائی ضروریات سے بڑھ کر مقامی حکمرانوں سے تعلق کو توسیع دینا تھا۔ دوسرے مرحلے میں برطانیہ پورے ہندوستان میں بطور اقتدارِ اعلیٰ ظہور پذیر ہوا اور اس دوران میں اس نے ہندوستانی حکمرانوں سے ذیلی معاہدے کئے اور ریاستوں میں برطانوی ریذیڈنٹ تعینات کیے۔ تیسرے مرحلے میں برطانیہ نے نئے علاقے فتح کئے اور ''بدانتظامی اور فطری وارث نہ ہونے (Doctrine of Lapse) کے بہانے بنا کر'' آزاد ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔ ملکۂ وکٹوریہ نے ۱۸۵۸ء میں اعلامیہ جاری کر کے چوتھے مرحلے کا آغاز کیا۔ اعلان میں کہا گیا تھا ''ہماری خواہش نہیں کہ ہمارے مقبوضہ علاقوں میں کوئی اضافہ ہو۔ ایک طرف ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ کوئی ہماری مملکتوں اور حقوق پر بلاخوفِ سزا جارحیت کر سکے تو ساتھ ہی ہم دوسروں کے خلاف مداخلت کرنے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔ ہم اپنی طرح مقامی حکمرانوں کے حقوق، وقار اور عزت کا احترام کریں گے اور ہماری خواہش ہے کہ ان کی اور ہماری اپنی رعایا اس خوشحالی اور اس سماجی ترقی سے مستفیض ہو جو صرف داخلی امن اور اچھی حکومت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔'' دیکھئے ایچ وی ہڈسن "The Great Divide: Britain-India-Pakistan"، کراچی ۱۹۸۵ء، صفحات ۲۲ تا ۲۴

۲۔ ان میں شامل ۲۳۲ سلامی اور معاون ریاستیں تھیں اور ۳۳۳ جاگیریں اور تعلقے تھے جو زیادہ تر کاٹھیاواڑ اور گجرات میں واقع تھے۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ دوم، آخری نقشہ جات

۳۔ دیکھئے ٹرانسفر آف پاور: ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۷ء، جلد ۱۲، صفحات ۲۳۳ تا ۲۴۹

۴۔ ریاستوں کے معاہدوں اور اقتدارِ اعلیٰ پر کیبنٹ مشن کی یادداشت ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء، جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۲

۵۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۳ کا انکلوژر

۶۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۷ کا پیرا ۷

۷۔ پاکستان ٹائمز ۱۸ جون ۱۹۴۷ء مزید دیکھئے جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۸

۸۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۷ کا پیرا ۵

۹۔ اقوام متحدہ کیلئے حیدرآباد کے معاملے پر یادداشت (بلا تاریخ اگست ۱۹۴۸ء)، الف۔۱(۱)۵۲/۹/۷، فارن آفس آرکائیوز، پیرا ۵۰

۱۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱۳، پیرا ۶

۱۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۷۹ کے انکلوژر کا پیرا ۳۸ (الف)

۱۲۔ دیکھئے ''ٹرانسفر آف پاور''، جلد ۷، دستاویز نمبر ۳۰۵، صفحہ ۵۹۷

۱۳۔ جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ اوّل، دستاویز نمبر ۱

۱۴۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۳ کا ملفوفہ

۱۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۵

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۴

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ''ٹرانسفر آف پاور''، جلد ۱۲، دستاویز نمبر ۲۰۱

۲۳۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۴

۲۴۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۴ کا انکلوژر

۲۵۔ ہڈسن، ''دی گریٹ ڈوائڈ'' صفحہ ۳۵۸

۲۶۔ ''ٹرانسفر آف پاور''، جلد ۱۰، دستاویز نمبر ۱۹۴، آئٹم ۲

۲۷۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۱۴

۲۸۔ ''ٹرانسفر آف پاور''، جلد ۱۲، دستاویز نمبر ۳۰۷

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ہڈسن ''دی گریٹ ڈوائڈ'' صفحات ۳۷۰ اور ۳۷۱

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ او پی رلہان، ''انسائیکلوپیڈیا آف پولیٹکل پارٹیز: انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، جلد سوم، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء، صفحہ ۱۱۱۶

۳۴۔ ''ایضاً'' جلد چہارم، صفحہ ۱۴۵۷

۳۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۷

۳۶۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۲

۳۷۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۹، مزید دیکھئے انکلوژر

۳۸۔ ہڈسن ''دی گریٹ ڈوائڈ''، صفحہ ۳۵۸

۳۹۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۱۰

۴۰۔ ہڈسن ''دی گریٹ ڈوائڈ''، صفحہ ۳۶۷

۴۱۔ ایضاً، صفحہ ۳۶۰

۴۲۔ پیٹرک فرنچ، ''لبرٹی آر ڈیتھ: انڈیا زجرنی ٹو انڈیپنڈنس اینڈ ڈویژن''، لندن، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۳۱۱

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۵

۴۶۔ ہڈسن ''دی گریٹ ڈوائڈ''، صفحہ ۳۶۸

۴۷۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۸

۴۸۔ ہڈسن ''دی گریٹ ڈوائڈ''، صفحہ ۳۶۱

۴۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۳۳

# پاکستان سے الحاق کرنے والی ریاستیں

## سرحد کی ریاستیں

## امب، چترال، دیر و سوات

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲، پیرا ۵۸

۲۔ حکومتِ پاکستان، "Instruments of Accession and Schedules of States Acceding to Pakistan"، ۱۹۴۹ء، صفحات ۱ تا ۳ اور ۳۱ تا ۳۳

۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۸۱

۴۔ حکومتِ پاکستان، ''انسٹرومینٹس آف ایکسیشن''، صفحات ۲۵ اور ۲۶

۵۔ چترال نے ۱۸۷۸ء میں مہاراجہ جموں و کشمیر کی بالادستی منظور کر لی تھی جس کی توثیق ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ دیکھئے السٹر لیم، Kashmir: a Disputed Legacy, 1846-1990، کراچی، ۱۹۹۰ء، پیرے ۳، ۲۸، ۲۹، ۳۱، ۴۸

۶۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۳.۱

۷۔ حکومتِ پاکستان، ''انسٹرومینٹس آف ایکسیشن''، صفحہ ۲۷

۸۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۸۲ کا انکلوژر ۱

۹۔حکومتِ پاکستان، ''انسٹرومینٹس آف ایکسیشن''، صفحہ ۲۷

۱۰۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۸۲ کا انکلوژر ۱

۱۱۔حکومتِ پاکستان، ''انسٹرومینٹس آف ایکسیشن''، صفحات ۲۹ اور ۳۰

# بلوچستان کی ریاستیں

## قلات، لسبیلہ، خاران

۱۔ڈی وائی فیل (D.Y.Fell)، Memoirs، (غیر مطبوعہ) ایم ایس ایس، ای یو آر.ڈی-۱۷۹/۱، صفحہ ۱۱

۲۔ایضاً

۳۔Kalat Collection، نمبر شمار-۷۰، کیو اے پی پی

۴۔سیلگ ہیریسن (Selig Harrison)، "In Afghanistan's Shadow: Baloch Nationalism and Soviet Temptation"، واشنگٹن، ۱۹۸۱ء، صفحہ ۲۳

۵۔دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۱

۶۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۴۹ کا انکلوژر

۷۔دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۵

۸۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۵۴ کا انیکس

۹۔دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۳

۱۰۔دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۲

۱۱۔دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۴ کا ضمیمہ

۱۲۔ایضاً

۱۳۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر ۱۵ کا انکلوژر

۱۴۔ایضاً

۱۵۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۱۵

۱۶۔دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۹

۱۷۔ایضاً

۱۸۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۷۷ کا انیکس

۱۹۔دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۱۶

۲۰۔دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۸

۲۱۔ دیکھئے دستاویز نمبر۴.۱.۳، پیرا ۵

۲۲۔ فیل، Memoirs، صفحہ ۵۰

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً، صفحہ ۵۱

۲۵۔ ایضاً، صفحہ ۵۹

۲۶۔ ایضاً، صفحہ ۸۸

۲۷۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۹۰

۲۸۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۸۷

۲۹۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۷

۳۰۔ فیل، Momoirs، صفحہ ۸۴

۳۱۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۷

۳۲۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۹۸

۳۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۹۴

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ فیل، Momoirs، صفحہ ۱۱۹

۳۶۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۱۰

۳۷۔ ایضاً

۳۸۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۱۱

۳۹۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۵.۱۳

۴۰۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۱

۴۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۲

۴۲۔ ''قلات کلکشن''، نمبر شمار ۵۱، کیو اے پی پی

۴۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۶

۴۴۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۱۹

۴۵۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۳۴

۴۶۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۳۷

۴۷۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۴۱

۴۸۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۷.۱

۴۹۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۳۰

۵۰۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۳۱

## ریاست بہاول پور

۱۔ حکومتِ پاکستان، *The Partition of the Punjab*، جلد اوّل، نیشنل ڈاکیومینٹیشن سیل، لاہور، ۱۹۸۳ء، صفحات ۴۰۶ تا ۴۰۸

۲۔ ''دی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا''، جلد دوم، لندن، ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۰۴۱

۳۔ حکومتِ پاکستان، ''دی پارٹیشن آف دی پنجاب''، جلد دوم، صفحہ ۴۲۵

۴۔ ایضاً، صفحہ ۴۲۷

۵۔ ایضاً، جلد اوّل، صفحہ ۴۱۴

۶۔ ''ٹرانسفر آف پاور''، جلد ۱۲، دستاویز نمبر ۳۹۵ کا انکلوژر

۷۔ ایضاً، دستاویز نمبر ۴۰۵ کا نوٹ ۱

۸۔ دیکھئے ایف او اے، ۱-۱۴/۳۸۴-۱۱، بلا تاریخ، شائع نہیں کیا گیا۔

۹۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۳۲

۱۰۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۷

۱۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۳۳

۱۲۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۳۸ کا انکلوژر

۱۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۸

۱۴۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویزات نمبر پی ایس۔۲۷، ۲۹ اور ۳۱

۱۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۲.۳

۱۶۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۱۱

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ ایضاً

## ریاست خیر پور

۱۔ ''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا''، جلد ۱۳، لندن، صفحہ ۳۲۳

۲۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۶.۱

۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۲۶ کا انیکس

۴۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۶.۲

# جوناگڑھ، بابریاواڑ، منگرول اور مانا ودر کی ریاستیں

۱۔ دیکھئے ایف۔۲۰۰/۹۰۔ڈی، ماؤنٹ بیٹن پیپرز، شائع نہیں کیا گیا۔

۲۔ جوناگڑھ سے منسلک چھوٹی ریاستوں اور تعلقوں میں مانا ودر، تھانہ دیولی، جیت پور، سردارگڑھ، سوریاپرتاب گڑھ، انیدا، ہڈالا، بھیاودر، سنالا، مان پور، مایاپدر، کھجادیا، علی دھرا، اکالا، سردار پور، بانٹوا بڑا مجموع، بانٹوا چھوٹا مجموع، جیت پور مجموع، امر پور اور لوناگری، کوبا اور وچھاواڑ شامل تھے۔

۳۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۱

۴۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۷

۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۸

۶۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۹

۷۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۷

۸۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۱۲

۹۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۸۲

۱۰۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۱۷

۱۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۹۷ کے انیکس کا انیکشر

۱۲۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۷۹ کا انکلوژر

۱۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۸۵

۱۴۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۹

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۱۵

۱۷۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۱۲

۱۸۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۲۴

۱۹۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۳۶ کا انیکس

۲۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۲۱

۲۱۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۱۹

۲۲۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۰.۱

۲۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویزات نمبر پی ایس۔۱۷۳ اور ۱۷۰

۲۴۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۹۹

۲۵۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۰۹

۲۶۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۲۰

۲۷۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۳۶

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۴ کا انیکس ۲

۳۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۲.۱

۳۱۔ حکومتِ پاکستان ''انسٹرومینٹس آف ایکسیشن''، صفحات ۳۱ تا ۳۳

۳۲۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۱.۲۳

۳۳۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۴۴

۳۴۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویزات نمبر پی ایس۔ ۲۴۵ اور ۲۴۶

۳۵۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۴۹

۳۶۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۳۲

# متنازع فیہ ریاستیں

## ریاست حیدرآباد

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۱۷، مزید دیکھئے Keesing's Contemporary Archives 1948-50، جلد ہفتم، لندن، صفحہ ۹۵۲۲

۲۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۴

۳۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۱۵، پیرا ۳

۴۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۳

۵۔ ایضاً

۶۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۱۳

۷۔ دیکھئے ایف۔۲۰۰/۷۰۔بی، ماؤنٹ بیٹن پیپرز، شائع نہیں کیا گیا۔

۸۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۸۴

۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۶۱

۱۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹ کا انیکس ۲

۱۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۶۱، پیرا ۲

۱۲۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ۲۷۸

۱۳۔ دیکھئے وائٹ پیپر آن حیدر آباد، ۱۹۴۸ء ایف او اے، آئی بی۔۲/۳/۴۸، نمبر ۶، ۷

۱۴۔ ایضاً نمبر ۷، ۸

۱۵۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۸۶

۱۶۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۴

۱۷۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۰

۱۸۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۳

۱۹۔ دیکھئے دستاویزات نمبر ۳.۱.۱۴ اور ۳.۱.۱۵

۲۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۱۵

۲۱۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۱۶

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویزات نمبر ۲۰ اور ۱۷

۲۴۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۰۷

۲۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۱۸، پیرا ۶

۲۶۔ ایضاً، پیرا ۱۰

۲۷۔ دیکھئے *Memorandum on the Case of Hyderabad*، پیرا ۴۲

۲۸۔ ایضاً، پیرا ۴۶

۲۹۔ ایضاً، پیرا ۴۷

۳۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۲۰

۳۱۔ دیکھئے ایس گوپال، سلیکٹڈ ورکس آف جواہر لال نہرو (سیکنڈ سیریز)، جلد ششم، نئی دہلی، ۱۹۴۷ء، صفحہ ۲۳۶

۳۲۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۴ کا انیکس

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۴

۳۶۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۱۶

۳۷۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۱۱

۳۸۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۷۶

۳۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر۔۲۹۵

۴۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۱۹

۴۱۔دیکھئے،''میمورنڈم آن دی کیس آف حیدرآباد''، پیرا ۴۰

۴۲۔ایضاً، صفحہ ۲۸

۴۳۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۲۲، نوٹ ۳

۴۴۔دیکھئے،''میمورنڈم آن دی کیس آف حیدرآباد''، پیرا ۴۸

۴۵۔''کیسنگز آرکائیوز''، جلد ہفتم، صفحہ ۹۵۲۳

۴۶۔ایضاً

۴۷۔ایضاً

۴۸۔ایضاً، صفحہ ۹۵۲۴

۴۹۔ایضاً

۵۰۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر ایچ۔۲۸۵

۵۱۔دیکھئے''وائٹ پیپرز آن حیدرآباد''، دستاویز نمبر ۲۴

۵۲۔ایضاً

۵۳۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۱.۸ کا ملفوفہ

۵۴۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر ایچ۔۲۷۰ کے انیکس کا انیکسر

## ریاست جموں وکشمیر

۱۔دیکھئے دستاویز نمبر ۱.۵

۲۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۸

۳۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱ کا ملفوفہ

۴۔دیکھئے اداریہ،''دی کشمیر ٹائمز''، ۲ نومبر ۱۹۴۶ء

۵۔جناح پیپرز جلد نہم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۳۶

۶۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱۲ کا ملفوفہ

۷۔ایضاً

۸۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر ۲۸۱ کا انیکس

۹۔جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ دوم۔اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۰

۱۰۔جناح پیپرز جلد سوم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۰

۱۱۔دیکھئے اینڈریو رابرٹس، *Eminent Churchillians*، لندن، ۱۹۹۴ء، صفحہ ۹۶

۱۲۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۳۰ کا انیکس ۱

۱۳۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳ کا ملفوفہ

۱۴۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۶

۱۵۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۳۴

۱۶۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۰۷ کا انیکس ۲

۱۷۔ دیکھئے ایس گوپال، ''سلیکٹڈ ورکس آف جواہر لال نہرو''، جلد چہارم، نئی دہلی، ۱۹۴۷ء، صفحہ ۳۷۳

۱۸۔ دیکھئے ''یو ایس نیشنل آرکائیوز''، ایف. ۸۴۵۰۰۰/۱۰-۲۹۴۷، شائع نہیں کیا گیا۔

۱۹۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۹

۲۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱۴

۲۱۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱۳

۲۲۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱۶ کے ملفوفے کا منسلکہ

۲۳۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۸۸ کا انیکس ۳

۲۴۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۲

۲۵۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۸۴

۲۶۔ دیکھئے ایف. ۱۹- III (۴)/ پی ایم ایس۔ شائع نہیں کیا گیا۔

۲۷۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۱۹

۲۸۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۸۹ کا انکلوژر

۲۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۴۸

۳۰۔ دیکھئے ایف اور اے. ایس-۶/۲۔ شائع نہیں کیا گیا۔

۳۱۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۲۱

۳۲۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۹

۳۳۔ دیکھئے ''یو ایس نیشنل آرکائیوز'' ایف. ۸۴۵۰۰۰/۱۱-۴۴۷، شائع نہیں کیا گیا۔

۳۴۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۹

۳۵۔ السٹر لیم، *Kashmir: A disputed Legacy 1946-1990*، کراچی، ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۲۳

۳۶۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۹

۳۷۔ دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۱

۳۸۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳۳ کا ضمیمہ ۱

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳۵

۴۱۔السٹریم، *Kashmir: A Disputed Legacy*، صفحہ ۱۵۰

۴۲۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳۵ کا ملفوفہ

۴۳۔ایضاً

۴۴۔دیکھئے ''یو ایس نیشنل آرکائیوز''، ایف.۷۴۵۰۰۰/۱۱-۱۴۴۷، شائع نہیں کیا گیا۔

۴۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۲

۴۶۔ایضاً

۴۷۔حکومتِ پنجاب، *"Intelligence Reports Concerning Tribal Repercussions to the Events in the Punjab, Kashmir and India"*، لاہور، ۱۹۸۴ء، صفحہ ۳

۴۸۔ایضاً

۴۹۔ایضاً، صفحہ ۴

۵۰۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۵۶

۵۱۔ایضاً

۵۲۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۳۱

۵۳۔دیکھئے مندرجہ بالا نوٹ ۲۹

۵۴۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۲۰ کا نوٹ ۲

۵۵۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۳۲

۵۶۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳۶

۵۷۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۲۷ کا انکلوژر ۲، پیرا ۳

۵۸۔ایضاً، پیرا ۳۷

۵۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۴۶

۶۰۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳۷

۶۱۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۳۸

۶۲۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۵۸

۶۳۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۷۸

۶۴۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۶۹

۶۵۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۷۰

۶۶۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۰

۶۷۔دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۱

۶۸۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۳

۶۹۔ دیکھئے ، Keesing's Contemporary Archives، جلد ہفتم، صفحہ ۹۶۶۲

۷۰۔ ایضاً

۷۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۴، آئٹم ۵

۷۲۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۷۹ کا انکلوژر

۷۳۔ ایضاً

۷۴۔ ایضاً

۷۵۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۳ کا ضمیمہ ۳

۷۶۔ دیکھئے، ' Keesing's Contemporary Archives، جلد ہفتم، صفحہ ۹۶۶۳

۷۷۔ ایضاً

۷۸۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۴ کے انیکس ۷ کے انیکشرز ۱ تا ۴ اور انیکس ۸ کے انیکشرز ۱ تا ۵

۷۹۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۴ کے انیکس ۷ کا انیکشر ۱

۸۰۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۴ کے انیکس ۸ کا انیکشر ۳

۸۱۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۳ کا ضمیمہ ۳

۸۲۔ دیکھئے ' Keesing's Contemporary Archives، جلد ہفتم، صفحہ ۹۶۶۵

۸۳۔ ایضاً، صفحہ ۹۶۶۶

۸۴۔ ایضاً

# ۱

# ہندوستانی ریاستوں کا تاریخی اور سیاسی پس منظر

## ۱.۱

## کیبنٹ (کابینہ) مشن، آرچیبالڈ ویول اور نواب بھوپال کے درمیان ایک انٹرویو کا نوٹ[۱]

## (اقتباس/خفیہ)

نئی دہلی

۲ اپریل ۱۹۴۶ء

چانسلر، نواب بھوپال[۲] نے برطانیہ کے ساتھ ریاستوں کے دیرینہ تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ تمام والیانِ ریاست نے خود کو کیبنٹ کے وفد کے سپرد کر دیا ہے تا کہ وہ اس کے مقاصد کے حصول میں اعانت کریں۔ ہندوستان کی آزادی کے مطالبے کو والیانِ ریاست تسلیم کرتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ اس کے حصول میں سدراہ بنیں۔ لیکن قدرتی طور پر ہندوستانی ریاستیں ثبات چاہتی ہیں اور اگر یہ ممکن ہو سکے تو ہندوستان اور پوری دنیا کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنا وجود بھی برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔

ان کے خیال میں ریاستوں کا حق بنتا ہے کہ ان سے اور برطانوی ہند کے ساتھ مساوی بنیاد پر سلوک کیا جائے اور وہ یہ بھی چاہتی ہیں کہ برطانیہ کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات اور دوستی اسی طرح برقرار رہے۔

وائسرائے نے کہا کہ وفد سرسری طور پر یہ جاننا چاہتا ہے کہ نواب صاحب کے خیال میں ایک آزاد ہندوستان کے عمومی تناظر میں والیانِ ریاست کی جگہ کیا ہوگی۔ نواب نے کہا کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ آزادی کے بعد برطانوی ہند کا عمومی ڈھانچہ کیا ہوگا اس مسئلے پر کوئی قطعی رائے دینا مشکل اور قبل از وقت ہوگا۔ بلکہ وہ خود یہ جاننا چاہیں گے کہ خود کیبنٹ کے وفد کی نظر میں مستقبل کا کیا نقشہ ہے اور آنے والے حالات میں حکمرانوں کو کس سے مذاکرات کرنے ہوں گے۔

سیکریٹری آف اسٹیٹ، فریڈرک پیتھک لارنس (Frederick Pethic-Lawrence) نے کہا کہ بیشک پاکستان-ہندوستان کا مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا ہے اور نتیجہ کیا نکلے گا اس کے بارے میں جتنا علم نواب صاحب کو ہے اس سے زیادہ وفد کو بھی نہیں ہے۔ سر اسٹیفورڈ کرپس (Stafford Cripps) نے کہا کہ اگر نواب صاحب متحدہ اور تقسیم شدہ ہندوستان کے متبادل امکانات کو سامنے رکھ کر ان دونوں صورتوں پر ریاستوں کے ردِعمل کا خاکہ پیش کر سکیں تو اس سے ہمیں بہت مدد حاصل ہوگی۔

چانسلر نے کہا کہ وہ یہ کام اپنی ذاتی حیثیت سے تو کر سکتے ہیں لیکن والیانِ ریاست کے نمائندے کے طور پر نہیں۔ ریاستیں خود کو آزاد اور خود مختار ریاستیں سمجھتی ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خود ارادیت برقرار رکھیں اور برطانوی ہند اور ریاستوں کے درمیان مشترکہ دلچسپی کے جو معاملات طے ہونے ہیں انہیں محدود رکھا جائے اور ان معاملات کو ایک ادارہ طے کرے جس میں ریاستوں کی نمائندگی آزاد ریاستوں کی حکومتوں کے مانند ہونی چاہئے۔

اگر برطانوی ہند میں دو مملکتیں وجود میں آئیں تو نواب صاحب کا خیال تھا کہ حکمرانوں کا یہ عام نقطۂ نظر ہے کہ کوئی وجہ نہیں کہ ریاستوں پر مشتمل ایک تیسرا ہندوستان کیوں نہ تسلیم کیا جائے۔ ہاں برطانوی ہند دو مملکتوں پر مشتمل ایک وفاق بنے تو ریاستیں اس ڈھیلے ڈھالے وفاق میں شامل ہو سکتی ہیں۔

وائسرائے نے پوچھا کہ کیا نواب صاحب ۵۶۵ ریاستوں کے علیحدہ وجود کو برقرار رکھنے کے متعلق سوچ رہے ہیں؟ نواب صاحب نے کہا کہ چیمبر کے نمائندے کی حیثیت سے ان کا

فرض بنتا ہے کہ وہ چیمبر کی تمام نمائندہ ریاستوں کے مفاد میں کام کریں اور یہ کہ اس خصوصی نکتے کے بارے میں وہ اپنی ذاتی رائے دینا نہیں چاہتے۔

سیکریٹری آف اسٹیٹ نے کہا کہ موجودہ حالات سے مکمل آزادی تک کے عبوری دور میں دو بلکہ تین مرحلے ہو سکتے ہیں۔ نواب صاحب کے اس عبوری دور کے متعلق کیا خیالات ہیں؟ چانسلر نے کہا کہ ریاستیں محسوس کرتی ہیں کہ عبوری دور میں ایک مشاورتی کونسل ہونی چاہئے جو ریاستوں اور برطانوی ہند کے درمیان رابطہ قائم کرے اور اقتدار اعلیٰ کے نظام کے بارے میں ریاستوں اور برطانوی ہند کے درمیان کوئی ایسا بندوبست کرے جو ریاستوں اور برطانوی ہند کو قابل قبول ہو۔ سیکریٹری آف اسٹیٹ نے پوچھا کہ اگر برطانوی ہند کے آئندہ ڈھانچے کا انتظام مکمل ہو جائے تو کیا برطانوی ہند سے ریاستیں متحدہ طور پر تعلق قائم کریں گی یا علیحدہ علیحدہ؟ نواب صاحب نے کہا کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں جس بندوبست کا ذکر کیا گیا ہے اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اگر ایک ڈھیلا ڈھالا وفاق ہو تو ریاستوں کی نمائندگی کیلئے حسب ذیل متبادل صورتوں میں سے کوئی ایک ضرور کامیاب ہو سکتی ہے:

الف۔ ایک یا دو بڑی ریاستوں کو کل ہند ڈھانچے میں انفرادی نمائندگی ملے گی اور باقی ریاستیں ایک نیم وفاق (Confederation) بنالیں گی اس طرح وفاقی اور نیم وفاقی انتظامیہ میں ریاستوں کے بالفرض نو (۹) نمائندے ہوں گے جن میں سے تین بڑی ریاستوں اور باقی چھ نیم وفاقی ریاستوں کے ہوں گے۔

ب۔ علاقہ وار ریاستوں کے گروپ اپنا اپنا نیم وفاق بنالیں گے اور مرکز میں ہر نیم وفاق کی نمائندگی ہوگی۔

نواب صاحب کا خیال تھا کہ ان دو متبادل صورتوں میں سے ایک کو عمومی حمایت حاصل ہو سکے گی اور یہ کہ چھوٹی ریاستیں علیحدہ قدم نہیں اٹھائیں گی۔

وائسرائے کے ایک سوال کے جواب میں نواب صاحب نے کہا کہ عبوری دور میں اقتدارِ اعلیٰ ترمیمی شکل میں ہونا چاہئے۔ تاجِ برطانیہ اور والیانِ ریاست کے درمیان غیر طے شدہ

مسائل کا تصفیہ ہو جانا چاہئے۔ خاص طور پر ریاستیں یہ چاہتی ہیں کہ ریاستوں اور تاجِ شاہی کے نمائندے یا برطانوی ہند کے درمیان متنازع معاملات کی ثالثی ایک آزاد ٹربیونل کرے۔ اس وقت نمائندۂ شاہی ایک ٹربیونل قائم کرنے کی اجازت دے سکتا ہے تاہم ریاستوں کا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی فریق اسے اپنا حق سمجھ کر ٹربیونل کا مطالبہ کر سکتا ہے اور یہ کہ ٹربیونل کے فیصلوں کی تعمیل لازمی ہونی چاہئے۔

وفد نے یہ بات نواب صاحب پر واضح کر دی کہ نہ تو عبوری دور میں اور نہ ہی آخری فیصلے پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملک معظم کی حکومت اقتدار اعلیٰ کے اختیارات کسی ہندوستانی حکومت کے سپرد کرے۔ نواب صاحب نے کہا کہ ریاستیں کبھی یہ قبول نہیں کریں گی کہ آزادی کے بعد بھی اقتدار اعلیٰ برقرار رہے۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ عبوری دور میں اقتدارِ اعلیٰ میں کچھ ترامیم ہونی چاہئیں۔

سیکریٹری آف اسٹیٹ نے اس ضرورت کا ذکر کیا کہ اختیارات کے مکمل تبادلے کے بعد ریاستوں اور برطانوی ہند کے مابین نئے معاہدے ہونے چاہئیں اور یہ مشورہ بھی دیا کہ عبوری دور میں مالیاتی اور معاشی معاملات کا بھی آسانی سے تصفیہ ہو سکتا ہے۔ ان مذاکرات میں ریاستوں کو اگر کسی مدد کی ضرورت ہو تو اس کیلئے ہم بخوشی تیار ہیں۔

سر اسٹیفورڈ کرپس نے پوچھا آیا نواب صاحب کے خیال میں آج کے تبادلۂ خیال سے ریاستوں کے داخلی سیاسی ڈھانچے کے متعلق گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔ نواب صاحب کو یقین تھا کہ ایسا ہوگا۔ والیانِ ریاست کا خیال ہے کہ ان کی ریاستوں کے داخلی امور کا تعلق خود ان سے ہے۔ ریاستوں کی انتظامیہ میں ریاستوں کے عوام کی شرکت کی حوصلہ افزائی کرنے میں حکمران کافی حد تک آگے بڑھ چکے ہیں۔ تاہم والیانِ ریاست کو ہندوستان کے حالات میں برطانوی پارلیمانی نظام پسند نہیں ہے۔

سیکریٹری آف اسٹیٹ نے کہا کہ ایک معاملہ ایسا ہے جس میں وفد چانسلر سے مشورہ کرنا چاہتا ہے۔ وفد سے درخواست کی گئی ہے کہ انہیں ریاستوں کے عوامی نمائندوں سے ملنا

چاہئے۔نواب صاحب نے کہا کہ ان کے خیال میں اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے نمائندوں کو بلا کر ان کی رائے معلوم کرنے پر ریاستوں کو سخت اعتراض ہوگا اور اس فعل کا کوئی جواز بھی نہیں ہے کیونکہ اس ادارے کے ارکان کو ریاست کے لوگوں نے منتخب نہیں کیا ہے۔سر اسٹیفورڈ کرپس نے کہا کہ آیا والیانِ ریاست اس بات پر تیار ہوں گے کہ وہ تین یا چار ایسے افراد کو نامزد کریں جو ان کی ریاست کے منتخب نمائندے ہوں جن سے وفد ریاستوں کے عوامی نمائندے کی حیثیت میں ملاقات کر سکے۔نواب صاحب نے کہا کہ اگر متعلقہ حکمرانوں کو انفرادی طور پر اس پر کوئی اعتراض نہ ہو تو یہ تجویز قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔

۱۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر ۱

۲۔چانسلر، ایوانِ والیانِ ریاست

## ۱.۲

# ریاستوں کے ساتھ معاہدوں اور اقتدارِ اعلیٰ پر کابینہ مشن کی یادداشت[۱]

## (اقتباس)

۱۲ مئی ۱۹۴۶ء

دارالعوام میں برطانوی وزیراعظم کے حالیہ بیان سے پہلے ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو یقین دلایا گیا تھا کہ تاجِ برطانیہ کا کوئی ارادہ نہیں کہ ان کی (حکمرانوں کی) منظوری کے بغیر تاج برطانیہ سے ان کے تعلقات اور معاہدوں اور اقرارناموں میں جن حقوق کی ضمانت دی گئی ہے ان کو تبدیل کرنے کیلئے کوئی قدم اٹھایا جائے اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا تھا کہ مذاکرات کے نتیجے میں جن تبدیلیوں پر حکمران رضامند ہوئے ہیں انہیں بھی بلاوجہ روکا نہیں جائے گا۔ایوان والیانِ ریاست (Chamber of Princes) نے تصدیق کی ہے کہ ہندوستان کی

مکمل آزادی کیلئے ملک میں جو خواہش عام ہے اس میں ہندوستانی ریاستیں بھی برابر کی شریک ہیں۔ برطانوی حکومت نے اب اعلان کیا ہے کہ اگر برطانوی ہند کی حکومت یا حکومتیں آزادی چاہتی ہیں تو ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ ان اعلانات کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جو لوگ ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی دولت مشترکہ کے اندر یا باہر ہندوستان آزادی کا درجہ حاصل کرلے۔ وفد اس لئے یہاں آیا ہے کہ اس خواہش کی تکمیل میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں دور کرنے میں مدد کرسکے۔

نئے دستور کے تحت برطانوی ہند کے آزاد یا خودعنان ہونے سے پہلے عبوری دور میں اقتدار اعلیٰ برقرار رہے گا اور حکومتِ برطانیہ کسی بھی حالت میں اقتدار اعلیٰ کو کسی ہندوستانی حکومت کو نہ تو منتقل کرسکتی ہے اور نہ کرے گی۔

اسی دوران ہندوستان کیلئے نیا آئینی ڈھانچہ تشکیل دینے میں ہندوستانی ریاستیں اہم کردار ادا کرسکتی ہیں اور ہندوستانی ریاستوں نے برطانوی حکومت کو مطلع کیا ہے کہ خود ان کے اور پورے ہندوستان کے مفاد میں ہے کہ وہ آئینی ڈھانچے کی تشکیل میں مدد کریں اور جب وہ مکمل ہوجائے تو اس میں اپنی مناسب جگہ سنبھال لیں۔ یہ کام بخوبی اسی طرح ہوسکتا ہے کہ حکمران ہر ممکن طریقے سے اپنی حکومتوں کو بلند ترین معیار پر لائیں تاکہ ان کا موقف مضبوط ہوجائے۔ جہاں کسی ریاست کے موجودہ وسائل سے مناسب معیار حاصل نہیں ہوسکتا تو ایسی صورت میں ریاستیں یا تو ایک بڑا مجموعہ تشکیل دیں یا کسی بڑی ریاست میں شرکت کرلیں تاکہ آئینی ڈھانچے میں شامل ہونے کی اہل ہوسکیں۔

عبوری دور میں ریاستوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ باہمی دلچسپی کے معاملات پر اور خصوصاً مالیاتی اور معاشی شعبوں پر برطانوی ہند کے ساتھ مذاکرات کریں۔

جس وقت برطانوی ہند میں مکمل خودعنان یا آزاد حکومت یا حکومتیں وجود میں آجائیں گی تو ان حکومتوں پر برطانوی حکومت کا اثر رسوخ اتنا نہیں ہوگا کہ وہ اقتدار اعلیٰ کی ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں۔ لہٰذا اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ برطانوی حکومت اقتدار اعلیٰ کے اختیارات پر عمل

درآمد بند کردے گی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاستوں کے وہ حقوق جو تاجِ شاہی کے تعلقات پر مبنی تھے وہ اب مفقود ہو جائیں گے اور وہ تمام حقوق جو ریاستوں نے مقتدر اعلیٰ کو سپرد کئے تھے واپس ریاستوں کو مل جائیں گے۔ سیاسی انتظامات جو ایک طرف ریاستوں کے مابین تھے اور دوسری جانب برطانوی حکومت اور برطانوی ہند کے ساتھ کئے گئے تھے وہ سب ختم ہو جائیں گے۔اس خلاء کو پُر کرنے کیلئے ریاستوں کو یا تو برطانوی ہند کی جانشین حکومت یا حکومتوں کے ساتھ وفاقی رشتہ جوڑنا پڑے گا اور اگر یہ ممکن نہیں ہوسکا تو اس کے یا ان کے ساتھ کوئی خاص سیاسی انتظام کرنا ہوگا۔

ا۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر۲

## ۱.۳

## ایرک میول (Eric Mieville) بنام محمد علی جناح[۱]

## (نجی)

وائسرائے ہاؤس۔نئی دہلی

۵ جون ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح

آپ کی نجی اور مخفی اطلاع کیلئے مَیں وائسرائے کی ایک میٹنگ کی روداد کی نقل ارسال کررہا ہوں جو انہوں نے ۳ جون منگل کی دوپہر کو ریاستوں کی مذاکراتی کمیٹی کے ساتھ کی تھی کیونکہ میرا خیال ہے کہ اس کی روداد سے آپ کو دلچسپی ہوگی۔

آپ کا مخلص

ایرک میول

ا۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر۳

# ۳۔۱ کا ملفوفہ

## ریاستوں کی مذاکراتی کمیٹی سے وائسرائے کی میٹنگ

## (اقتباس/خفیہ)

وائسرائے ہاؤس۔نئی دہلی

۳ جون ۱۹۴۷ء

### روداد

### (پیرے ۱ تا ۹ حذف کر دیئے گئے ہیں)

### سقوطِ اقتدارِ اعلیٰ

۱۰۔سر سی پی راماسوامی آئر[۱] (Ramaswami Aiyar) نے کہا کہ وہ وائسرائے سے استدعا کرنا چاہتے ہیں کہ اختیارات کی منتقلی سے پہلے اقتدار اعلیٰ میں یا تو نرمی کر دی جائے یا اسے ساقط کر دیا جائے۔ایسی صورت میں ریاستیں اس قابل ہو جائیں گی کہ وہ دونوں مملکتوں کی متوقع حکومتوں کے ساتھ مساوی بنیاد پر مذاکرات کر سکیں۔انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ بعض ریاستیں ڈومینین میں شامل نہ ہونا چاہیں۔علاوہ ازیں اس سے ان کی سودا کاری کی حیثیت بھی مضبوط ہو گی۔

۱۱۔وائسرائے نے کہا کہ ان کی رائے میں اقتدار اعلیٰ عنقریب ساقط ہونے والا ہے جس کے نتیجے میں ریاستیں مکمل آزادی سے مذاکرات کر سکتی ہیں۔

۱۲۔سر کونریڈ کورفیلڈ (Conrad Corfield) نے کہا کہ اقتدار اعلیٰ پہلے ہی مراجعت کے عمل میں ہے۔

### معاشی اور کاروباری معاہدے، دعاوی اور ٹھیکے

۱۳۔سر بی ایل متر[۲] (B. L. Mitter) نے پوچھا کہ جب اقتدار اعلیٰ ساقط ہو جائے گا تو معاشی اور کاروباری معاہدوں کا کیا بنے گا۔وائسرائے نے کہا کہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط اور نئے یا ترمیم شدہ معاہدوں پر تصفیہ ہونے کے درمیانی عرصے میں عارضی انتظامات ہونے کی ضرورت

ہے تا کہ کوئی انتظامی خلاء پیدا نہ ہو۔ یہ عارضی انتظامات علیٰ حالہٖ بنیاد پر ان ترمیمات کے ساتھ ہو سکتے ہیں جو اس لئے ضروری ہوگئی ہیں کہ جو حقوق ریاستوں نے برطانیہ کو سپرد کئے تھے وہ اب انہیں واپس مل جائیں گے۔

۱۴۔ نواب بھوپال نے کہا کہ معاہدوں پر مذاکرات کے علاوہ بعض دعاوی ایسے بھی ہیں جن کا تصفیہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط سے پہلے ہونا چاہئے۔ ان کی تجویز تھی کہ اس کام کیلئے ایک وقتی ادارہ قائم کرنا چاہئے۔ سر راماسوامی مدالیارؔ (Ramaswami Mudaliar) نے یہ نکتہ پیش کیا کہ دونوں مملکتوں اور ریاستوں کے نقطۂ نظر سے تمام معاملات کا تصفیہ ہونا بہت ضروری ہے۔

(پیرے ۱۵ تا ۱۷ حذف کر دیئے گئے ہیں)

۱۸۔ راجہ بلاسپور (Bilaspur) نے پوچھا کہ ریاستوں کی کسی ایک مملکت کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت آیا آزادانہ انتخاب کا معاملہ ہوگا۔ وائسرائے نے اس کی تصدیق کی۔ راجہ بلاسپور نے پھر یہ سوال کیا کہ آیا متعلقہ دستور ساز اسمبلیاں اپنے دساتیر اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط سے پہلے تشکیل دیں گی یا بعد میں۔ وائسرائے نے جواب دیا کہ امکان ہے کہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی اس تاریخ سے پہلے ہی اپنے دستور کے اہم نکات مکمل کر لے گی۔ جہاں تک پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا سوال ہے تو ان کے خیال میں مسٹر جناح دستور کے عنوانات پر کام کر رہے ہیں تاہم یہ صرف رہنما اصول ہوں گے اور اقتدار اعلیٰ کے سقوط سے پہلے کوئی ٹھوس کام عمل میں نہیں آ سکے گا۔ بہر صورت اقتدار اعلیٰ ہر حالت میں اسی وقت ساقط ہو جائے گا جس وقت خود مختار مملکتیں وجود میں آ جائیں گی جن کی تشکیل ۱۹۳۵ء کے قانون (جس میں اس مقصد کیلئے ترمیم کی جائے گی) کے تحت ہوگی۔

۱۹۔ راجہ بلاسپور نے پھر پوچھا کہ ان ریاستوں کا کیا ہوگا جو کسی دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہونا چاہتیں۔ آیا برطانوی حکومت نے اپنے ساتھ ان کے مسلسل تعلقات کے متعلق بھی غور کیا ہے؟ وائسرائے نے کہا کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ دو مملکتیں کیا شکل اختیار کریں گی یہ سوال محض قیاسی ہے اور اس مرحلے پر وہ تیار نہیں کہ اس مسئلے کا ذکر برطانوی حکومت سے کریں۔

لیکن یہ بات واضح ہے کہ ان ریاستوں کا پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ وہ برطانوی ہند کی جانشین حکومتوں میں سے کسی ایک یا دونوں سے انتظامی معاملات کے بارے میں مذاکرات شروع کریں۔ قطع نظر اس کے کہ آیا کوئی ریاست کسی ایک مملکت میں شامل ہوتی ہے یا نہیں، یہ بات واضح ہے کہ جغرافیائی اور معاشی وجوہات کی بناء پر اس طرح کے انتظامات ہونا بہت ضروری ہیں۔

۲۰۔ ایک سوال کے جواب میں وائسرائے نے کہا کہ ارادہ تو یہ تھا کہ متعلقہ مملکتوں کو تجویز کیا جائے کہ ان کی دستور ساز اسمبلیاں بطور پارلیمنٹ کام کریں۔

۲۱۔ سر راماسوامی مدالیار نے پوچھا کہ اگر دستور ساز اسمبلیاں قانون سازی کے فرائض انجام دینے لگیں تو کیا قانون سازی کے وقت ریاستوں کے نمائندے اس میں عدم شرکت کو پسند نہیں کریں گے اور صرف دستور سازی کے وقت موجود رہیں گے۔ وائسرائے نے کہا کہ اس نکتے پر ریاستیں کسی مخصوص اقدام کی پابند نہیں ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ دستور ساز اسمبلیوں کے نئے فرائض کا مسئلہ ابھی تجویز کے مرحلے میں ہے۔

(پیرے ۲۲ تا ۲۷ حذف کر دیے گئے ہیں)

۱۔ ٹراونکور کے دیوان۔

۲۔ بڑودہ کے دیوان۔

۳۔ میسور کے دیوان۔

## ۱.۴

# نواب بھوپال کا نوٹ[1]

## (انتہائی خفیہ)

بھوپال

۶ جون ۱۹۴۷ء

شاید آپ (مسٹر جناح) کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ وائسرائے اگرچہ علانیہ نہیں مگر بالواسطہ ریاستوں پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ ہندوستان کی موجودہ دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو

جائیں۔آپ کو چاہئے کہ وائسرائے سے سخت احتجاج کریں اوران سے کہیں کہ اس طرح کا دباؤ پاکستان کے حق میں ناانصافی ہے۔ریاستوں کواس سلسلے میں یکسر آزادرہنے دینا چاہئے تا کہ وہ جو کچھ کریں اپنی مرضی سے کریں۔وہ جس دستورساز اسمبلی میں چاہیں رضا کارانہ طور پر شامل ہوسکتی ہیں۔اگر وہ آزادرہنا چاہتی ہیں تو وہ ایسا بھی کرسکتی ہیں۔کسی ایک دستورساز اسمبلی میں شامل ہونے کیلئے ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالنا چاہئے۔اگر وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں تو ہم انہیں مناسب شرائط پیش کرسکتے ہیں تا کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ انہیں کس طرف جانا چاہئے۔

میری (نواب بھوپال کی) یہ پختہ رائے ہے اور مَیں یہ انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی دستورساز اسمبلی بننے کا انتظار کئے بغیر، کیونکہ اس کام میں ابھی ۲ یا ۳ ماہ لگ جائیں گے، مسٹر جناح کو چاہئے کہ وہ فوراً چار یا پانچ افراد (فی صوبہ ایک) پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیں جو پاکستان میں شرکت کی خواہشمند ریاستوں کے ساتھ گفت وشنید اور مذاکرات کرے۔

اس کمیٹی کی تشکیل کا اعلان جتنی جلد ہوسکے ہوجانا چاہئے اور یہ اعلان بہت کشادہ دل اور ہمدردانہ ہونا چاہئے اوراس میں پچھلے اعلانات سے بہتر اور فراخدلانہ شرائط ہونی چاہئیں۔اس اعلان سے ریاستوں کو یہ تاثر ملے کہ اس طرح کے تعلقات سے ان کی حاکمیت، سالمیت اور آزادی کو کسی طرح کا خطرہ نہیں ہوگا۔یہ تعلقات باہمی دلچسپی کے چند معاملات مثلاً دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے شعبوں تک محدود رہیں گے البتہ ان تین شعبوں میں ایسے شعبوں کا بھی اضافہ ہوسکتا ہے جو ریاستیں آزادی سے اور رضا کارانہ طور پر شامل کرنا چاہیں۔

جہاں تک ان کے داخلی معاملات کا تعلق ہے تو پاکستان ان میں دخل اندازی یا مداخلت کی خواہش نہیں رکھے گا لیکن پاکستان ضرور یہ چاہے گا کہ ہر ریاست کا حکمران اپنی حکومت عوامی بنیاد پر جمہوری بنائے اور انسانی حقوق کی حفاظت کیلئے قانون نافذ کرے۔جمہوری بنانے کا یہ عمل ضروری نہیں کہ برطانیہ یا دوسرے مغربی ملکوں کی پیروی میں ہو بلکہ ترجیحاً وہ مقامی حالات پر مبنی ہو۔پاکستان کی یہ خواہش بھی ہوگی کہ ریاستیں اپنے آئین اس طرح کے بنائیں کہ حکمران واضح آئینی ذرائع سے بطور آئینی حکمراں فرمانروائی کریں۔

ان ریاستوں کو جو غالباً پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں ہم بلا تذبذب یہ یقین دلا سکتے ہیں کہ ان سے ہمدردی اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے گا۔ ایسے معاملات میں دھمکیوں یا دباؤ ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ تمام شراکتی ریاستوں کو اپنا سمجھ کر ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

یہ صرف اس منصوبے کا خاکہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تھا اور اگر مسٹر جناح چاہیں تو مَیں بخوشی اسے زیادہ تفصیل اور وضاحت سے پیش کر سکتا ہوں تاہم یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ مسٹر جناح کو اس پر فوری اور سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہئے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۴

## ۱.۵

# کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں سے وائسرائے کی میٹنگ کی روداد[1]

## (اقتباس/خفیہ)

نئی دہلی

۱۳ جون ۱۹۴۷ء

آئٹم نمبر ۱: ریاستیں

ریاستوں کی آزادی

پنڈت نہرو نے کہا کہ وہ اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو ریاستیں بھی چاہیں کہ وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہوں تو وہ ایسا کر سکتی ہیں۔ لیکن کابینہ مشن کی یادداشت میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس کے تحت کوئی ریاست آزادی کا دعویٰ بھی کر سکتی ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے خیال میں ریاستیں یہ کہنے کی پوری طرح حقدار ہیں کہ وہ دونوں میں سے کسی بھی دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہونا چاہتیں۔ ہر ہندوستانی ریاست ایک

آزاد وخودمختار ریاست ہے۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ وہ اس بات سے مکمل طور پر اختلاف کرتے ہیں اورانہوں نے یہ بات بطورایک قانون داں کے کہی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ جوانہوں نے کہاہے وہ بھی ایک قانون داں کی حیثیت سے کہاہے۔ پنڈت نہرو نے تجویز پیش کی کہ اس نکتے پر فیڈرل کورٹ کی رائے معلوم کی جانی چاہئے۔

پنڈت نہرو نے پوچھا کہ آزادریاست کے معیارات کیا ہیں۔ایک یہ کہ بین الاقوامی تعلقات کی استعداد ہو۔ ریاستوں میں اس قسم کی کوئی استعداد نہیں ہے۔ دوسری قابلیت اعلانِ جنگ ہے۔ریاستوں میں یہ قابلیت بھی نہیں ہے۔

پنڈت نہرو نے پھر کیبنٹ مشن کی یادداشت سے کئی اقتباسات پڑھےاور کہا کہ ان کی رائے میں اس بیان کا پس منظر یہ ہے کہ ریاستیں کسی ایک حکومت کے ڈھانچے میں شامل ہوجائیں۔

مسٹر جناح نے اپنے نقطۂ نظر کو دہرایا کہ کابینہ مشن نے ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے کہ ہر ریاست بالضرور کسی ایک دستور ساز اسمبلی میں شامل ہوجائے۔ ریاستیں خود فیصلہ کرنے میں آزاد ہیں لیکن کئی معاملات ایسے بھی ہیں جن کا تصفیہ ہونے کی ضرورت ہے۔تاجِ شاہی کے نمائندے کی موجودگی میں یہ کام انہی کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ یہ کانگریس اور مسلم لیگ کے مفاد میں ہے کہ یہ تصفیے تمام کئے جائیں۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ وہ اس تجویز سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ان کا مدعا یہ نہیں تھا کہ ہر ریاست کو پابند کیا جائے کہ وہ ضرور کسی ایک یا دوسری دستور ساز اسمبلی میں شامل ہولیکن اگر ریاستیں شامل نہیں ہوتیں تو انہیں کوئی دوسرا انتظام کرنا ہوگا۔اس طرح کے دوسرے انتظام سے پہلے آزادی کے اعلانات نہ تو ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہونے چاہئیں۔

## ریاستوں اور برطانوی ہند کی جانشین حکومتوں کے درمیان
## مشترکہ دلچسپی کے مسائل طے کرنے کا نظام کار

اس مسئلے کو ذہن میں رکھتے ہوئے وائسرائے نے ریاستوں اور برطانوی ہند کی

جانشین حکومتوں کے درمیان مشترک دلچسپی کے مسائل طے کرنے کے نظام کار پر ایک دستاویز تیار کرنے کا بندوبست کیا تھا۔ اس دستاویز میں دو متبادل تجاویز پیش کی گئیں۔ یہ کہ ریاستوں کو یہ اختیار دیا جانا چاہئے:

الف۔ کہ وہ جانشین حکومتوں کے مقامی نمائندوں سے معاملہ کریں۔ یا

ب۔ جانشین حکومتوں کے صدر مقاموں میں اپنے نمائندے مقرر کریں

وائسرائے نے کہا کہ ان کے خیال میں انتخاب کیلئے ان دو متبادل تجاویز کو ریاستوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ ان کے خیال میں اس متبادل تجویز کا انتظام سب سے بہتر ہوگا کہ ہر ریاست یا ریاستوں کا گروہ مخصوص حکومت کے صدر مقام میں ایک نمائندہ یا نمائندے مقرر کرے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ انکے خیال میں یہ تجاویز ایک غلط بنیاد پر مبنی ہیں۔ دونوں ہی خیال کچھ اچھے نہیں ہیں۔ موجودہ انتظامات کو برقرار رہنا چاہئے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ پولیٹکل ڈپارٹمنٹ اور ریذیڈنٹ حضرات کو، جب تک انہیں واپس نہ لیا جائے، اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کا مطلب آزادی نہیں ہونا چاہئے۔ کس قسم کا نظام کار تشکیل دیا جائے یہ کام حکومت ہندوستان کا ہے۔ اگر کوئی ریاست مرکزی حکومت کی پالیسی کی مخالفت پر آمادہ ہے تو اسے ایک حریفانہ فعل تصور کیا جائے گا اور ایسی ریاستوں کی ساری مراعات ختم کر دی جائیں گی۔

وائسرائے نے کہا کہ وہ دونوں نئی حکومتوں کے ان حقوق کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ریاستوں کے معاملات نمٹانے کیلئے نئے ڈپارٹمنٹ تشکیل کر سکتے ہیں لیکن ان کا مشورہ ہے کہ اسے پولیٹکل ڈپارٹمنٹ نہ کہا جائے بلکہ اس کے لئے زیادہ پسندیدہ نام ''اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ'' ہوگا۔ اسے دو شعبوں میں تقسیم کر کے فوراً قائم کرنا چاہئے تا کہ ملک کی تقسیم کے وقت یہ ڈپارٹمنٹ تیار رہے۔

وائسرائے نے کہا کہ انہیں یقین ہے کہ یہ فیصلہ ریاستوں کو کرنا چاہئے کہ آیا وہ کسی

ایک دارالحکومت میں اپنے نمائندے بھیجیں یا جانشین حکومتوں کے نمائندوں کی پیشوائی کریں۔

## علیٰ حالہٖ انتظامات کا فارمولا

اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے وقت علیٰ حالہٖ انتظامات سے متعلق ایک فارمولے کا مسوّدہ سب میں تقسیم کیا گیا۔اس بات پر سب نے اتفاق کیا کہ فارمولے سے منسلک جدول میں جن مشترکہ دلچسپی کے معاملات کا خصوصی طور پر ذکر نہیں ہے، ان کو جدول میں ترمیم کر کے شامل کر دیا جائے۔

وائسرائے نے مشورہ دیا کہ اس مسوّدے کا تفصیل سے جائزہ لینے کیلئے دونوں جماعتوں کو کچھ زیادہ وقت درکار ہوگا۔ان کے خیال میں تجویز کردہ معاہدے پر دستخط کرنے کیلئے ریاستوں کو اپنے نمائندے بھیجنے چاہئیں۔

## ریاستوں کی افواج

سردار بلدیو سنگھ نے خیال ظاہر کیا کہ ریاستوں کی افواج کی نگرانی پہلے کمانڈر انچیف کیا کرتے تھے۔سر کونریڈ کورفیلڈ (Conrad Corefield) نے وضاحت کی کہ یہ کوئی قطعی نگرانی نہیں تھی بلکہ یہ ایک سمجھوتہ جیسی چیز تھی جس کا اطلاق خصوصی طور پر ان یونٹوں (دستوں) پر ہوتا تھا جو ہندوستانی ریاستوں کی افواج کی اسکیم میں معاہدوں کے تحت شامل تھے۔ریاستیں اس اسکیم کے باہر بھی اپنی افواج رکھ سکتی تھیں لیکن انہیں اسلحہ اور ساز وسامان کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی جبکہ اسکیم میں شامل دستوں کو اسلحہ اور ساز وسامان مفت دیا جاتا تھا۔

بلدیو سنگھ نے پوچھا کہ آیا ریاستیں آزادانہ طور پر جہاں سے چاہیں اسلحہ حاصل کر سکتی ہیں۔سر کونریڈ کورفیلڈ نے کہا کہ ان کی تجویز ہے کہ کہ جائز مقاصد کیلئے مرکزی حکومت قیمتاً اسلحہ مہیا کر سکتی ہے۔اگر پہلے کوئی سمجھوتہ کر لیا گیا تو حقیقی نگرانی بھی ہو سکے گی۔

۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۵

# ۱.۶

# نواب بھوپال بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

## (ذاتی اور خفیہ)

قصر سلطانی۔ بھوپال

۱۴ جون ۱۹۴۷ء

جناب عالی

آپ کے غور و خوض کیلئے مَیں ایک نوٹ ملفوف کر رہا ہوں جس میں ماؤنٹ بیٹن پلان پر میری سوچ کا ماحصل درج ہے۔ مجھے علم نہیں کہ برطانوی حکومت کے مقاصد اور زیرِ غور نکات کیا تھے جن پر آمادہ ہو کر اس نے ریاستوں کو ایسی ناگوار حالت میں چھوڑ دیا جس میں وہ اس پلان کے تحت اپنے آپ کو پاتے ہیں۔ مَیں صرف یہی قیاس کر سکتا ہوں کہ انہیں یہ امید تھی کہ اس طرح سے انڈین نیشنل کانگریس کے موجودہ رہنماؤں کو مطمئن کیا جا سکے گا۔ بات اگر یہی ہے تو مَیں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ بہت کم عرصے ہی میں یہ امید غلط ثابت ہو جائے گی۔ برطانیہ کے ساتھ کانگریس کی ہمیشہ سے اور اب تک غیر مصالحانہ عداوت رہی ہے۔ جنگ کے دوران زندگی اور موت کی جدوجہد میں ریاستوں نے جو کردار ادا کیا تھا آپ اس سے بھی واقف ہیں۔ ریاستوں نے اپنے ملک کو بیرونی جارحیت اور تسلط سے بچانے کیلئے کانگریس سے کہیں زیادہ کام کیا ہے۔

منسلکہ نوٹ میں مَیں نے ترجیحاً خود کو ریاستوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی پالیسی تک محدود رکھا ہے۔ مَیں نے ان دشواریوں کا ذکر کیا ہے جو ہندوستان کے آئندہ دستور کی تشکیل میں حصہ بٹانے کیلئے ریاستوں کی راہ میں کانگریس نے پیدا کر دی تھیں۔

آپ کا مخلص

حمید اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶

# ۶.۱ کا ملفوفہ

# ریاستوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی پالیسی پر نوٹ

## (اقتباس)

ہندوستان کے وہ حصے جن پر انگریزوں نے قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی وہ برطانوی ہند کہلائے اور وہ حصے جن کی حاکمیت ہندوستانی حکمرانوں کے پاس تھی وہ ہندوستانی ریاستوں کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ ان ریاستوں نے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ اور بعد میں برطانوی حکومت کے ساتھ معاہدے کئے تھے۔ یہ ریاستیں تمام معاملات میں خود مختار ریاستیں تھیں بجز ان پابندیوں اور ذمہ داریوں کے جو معاہدوں کے تحت ان پر فرض تھیں اور جنہیں جامع طور پر تاجِ برطانیہ کا اقتدارِ اعلیٰ کہا جا سکتا ہے۔ ریاستوں اور تاجِ برطانیہ کے درمیان جو مراسم قائم ہوئے تھے ان کا تعلق صریحاً ریاستوں اور تاجِ شاہی سے تھا۔ برطانوی ہند اور ریاستوں کے درمیان ہمسایوں جیسے تعلقات تھے جبکہ برطانوی ہند تاجِ شاہی کا علاقہ تھا اور اس میں رہنے والے لوگ برطانیہ کی رعایا تھے۔ ہندوستانی ریاستوں کے علاقے نہ تو برطانوی تھے اور نہ ہی ان علاقوں کے عوام برطانیہ کی رعایا بلکہ وہ متعلقہ حکمرانوں کی رعایا تھے۔

فطری طور پر برطانوی حکومت اور برطانوی ہند کے عوام کے درمیان تعلقات نہ تو مستقل رہ سکتے تھے اور نہ ہی انہیں مستقل رکھنے کا کوئی ارادہ تھا۔ یہ تصور ہمیشہ سے تھا کہ جلد یا بدیر برطانوی ہند کا اقتدار برطانوی ہندوستانیوں کو سونپ دیا جائے گا۔

دوسری جانب ریاستوں کے متعلق برطانوی پالیسی کا کسی وقت بھی ایسا کوئی واضح نصب العین نہیں تھا۔ اس کا سبب ان تعلقات کی نوعیت میں پایا جاتا ہے جو تاجِ برطانیہ اور ریاستوں کے حکمرانوں کے درمیان قائم تھے۔ یہ تعلقات معاہدوں پر مبنی تھے جن میں باہمی اتفاق رائے سے کسی وقت بھی تبدیلی لائی جا سکتی تھی۔

برطانوی ہند میں فرقہ وارانہ اختلافات نے ایک متحدہ ہندوستان کے حصول کو ناممکن بنا دیا ہے۔ برطانوی حکومت اور سیاسی جماعتوں نے برطانوی ہند کو مسلم ہندوستان اور ہندو

ہندوستان میں تقسیم کرنے کو بالآخر قبول کرلیا ہے۔ برطانوی ہند میں جب سیاسی صورتِ حال واضح ہوگئی جسے تاج شاہی نے بھی تسلیم کرلیا ہے تو یہ امر بھی عیاں ہوگیا کہ برطانوی ہند کے مقصد کے حصول کے ساتھ ہی تاجِ برطانیہ اور ریاستوں کے تعلقات میں بنیادی تبدیلی آجائے گی۔ سیاسی طور پر ایک آزاد برطانوی ہند میں حکومتِ برطانیہ اس قابل نہیں رہے گی کہ اقتدارِ اعلیٰ کی مراعات کا دعویٰ کرے یا اس کی ذمہ داریوں کو ادا کرسکے۔ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے ساتھ ہی ریاستیں ازخود آزاد اور خودمختار ہوجائیں گی۔ یہ فیصلہ خود ریاستوں کو کرنا تھا کہ آیا وہ ایک دوسرے کے ساتھ یا برطانوی ہند سے یا تاجِ برطانیہ یا برطانوی دولتِ مشترکہ کے ارکان کے ساتھ آئینی یا معاہداتی تعلقات قائم کرنا چاہتی ہیں۔ ریاستیں بین الاقوامی سطح پر کسی بھی دوسری خودمختار ریاستوں کے ساتھ تعلقات قائم کرسکتی ہیں۔

یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں برطانوی ہند کی جانشین حکومت یا حکومتوں کو منتقل کی جائیں۔ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ تاجِ برطانیہ سے تعلقات میں ریاستیں خودمختار تھیں بجز چند معاملات کے جو مخصوص معاہدوں کے تحت تھے۔ برطانوی ہند یا اس کے کسی حصے کے ساتھ ریاستیں کسی قسم کے فرائض ادا کرنے کی پابند نہیں تھیں۔ تاجِ برطانیہ نے اس موقف کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے اور اس کا ثبوت وہ متعدد بیانات اور اعلانات ہیں جو اس بارے میں دیے گئے ہیں۔

ریاستوں کے عوام بھی ان ہی مذاہب اور مسالک پر عمل کرتے ہیں جو باقی ہندوستان میں مروج ہیں۔ لیکن خوش قسمتی سے ریاستوں میں مذہب کی بنیاد پر سیاسی تقسیم کا نظریہ رواج نہیں پاسکا۔ ریاستوں کی حکومتیں بادشاہی نظام پر قائم ہیں لیکن ریاستوں کو اس ضرورت کا مکمل ادراک ہے کہ جمہوری طرز کے نمائندہ اداروں کے ذریعے اپنے عوام کو حکومت اور انتظامیہ میں شریک کریں۔

ماؤنٹ بیٹن پلان ہندوستان کی ہندو اور مسلم ہندوستان میں سیاسی تقسیم کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ پلان ان اصولوں کے بالکل خلاف ہے جن سے ریاستیں ہمیشہ وابستہ رہی ہیں۔ جس

وقت برطانوی حکومت نے ہندوستان کی مذہبی بنیاد پر تقسیم کو قبول کر لیا تو اسے چاہئے تھا کہ وہ ریاستوں کے نمائندوں کو صلاح مشورے کیلئے بلاتی تا کہ یہ معلوم ہوسکتا کہ ہندوستان کی تجویز شدہ تقسیم سے ریاستوں پر کیا اثر پڑے گا اور آیا اس کا امکان ہے کہ سب ریاستوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو ہندوستان کے آئندہ سیاسی اور آئینی بندوبست میں جگہ بھی مل سکتی ہے۔ یہ قدم نہیں اٹھایا گیا اور اس فروگذاشت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ریاستیں خود کو ایک پریشان کن صورت حال میں پاتی ہیں۔

ماؤنٹ بیٹن پلان کے اعلان کے وقت تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ فرقہ وارانہ تقسیم ایک داخلی مسئلہ ہے جس کا اطلاق صرف برطانوی ہند پر ہوگا اور ایک بنیادی شرط کے طور پر یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ برطانوی ہند اور ریاستوں کے درمیان مواقف میں فرقہ وارانہ امور کو خارج از بحث کر دیا جائے گا۔ برطانوی ہند اور برطانوی حکومت کے درمیان سیاسی کشمکش کے ہر مرحلے پر ریاستوں کی جانب سے یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ ریاستوں کو برطانوی ہند کے فرقہ وارانہ نزاع سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ کہ ریاستوں کو یہ امر بھی ناپسند ہے کہ برطانوی ہند سے مستقبل کے تعلقات قائم کرنے میں انہیں برطانوی ہند کی فرقہ وارانہ تقسیم اور اس کے تنازعات کا بھی خیال کرنا پڑیگا۔

فرقہ وارانہ بنیاد پر تقسیم کے اصول کو تسلیم کرتے ہوئے ماؤنٹ بیٹن پلان نے ہر حصے کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں بطور مساوی رکن رہ سکتے ہیں اور چاہیں تو اس سے علیحدہ بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ریاستوں کو یہ اختیار نہیں دیا گیا۔ البتہ وائسرائے نے اپنی پریس کانفرنس میں ریاستوں کو صرف یہ اختیار دیا کہ وہ ہندو ہندوستان یا مسلم ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کر سکتے ہیں۔

ایسے انتظام کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ریاستوں کو برطانوی ہند کی ہندو اور مسلم تقسیم کو نہ صرف مجبوراً تسلیم کرنا پڑے گا بلکہ کسی ایک حصے کے ساتھ اپنی شناخت بھی کرانی پڑے گی اور اس کے ناگزیر نتیجے میں حکمرانوں اور ان کے عوام کو کل ہند مسائل سے نمٹنے کے بجائے اپنا طرزِ عمل ہندو اور مسلم بنیاد پر ڈھالنا پڑے گا۔

یقیناً حکومتِ برطانیہ کی نہ تو یہ خواہش تھی اور نہ ارادہ کہ برطانوی ہند کو خود اختیاری حکومت سونپنے کی قابلِ تعریف خواہش کے نتیجے میں ریاستوں کے حکمرانوں اور لوگوں کے جذبات اور ان کی وفاداریوں کو قربان کر دیا جائے اور ان کے تمام علاقوں میں فرقہ وارانہ ابتری پھیلا دی جائے۔

حمید اللہ

## ۱.۷

## ریاستوں کے بارے میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد[1]

۱۵ جون ۱۹۴۷ء

آل انڈیا کانگریس کمیٹی (اے آئی سی سی) دستور ساز اسمبلی کے کام میں متعدد ہندوستانی ریاستوں کی شرکت پر ان کا خیر مقدم کرتی ہے۔ کمیٹی امید کرتی ہے کہ ایک آزاد ہندوستان کیلئے آئینی ڈھانچہ تعمیر کرنے میں باقی ریاستیں بھی تعاون کریں گی جس میں وفاق کی دوسری وحدتوں کے ساتھ ریاستیں بھی ہم رتبہ اور آزاد رہیں گی۔

۲۔ جو آئینی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں ان میں ریاستوں کے مقام کو کابینہ مشن کی یادداشت مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء اور ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کے بیان میں واضح کر دیا گیا تھا۔ ان دستاویزات کے مطابق یہ مقام اس طرح ہے کہ انڈین یونین صوبوں اور ریاستوں پر مشتمل ہو گی اور انتقالِ اقتدار کے ساتھ ہی اقتدارِ اعلیٰ ساقط ہو جائے گا اور یہ کہ اگر کوئی ریاست یونین سے وفاقی تعلقات قائم نہیں کرنا چاہتی تو وہ کسی دوسرے سیاسی انتظام کے ذریعے اس میں شامل ہو سکتی ہے۔

یادداشت میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ ہندوستانی ریاستوں نے برطانوی حکومت کو مطلع کیا ہے کہ یہ خود ان کے اور پورے ہندوستان کے مفاد میں ہے کہ آئینی ڈھانچہ تعمیر کرنے میں دونوں فریق حصہ بٹائیں اور جب وہ مکمل ہو جائے تو اپنی اپنی مناسب جگہ

سنبھالیں۔ یہ امید بھی ظاہر کی گئی تھی کہ جن ریاستی حکومتوں نے ہنوز یہ قدم نہیں اٹھایا ہے انہیں چاہئے کہ وہ اب اپنی ریاستوں میں نمائندہ اداروں کے توسط سے عوام کی رائے سے قریبی اور مستقل رابطہ قائم رکھیں۔ یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ جب تک نئے معاہدے طے نہیں پاتے مشترکہ دلچسپی کے معاملات میں ریاستوں اور برطانوی ہند کے درمیان موجودہ انتظامات کو برقرار رکھا جائے۔

۳۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ چند ریاستوں میں نمائندہ اداروں کے سلسلے میں کچھ پیش رفت ہوئی ہے تاہم اے آئی سی سی کو افسوس ہے کہ کابینہ کی یادداشت کے بعد جو نازک سال گزرا ہے اس میں یہ پیش رفت وسعت اور ماہیت کے لحاظ سے بہت محدود رہی ہے۔ اے آئی سی سی کو یقین ہے کہ ہندوستان میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات سے ہم آہنگ ہونے کیلئے تمام ریاستیں ان تبدیلیوں کا آغاز کریں گی۔

۴۔ اقتدار اعلیٰ کا نظریہ جس طرح حکومتِ برطانیہ نے پیش کیا ہے اور واضح کیا ہے اس سے کمیٹی اتفاق نہیں کرتی تاہم اُسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط سے جو نتائج برآمد ہوں گے وہ اپنی وسعت میں محدود ہوں گے۔ ریاستوں کے حقوق اور ذمہ داریوں پر علیحدہ علیحدہ غور کرنا ہوگا اور باہمی اتفاق سے یا تو ان کی تجدید کرنی ہوگی یا اس میں تبدیلی لانی ہوگی۔ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط سے حکومتِ ہندوستان اور ریاستوں کے تعلقات منقطع نہیں ہوجائیں گے اور نہ ہی سقوط سے ریاستوں کے آزاد ہوجانے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

۵۔ ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت اور ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کے بیان سے اور پوری دنیا میں عوام کے تسلیم شدہ حقوق کے تناظر میں یہ بات واضح ہے کہ فیصلے ریاستوں کے عوام کی غالب رائے کے مطابق ہونے چاہئیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ عوام کو بالاترین اختیار حاصل ہے اور اگر اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط سے ریاستوں اور تاجِ شاہی کے تعلقات ختم ہوجاتے ہیں تو ان حالات میں عوام کے خلقی حقوق پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔

۶۔ ماضی میں اقتدارِ اعلیٰ کے تحت جو انتظامات کئے گئے تھے ان میں سے ایک پورے ہندوستان کا تحفظ بھی تھا۔ تحفظ کے سلسلے میں مختلف انتظامات پر جو اتفاقِ رائے ہوا تھا ان میں ریاستوں کے اختیارات کو محدود کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی ان کے تحفظ کا یقین دلایا گیا تھا۔ تحفظ کا مسئلہ اور دوسرے معاملات ماضی کی طرح آج بھی اتنے ہی اہم ہیں اور ریاستوں کے مستقبل کا فیصلہ کرتے وقت انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۷۔ اے آئی سی سی یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ہندوستان میں کسی ریاست کو اعلانِ آزادی کا اور باقی ہندوستان سے الگ تھلگ رہنے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ امر دورِ حاضر میں تاریخِ ہندوستان کے رخ اور ہندوستانی عوام کے مقاصد کے منافی ہوگا۔

۸۔ اے آئی سی سی کو یقین ہے کہ والیانِ ریاست موجودہ صورتِ حال کا مکمل ادراک کریں گے اور اپنے عوام کے مکمل تعاون سے جمہوری وحدتوں کے طور پر انڈین یونین میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح اپنے عوام اور پورے ہندوستان کے نصب العین کے حق میں کام کریں گے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۷

## ۱.۸

## ریاستیں آزاد رہنے کا انتخاب کر سکتی ہیں[۱]

حقِ انتخاب ہندوستان اور پاکستان تک محدود نہیں۔ اقتدارِ اعلیٰ ختم ہو جائے گا لیکن منتقل نہیں ہو سکتا۔ جناح کی طرف سے مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کی وضاحت

### مسلم لیگ کا نقطۂ نظر

اپنے ایک بیان میں آج آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر ایم اے جناح نے واضح کیا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے اختتام پر ہندوستانی ریاستیں ہندوستان کی یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے میں آزاد ہوں گی یا چاہیں تو آزاد رہ سکتی ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا:

''ہندوستانی ریاستوں کے متعلق بہت زیادہ اختلافِ رائے ہے لہٰذا میرا فرض بنتا ہے کہ مَیں آل انڈیا مسلم لیگ کا موقف بیان کردوں تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے کہ مسلم لیگ کا طرزِ عمل کیا ہے اور ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں ہماری پالیسی کیا ہے۔''

''اقتدارِ اعلیٰ کے اختتام پر ہندوستانی ریاستیں آئینی اور قانونی طور پر آزاد اور خودمختار ہو جائیں گی اور اپنا پسندیدہ راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ آزادی سے کریں گی اور اپنی مرضی سے ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائیں گی یا آزاد رہیں گی۔ موخرالذکر صورت میں وہ ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ اپنی پسند کے انتظامات یا تعلقات قائم کریں گی۔''

## لیگ کی پالیسی

''آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی ابتدا ہی سے واضح رہی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کسی ریاست کے داخلی امور میں مداخلت کریں کیونکہ یہ بنیادی طور پر ریاستوں کے حکمرانوں اور عوام کے درمیان طے ہونے والے معاملات ہیں۔ جو ریاستیں رضا کارانہ طور پر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں داخل ہونا چاہتی ہیں اور ہم سے گفت وشنید یا مذاکرات کرنا چاہتی ہیں تو وہ ہمیں اس پر تیار پائیں گی۔ اگر وہ بدستور آزاد رہ کر پاکستان کے ساتھ کوئی سیاسی، کاروباری یا معاشی تعلقات قائم کرنے کیلئے مذاکرات کرنا چاہیں تو ہم بخوشی ان کے ساتھ گفتگو کریں گے اور ایسے تصفیے پر پہنچیں گے جو دونوں کے مفاد میں ہو۔''

## کوئی پابندی نہیں

''میری حتمی رائے یہ ہے کہ کابینہ مشن کی ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء والی یادداشت

میں جس میں ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی پالیسی واضح کی گئی ہے وہاں ان پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی ہے جیسا کہ اکثر اوقات یہ غلط بیانی کی جاتی ہے کہ ریاستوں کو کسی ایک یا دوسری دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ میری رائے میں اگر وہ چاہیں تو آزاد رہ سکتی ہیں۔ نہ تو برطانوی حکومت اور نہ ہی برطانوی پارلیمنٹ یا کوئی اور طاقت یا ادارہ ان کی آزاد منشا اور مرضی کے خلاف انہیں مجبور کر سکتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کیلئے ان میں طاقت ہے اور نہ ہی اختیار۔"

"برطانوی حکومت نے واضح کر دیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کسی حکومت یا حکومتوں یا برطانوی ہند میں قائم کئے گئے کسی اقتدار کو منتقل نہیں کیا جائے گا اور اس کا مطلب یہی ہے کہ اقتدار اعلیٰ منتقل نہیں ہو سکتا بلکہ ساقط ہو جائے گا۔ اس کے اختتام پر ریاستوں کی خود مختاری پوری طرح ابھر آئے گی۔"۔۔ پاکستان ٹائمز، ۱۸ جون ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۸

## ۱.۹

## جواہر لال نہرو بنام ایچ ایل ازمے[1] (H. L. Ismay)

(اقتباس۔ خفیہ)

نئی دہلی

۱۹ جون ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ ازمے

ریاستوں کا معاملہ بہت زیادہ الجھ گیا ہے اور اس کی وجہ وہ مختلف بیانات ہیں جو پچھلے

سال حکومتِ برطانیہ کی طرف سے اور ہم سے پوچھے بغیر دیے گئے تھے۔

میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ اس معاملے کی وضاحت ہو جائے اور ہمارا نقطۂ نظر بھی پوری طرح معلوم ہو جائے تا کہ مستقبل میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔

ہمارے لئے یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ہندوستان کے نقشے میں ریاستوں کی مناسب جگہ متعین ہو جائے۔ ہندوستان کی تقسیم بذات خود ایک ناگوار صورت حال ہے۔ اگر یہی عمل آگے چل کر ملک کو حصوں بخروں میں تقسیم کر دے تو یہ تباہ کن صورت حال ہوگی۔

مَیں نہیں چاہتا کہ ان بیانات کو چیلنج کروں جو ریاستوں کے بارے میں حکومتِ برطانیہ کی جانب سے دیے گئے تھے تاہم مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ان میں سے بعض بیانات قابلِ افسوس ہیں اور اصل حالات کے مطابق نہیں ہیں۔ اگر ان بیانات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان سے چند حقائق ابھرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حکومتِ برطانیہ کا مصمم ارادہ یہ تھا کہ ریاستیں انڈین یونین میں یا کسی ایک مملکت میں شامل ہو جائیں۔ اگر وہ ان مملکتوں کے وفاق میں شریک نہیں ہوتیں تب بھی کئی اعتبار سے وہ ان کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ ایک ریاست قانونی طور پر آزاد ہو جائے جس کا مطلب یہ نکلے گا کہ وہ بیرونی تعلقات قائم کر سکتی ہے اور جنگ یا امن کا اعلان کرنے کا اختیار رکھتی ہے اور اپنے دفاع اور مواصلات کی نگرانی کر سکتی ہے۔ یہ ہندوستان کے تحفظ کے خلاف ایک چیلنج ہوگا جسے انڈین یونین کبھی برداشت نہیں کرے گی۔ اگر کوئی بیرونی طاقت کسی ریاست کی اس قسم کی آزادی کی حوصلہ افزائی کرے گی تو انڈین یونین اسے ایک غیر دوستانہ عمل تصور کرے گی۔

اقتدارِ اعلیٰ کے محدود مفہوم میں ان سب باتوں کا کوئی گذر نہیں ہے۔ برطانوی حکومت اقتدارِ اعلیٰ کو کسی ہندوستانی حکومت کو منتقل نہیں کر رہی ہے لیکن جغرافیائی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لئے ہندوستان کی غالب طاقت چند معاملات میں ایسی ریاست پر نگرانی رکھے گی جو انڈین یونین میں شامل نہیں ہونا چاہتی۔ اگر کوئی ریاست یونین میں شامل ہوتی ہے تو وہ غالب طاقت کی مساوی حصہ دار ہوگی اور اگر نہیں تو اسے چند حدود کے اندر رہنا ہوگا۔

مزید یہ کہ کسی ریاست اور کسی بیرونی حکومت کے درمیان تجارتی معاہدے سے ہمارے خارجہ تعلقات پر یقیناً اثر پڑے گا۔ بیرونی تجارت خارجی تعلقات کا اہم جزو ہے لہٰذا بیرونی تجارت کا اہتمام یا تو ہندوستان کی غالب حکومت کے ذریعے یا اس کی اجازت سے ہونا چاہئے۔

مجھے امید ہے کہ حکومتِ ہندوستان کا ''اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ'' بہت جلد تشکیل پا جائے گا تا کہ وہ ان تمام معاملات کو یکساں طور پر اور تسلی سے نمٹا سکے۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے اور مزید تاخیر سے زیادہ ابتری کا امکان ہے۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۹

## ۱.۱۰

## ہندوستانی ریاستوں پر سردار پٹیل کا بیان[۱]

نئی دہلی

۵ جولائی ۱۹۴۷ء

کچھ دن پہلے یہ اعلان ہوا تھا کہ حکومتِ ہندوستان نے ایک محکمہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے جو مشترکہ دلچسپی کے معاملات میں حکومت اور ریاستوں کے درمیان تعلقات کا انتظام کرے گا۔ یہ محکمہ آج قائم ہو گیا ہے اور ریاستوں کو مطلع کر دیا گیا ہے۔

۲۔ اس اہم موقع پر مَیں ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ تاریخ نے یہ سبق دیا ہے کہ ہندوستان کی پارہ پارہ سیاسی صورتحال اور متحدہ مقابلے کیلئے نااہلی کی وجہ سے حملہ آوروں کے متواتر حملوں سے ہندوستان مغلوب ہو گیا تھا۔ ہم ان غلطیوں کو دہرانا برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم آزادی کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔

۳۔ یہ سچ ہے کہ آخری مرحلے میں ہم اپنے ملک کو متحد رکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہماری مایوسی اور رنج والم کے علی الرغم بعض حصوں نے خود اپنی حکومت بنانے کیلئے ہندوستان سے الگ ہونا پسند کیا ہے۔ لیکن اس علیحدگی کے باوجود ثقافت اور جذبات کی بنیادی یکسانیت باہمی مفادات کی جبری منطق کے سہارے بدستور ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔ اس کا زیادہ اثر ریاستوں کی وسیع اکثریت پر ہوگا جنہیں جغرافیائی قربت اور معاشی، ثقافتی اور سیاسی اٹوٹ بندھنوں کی بناء پر باقی ہندوستان کے ساتھ باہمی رفاقت اور تعاون کے تعلقات برقرار رکھنے ہوں گے۔ ان ریاستوں اور ہندوستان کی سلامتی اور تحفظ کا تقاضہ ہے کہ ملک کے مختلف حصوں کے درمیان اتحاد اور باہمی تعاون برقرار رہے۔

۴۔ جب انگریزوں نے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر لی تو انہوں نے اقتدارِ اعلیٰ کا اصول رائج کیا جس نے برطانوی مفادات کی برتری قائم کر دی۔ اب جبکہ برطانوی حکومت ختم ہو رہی ہے تو یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ریاستوں کو ان کی آزادی واپس ملنی چاہئے۔

۵۔ میرا خیال نہیں کہ ان کا ارادہ اس آزادی کو اس طرح استعمال کرنا ہے جو ہندوستان کے مشترکہ مفادات کیلئے نقصان دہ ثابت ہو یا جو سودمند تعلقات پچھلی صدی سے برطانوی ہند اور ریاستوں کے درمیان قائم ہوئے ہیں ان سے کنارہ کشی کر لی جائے۔ اس کا واضح مظاہرہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ ہندوستانی ریاستوں کی اکثریت پہلے ہی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو چکی ہے۔ جن ریاستوں نے یہ کام ابھی نہیں کیا ہے ان سے میری اپیل ہے کہ وہ اب شامل ہو جائیں۔ ریاستوں نے اس اصول کو قبول کر لیا ہے کہ وہ دفاع، خارجہ امور اور مواصلات کے شعبوں میں انڈین یونین میں شامل ہو جائیں گے۔ ان سے ہمارا اس سے زیادہ اور کوئی مطالبہ نہیں کہ وہ ان تین شعبوں میں الحاق کر لیں جن سے ملک کے مشترکہ مفادات وابستہ ہیں۔ دوسرے معاملات میں ہم ان کے آزادانہ وجود کو ملحوظِ خاطر رکھیں گے۔

۶۔ یہ ملک اپنے اداروں سمیت یہاں رہنے والے عوام کا قابلِ فخر ورثہ ہے۔ یہ تو اتفاقاً کچھ لوگ ریاستوں میں اور کچھ برطانوی ہند میں زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن ہم سبھی

اپنے ملک کی ثقافت اور امتیازی خصوصیات میں برابر کے شریک ہیں اور خون اور جذبات کے رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے علیحدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی ہمارے درمیان کوئی نا قابلِ عبور رکاوٹ کھڑی کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ اجنبیوں کی طرح معاہدے طے کرنے کے بجائے دوستوں کی طرح بیٹھ کر قانون سازی کی جائے۔

۷۔ مَیں دوستی اور تعاون کے جذبے سے ریاستوں کے حکمرانوں اور ان کے عوام کو دستور ساز اسمبلی کی مجالس میں شرکت کی دعوت دیتا ہوں تا کہ مادرِ وطن سے اپنی وفاداری اور ہم سب کی بھلائی کیلئے مشترکہ کوشش کی جائے۔

۸۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریاستوں کے بارے میں کانگریس کے رویّے سے متعلق بہت غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ مَیں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی یہ خواہش نہیں کہ کسی طریقے سے بھی ریاستوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کرے۔ کانگریس راجائی نظام کی دشمن نہیں ہے بلکہ ریاستوں اور ان کے عوام کیلئے خوشحالی، اطمینان اور خوشی کی آرزومند ہے۔ ہمارا کوئی خفیہ مقصد یا مفاد نہیں ہے، جس سے یہ تاثر ملے کہ ایک حصہ دوسرے حصے پر غلبے کا خواہش مند ہے۔ ہمارا مشترکہ مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھ کر ایسا فیصلہ کریں جو سب کیلئے قابلِ قبول ہو اور ملک کے بہترین مفاد میں ہو۔ اس وقت ہم ہندوستان کی تاریخ کے اہم ترین موڑ پر کھڑے ہیں۔ مشترکہ کوششوں سے ہم اس ملک کو نئی عظمت دلا سکتے ہیں جبکہ اتحاد کا فقدان ہمیں نئی مصیبتوں میں گرفتار کر دے گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۱۰

# ۱.۱۱

# ماؤنٹ بیٹن اور سردار عبدالرّب نشتر
# اور اختر حسین کے درمیان انٹرویو کا ریکارڈ[1]

## (اقتباس)

۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء

## (پیرا ۱ حذف کر دیا گیا ہے)

۲۔ قلات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، سردار نشتر نے اس بات سے اتفاق کیا کہ پاکستان نہیں چاہے گا کہ ریاستیں تین واضح شدہ شعبوں (دفاع، خارجہ امور اور مواصلات) کے علاوہ الحاق کریں۔ الحاق چاہنے والی تمام ریاستوں کو قبول کرنے کی پاکستان کی پالیسی نہیں ہے۔ ان کی خواہش کو اہلیت کی بنیاد پر جانچا جائے گا۔ پاکستان کسی ریاست پر جبر کرنے کی خواہش نہیں رکھتا لیکن اس کے دائرہ اثر میں آنے والی ریاستیں اگر انڈین یونین میں شرکت کرنے کی خواہش ظاہر کریں تو پاکستان کو پریشانی ہوگی اور ان کے رویّے پر غور کرنا ہوگا۔

۳۔ سردار نشتر نے مزید کہا کہ لیگ نے ۱۹۳۵ء کی وفاقی اسکیم کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور شاید وہ اس پر بھی اتفاق نہ کرے کہ اس ایکٹ میں ترمیم کر کے اس کے پیرا ۲ کو پاکستان کے دستور کیلئے استعمال کیا جائے۔ ریاستوں کے الحاق سے متعلق ان کا موقف ابھی تک غیر یقینی ہے۔ تاہم اگر ریاستیں پسند کریں تو وہ ریاستوں کے ساتھ معاہداتی (treaty) تعلقات قائم کرنے پر تیار ہیں۔

۴۔ سردار نشتر نے درخواست کی کہ ریاستوں کے ساتھ ہونے والی میٹنگ میں ان ریاستوں کی نمائندگی علیحدہ ہونا چاہیئے جو ہیں تو ان گروپوں میں جن کی اکثریت انڈین یونین میں شامل ہونا چاہتی ہے لیکن وہ خود ایسا نہیں چاہتیں۔ وائسرائے نے اپنے پرائیویٹ سیکریٹری کو ہدایت کی کہ وہ اس بارے میں سیاسی مشیر سے مشورہ کریں۔

## (پیرا ۵ حذف کر دیا گیا ہے)

۶۔ محصولات کے مسئلے پر گفتگو ہوئی کہ کیا انہیں خارجہ امور کے تحت رکھا جائے۔ وائسرائے نے اختر حسین کو ہدایت کی کہ وہ سندِ الحاق کا مسوّدہ حاصل کریں جس پر وی پی مینن کام کر رہے ہیں اور اسکا انتظام کریں کہ میٹنگ سے پہلے وائسرائے کو ایک خلاصہ مل جائے جس میں سندِ الحاق کے مندرج نکات پر لیگ کے رویّے کی نشاندہی ہو۔

**(پیرے ۷ اور ۸ حذف کردیے گئے ہیں)**

جی ای بی ایبل

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۱۱

## ۱.۱۲

## عبدالرّب نشتر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

محکمہ مواصلات

۲۶ فیروزشاہ روڈ۔ نئی دہلی

۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

اس ماہ کی ۲۵ تاریخ کو ریاستوں کی جو کانفرنس ہونے والی ہے اس سلسلے میں مَیں آپ کو ایک تجویز پیش کر رہا ہوں۔ میری سمجھ کے مطابق اس کانفرنس میں مختلف ریاستوں کے نمائندوں کے ساتھ آپ دوسرے معاملات کے علاوہ کسی ایک مملکت سے ان کے الحاق اور علیٰ حالہٖ معاہدے پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ معاملات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور انہیں خوش اسلوبی سے نمٹانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کانفرنس میں مستقبل کی دونوں مملکتوں کے نمائندوں کو بھی شریک کیا جائے۔ لہٰذا میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ کانگریس اور مسلم لیگ کے ان ارکان کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی جائے جو عموماً پارٹیشن کونسل میں حاضر رہتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کی غیر موجودگی میں یہ گفت وشنید نتیجہ خیز نہیں ہوگی کیونکہ

گفتگو کے دوران بعض ایسے نکات بھی اٹھ سکتے ہیں جن پر متعلقہ مملکت کی طرف سے بااختیار وضاحت ضروری ہوگی۔

اسی مہینے کی ۱۸ تاریخ کو ہماری گفتگو کے دوران مَیں نے آپ کی توجہ اس نکتے کی جانب مبذول کرائی تھی کہ ریاستوں کو جن گروپوں میں شامل کیا گیا ہے ان میں ہندوستانی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کے مسئلے پر مختلف رویّے پائے جاتے ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جو ریاستیں مذکورہ دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہیں انہیں علیحدہ نمائندگی دی جائے کیونکہ وہ ریاستیں جنہوں نے ہندوستانی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے دوسری ریاستوں کے خیالات کی صحیح ترجمانی نہیں کرسکتیں۔ اگر مَیں نے صحیح سمجھا ہے تو کانفرنس کا اصل مقصد یہی ہے کہ ان ریاستوں کو شمولیت پر مائل کیا جائے جواب تک علیحدہ کھڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے دوسروں سے زیادہ ان کی نمائندگی ضروری ہے۔

آپ کا مخلص

عبدالرّب نشتر

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۱۲

## ۱.۱۳

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام عبدالرّب نشتر [1]

۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر نشتر

ریاستوں کی کانفرنس کے بارے میں آپ کے ۲۰ جولائی کے خط کا شکریہ۔

میرا ارادہ ہے کہ بطور شاہی نمائندہ میں ریاستوں کے نمائندوں سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ طریقہ صحیح ہے۔ کانفرنس میں پٹیل موجود نہیں ہوں گے۔

اگر مَیں ریاستوں کے نمائندوں سے وہ شرائط حاصل نہ کرسکا جو دواسٹیٹس ڈپارٹمنٹ

چاہتے ہیں تو مَیں ان سے کہوں گا کہ وہ براہ راست آپ سے اور سردار پٹیل سے اور ضرورت پڑے تو پارٹیشن کونسل سے رجوع کریں۔

آپ کے خط کے دوسرے پیرے میں جو نکتہ اٹھایا گیا ہے یعنی گروپ میں شامل ریاستوں کی انفرادی نمائندگی کا تو اس بارے میں کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ ریاستوں کی یہ گروپ بندی فقط دستور ساز اسمبلی میں نمائندگی کیلئے کی گئی ہے اور ۲۵ جولائی کی کانفرنس میں ریاستوں پر اس طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ مَیں اس خط کی نقل ملفوف کر رہا ہوں جو پولیٹکل ڈپارٹمنٹ نے تمام ریذیڈنٹ حضرات کو ۲۱ جون ۱۹۴۷ء کو بھیجا تھا۔ یہ خط ظاہر کرے گا کہ کانفرنس کے مقاصد کیلئے ہر ریاست سے کہا گیا تھا کہ وہ اس میٹنگ میں اپنا بااختیار نمائندہ بھیجے۔ اس میں مطلقاً ایسی کوئی تجویز نہیں کہ جو گروپ بندی دستور ساز اسمبلی کیلئے کی گئی تھی اس کانفرنس کیلئے بھی اسے استعمال کیا جائے۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۱۳

## ۱.۱۴

# ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں اور نمائندوں سے لوئی ماؤنٹ بیٹن کے خطاب کا پریس اعلامیہ[1]

## (اقتباس)

۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء

جمعہ ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو سہ پہر ۳ بج کر ۳۰ منٹ پر ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں اور نمائندوں کی ایک کانفرنس چیمبر آف پرنسز میں منعقد ہوئی جس کی صدارت وائسرائے نے کی۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا:

''میرے لئے یہ ایک مسرت اور فضیلت کا موقع ہے کہ مَیں اس تاریخی چیمبر آف پرنسز میں ہندوستانی ریاستوں کے اتنے سارے حکمرانوں، دیوانوں اور نمائندوں سے خطاب کر رہا ہوں۔ یہ میرا پہلا اور آخری موقع ہے کہ مَیں بطور شاہی نمائندہ آپ سے مخاطب ہوں۔

مَیں چاہتا ہوں کہ ابتداء میں ان مذاکرات کی مختصر تاریخ بیان کروں جو مَیں نے یہاں آنے کے بعد شروع کئے تھے اور ریاستوں کے بارے میں جو رویّہ مَیں نے اختیار کیا تھا۔

مجھے دو واضح مسائل کا سامنا تھا۔ پہلا یہ کہ برطانوی ہند کو اقتدار کس طرح منتقل کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہندوستانی ریاستوں کو نقشے میں کس طریقے سے جگہ دی جائے جو تمام متعلقہ فریقوں کیلئے جائز اور منصفانہ ہو۔

لیکن ریاستوں کا معاملہ نمٹانے سے پہلے مجھے تقسیم کے طریقۂ کار کا مسئلہ حل کرنا تھا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ برما کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے میں تین سال لگے تھے اور اسی طرح صوبۂ سندھ کو بمبئی سے اور اڑیسہ کو بہار سے علیحدہ کرنے میں دو سال لگے تھے۔ حضرات! ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ۴۰ کروڑ باشندوں پر مشتمل دنیا کے بزرگ ترین ملکوں میں سے ایک ملک کی تقسیم کو ڈھائی مہینوں میں مکمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس عجلت کا ایک سبب بھی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جب تک برطانیہ کی فرمانروائی برقرار رہے گی فریقین کے درمیان نفسیاتی طور پر کوئی قابلِ قبول نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ لہٰذا جب ہم دو حکومتیں قائم کر کے انہیں علیحدہ کر دیں گے تو وہ خود کوشش کریں گی کہ خیر سگالی کی فضا میں تفصیلات کا تصفیہ بھی ہو جائے۔

اب قانونِ آزادیٔ ہند تمام ریاستوں کو تاجِ شاہی سے متعلقہ فرائض

سے بری الذمہ کر رہا ہے۔ ریاستوں کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ اصطلاحی اور قانونی طور پر ریاستیں آزاد ہیں۔

برطانوی حکومت کے دوران چونکہ شاہی نمائندہ اور وائسرائے ایک ہی فرد ہوتا رہا ہے اس لئے مشترکہ دلچسپی کے معاملات میں ایک مربوط نظام حکومت عمل میں آ گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ برصغیر بطور ایک معاشی وحدت کے کام کرتا ہے۔ یہ کڑی اب ٹوٹنے والی ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور چیز نہ لے تو اس کا نتیجہ ابتری ہوگا اور یہ ابتری پہلے ریاستوں کو نقصان پہنچائے گی۔ اس سلسلے میں ہمارا پہلا قدم یہ تھا کہ کوئی ایسا نظامِ کار قائم کیا جائے جس کے ذریعے ہندوستان کی آئندہ دو حکومتوں یعنی مملکتِ پاکستان اور مملکتِ ہندوستان کا ریاستوں سے براہ راست رابطہ قائم ہو جائے۔ لہٰذا ہم نے آئندہ حکومتوں کے اندر اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ بنائے جو بتدریج ان معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیں گے جن کا اقتدار اعلیٰ سے کوئی سروکار نہیں ہوگا بلکہ ان کا واسطہ ریاستوں کے تعلقات سے ہوگا اور ایسے معاملات میں مذاکرات کیلئے نظامِ کار مہیا کرنا ہوگا۔ ہر دو حکومتوں میں ایک اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ قائم کرنا اس لئے ضروری تھا کیونکہ ریاستیں اصطلاحی طور پر کسی ایک مملکت سے اپنا مستقبل وابستہ کرنے میں آزاد ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی مَیں یہ بھی کہوں گا کہ بعض جغرافیائی مجبوریوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۶۵ ریاستوں میں وسیع اکثریت ان ریاستوں کی ہے جو مملکتِ ہندوستان کے ساتھ ناگزیر طور پر جڑی ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ مسئلہ پاکستان سے کہیں زیادہ مملکتِ ہندوستان کیلئے اہم ہے۔ پاکستان کے معاملے میں اگرچہ ریاستیں اہم ہیں لیکن ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور پاکستان کے آئندہ گورنر جنرل مسٹر جناح ہر ریاست سے علیحدہ علیحدہ اور انفرادی طور پر مذاکرات کرنے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن ہندوستان کے معاملے میں جہاں

ریاستوں کی اکثریت ہے وہاں ہر ریاست سے علیحدہ مذاکرات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میرے خیال میں یہ مبالغہ نہیں کہ زیادہ تر حکمرانوں اور دیوانوں کو یہ تشویش ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد ان کا مستقبل کیا ہوگا۔ ایک وقت ایسا لگتا تھا کہ جب تک ریاستیں دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہوتیں اور دستور کی تشکیل کے بعد اسے قبول نہیں کرتیں وہ الگ رہ کر کسی ایک مملکت سے بھی تسلی بخش تعلقات یا رابطہ قائم نہیں کر سکیں گی۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ مجھے کتنی تسکین ہوئی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو بھی اتنی ہی تسکین حاصل ہوئی ہوگی جب سردار ولبھ بھائی پٹیل نے اپنے بیان میں ان بنیادی نکات کا ذکر کیا جو ریاستوں اور مملکتِ ہندوستان کے درمیان معاہدے کیلئے ضروری ہیں۔

ایک لمحے کیلئے ہم ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کے کیبنٹ مشن منصوبے کی جانب پلٹتے ہیں۔ اس منصوبے میں یہ تجویز تھی کہ ریاستوں کو چاہئے کہ وہ مرکزی حکومت کے حق میں تین شعبوں یعنی دفاع، خارجہ امور اور مواصلات سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ ایک ایسا منصوبہ تھا جسے میرے اعتبار سے ہر حکمران اور ہر ریاست نے معقول، جائز اور منصفانہ سمجھ کر قبول کیا تھا۔ مَیں نے کئی حکمرانوں سے گفتگو کی اور ہر ایک نے یہی محسوس کیا کہ دفاع ایک ایسا معاملہ ہے جس کا انتظام کوئی ریاست بذات خود نہیں کر سکتی۔ مَیں داخلی تحفظ کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرا مطلب بیرونی جارحیت کے خلاف دفاع سے ہے۔

خارجہ امور اور دفاع ایک دوسرے سے مضبوطی سے منسلک ہیں۔ خارجہ امور ہندوستان کی حدود سے باہر کی شے ہے جنہیں بعض اوقات عظیم ترین ریاست بھی مؤثر طریقے سے نہیں چلا سکتی۔ یقیناً آپ لوگ تمام بیرونی ممالک میں سفراء، وزراء اور کونسلوں کو مقرر کرنے کے اخراجات برداشت کرنا نہیں

چاہیں گے بلکہ ہندوستان اور پاکستان کے انتظامات کو استعمال کرنا پسند کریں گے۔

تیسرا شعبہ مواصلات ہے۔ مواصلات درحقیقت پورے برصغیر کے لازمۂ حیات کو برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔ میرا قیاس ہے کہ ہر فرد کو اس پر اتفاق ہوگا کہ ملک اسی طرح چلتا رہے۔

لہٰذا مجھے یقین ہے کہ آپ سب اس پر اتفاق کریں گے کہ خود آپ کی سہولت اور مفاد کیلئے ان تین شعبوں کا انتظام ایک وسیع تر تنظیم کو کرنا چاہئے۔ یہ امر اس قدر واضح ہے کہ مَیں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ بعض حکمران اس صورت حال کو قبول کرنے میں کیوں پس وپیش کر رہے ہیں۔ غالباً اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ میں سے چند افراد کو یہ خوف ہو کہ اس طرح مرکزی حکومت مالیاتی ذمہ داری عائد کرنے کی کوشش کرے گی یا ان کی آزادی میں اور طریقوں سے دخل انداز ہوگی۔ میرے خیال میں مجھے ان کے اندیشوں اور وسوسوں کو دور کر دینا چاہئے۔ سندِ الحاق کا مسوّدہ جسے میں نے باہمی گفت وشنید کی خاطر ریاستوں کے نمائندوں میں تقسیم کرایا تھا اس میں یہ بندوبست ہے کہ ریاستیں بغیر کسی مالیاتی ذمہ داری کے صرف تین شعبوں میں کسی موزوں مملکت سے الحاق کریں۔ مزید یہ کہ سند میں ایک واضح شرط شامل ہے کہ کسی بھی دوسرے معاملات میں مرکزی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ ریاستوں کی داخلی خودارادیت یا خودمختاری میں مداخلت کرے۔ میرے خیال میں یہ ریاستوں کیلئے بہت بڑی کامیابی ہے۔ یاد رکھیے کہ انتقالِ اقتدار کا دن بہت قریب ہے اور اگر آپ اس نظام میں شامل ہونے کیلئے تیار ہیں تو ۱۵ اگست سے پہلے شامل ہو جائیں۔ مجھے کوئی شبہہ نہیں کہ ریاستوں کے مفادات میں یہی بہتر ہوگا اور ہر دانشمند حکمران اور دانشمند حکومت کی یہی خواہش ہوگی کہ وہ ہندوستان کی عظیم

مملکت کے ساتھ اس بنیاد پر منسلک ہو جائے کہ داخلی خودارادیت بھی محفوظ رہے اور ساتھ ہی خارجہ امور، دفاع اور مواصلات کی پریشانیوں اور تشویش سے بھی نجات مل جائے۔ آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا مجھے امید ہے کہ آپ یہ ضرور محسوس کریں گے کہ مَیں نے ریاستوں کے بارے میں کم از کم اپنا فرض ادا کر دیا ہے"۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۱۴

## ۱.۱۵

# تعلقاتِ دولتِ مشترکہ کے منسٹر آف اسٹیٹ کی یادداشت[۱]

## (خفیہ)

دفتر تعلقاتِ دولتِ مشترکہ

کنگ چارلس اسٹریٹ۔ لندن

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

## کابینہ کی انڈیا اینڈ برما کمیٹی

## ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں سے ریاستوں کا الحاق

انڈیا اینڈ برما کمیٹی کی خواہش ہوگی کہ انہیں ہندوستانی ریاستوں کی ہندوستان یا پاکستان کی مملکتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شراکت پر مذاکرات کی پیش رفت سے متعلق حسبِ ذیل خلاصہ پیش کیا جائے۔ اس کا کچھ حصہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ۱۵ اگست تک کی رپورٹوں سے اور کچھ حصہ ہندوستان اور پاکستان میں مقیم ہائی کمشنروں کی رپورٹوں سے حاصل کیا گیا ہے۔

### الف۔ مملکتِ ہندوستان

۲۔ تمام سلامی ریاستیں (یعنی ادنیٰ ریاستوں کے علاوہ باقی سب) جو مملکتِ ہندوستان کے دائرے میں ہیں ان کو الحاق کی دعوت دی گئی ہے اور حیدرآباد اور جوناگڑھ کے سوا

باقی سب ریاستوں نے دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے شعبوں میں ہندوستان کے ساتھ الحاق کر لیا ہے۔ اس کے نتیجے میں جن متعدد معاملات پر مملکت کی مقنّنہ ریاستوں کیلئے قوانین بنائے گی اس کی تفصیل سندِ الحاق کے جدول میں دی گئی ہے۔ سوائے حیدرآباد اور جونا گڑھ کے تمام مذکورہ بالا ریاستوں نے مملکت کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدے بھی طے کر لئے ہیں جن کے ذریعے جب تک فریقین کے درمیان نئے معاہدے نہیں ہوتے اس وقت تک مشترکہ دلچسپی کے معاملات پر وہ سارے معاہدے اور انتظامات جو ۱۵ اگست سے پہلے ریاستوں اور تاجِ شاہی کے درمیان تھے وہ بدستور نافذ رہیں گے۔

۳۔ نظام حیدرآباد ایک متحدہ ہندوستان سے الحاق کیلئے تو شاید تیار ہو جاتے لیکن فرقہ وارانہ بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم نے انہیں تذبذب میں مبتلا کر دیا ہے اگر وہ ہندوستان سے الحاق کرتے ہیں تو انہیں اپنی ریاست کے مسلمانوں سے خدشہ ہے جو آبادی کا ۱۳ فیصد حصہ ہوتے ہوئے بھی ریاست کا سب سے طاقتور عنصر ہیں۔ اگر وہ پاکستان سے الحاق کرتے ہیں تو وہ جغرافیائی مجبوری کے خلاف جاتے ہیں اور ریاست کی ہندو اکثریت کو کانگریس بغاوت پر ابھار سکتی ہے اور ممکن ہے کہ مملکتِ ہندوستان ریاست پر کافی معاشی دباؤ بھی ڈالے۔ لہٰذا حکومتِ حیدرآباد وفاقی حصہ بننے کی بجائے مملکتِ ہندوستان کے ساتھ معاہدہ (Treaty) کرنا چاہتی ہے۔ مزید برآں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ کے موقع پر وہ ہندوستان کی طرف سے جنگ میں شرکت سے بری الذمہ ہونا چاہتی ہے اور یہ کہ اگر مملکتِ ہندوستان دولتِ مشترکہ سے باہر نکل جائے تو اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بھی اس مملکت سے علیحدہ ہو جائے۔ ریاست اور مملکتِ ہندوستان کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس پر راضی ہیں کہ وہ مذاکرات میں مملکت کی نمائندگی بدستور کرتے رہیں گے۔ اب تک مملکتِ ہندوستان نے خارجہ امور، دفاع اور مواصلات پر الحاق کے سوا کسی صورت میں تصفیہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کچھ ایسی اخباری اطلاعات بھی ہیں کہ نظام نے ۲۱ اگست کو اعلان کیا ہے کہ ۱۵ اگست سے انہوں نے آزادی اور خودمختاری کا درجہ حاصل کر لیا ہے اور ''بادشاہ'' کا لقب اختیار کر لیا ہے۔

۴۔ جوناگڑھ کی ریاست کاٹھیاواڑ کے ساحلی علاقے میں واقع ہے جس کا حکمراں تو مسلمان ہے لیکن چھ لاکھ کی آبادی کی اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ حکمراں نے پاکستان سے الحاق کیلئے اپنے ارادے کا اعلان کیا ہے۔ ریاست اپنی بندرگاہوں کے ذریعے کراچی سے بحری مواصلات برقرار رکھ سکتی ہے لیکن معاشی طور پر وہ اپنی ہمسایہ ریاستوں سے منسلک ہے جو ہندوستان میں شامل ہوچکی ہیں۔

۵۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں متعدد چھوٹی ریاستیں ایسی ہیں جن کے اختیارات یا تو محدود ہیں یا انہیں عدالتی اختیارات حاصل ہی نہیں ہیں۔ چار سال پہلے ہماری مصالحتی کوششوں سے ۳۲۷ ریاستوں کو انتظامی مقاصد کیلئے بڑی ہمسایہ ریاستوں مثلاً بڑودہ اور نوانگر سے منسلک کر دیا گیا تھا کیونکہ ان کے درمیان معاشی اور بعض جگہوں پر خاندانی تعلقات پہلے سے موجود تھے۔ تاہم مملکتِ ہندوستان نے ان چھوٹی ریاستوں کے عدالتی اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ کام متعلقہ امیروں اور تعلقہ داروں کے اتفاقِ رائے سے کیا گیا ہے۔

۶۔ ہندوستان میں مقیم برطانوی ہائی کمشنر نے معتبر ذرائع سے یہ اطلاع دی ہے کہ مغربی ہندوستان کی چھوٹی ریاستوں کے علاوہ بھی کئی ریاستیں مملکتِ ہندوستان کا اقتدارِ اعلیٰ قبول کرتی جا رہی ہیں۔ سر ٹیرنس شون (Terence Shone) کا خیال ہے کہ ریاستیں سو سالہ برطانوی اقتدارِ اعلیٰ کی اس قدر عادی ہوچکی ہیں کہ آزادی کے کھوکھلے دعووں کے باوجود وہ بلا تاخیر حکومتِ ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کا اقتدارِ اعلیٰ قبول کر رہی ہیں۔ ہائی کمشنر نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ اگر دستور ساز اسمبلی میں ریاستوں کے منتخب ارکان یہ فیصلہ کریں کہ الحاق کی توسیع ان تمام شعبوں میں ہونی چاہئے جو ہندوستانی آئین کے تحت ہیں تو حکمرانوں کیلئے اس قسم کے دباؤ کا مقابلہ کرنا مشکل ہوجائے گا۔

## (ب) مملکتِ پاکستان

۷۔ پاکستان اپنے دائرے کی ریاستوں سے مذاکرات میں ہندوستان کی نسبت آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ مسٹر جناح مملکتِ ہندوستان کے دائرے کی

ریاستوں کو اس مملکت سے الحاق نہ کرنے کی کوشش اس طرح کر رہے تھے کہ انہیں پاکستان کی طرف سے وفاقی شرکت کے بجائے معاہدہ قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے اور یہ تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ناصحانہ کوشش تھی جس کی وجہ سے مہاراجہ جودھپور، جن کی ریاست پاکستان سے متصل ہے، مملکتِ ہندوستان سے الحاق کرنے پر راضی ہوئے (یہ خیال کیا جارہا تھا کہ جودھپور کی دیکھا دیکھی راجپوتانہ کی دوسری ریاستیں بھی اس کے نقش قدم پر چلیں گی)۔ حکومتِ پاکستان نے ایک مذاکراتی کمیٹی تشکیل دی ہے تاکہ ہر ریاست سے علیحدہ علیحدہ عہد و پیماں کیا جائے۔ پاکستان سے ابھی تک کسی ریاست کا تصفیہ نہیں ہوسکا ہے لیکن جونا گڑھ، بہاولپور، خیر پور اور چترال کے علاوہ مملکت سے متصل اہم ریاستوں نے بھی پاکستان میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کر دیا ہے۔ بہاولپور نے پاکستان کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدہ بھی کرلیا ہے۔

۸۔ کشمیر نے پاکستان اور ہندوستان کی دونوں مملکتوں سے علیٰ حالہٖ معاہدے کر لیے ہیں۔ مہاراجہ ہندو ہے جبکہ آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی ہے تاہم برہمنوں کا ایک بارسوخ حکمران طبقہ بھی موجود ہے۔ بیرونی دنیا سے مواصلات کیلئے ریاست پاکستان کی محتاج ہے اگرچہ دشوار گذار علاقے میں سے اس کی سرحد ہندوستان سے بھی ملتی ہے۔ مہاراجہ نے ابھی اپنا ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے لیکن استصواب کرانے کی بات بھی کی ہے۔

۹۔ پاکستان نے قلات سے مذاکرات اس بنیاد پر شروع کئے ہیں کہ ریاست کی آزادی کو تسلیم کیا جائے گا اور تاجِ شاہی اور قلات کے درمیان کوئٹہ اور دوسرے علاقوں کے پٹّے پر جو پچھلے معاہدے ہوئے تھے اور جو قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ (ب) (۱) ۷ کے تحت ساقط ہونے والے تھے انہیں بین الاقوامی معاہدے سمجھا جائے گا اور ان معاہدوں پر اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ خان قلات جن کا علاقہ ایران سے متصل ہے ایک آزاد ریاست کے طور پر بین الاقوامی ذمہ داریاں سنبھالنے کی حیثیت میں نہیں ہیں اور انتقال اقتدار سے پہلے ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اس طرح کی صورتِ حال سے خبردار کر دیا گیا تھا اور بلاشبہ انہوں نے حکومتِ پاکستان کو بھی آگاہ کر دیا ہوگا۔ پاکستان میں مقیم برطانیہ کے ہائی کمشنر کو بھی اس صورتِ حال سے

مطلع کر دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ پوری کوشش کریں کہ حکومتِ پاکستان قلات سے ایسا کوئی معاہدہ نہ کرنے پائے جس کے تحت ریاست کو ایک علیحدہ بین الاقوامی وحدت کے طور پر تسلیم کرنا پڑے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ نکل سکتا ہے کہ حکومتِ پاکستان کو اسی نسبت سے کشمیر کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑے گا اگرچہ کشمیر کبھی آزاد نہیں تھا بلکہ سکھ لڑائیوں کے بعد برطانیہ نے اسے موجودہ شاہی خاندان کیلئے تخلیق کیا تھا اور نہ ہی اس میں یہ قابلیت ہے کہ بطور ایک آزاد ریاست اپنے ہمسایوں روس اور چین کے ساتھ بین الاقوامی ذمہ داریاں برقرار رکھ سکے۔

آرتھر ہینڈرسن

منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر ۱۵

# ۲

# پاکستان میں شامل ہونے والی ریاستیں

## ۲.۱

## ریاست امب

### ۲.۱.۱

### حکمرانِ امب بنام محمد علی جناح[1]

شیر گڑھ۔ پوسٹ آفس اوگی

۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

(پیرے ۱ تا ۳ حذف کر دیے گئے)

۴۔ قبائلی علاقوں میں یہ تاثر وسیع پیمانے پر پھیلایا جا رہا ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد ہر کوئی مطلق العنان ہو جائے گا اور کوئی طاقت انہیں ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے نہیں روک سکتی اور اس کام کیلئے کچھ تیاریاں بھی شروع ہو چکی ہیں۔ قبائلی علاقوں کے لوگ اخبار نہیں پڑھتے اور بہت کم لوگ ریڈیو کی نشریات سنتے ہیں ورنہ آپ کے حالیہ اعلانات سے ان کو صحیح صورتِ حال کا علم ہو جاتا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کو علیٰ حالہٖ فارمولے کا علم بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس پر ابھی تک سرکاری طور پر کوئی گفتگو ہوئی ہے۔ حکومتِ پاکستان سے نئے معاہدے ہونے تک مَیں نے موجودہ سیاسی نگرانی کے تسلسل کو منظور کر لیا ہے لیکن میرے دوست نواب دیر مُصر ہیں کہ ہندوستان

سے برطانوی اقتدار کبھی ختم نہیں ہوگا اور اگر معجزانہ طور پر یہ واقعہ ہو بھی جائے تو ۱۶ اگست سے وہ من مانی کرنے میں آزاد ہوں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ سوات سے یا سوات ان سے بنرد آزما ہو گا۔

۵۔ مزید یہ کہ پورے پاکستان میں شریعت کے فوری نفاذ کو بھی ابتری پھیلانے کیلئے استعمال کیا جارہا ہے۔ ضلع ہزارہ جس نے مسلم لیگ کی مہم میں حد سے زیادہ کام کیا تھا اب یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ پشاور کی زیادہ طاقتور ٹولی انہیں نظر انداز کر رہی ہے۔

۶۔ آپ کا قیمتی وقت لینے پر معذرت خواہ ہوں۔ چونکہ آپ مدت سے یہاں نہیں آئے ہیں اس لئے مَیں نے خیال کیا کہ مَیں نجی طور پر آپ کو مطلع کردوں کہ یہاں لوگ کیا محسوس کر رہے ہیں۔

آپ کا مخلص
ایم فرید خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۱۶

## ۲.۱.۲
## حکمرانِ امب بنام محمد علی جناح[1]
## (تار)

شیر گڑھ۔ پوسٹ آفس اوگی
یکم ستمبر ۱۹۴۷ء

صوبۂ سرحد کی ریاستوں میں امب پہلی ریاست ہے جس نے علیٰ حالہٖ معاہدہ قبول کیا اور بعد ازاں پاکستان سے الحاق[2] اور اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ مَیں نے اورنگ زیب روڈ نئی دہلی کے پتے پر اپنے تار میں تمام ذاتی اور ریاستی وسائل غیر مشروط طور پر حکومتِ پاکستان کے حوالے کر دیے ہیں۔ صوبۂ سرحد کی ریاستوں دیر، چترال، اور سوات کے الحاق کا اعلان کرتے وقت

پاکستان ریڈیو سروس نے نادانستہ طور پر ریاست امب کا نام نہیں لیا۔ ریڈیو کی اس بھول کے ازالے کیلئے مہربانی فرما کر ریاستِ امب کے پہلے فیصلے کا اعلان فرما دیجئے۔

ایم فرید خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۸

۲۔ حکمران ریاست امب نے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو سندِ الحاق پر دستخط کئے جسے اسی دن گورنر جنرل پاکستان نے تسلیم کر لیا۔

## ۲.۱.۳

## سردار بہادر خان بنام لیاقت علی خاں[1]

ایبٹ آباد

[۱۰] جولائی ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر نوابزادہ صاحب

وعدے کے مطابق میں ریاست امب کا ایک مختصر خاکہ ملفوف کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس معاملے پر مناسب توجہ فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص

سردار بہادر خان، ایم ایل اے

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۳

## ۳.۱.۲ کا ملفوفہ

## سردار بہادر خان کا نوٹ

ریاست امب

ضلع ہزارہ۔ صوبۂ سرحد

الف۔ صوبۂ سرحد میں ضلع ہزارہ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست امب واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۴۰۰ مربع میل اور آبادی ۳۵۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی تقریباً ۵ لاکھ ہے۔

ب۔ ریاست کی حیثیت کچھ عجیب سی ہے کیونکہ صحیح معنوں میں یہ ریاست کہلانے کے قابل نہیں خصوصاً وہ علاقہ جو دریائے سندھ کے پاس فیوڈل تناول (Feudal Tanawal) کہلاتا ہے۔اس کے حکمران کی حیثیت تین عنوانات کے تحت پیش کی جاسکتی ہے:

**ا۔علاقہ کلابدنک (Kula Badnak):**

یہ قطعہ ہزارہ ضلع کا حصہ ہے اور نواب کو اس کا لگان دیا جاتا ہے یعنی دوسرے لفظوں میں ان کی حیثیت صوبۂ سرحد کے ایک جاگیردار جیسی ہے۔

**۲۔فیوڈل تناول:**

یہ قطعہ جاگیری قطعہ اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت اس کو خارج علاقہ بیان کیا گیا تھا۔اس علاقے میں نواب کو چند مراعات حاصل ہیں لیکن اہم مقدموں کی تفتیش اور پیشی ضلع ہزارہ کی انتظامیہ کرتی ہے اور ایسے مقدموں پر عام قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اب ریاست پاکستان میں شامل ہو چکی ہے اس لیے دستور ساز اسمبلی کو چاہئے کہ وہ اس علاقے کے مستقبل کا فیصلہ کرے کہ آیا وہ اسی طرح خارج علاقہ رہے گا یا بندوبستی ضلع میں ضم کر دیا جائے گا۔

**۳۔ماورائے سندھ (دریا) تناول (Trans-Indus Tanawal):**

اس علاقے میں نواب کو مطلق حقوق حاصل ہیں۔اس وقت جبکہ حکومتِ پاکستان اور دستور ساز اسمبلی فیوڈل تناول کی بابت غور کر رہے ہیں مجھے خوف ہے کہیں مصروفِ کار بار سوخ حضرات حکومت کے سامنے غلط صورت حال پیش کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں جس کے نتیجے میں کوئی ایسا فیصلہ کر دیا جائے جس سے پاکستان کے مفاد پر برا اثر پڑے۔

سردار بہادر خان

سرکاری وہپ (Govt. Whip)

ا۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۲۳

# ۲.۲
# ریاست بہاول پور

## ۲.۲.۱
## محمد علی جناح بنام امیر بہاولپور[1]

۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نواب صاحب

کچھ دنوں پہلے آپ کا لندن سے لکھا ہوا خط مجھے ۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو موصول ہوا اور مَیں شتابی سے اس کا جواب دے رہا ہوں۔ اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے میری ذات سے متعلق اس قدر تعریفی حوالے دیے ہیں۔ مَیں نے جو کچھ کیا اور پاکستان کے حتمی حصول میں جو کردار ادا کیا وہ خالص بے غرض خدمت کے علاوہ اور کچھ نہیں اور امید کرتا ہوں کہ پاکستان کو دنیا کا ایک بہترین آزاد ملک بنانے میں حصہ لے سکوں۔

آپ کیلئے نیک خواہشات کے ساتھ اور آپ کی تجاویز پر دلی قدر دانی کے ساتھ جن پر ہم اس وقت گفتگو کریں گے جب مَیں کراچی میں ہوں گا۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۶

## ۲.۲.۲

# فرینک میسروی (Frank Messervy) بنام اے ڈی ایف ڈنڈس[1]

## (خفیہ)

آرمی ہیڈکوارٹرز۔ پاکستان

۱۹ اگست ۱۹۴۷ء

### مضمون: ریاستِ بہاولپور کی افواج

۱۔نواب بہاولپور سے گفتگو کرنے کے بعد ان کے وزیرِ اعلیٰ سے میری گفتگو ہوئی۔

۲۔ بہاولپور ریاست کی شدید خواہش ہے کہ وہ اپنی افواج کو جدید خطوط پر بہتر بنائے، انہیں منظّم اور لیس کرے۔

۳۔ریاستی افواج جن دستوں کی وضع برقرار رکھنے پر رضامند ہوں گی وہ حسب ذیل ہیں:

الف۔ بریگیڈ ہیڈکوارٹر اور سگنلز

ب۔ ایک فیلڈ رجمنٹ

ج۔ تین پیادہ بٹالین

د۔ ایک عمومی (جنرل) ٹرانسپورٹ کمپنی

۴۔مذکورہ بالا کو برقرار رکھنے کیلئے ایک ٹریننگ سنٹر، سپلائی اور آرڈیننس کے دستے اور ایک ملٹری ہسپتال ہونا چاہئے۔

۵۔حکومتِ پاکستان کو چاہئے کہ وہ ایک سیاسی معاہدہ کرے جس کے تحت پاکستان ریاستی افواج استعمال کر سکے گا تاہم وزیرِ اعظم نے مجھے یقین دلایا ہے کہ پاکستان کے اندر جہاں بھی داخلی دفاع کی ضرورت ہو یا بیرونی جارحیت کے خلاف پاکستانی افواج سے تعاون کی حاجت ہو تو ریاست کی افواج حاضر ہوں گی۔

۶۔مَیں اس بندوبست کی پُر زور سفارش کرتا ہوں اور میرے خیال میں یہ پاکستان

کیلئے بہت فائدہ مند ہوگا۔

[ایف میسروی]
جنرل، کمانڈر انچیف۔ پاکستان آرمی

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۲۷

## ۲.۲.۳

# ریاست بہاولپور میں آمرانہ حکومت برقرار ہے[۱]

# عوامی تحریک کو کچلنے کیلئے حکومت کی کوششیں[۲]

بہاولپور۔ ۸ جنوری ۱۹۴۸ء: اس بات کا سب کو علم ہے کہ ہندوستان میں ہندوستانی ریاستیں سامراج کی تخلیق کردہ ہیں۔ تقسیم سے پہلے ریاستوں کے لوگوں کو معمولی سی آزادی حاصل تھی لیکن جب بیرونی پھندا گلے سے نکال کر آزادی حاصل کر لی گئی اور ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان کی مملکتوں میں تقسیم کر دیا گیا تو ریاستوں اور ان کی رعایا کے حالات رشک سے عاری ہو گئے۔

جہاں ایک طرف حکومتِ ہندوستان ریاستوں کو کھلے بندوں دھمکیاں دے رہی ہے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کر لیں ورنہ جیسا کہ پنڈت نہرو نے اپنی تقریر[۳] میں کہا ہے کہ جو ریاستیں شامل نہیں ہوں گی ان سے دشمن ملک جیسا سلوک کیا جائے گا۔ وہاں دوسری طرف حکومتِ پاکستان ہے جو خود کو الحاق کے مسئلے سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ جیسا کہ اس اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ پاکستان ''حکمران اور اس کی رعایا کے درمیان تعلقات میں مداخلت نہیں کرے گی۔'' پالیسی کے اس اہم اعلان سے پاکستانی دائرے کی بعض ریاستوں کو اپنی آمرانہ حکومت جاری رکھنے کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

## عوامی تحریک

۱۹۳۹ء میں بہاولپور کے عوام نے پہلی مرتبہ ایک نمائندہ حکومت کیلئے اپنی آواز بلند کی تھی۔ جب ریاستی حکومت رجعت پسندوں کے ذریعے عوام کی صفوں میں جوڑ توڑ اور سازش سے

انتشار پھیلانے میں ناکام ہوگئی تو اس نے عوامی تحریک پر ہلہ بول دیا اور تحریک کے رہنماؤں کو قید خانوں میں بند کر دیا۔ اس عمل سے تحریک اور زور پکڑ گئی اور حکومت کو بہت جلد اپنی حماقت کا احساس ہو گیا اور اس نے اصلاحات نافذ کرنے کا وعدہ کر کے رہنماؤں سے مصالحت کر لی۔ بدقسمتی سے جنگ چھڑ گئی اور اصلاحات کا مسئلہ پھر کھٹائی میں پڑ گیا۔ مزید برآں ریاستی حکومت عوام کی شہری آزادیوں کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے اپنے تمام ہتھیار استعمال کر رہی ہے۔ پہلے تو پبلک سیکورٹی ایکٹ نافذ کیا گیا جس نے پوری ریاست کو ایک بڑے جیل خانے میں تبدیل کر دیا۔ سینکڑوں کی تعداد میں ان لوگوں کو جیلوں میں بھر دیا گیا جنہوں نے حکومت کی استبدادی پالیسی کے خلاف آواز بلند کرنے کی جرأت کی تھی۔

## خلافِ قاعدہ قانون

اگرچہ اسٹیٹ سکیورٹی ایکٹ کے تحت کسی شخص کو بغیر مقدمہ چلائے دو ماہ سے زیادہ حراست میں نہیں رکھا جا سکتا لیکن ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن میں حکام نے اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ عدالت کے قابلِ سماعت جرائم میں بھی ضمانت لینے سے انکار کر دیا گیا۔ اپنے ڈراوَنے ہتھکنڈوں سے مطمئن نہ ہو کر حکومت نے صاحبزادہ قادر بخش کو بطور اسپیشل جج مقرر کیا ہے اور جن کے اختیارات ریاست کے ہائی کورٹ ججوں سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ یہ صاحب بالکل اَن پڑھ ہیں اور ان کی اہلیت صرف یہ ہے کہ وہ ریاست کے حکمران کے رشتہ دار ہیں۔ ریاست میں خوف و ہراس پھیلانے کیلئے حکومت فوج اور پولیس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ عوام کو دہشت زدہ کرنے کیلئے پولیس مختلف طریقے استعمال کر رہی ہے۔ مثلاً لوگوں پر سنگینوں سے حملہ کرنا اور انہیں کنوؤں میں الٹا لٹکانا، ان کے جسموں کو کھجور کے کانٹوں سے چھیدنا اور انہیں گھنٹوں کھڑا رکھنا وغیرہ۔

## جلسوں پر پابندی

حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر ریاست میں کوئی سیاسی، سماجی یا مذہبی ادارہ قائم کرنا غیر قانونی ہے۔ ریاست میں جلسے کرنا ممنوع ہے۔ اخبارات پر مکمل سنسر لگا ہوا ہے یہاں تک کہ اسٹیٹ پریس ایڈوائزر کی منظوری کے بغیر آپ قرآن شریف بھی نہیں چھاپ سکتے۔

چونکہ ریاست اب پاکستان میں شامل ہو چکی ہے لہٰذا پاکستان مسلم لیگ اور مغربی پنجاب مسلم لیگ کے صدر کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ انہیں یہ اقدامات فوری کرنے چاہئیں: (اے پی آئی)

۱۔ ریاست میں شہری آزادیاں بحال ہو جائیں

۲۔ ریاست میں ایک نمائندہ حکومت قائم ہو جائے

۳۔ پریس پر سے سنسر اٹھا لیا جائے

۴۔ صاحبزادہ قادر بخش کی عدالت برخاست کر دی جائے

۵۔ اسلحہ کے لائسنس جاری کرنے میں نرمی کی جائے

۶۔ سیاسی قیدیوں کو بلا شرط رہا کیا جائے

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۳۰

۲۔ پاکستان ٹائمز، ۹ جنوری ۱۹۴۸ء

۳۔ گوالیار میں نہرو کی تقریر، ۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء، دیکھئے "The Great Divide"، صفحہ ۳۵۸

## ۲.۲.۴

## ظفر اللہ خان بنام جواہر لال نہرو[1]

(تار۔ بصیغۂ راز)

کراچی

۱۹ جون ۱۹۴۸ء

آپ کے ۱۸ جون کے تار[2] کے حوالے سے۔ آپ کو جتنی تشویش ہے مَیں بھی اتنا ہی فکر مند ہوں کہ اس سنگین معاملے میں جو دشواریاں ہیں وہ جتنی جلد ممکن ہو سکے دور ہو جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر غلط فہمی کی گنجائش دور کر دی جائے تو ہم ایک منصفانہ حل تک پہنچ سکتے ہیں۔ جو مسئلہ مجھے فوری درپیش ہے وہ یہ ہے کہ مغربی پاکستان کے ان تمام لوگوں کا اعتماد بحال کیا جائے جو اپریل

کے شروع میں بغیر اطلاع کے پانی کی بندش کے صدمے سے دوچار ہیں اور جس کی وجہ سے لاکھوں افراد کی زندگی اور خوشحالی خطرے میں پڑ گئی ہے۔اس ناگزیر آفت سے نمٹنے کیلئے انتظامی مسئلے کے علاوہ ایسے اقدام کرنے بھی ضروری ہیں تا کہ یہ مکمل محرومی آگے بڑھ کر دونوں مملکتوں کے درمیان امن کیلئے خطرہ نہ بن سکے۔خوش قسمتی سے پانی کی ترسیل بحال ہوگئی ہے اگر چہ تاخیر سے اور ہمارے حقوق کے برخلاف شرائط پر ہوئی ہے۔تاہم اس سے فوری خطرہ ٹل گیا ہے۔بہر حال عام لوگوں کا اعتماد پھر بھی بحال نہیں ہوسکا ہے۔

**(پیرے ۲ اور ۳ خذف کر دیے گئے)**

بہاولپور کی ایسٹرن گرے کنال (Eastern Grey Canal) میں پانی کی ترسیل ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔مشرقی پنجاب کا مغربی پنجاب سے جس میں بہاولپور بھی شامل ہے پانی کی مالکانہ رقوم وصول کرنا ایک ناجائز اقدام ہے۔ بہاولپور کا دعویٰ ہے کہ انہیں پانی کے حقوق اس لئے حاصل ہیں کہ انہوں نے اس نظام کی تعمیر میں سرمایہ لگایا ہے اور ان کے معاہدے کے تحت انہیں اس کی ضمانت دی گئی ہے۔لہٰذا جب پانی ریاست کی سرحد میں داخل ہوتا ہے تو وہ اس میں سے ۳۷۵ کیوسک پانی کے حقدار ہیں۔تاہم آپ کے نقطۂ نظر کا لحاظ کرتے ہوئے مَیں دوبارہ حکومتِ بہاولپور سے مشورہ کروں گا۔اس دوران مَیں آپ کی اس پیش کش کی قدر کرتا ہوں کہ متعلقہ حقوق طے ہونے تک ریاست کو پانی کی ترسیل بحال کر دی جائے گی۔جو طرزِ عمل مَیں اس وقت اختیار کر رہا ہوں اس کے پیشِ نظر آپ سے گذارش ہے کہ اس وعدے پر فوری عمل شروع کر دیا جائے۔

جون کے آخر میں ان معاملات پر غور کرنے کیلئے ایک میٹنگ بلانے پر مجھے اتفاق ہے اور کچھ دنوں میں اس کی تفصیلات پیش کر دوں گا۔

(ظفر اللہ خان)

۱۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۳۲
۲۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

# ۲.۳
# چترال

## ۲.۳.۱
## مہتر چترال بنام محمد علی جناح[1]

ریاست چترال
۳ اگست ۱۹۴۷ء

میرے عزیز دوست

سب سے پہلے نئے مسلم ملک پاکستان کی تشکیل پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کے مقصد کی تکمیل کیلئے اس نے آپ کو سربراہ بنایا اور ہندوستانی مسلمانوں کی امنگوں کو پورا کیا۔

ریاست چترال کی پاکستان میں شمولیت کے فیصلے کی اطلاع تار کے ذریعے پہلے ہی آپ کو دے دی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، صوبۂ سرحد کے انتہائی شمال میں دفاع کے اعتبار سے چترال کا محل وقوع بہت اہم ہے۔ از روئے تاریخ یہ ریاست قدیم زمانے سے آزاد رہی ہے اور نامساعد حالات کے باوجود اس نے صدیوں سے اپنی آزادی برقرار رکھی ہوئی ہے۔

برطانوی حکومت سے ہمارے موجودہ تعلقات قائم ہونے سے پہلے چترال اور افغانستان کے درمیان مساوی بنیاد پر دوستانہ تعلقات تھے۔ میرے دادا کے وقت جب افغانستان اپنے ہمسایوں سے جارحیت پر اتر آیا تو وہ سلطنتِ برطانیہ کی پناہ میں آ گئے۔ ان دنوں چونکہ تمام

راستوں پر افغانوں کا غلبہ تھا اور کشمیر ہی ایک ایسا راستہ تھا جس کے ذریعے انگریزوں سے ریاست چترال کا رابطہ قائم ہوسکتا تھا لہٰذا کشمیر سے دوستی ناگزیر ہوگئی۔ اس دوستی کو برقرار رکھنے کیلئے ہر سال تحفے تحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا۔

ہماری طرف سے پہل کرنے پر حکومتِ برطانیہ سے اولین تعلقات ۱۸۸۵ء میں قائم ہوئے۔ بعدازاں ریاست کشمیر نے چترال پر اپنی بالادستی کا دعویٰ کر دیا جس کی توجیہہ ہماری سمجھ سے اب تک بالاتر ہے۔ چترال کیلئے بدترین بات یہ ہوئی کہ اس دعوے کی حکومتِ برطانیہ نے بھی حمایت کی۔ اس گٹھ جوڑ کی مزاحمت کرنا چترال کے بس کی بات نہیں تھی لہٰذا میرے اسلاف نے اگرچہ کشمیر کی بالادستی کبھی قبول نہیں کی تاہم دباؤ میں آ کر معاہدوں پر دستخط کر دیے۔ کشمیر کی بالادستی اس قدر شرمناک سمجھی جاتی تھی کہ شدید ردِعمل سے بچنے کیلئے اس کا ذکر ریاست کے چند افراد کے سوا عام لوگوں سے نہیں کیا گیا۔

نہ صرف کشمیر کی بالادستی ہم پر ٹھونسی گئی بلکہ شمال اور جنوب کے وسیع حصے ریاست سے علیحدہ کر کے کشمیر اور افغانستان کو علی الترتیب بخش دیے گئے۔ شمال میں یاسین، اشکومان اور غزر کے اضلاع گلگت ایجنسی میں شامل کر کے ہمارے متواتر احتجاج کے باوجود کشمیر کے حوالے کر دیے گئے۔ یہ تینوں اضلاع ریاست چترال کے جزوِ لاینفک ہیں۔ وہاں کے لوگ میرے عوام کے رشتہ دار ہیں اور ایک ہی مذہب، ثقافت اور زبان کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔

اب جبکہ اقتدارِ اعلیٰ کے اختتام کے ساتھ ہی پاکستان کا ظہور ہوا ہے تو ریاستِ چترال اس امید پر پورے اعتماد اور شادمانی کے ساتھ پاکستان میں شامل ہو رہی ہے کہ کشمیر کی بالادستی سے پیچھا چھڑا کر اس کی عزت بحال ہو اور کشمیر کو دیے گئے گلگتی اضلاع اسے دوبارہ حاصل ہوں اور اس دوران مناسب وقت پر پاکستان کے ساتھ ایک نیا آبرومندانہ معاہدہ طے پا جائے۔

آپ کا مخلص دوست

مظفر الملک

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۳۵

## ۲.۳.۲

## مہتر چترال بنام محمد علی جناح[1]

ریاست چترال

۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

میرے عزیز دوست

جس وقت سے ریاست چترال پاکستان میں شامل ہوئی ہے مَیں پاکستان کی کامیابی اور استحکام میں اپنا مناسب کردار ادا کرنے کا متمنی ہوں۔

مالی طور پر چترال ایک امیر ریاست نہیں ہے اور فی الحال نقدی کی صورت میں پاکستان کے شایانِ شان پیشکش کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ لیکن اس کے پاس معدنیات اور جنگلات کے قدرتی وسائل موجود ہیں۔ اس امر کے پیشِ نظر کہ پاکستان میں وسیع پیمانے پر تعمیرات کا منصوبہ بن رہا ہے اور یہ کہ عمارتی لکڑی تعمیر کا ایک لازمی حصہ ہے مَیں خوشی سے پانچ ہزار شاداب دیودار کے درخت جو ریاست کے جنگلات میں کھڑے ہیں حکومتِ پاکستان کو مفت پیش کر رہا ہوں (ان کی قیمت تقریباً تین لاکھ روپے بنتی ہے) جن سے تقریباً پچیس ہزار لٹھے بن سکتے ہیں۔ گذارش ہے کہ ان درختوں کی کٹائی اور انہیں دریا کے ذریعے لے جانے کا انتظام حکومتِ پاکستان کرے۔

جنگلات کے علاوہ ریاست میں مختلف معدنیات بھی ہیں جن کو ابھی تک کام میں نہیں لایا گیا ہے۔ ان کی مقدار اور قیمت کا اندازہ مناسب جائزوں کے ذریعے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ مَیں ان معدنیات کو حکومتِ پاکستان کے استعمال کیلئے خاص رعایت پر پیش کر رہا ہوں۔ اس سے پاکستان کی کچھ تو معدنی ضروریات پوری ہوں گی اور ساتھ ہی ریاست کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

نیک خواہشات اور پُرخلوص تسلیمات کے ساتھ

آپ کا انتہائی پُرخلوص دوست

مظفر الملک

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۳۶

## ۲.۳.۳

# محمد علی جناح بنام مہتر چترال[1]

کراچی

۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مہتر چترال

آپ کے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کے خط کا انتہائی شکریہ۔ پاکستان کے بارے میں آپ کی فکرمندی کی مَیں قدر کرتا ہوں اور مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کرلیا ہے۔ آپ نے اپنی ریاست کی معاشی حالت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ میری نظر میں رہے گا اور مَیں ریاست کے جنگلات میں کھڑے پانچ ہزار شاداب دیودار درختوں کی پیش کش کیلئے تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان میں آپ کی شمولیت سے ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔ چترال کے معدنی وسائل کو بروئے کار لانا دونوں ریاستوں کیلئے سودمند ثابت ہوگا۔

آپ سے درخواست ہے کہ اگر ہو سکے تو اپنا نمائندہ کراچی بھیجئے تا کہ پاکستان سے الحاق کی باضابطہ کارروائی مکمل ہو جائے۔

ایک مرتبہ پھر آپ کا شکریہ۔

نیک خواہشات اور پُرخلوص تسلیمات کے ساتھ

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ ج پ ج ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۳۷

# ۲.۴
# دیر، ہنزہ اور نگر کی ریاستیں

## ۲.۴.۱
## ایس ایم یوسف بنام ایم اکرام اللہ[1]

کراچی
۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر اکرام اللہ

چونکہ سوات، امب، دیر اور پھلرا کی ریاستوں نے پاکستان میں شمولیت پر اپنی آمادگی ظاہر کر دی ہے اس لئے قائداعظم نے ہدایت کی ہے کہ ان سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے نمائندے کراچی بھیجیں تا کہ سندِ الحاق پر دستخط کرنے کی باضابطہ کارروائی مکمل ہو جائے۔[2] اس معاملے میں ان ریاستوں کی مراسلت آپ سے رہی ہے لہٰذا دعوت نامے بھی آپ کے دفتر سے جاری ہونے چاہئیں۔

آپ کا مخلص
ایس ایم یوسف

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۴۶
۲۔ دیر کے حکمران نے سندِ الحاق پر ۸ نومبر کو دستخط کئے جسے گورنر جنرل نے ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کو منظور کیا۔

## ۲.۴.۲

# لیاقت علی خاں بنام جارج کنگھم[۱]

## (تار۔اشد فوری)

لاہور

۶ نومبر ۱۹۴۷ء

آپ نے گلگت کا وہ پیغام دیکھا ہوگا جو صوبۂ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ کو بھیجا گیا ہے۔ مہربانی فرما کر پولیٹکل ایجنٹ گلگت کو اس ہدایت کے ساتھ فوراً روانہ کیجئے کہ وہ نظم و نسق خود سنبھال لیں۔

ہنزہ اور نگر کی ریاستوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے اور ہم ان کی شمولیت منظور کرنے پر آمادہ ہیں۔ مہربانی فرما کر سرحدی ریاستوں کے استعمال کی آسان سندِ الحاق ان کے دستخطوں کیلئے ہنزہ اور نگر بھیج دیجئے اور پھر ان کو گورنر جنرل کے دستخط کیلئے ہمیں ارسال کر دیجئے۔

دیر، سوات اور چترال کو منع کر دیا جائے کہ وہ اپنی فوجیں گلگت نہ بھیجیں اور یہ خیال رکھیں کہ کسی قسم کا سرحدی تصادم نہ ہونے پائے۔

[لیاقت علی خاں]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۴۸

# ۲.۵
# ریاست قلات

## ۲.۵.۱
## وائسرائے کی بیسویں متفرقہ میٹنگ کی روداد

(خفیہ)

وائسرائے ہاؤس۔نئی دہلی
۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء

### شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

عبدالرّب نشتر — کونریڈ کورفیلڈ[۲]
محمد اسلم خان[۳] — ای بی ویک فیلڈ (E. B. Wakefield)[۴]
سلطان احمد[۵] — ارسکین کرم (Erskine Crum)

اختر حسین

وائسرائے نے قلات کے وفد کا خیر مقدم کیا۔انہوں نے وضاحت کی کہ بحیثیت شاہی نمائندہ وہ چاہتے ہیں کہ ۱۵ اگست تک ریاستوں اور دو نئی مملکتوں کے درمیان امکانی تنازعہ کے تمام معاملات طے کر دیں۔

### قلات کا قانونی درجہ

وائسرائے نے پوچھا کہ تاجِ شاہی کے ساتھ تعلقات میں قلات کا درجہ آیا ہندوستانی

ریاست جیسا تھا یا اس سے مختلف۔

نوابزادہ محمد اسلم خان نے کہا کہ اس کی توضیح ۱۸۷۶ء کے معاہدے نے کردی ہے جس کے مطابق حکومتِ برطانیہ سے معاہداتی تعلقات میں قلات ایک آزاد اور خودمختار ریاست تھی اور اس کا شمار بطور ہندوستانی ریاست کے نہیں ہوتا تھا۔

وائسرائے نے کہا کہ مذاکرات کی خاطر وہ اس درجے کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔

مسٹر نشتر نے کہا کہ انہیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔

## پٹے پر دیے گئے علاقے

وائسرائے نے کہا کہ ان کی سمجھ کے مطابق پٹے پر دیے گئے چار علاقے یعنی کوئٹہ، نوشکی، نصیرآباد اور بولان موجودہ گفتگو کے اہم موضاعات ہیں۔

انہوں نے واضح کیا کہ اس دعوے کی آئندہ حکومتِ پاکستان کے نمائندے مزاحمت کررہے ہیں کہ انتقالِ اقتدار کے بعد یہ علاقے قلات کو واپس کردیے جائیں۔ ان کی اس رائے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ بیرونی ممالک سے تعلقات میں ہندوستان کی جانشین حکومتیں ان تمام ذمہ داریوں کی وارث بنیں گی جو ہندوستان نے معاہدوں کے تحت اپنے پر واجب کی تھیں اور یہ کہ حکومتِ پاکستان بھی ان ذمہ داریوں (نفع ونقصان) کی وارث ہوگی جو قلات سے کئے گئے معاہدوں مثلاً ۱۹۲۱ء کے اینگلو۔افغان معاہدے سے لازم آتی ہیں۔

نوابزادہ محمد اسلم خان نے کہا کہ قلات کی گذارش یہ ہے، کہ پٹے سے یہ بات بالکل واضح ہے، کہ جہاں ایک طرف اس کے فریق ہز ہائنس، ان کے ورثا اور جانشین متاثر تھے تو دوسری فریق صرف حکومتِ برطانیہ تھی۔ ان پٹوں میں حکومتِ برطانیہ کے ساتھ تبادلے یا وراثت کی ایسی کوئی شرط نہیں کیونکہ یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا۔

مسٹر نشتر نے کہا کہ انہیں اس سے اتفاق نہیں کہ یہ معاہدے ''ذاتی'' نوعیت کے تھے۔ ذاتی معاہدے وہی ہوتے ہیں جن میں ایک مخصوص فرد شامل ہوتا ہے۔

سر سلطان احمد نے کہا کہ ان کی سمجھ کے مطابق لفظ ''ذاتی'' وسیع قانونی معنی کا حامل

ہے۔انہوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ ۱۸۷۶ء کے معاہدے سے پیدا ہونے والے حقوق اور ذمہ داریاں کسی جانشین حکومت کو منتقل نہیں کی جاسکتیں۔ یہ معاہدہ قلات نے حکومتِ ہندوستان کے ساتھ نہیں بلکہ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ کیا تھا۔قانونی صورت حال کا جو مطلب پاکستان کے نمائندوں نے سمجھا ہے اسے قلات کے نمائندے قبول نہیں کر سکتے۔

وائسرائے نے کہا کہ خود انہیں بھی یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق اس قسم کے معاہدے انتقالِ اقتدار سے معطل نہیں ہو جاتے بلکہ جانشین حکومتوں کو وہ میراث میں ملتے ہیں۔ وائسرائے نے تجویز پیش کی کہ اگر مزید گفتگو کے بعد متعلقہ جماعتوں میں قانونی صورتِ حال پر کوئی اتفاق نہ ہوا تو یہ معاملہ ثالثی ٹربیونل کو پیش ہوسکتا ہے۔ سر سلطان احمد نے کہا کہ ہم سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اس معاملے پر پہلے خان آف قلات کی مسٹر جناح سے بات چیت ہونی چاہئے۔

## بحیثیت مجموعی قلات کا مستقبل

وائسرائے نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی قلات کے مستقبل کے بارے میں گفتگو کی جائے۔انہوں نے واضح کیا کہ اگلے ہفتے وہ ریاستوں کے نمائندوں سے اس ارادے سے ملاقات کریں گے کہ انہیں یہ مشورہ دیں کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک مملکت سے وابستہ ہو جائیں۔ ہندوستان نے الحاق کے معاملے میں اپنے مطالبات کی تعداد صرف تین شعبوں تک محدود کر دی ہے۔یعنی دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات۔ پاکستان کے سلسلے میں یہ مسئلہ چونکہ چند ریاستوں تک محدود ہے اس لئے مسٹر جناح اس پر تیار ہیں کہ شمولیت کے طریقِ کار اور درجہ بندی پر ریاستوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اور انفرادی طور پر گفت وشنید کریں۔ وائسرائے نے کہا کہ اگرچہ قلات اپنے انتخاب میں مکمل طور پر آزاد ہے تاہم ان کا ذاتی مشورہ یہ ہے کہ چند شرائط پر پاکستان سے وابستگی کے علاوہ اس کے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

نوابزادہ محمد اسلم خان نے کہا کہ خان قلات کی دلی خواہش ہے کہ پاکستان سے دوستانہ تعلقات برقرار رہیں۔ وہ باہمی مفاد کے ایک خوش آئند تصفیے کیلئے بھی تیار ہیں۔ خاص طور پر

مسٹر جناح کا وہ بہت احترام کرتے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۵۴
۲۔ سیاسی مشیر، نمائندۂ شاہی
۳۔ وزیر اعظم، ریاستِ قلات
۴۔ جوائنٹ سیکریٹری، پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ، انڈیا
۵۔ مشیر، ایوانِ والیانِ ریاست

## ۲.۵.۲

## ماؤنٹ بیٹن اور خان قلات کے درمیان انٹرویو کا ریکارڈ[۱]

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

رسمی گفتگو کے بعد ہم اصلی مسئلے پر متوجہ ہوئے۔ خان صاحب نے میرا شکریہ ادا کیا کہ مَیں نے پاکستان سے یہ تسلیم کرایا ہے کہ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ معاہداتی تعلقات کی بناء پر ان کا رتبہ ایک آزاد اور خود مختار ریاست جیسا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ مسٹر جناح سے ان کی طویل ملاقات ہوئی تھی جس میں دونوں نے یہی کہا کہ وہ ایک دوسرے کے دوست رہنا چاہتے ہیں اور نظریہ آتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی مناسب اقرار نامہ یا معاہدہ طے پا جائے گا۔ لیکن متنازع مسئلہ پٹّے پر دیے گئے علاقے ہیں۔

مَیں نے ہز ہائنس پر واضح کیا کہ یہ ایک قانونی مسئلہ ہے اور اسے ایک متفق علیہ قانونی مشورے کے ذریعے ہی طے کیا جا سکتا ہے۔ تاہم مجھے یہ نظر آتا ہے کہ حکومتِ پاکستان کو یہ پٹّے اسی طرح ورثے میں ملیں گے جس طرح انہیں ۱۹۲۱ء کا اینگلو۔ افغان معاہدہ ورثے میں ملے گا۔

مَیں نے یہ نکتہ بھی واضح کیا کہ برطانوی اور ہندوستانی حکومتوں نے کوئٹہ اور نصیر آباد میں بہت سرمایہ لگایا ہے اور اگر قانونی مشورہ یہ ہو کہ پٹّے پر دیے گئے علاقے قلات کو

واپس کر دیے جائیں تو بھی یہ مسئلہ باقی رہے گا کہ ان انتہائی قیمتی تنصیبات کی قیمت کس طرح ادا کی جائے گی۔

ہز ہائنس نے اقرار کیا کہ یہ تمام معاملات مسٹر جناح کے ساتھ خوش اسلوبی سے سرانجام ہونے والے ہیں لیکن انہوں نے یہ بھی کہا مسٹر جناح چاہتے ہیں کہ مجھ سے مل کر پیش رفت بیان کریں اور انہوں نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ کیا ان کے تجویز کردہ اقرار نامے اور معاہدے کے مسوّدے کے بارے میں وہ اور مسٹر جناح اکٹھے آ کر مجھ سے مل سکتے ہیں۔ مَیں نے جواب دیا ''بہ سروچشم''

ماؤنٹ بیٹن آف برما

ا۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۵۵

## ۲.۵.۳
## ولیم فرانسس لسٹوویل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]
## (اقتباس۔ نجی اور خفیہ)

لندن

۲ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر ماؤنٹ بیٹن

۱۹ جولائی کو قلات کے وفد کے ساتھ اپنی ملاقات میں آپ نے جو سمت اختیار کی تھی اس پر مجھے کچھ شکوک ہیں۔ ۱۸۵۴ء اور ۱۸۷۶ء کے معاہدوں سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ قلات ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہے بلکہ حقیقت میں اسے ہمیشہ ایک ہندوستانی ریاست ہی شمار کیا گیا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے جدول ایک کے حصہ دوم میں اس کی یہی شکل ہے اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ قانونی حیثیت سے قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ ۷(۱) (ب) کا اطلاق قلات سے کئے گئے ہمارے معاہدوں پر ہوتا ہے۔ نتیجتاً پٹّے پر دیے گئے علاقوں کی

قلات کو واپسی اور ان کے مستقبل کا معاملہ ریاست اور پاکستان کے درمیان مذاکرات پر منحصر ہے۔ پارلیمنٹ میں ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ ریاستوں کے ان دعووں کی حوصلہ شکنی کی جائے کہ انہیں علیحدہ بین الاقوامی وحدت سمجھا جائے اور اگر قلات کے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا تو لازمی طور پر دوسری ریاستوں کو بھی اسی طرح کے دعوے کرنے کا حوصلہ ملے گا۔ مزید برآں سرحدی ریاستوں کے اس طرح کے دعوے کو تسلیم کرنے میں یہ خطرہ بھی ہے کہ ان کے لئے اپنی آزادی برقرار رکھنا آسان ہو جائے گا۔ ہندوستان اور پاکستان کی سالمیت کیلئے خطرہ ہونے کے علاوہ نئی اور کمزور بین الاقوامی وحدتوں کا ظہور بذاتِ خود ایک ناپسندیدہ امر ہے۔

آپ کا مخلص

لسٹوویل

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۵۸

## ۲.۵.۴

## محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

۹ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

آپ کے بھیجے ہوئے ۸ اگست کے خط بمع لارڈ ازمے کے خط کا بے انتہا شکریہ۔

مَیں نے پاکستان اور قلات کے مابین معاہدے کا مسوّدہ منظور کر لیا ہے چنانچہ آپ اس کے مطابق اعلامیہ[2] جاری کر سکتے ہیں۔

مَیں لارڈ ازمے کو بھی لکھ رہا ہوں کہ مَیں نے شق نمبر ۱ اور ۲ سے متعلقہ ان کی بھیجی ہوئی تجاویز بھی قبول کر لی ہیں۔ باقی شقوں میں مَیں نے ترامیم کر دی ہیں جن پر مَیں سمجھتا ہوں آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ یہ صرف جگہ ''کراچی میں'' کی وضاحت کرتی ہے۔

مَیں لارڈ ازمے کی اس بات سے بھی متفق ہوں کہ انہیں ۱۵ اگست کو ایک نوٹیفکیشن

بھی جاری کرنا چاہئے جس کا مسوّدہ کچھ اس طرح ہے:

**(آخری حصہ حذف کر دیا گیا)**

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۶۶
۲۔ ضمیمہ

## ۲.۵.۴ کا ضمیمہ

## پاکستان اور ریاستِ قلات کے درمیان صورتِ حال پر پریس اعلامیے کا مسوّدہ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

قلات کے وفد اور پاکستان اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے عہدیداروں کے درمیان ایک ملاقات سے جس کی صدارت شاہی نمائندے نے کی تھی اور شاہی نمائندے کی ہز ہائنس خان آف قلات اور مسٹر جناح کے ساتھ سلسلہ وار میٹنگوں سے جو نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ حسبِ ذیل ہے:

۱۔ حکومتِ پاکستان نے تسلیم کیا ہے کہ حکومتِ برطانیہ سے معاہداتی تعلقات کی بناء پر قلات ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہے[1] جس کا درجہ ہندوستانی ریاستوں سے مختلف ہے۔

۲۔ اس بات پر قانونی مشورہ لیا جائے گا کہ آیا حکومتِ برطانیہ اور قلات کے درمیان پٹّوں کے معاہدے حکومتِ پاکستان کو ورثے میں ملیں گے یا نہیں۔

۳۔ جب یہ مشورہ موصول ہو جائے گا تو کراچی میں پاکستان کے نمائندوں اور خان آف قلات کے درمیان مزید ملاقاتیں ہوں گی۔

۴۔ اس دوران میں پاکستان اور قلات کے درمیان علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پا گیا ہے۔

۵۔ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے بارے میں تصفیہ کرنے کیلئے کراچی میں پاکستان اور قلات کے درمیان جلد ہی مذاکرات ہوں گے۔

۱۔ دیکھئے ضمیمے کا منسلکہ

# ۲.۵.۴ کے ضمیمے کا منسلکہ

## تعلقات دولتِ مشترکہ کے وزیرِ مملکت کی یادداشت

## (خفیہ۔اقتباس)

دفترِ تعلقاتِ دولتِ مشترکہ،

کنگ چارلس اسٹریٹ۔لندن

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

### ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں سے ہندوستانی ریاستوں کا الحاق

ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں سے ہندوستانی ریاستوں کے الحاق پر ہونے والے مذاکرات کی پیش رفت کا حسب ذیل خاکہ انڈیا اینڈ برما کمیٹی کیلئے جاننا مفید رہے گا۔

### (پیرا ۲ تا ۸ حذف کر دیے گئے ہیں)

۹۔ پاکستان نے قلات کے ساتھ مذاکرات اس بنیاد پر شروع کئے ہیں کہ اس نے قلات کی آزادی کو تسلیم کر لیا ہے اور کوئٹہ اور دوسرے علاقوں کے پٹّے پر تاجِ برطانیہ اور قلات کے درمیان پچھلے معاہدوں کو جو بصورتِ دیگر قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ ۷(۱)(ب) کے تحت ساقط ہو جاتے انہیں بطور بین الاقوامی معاہدے قبول کر لیا ہے جن پر اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کا اثر نہیں پڑے گا۔ خان آف قلات جن کا علاقہ ایران سے متصل ہے اس حیثیت میں نہیں کہ بطور ایک آزاد ریاست بین الاقوامی ذمہ داریاں سنبھال سکیں اور انتقالِ اقتدار سے پہلے ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اس قسم کی صورتِ حال سے خبردار کر دیا گیا تھا اور بلاشبہ انہوں نے حکومتِ پاکستان کو بھی متنبہ کر دیا ہوگا۔ پاکستان میں مقیم برطانوی ہائی کمشنر کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ پوری کوشش کریں کہ حکومتِ پاکستان ایسا کوئی معاہدہ قلات سے نہ کرے جس کے مطابق ریاست کو ایک علیحدہ بین الاقوامی وجود کے تسلیم کیا جا سکے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ نکل سکتا ہے کہ حکومتِ پاکستان کو مجبوراً یہی کچھ کشمیر کیلئے بھی تسلیم کرنا پڑے گا اگرچہ کشمیر کبھی

بھی آزاد نہیں تھا کیونکہ سکھ جنگوں کے بعد برطانیہ نے موجودہ شاہی خاندان کیلئے کشمیر کو تخلیق کیا تھا اور نہ ہی کشمیر کے پاس وہ لوازمات ہیں جن سے وہ اپنے ہمسایوں روس اور چین کے ساتھ ایک آزاد ریاست کی ذمہ داریاں برقرار رکھ سکے۔

آرتھر ہنڈرسن

وزیرِ مملکت برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ

## ۲.۵.۵
## خان قلات کی تقریر[1]

قلات۔بلوچستان

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ سے بلوچی زبان میں خطاب کرتے ہوئے مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ مَیں آپ سے مستقبل میں اسی زبان میں گفتگو کروں گا کیونکہ یہ ہمارے بلوچ عوام کی زبان ہے۔

خان نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

تقریباً پندرہ سال پہلے اللہ نے اپنے کرم سے آپ کی خدمت کیلئے میرا انتخاب کیا تھا۔ اس عرصے میں مَیں قومی روایات اور آرزوؤں سے غافل نہیں رہا البتہ مصلحت اور غیر ملکی حکومت کی پابندیوں کی وجہ سے اپنے جذبات کا پوری طرح اظہار نہیں کر سکا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں آزادی کی نعمت عطا ہوئی ہے اور اب مَیں اپنے خیالات کا اظہار آزادی سے کر سکتا ہوں۔ جس دن سے مجھے آپ کی خدمت تفویض ہوئی ہے مجھے تین خواہشات عزیز رہی ہیں۔

اوّل یہ کہ ہماری یہ سرزمین جس کی سرحدیں افغانستان، ایران، ہندوستان اور سمندر سے ملتی ہیں اور جو پانچ سو سال سے بلوچ حکمرانی کے تحت رہی ہے اسے غیر ملکی غلبے، غلامی اور

خواری سے نجات دلانی ہوگی۔

دوم یہ کہ اپنے ماضی کی روایات کے مطابق اسلامی شریعت مکمل طور پر رائج ہونی چاہئے اور ہمارے دستور کی اساس قرآن پر ہونی چاہئے۔

سوم یہ کہ بلوچ قوم کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونا چاہئے تا کہ یہ حریت پسند اور جوشیلے لوگ اپنی حکومت اور اپنا امتیازی نظام قائم کر سکیں۔ مَیں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری ایک خواہش یعنی آزادی کی آرزو پوری ہوگئی ہے لیکن دوسری خواہشات یعنی شریعتِ محمدی ﷺ کا نفاذ اور بلوچ قوم کا اتحاد ابھی پوری ہونی باقی ہیں۔ ان دونوں مقاصد کے حصول کیلئے مَیں انشاء اللہ کوشش جاری رکھوں گا۔

اب مَیں اپنے عزیز عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی شریعتِ محمدی ﷺ اور بلوچ اتحاد کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ جب تک یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے ہم دم نہیں لیں گے۔

مَیں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم جب تک اسلامی روایات پر عمل پیرا رہے اس وقت تک ہم متحد اور آزاد رہے لیکن جس وقت شریعت اسلامی کو بھول بیٹھے اور خدا کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے تو ہم ایک بدبخت قوم بن گئے۔ اسی وجہ سے ہم نے اپنی آزادی کھوئی تھی۔ اگر ہم ترقی اور خوشحالی چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اپنی پرانی روایات، اسلامی شریعت اور اللہ کے احکامات پر عمل کریں۔ اسی میں ہماری اصل نجات ہے۔

مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب ہماری ریاست وہ نہیں جو کل ہوا کرتی تھی جبکہ ہم غلام تھے اور ہماری نہ آواز تھی اور نہ کوئی پالیسی۔ ہمیں ان لوگوں کی پالیسی پر عمل کرنا پڑتا تھا جو مقتدر اعلیٰ تھے۔ اسی لئے مَیں نے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ ساری تعریف اللہ کیلئے جو ہمارا حقیقی مالک ہے کہ اس کے کرم سے آج مَیں صرف اللہ اور اس کے بعد آپ کو جوابدہ ہوں۔ یہ میرا فرض ہے کہ مَیں اپنے عوام کی ترقی کیلئے جدوجہد کروں۔ امن کے قیام اور ظلم کے خاتمے کیلئے مَیں بلا جھجک تعزیری اقدام کروں گا۔ اسلامی اصولوں کے نفاذ اور بلوچیوں کی آزادی اور اتحاد کی بقاء کیلئے ہمیں سخت کوشش کرنی پڑے گی۔ آپ سے یہ اپیل کرتے ہوئے

کہ آپ لوگ اس نازک مرحلے سے گذرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار رکھیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طاقت سے نہ ڈریں آپ سے یہ گذارش ہے کہ میری مدد کیلئے اپنے ہاتھ بڑھائیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے ہمسائے اور دوسرے آزاد اور امن پسند ممالک ہماری مدد کریں گے اور ان کے عوام کی ہمدردی ہمارے ساتھ ہوگی کیونکہ اب ہم خوابِ خرگوش سے جاگ اٹھے ہیں۔

مجھے احساس ہے کہ بعض اشخاص مجھے مسکین اور کمزور انسان سمجھتے ہیں۔ بعض دوسرے افراد سمجھتے ہیں کہ مَیں ان سے خائف ہوں۔ اپنی صفائی کیلئے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ایک مسلمان اگر اللہ کے سوائے کسی اور سے ڈرے تو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ مَیں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مَیں ایک مسلمان ہوں اور سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ لہٰذا مَیں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میرے عوام کے خلاف کسی بھی طرف سے کسی بھی زیادتی کو مَیں برداشت نہیں کروں گا اور نہ کسی آمر کو کمزور اور بے وسیلہ لوگوں پر ظلم کرنے کی اجازت دوں گا۔ آج سے اگر ظلم، رشوت یا تشدد کا کوئی ثابت شدہ فعل میری نظر میں آیا تو میں پہلا شخص ہوں گا جو مجرم کو سزا دوں گا۔

یہاں مَیں یہ بھی واضح کردوں کہ ہماری رعایا ہم سے وفادار رہی ہے اور اسی طرح وفادار رہے گی۔ ہمارا پختہ عہد ہے کہ ہم ان کی جانوں، مذہب، عزت اور تمدن کی حفاظت کریں گے۔ مَیں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ قلات فرقہ وارانہ فسادات سے محفوظ رہا ہے جس نے پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

آج اللہ کے کرم سے اللہ کے اس گھر پر آپ کا اسلامی پرچم بلند کروں گا۔ سب سے پہلے میں احترام کے ساتھ اس کو سلامی دوں گا۔ مَیں ہمیشہ اس پر فخر محسوس کروں گا۔ مجھے اسلام اور بلوچ عوام کا خدمتگار سمجھا جائے۔ اس امر کی توثیق کیلئے مَیں حکم دیتا ہوں کہ وہ تمام افراد جو ملت اور بلوچ عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ حلفِ وفاداری لینے کیلئے تیار ہو جائیں۔ جن لوگوں کی سوچ دوسری ہے وہ فوراً استعفیٰ دے دیں۔

لوگ کثیر تعداد میں مجھے تار کے ذریعے یا زبانی مبارکباد پیش کر رہے ہیں وہ ''بادشاہ'' یا ''ہز میجسٹی'' کے القاب استعمال کر رہے ہیں تاہم میں یہ واضح کر دوں کہ ایک بادشاہ ہونا میرے لئے فخر کی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس مجھے اسلام اور رسول ﷺ کا خادم ہونے پر فخر ہے۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ مجھے خدمت کے نیک مقصد میں جدوجہد کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔

مَیں اپنے عزیز بلوچ عوام کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلام کے اصولوں اور بلوچ روایات کے مطابق ہم سب اللہ کے خادم ہیں اور اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ ہم سب آدم کی اولاد ہیں جن کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم سب برابر ہیں۔ ہم میں سے جس کا رتبہ بلند ہے اس کی فضیلت تقویٰ کی وجہ سے ہے چاہے وہ خانِ قلات ہو، زمیندار ہو، مزدور ہو یا گڈریا ہو۔ اللہ کے آگے سب مساوی ہیں۔ ہمارے آباء و اجداد نے خود کو شاہ یا شہنشاہ کا لقب نہیں دیا تھا۔ خان نصیر خان کا ایک وصیت نامہ ہے جس میں انہوں نے ہمیں عوام کے خدمتگار بننے کی نصیحت کی ہے۔ ''اگر آپ اس صراط مستقیم سے روگردانی کریں گے تو آپ کو ذلت برداشت کرنی پڑے گی اور بالآخر آپ نیست و نابود ہو جائیں گے۔''

اسلام میں بادشاہت یا تاج کا کوئی تصور نہیں ہے۔ رسول ﷺ اور ان کے چار صحابہؓ یعنی خلفاء راشدین نے نہ تو اپنے آپ کو بادشاہ کہا تھا اور نہ ہی اپنے سروں پر تاج پہن کر عوام پر حکومت کی تھی۔ اس حقیقت کے باوصف کہ انہوں نے ایک وسیع سلطنت پر حکومت کی تھی اور غیر محدود اقتدار کے حامل تھے وہ عام لوگوں میں گھلے ملے رہے اور سادہ زندگی بسر کی۔ انشاءاللہ ہم بھی ان ہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں گے۔

اب میں اللہ کا نام لے کر آپ کا اسلامی اور قومی پرچم بلند کر رہا ہوں اور بلوچیوں کے استحکام، آزادی، اتحاد اور عظمت کیلئے دعا کرتا ہوں۔ جب توپ کی سلامی دی جائے تو بلند آواز سے نعرے لگائیں اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، آزاد بلوچ قوم زندہ باد، اسلامی بلوچ حکومت پائندہ باد۔

اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہندوستان میں ایک ایسا ملک وجود میں آیا ہے جو آزاد اور خود مختار ہے یعنی اسلامی مملکتِ پاکستان جو رقبے اور آبادی کے لحاظ سے دنیا کا پانچواں اور اسلامی دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ خوش قسمتی سے اس کی سرحد ریاستِ قلات کی سرحد سے ملتی ہے۔ ہم اس کی ترقی اور خوشحالی کیلئے دعا گو ہیں اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ یا اللہ رسول پاک ﷺ کے صدقے ہماری دعائیں قبول فرمایئے اور ہمیں اپنے مقدس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

۱۔ یہ تقریر نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد قلات میں کی گئی تھی۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۶۷

## ۲.۵.۶

## محمد علی جناح بنام خان آف قلات[1]

کیمپ ڈھاڈر۔ قلات

۲ فروری ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر خان صاحب

آپ کے وزیر اعظم نوابزادہ محمد اسلم سے مل کر مجھے خوشی ہوئی جو آپ کی طرف سے معاملات پر گفتگو کرنے کیلئے آج مجھ سے ملنے آئے تھے۔ ہم نے اس معاملے پر گفت وشنید کی ہے اور ہماری گفتگو کے ماحصل سے وہ آپ کو مطلع کر دیں گے۔

آپ کے دوست اور خیر خواہ کی حیثیت سے میرا مشورہ ہے کہ آپ مزید تاخیر کئے بغیر پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس معاملے پر توجہ سے غور کریں گے اور اپنے حتمی جواب سے مجھے مطلع کریں گے۔ جیسا کہ آپ نے اس وقت وعدہ کیا تھا جب آپ کراچی میں میرے مہمان تھے اور ہم نے اس پورے مسئلے پر ہر پہلو

سے غور کیا تھا۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۶۹

## ۲.۵.۷
## اے ایس بی شاہ بنام خان قلات[1]

کیمپ سبّی
۱۵ فروری ۱۹۴۸ء

یور ہائنس

یور ہائنس کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اپنی اچانک علالت کی وجہ سے چونکہ آپ پروگرام کے مطابق ۱۴ تاریخ کو سہ پہر ساڑھے چھ بجے ریذیڈنسی میں قائداعظم سے ملنے نہیں آ سکے تھے لہٰذا قائداعظم نے یہ کام میرے سپرد کیا کہ مَیں ڈھاڈر میں آپ کی قیام گاہ پر جا کر آپ کی مزاج پُرسی کروں۔ جب مَیں وہاں موجود تھا تو آپ نے مجھ سے کچھ سوالات کئے اور مَیں نے سندِ الحاق کے مسوّدے پر چند وضاحتیں پیش کی تھیں۔ سندِ الحاق کے مسوّدے پر گفتگو اور چھان بین کے بعد یور ہائنس نے مہربانی فرما کر قائداعظم کے نام ایک خط مجھے عنایت فرمایا اور قائداعظم کو ایک زبانی پیغام دینے کیلئے بھی مجھ سے کہا۔ مَیں نے اسی شام یور ہائنس کا خط اور یور ہائنس کا حسبِ ذیل پیغام قائداعظم کو پہنچا دیا:

۱۔ یہ کہ تمام عواقب و جوانب پر گفتگو اور غور کرنے کے بعد یور ہائنس قطعی طور پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ریاست اور قلات کے عوام کے بہترین مفاد میں ہوگا کہ پاکستان سے الحاق کر لیا جائے اور یور ہائنس نے اس اقدام کا فیصلہ کر لیا ہے۔

۲۔ یہ کہ یور ہائنس نے سندِ الحاق کے مسوّدے کا بغور جائزہ لے لیا ہے اور مختلف شرائط پر گفتگو اور ان کی تحقیق کے بعد یور ہائنس نے پوری طرح مطمئن ہو کر ان کی منظوری دی ہے۔

۳۔ جیسا کہ یور ہائنس نے اپنی مشاورتی مقنّنہ کے دونوں ایوانوں کا اجلاس پہلے ہی ۲۱ تاریخ کو طلب کر لیا ہے لہٰذا ان سے مشورے کے بعد آپ اپنا قطعی جواب اس ماہ کے ختم ہونے سے پہلے دے دیں گے۔

قائداعظم نے مجھے یور ہائنس کا شکریہ ادا کرنے کیلئے کہا ہے۔ انہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ آپ پہلے سے بہت بہتر ہیں اور انہوں نے جان لیا ہے کہ اب آپ اس ماہ کے اختتام سے پہلے اپنا قطعی جواب ضرور دے دیں گے۔

احترام اور نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

اے ایس بی شاہ

جوائنٹ سیکریٹری، وزارتِ امور خارجہ

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۴۳

## ۲.۵.۸

## خان قلات بنام محمد علی جناح[1]

### (اقتباس)

کیمپ ڈھاڈر

۲ مارچ ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر قائداعظم

مَیں یہ خط دونوں ایوانوں یعنی دارالعوام اور دارالامراء کے ان فیصلوں سے مطلع کرنے کیلئے لکھ رہا ہوں جو انہوں نے پاکستان اور قلات کے درمیان آئندہ تعلقات کے بارے

میں کئے ہیں اور مَیں نے وعدہ کیا تھا کہ یہ اطلاع فروری کے اختتام تک آپ کو پہنچا دوں گا۔ دارالعوام نے اپنے ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں متفقہ طور پر اپنے ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کے فیصلے کو برقرار رکھا جو حسبِ ذیل ہے:

''اس ایوان کی متفقہ رائے ہے کہ پاکستان سے ہمارے تعلقات الحاق کے بجائے معاہدے کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔''

میرے قبائلی سرداروں کا کہنا ہے کہ زیرِ غور معاملہ چونکہ انتہائی اہم ہے اور جو وقت انہیں دیا گیا ہے وہ بہت مختصر ہے لہٰذا انہیں تین ماہ کا وقت ملنا چاہئے تا کہ وہ کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں۔ان کی یہ درخواست معقول سمجھتے ہوئے مَیں نے اسے منظور کر لیا ہے۔

انتہائی احترام اور نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

احمد یار خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۷۶

## ۲.۵.۹

## ایس ایم یوسف بنام خان قلات[1]

(خفیہ)

سنّی

۴ مارچ ۱۹۴۸ء

یور ہائنس

قائداعظم کی خواہش کے مطابق آپ کے ۲ مارچ ۱۹۴۸ء کے خط کی وصولی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔اس خط میں آپ نے انہیں قلات کی مشاورتی مقنّنہ کے دونوں ایوانوں سے صلاح مشورے کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ قائداعظم کو اس سے اتفاق نہیں کہ

حقیقت حال صحیح طور پر بیان کی گئی ہے۔ سبّی کے حالیہ دورے (۱۴ فروری) میں قائداعظم نے یور ہائنس کے ساتھ کئی مرتبہ بات چیت کی تھی اور یور ہائنس نے اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ قلات کو پاکستان کے ساتھ الحاق کر لینا چاہیئے۔ سندِ الحاق کا مسوّدہ جس پر یور ہائنس کو دستخط کرنے تھے تیار کر لیا گیا تھا اور توقع تھی کہ جب یور ہائنس اگلی مرتبہ قائداعظم سے ملنے ریذیڈنسی آئیں گے تو اس پر دستخط ہو جائیں گے۔ بدقسمتی سے یور ہائنس علیل ہو گئے اور سند پر دستخط نہیں ہو سکے۔

۲۔ پھر یور ہائنس نے کرنل شاہ کے توسط سے قائداعظم کو ایک خط اور زبانی پیغام بھیجا۔ یور ہائنس کے خط میں یہ کہا گیا ہے کہ یور ہائنس مقننہ کے دونوں ایوانوں سے دوبارہ مشورہ کریں گے اور ان کے حتمی فیصلے کی اطلاع فروری کے اختتام تک دے دیں گے۔ بجائے اس کے قائداعظم کو آپ کے خط میں دارالعوام کی ایک مبہم اور غیر معین قرارداد ملی ہے جب کہ دارالامراء نے مزید وقت کا تقاضہ کیا ہے حالانکہ سبّی میں سرداروں کے وفد نے قائداعظم سے مل کر دارالامراء کی رائے واضح کرتے ہوئے یک زبان ہو کر کہا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ قلات کے الحاق کی حمایت کرتے ہیں۔ یور ہائنس اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس سارے معاملے کا نتیجہ انتہائی مایوس کن اور غیر تسلّی بخش نکلا ہے۔

مَیں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ طویل عرصے سے لٹکا ہوا ہے۔ اکتوبر کے دوسرے ہفتے میں جب یور ہائنس بطور مہمان قائداعظم کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ آپ کی متعدد مرتبہ گفتگو بھی ہوئی تھی، اس وقت یور ہائنس نے وعدہ کیا تھا کہ ایک یا دو ماہ میں اپنے قطعی فیصلہ سے انہیں آگاہ کریں گے۔ اس بات کو مہینوں گزر گئے لیکن کوئی واضح صورت حال ظاہر نہیں ہوئی ہے۔[۲] اس معاملے پر ابھی تک قائداعظم بذات خود گفت و شنید کر رہے تھے لیکن طویل مدت اور یور ہائنس کے متذبذب اور بدلتے ہوئے رویّے کے پیشِ نظر انہوں نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ بہتری اسی میں ہے کہ وہ یور ہائنس سے ذاتی گفت و شنید ختم کر دیں اور اس معاملے کو وزارتِ امور خارجہ کے سپرد کر دیں جو ریاستوں کے امور کی

بھی دیکھ بھال کرتی ہے۔

آپ کا مخلص

ایس ایم یوسف

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۸۷

۲۔ خان آف قلات کا حقیقتاً یہ ارادہ تھا کہ جناح کے ساتھ کوئی معاہدہ طے پا جائے لیکن اپنے خاندان کے افراد اور خصوصاً اپنے بھائی عبدالکریم کے دباؤ میں آ کر آخری لمحے ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔

## ۲.۵.۱۰

# محمد علی جناح بنام ایم اکرام اللہ[1]

## (تار۔ خفیہ)

۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء

## (پیرا ۱ حذف کر دیا گیا ہے)

قلات کی بابت کسی قسم کے مذاکرات یا مزید بات چیت نہیں ہونی چاہئے تا کہ ذرا سا بھی یہ تاثر نہ ہونے پائے کہ الحاق کے سوا کچھ اور بھی ممکن ہے۔ براہ کرم شاہ اور ڈنڈس کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ خان قلات پر واضح کر دیں کہ کئی مرتبہ کئے ہوئے وعدوں کے مطابق آیا وہ الحاق کیلئے تیار ہیں یا نہیں۔

[محمد علی جناح]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۹۶

# ۲.۵.۱۱

## ڈی وائی فیل (D. Y. Fell) بنام محمد علی جناح[1]

### (تار۔اقتباس)

قلات

۳۰ مارچ ۱۹۴۸ء

ہز ہائنس خان نے مجھ سے ارشاد کیا ہے کہ مَیں تار کے ذریعے فضیلت مآب کو اس اعلان کی اطلاع دے دوں جو ہز ہائنس نے ۲۸ مارچ کو قلات میں کیا تھا۔

متن کا آغاز: ۲۷ مارچ کو آل انڈیا ریڈیو دہلی نے یہ اعلان کیا کہ دو ماہ قبل ریاستِ قلات نے انڈین یونین سے رابطہ کر کے ہندوستان سے الحاق قبول کرنے کیلئے کہا تھا اور یہ کہ اس درخواست کو انڈین یونین نے مسترد کر دیا تھا۔ پاکستان کا ایک مسلم ہمسایہ ہوتے ہوئے مجھے یہ خبر انتہائی حیرت انگیز اور پریشان کن لگی۔ میرا ارادہ کبھی یہ نہیں تھا کہ ہندوستان سے الحاق کیا جائے کیونکہ نہ تو میری حکومت نے اور نہ ہی مَیں نے تحریری طور پر اور نہ ہی کسی ایجنٹ کے توسط سے انڈین یونین سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ریاستِ قلات کا الحاق منظور کرے۔ فوراً ہی تار کے ذریعے ہندوستان کے گورنر جنرل سے گذارش کی گئی کہ وہ اس اعلان کی تردید کریں یا عوام کی اطلاع کیلئے ایک پریس اعلامیہ جاری کریں کہ انڈین یونین کے ساتھ اس موضوع پر کسی قسم کی مراسلت نہیں ہوئی ہے۔

مَیں صاف الفاظ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت قلات اور اس کے حکمران کو پاکستان سے جدا نہیں کر سکتی کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں۔ ایک پیغمبر ﷺ کے پیرو کار، ایک قرآن کو ماننے والے اور خدائے واحد کے عبادت گزار ہیں۔ لہٰذا ہمیں ایک ساتھ جینا اور مرنا ہے۔ شاید ہمارے درمیان کچھ اختلافات ہوں مگر وہ ایسے نہیں جن سے تفرقہ پیدا ہو اور اس کے نتیجے میں جدائی ہو جائے۔ پچھلے دس سالوں میں قائداعظم کی رہنمائی میں قلات کے حکمران نے پاکستان کے حصول کیلئے جو جدوجہد کی ہے وہ کوئی راز نہیں ہے۔ قلات اور پاکستان

کے نقطۂ ہائے نظر میں جو اختلاف ہے اسے سلجھانے کیلئے کچھ وقت درکار ہے لیکن یہ خبر سن کر میرا پہلا ردِعمل یہی تھا کہ اس غلط پروپیگنڈے کو ختم کرنے اور اس شرانگیز خبر سے قلات اور پاکستان کے مسلمان بھائیوں کے درمیان امکانی تناؤ کی پیش بندی کیلئے وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ لہٰذا ۲۷ مارچ کو نو بجے شب مَیں نے آل انڈیا ریڈیو سے جب یہ جھوٹی خبر سنی تو فوراً پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرلیا۔ قلات اور پاکستان کے نقطۂ نظر میں جو اختلاف ہے اسے تحریری طور پر قائداعظم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان کے فیصلے کو مَیں قبول کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے میرے سردار اور عوام میرے فیصلے کا خیر مقدم کریں گے۔

اسلام زندہ باد، قائداعظم زندہ باد، مسلم حکومتِ پاکستان زندہ باد، مسلم حکومتِ قلات زندہ باد، خان آف قلات (تمت)

ڈی وائی فیل

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۳

## ۲.۵.۱۲

# خان قلات بنام محمد علی جناح[1]

## (تار)

قلات

۳۰ مارچ ۱۹۴۸ء

قائداعظم جناح۔ کراچی

بنگال سے واپسی پر قائداعظم نے قلات کے الحاق کی اطمینان بخش خبر سنی ہوگی۔ احمد یار خان اور اس کے عوام قائداعظم اور پاکستان کی تحویل میں ہیں اور احکام کے منتظر ہیں۔

[خان قلات]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۴

## ۲.۵.۱۳

# پاکستان سے قلات کے الحاق پر وزارتِ امورِ خارجہ کا پریس اعلامیہ[۱]

کراچی

یکم اپریل ۱۹۴۸ء

جس سندِ الحاق پر خان قلات نے ۲۷ مارچ کو دستخط کئے تھے وہ قائداعظم کو ۳۱ مارچ کو پیش کی گئی اور منظور کر لی گئی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۷

## ۲.۵.۱۴

# محمد علی جناح بنام خان قلات[۱]

(تار)

۲ اپریل ۱۹۴۸ء

آپ کے تار[۲] کا شکریہ

پاکستان کیلئے آپ کی وفاداری اور خدمت کے جذبات اور میری ذات کیلئے آپ کے پرتپاک الفاظ پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔

[محمد علی جناح]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۰۹

۲۔ نمبر ۲.۵.۱۲

# ۲.۵.۱۵
# خان قلات بنام محمد علی جناح[1]

قلات

۲۷ اپریل ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر قائداعظم

پاکستان کے حصول کیلئے پچھلے دس سالوں سے مَیں آپ کی اور مسلم لیگ کی مدد کر رہا ہوں اس سارے وقت کے دوران میں میرے لئے آپ کی حیثیت ایک باپ کی سی رہی اور آپ نے بھی مہربانی فرما کر مجھے اپنا بیٹا کہا ہے۔ برطانوی حکومت کے دوران ریاست کے مقدمے کے سلسلے میں آپ نے میری مدد کی تھی اور مشورے بھی دیتے رہے تھے۔ پچھلے سال مارچ میں جب مَیں آپ سے بمبئی میں ملا تھا تو اپنے حقوق کیلئے میری جدوجہد کی آپ نے حوصلہ افزائی کی تھی اور اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا تھا۔

پچھلے سال اگست میں جب آپ نے ریاستِ قلات کے آزاد اور خودمختار رتبے کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی خصوصی حیثیت کو قبول کیا تھا تو مَیں آپ کا بہت شکرگذار ہوا تھا۔ جب تک یہ مقدمہ آپ کے ہاتھ میں رہا قلات کی آبرو محفوظ رہی اور مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔ اس سارے وقت کے دوران آپ مجھے الحاق کا مشورہ دیتے رہے اور مجھے یقین دلاتے رہے کہ الحاق کے بعد آپ قلات کے حقوق پر ہمدردی سے غور کریں گے۔ میری پالیسی یہ تھی کہ قلات کو پاکستان میں اس طرح شامل کیا جائے کہ ریاست کی عزت اور اس کی روایات برقرار رہیں۔ اس پالیسی کو تسلیم کرنے کیلئے مَیں قبائل کو راضی کر رہا تھا۔ اسی وجہ سے پاکستان اور قلات کے درمیان اس معاملے کی تکمیل میں تاخیر ہوئی تھی۔ خصوصاً جب ہم سبّی میں ملے تھے تو مَیں نے واضح طور پر آپ سے کہا تھا کہ یہ میرا فرض ہے کہ مَیں پاکستان سے قلات کا الحاق مضبوط اور منصفانہ بنیاد پر کرادوں۔ تاخیر ان طریقوں کے سبب ہوئی جن پر میں عمل کر کے اپنی قوم کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میرے اور قلات کے دشمنوں نے جو درحقیقت پاکستان اور قلات کے بھی

دشمن ہیں اس تاخیر کو بطور ثبوت پیش کیا گویا مَیں پاکستان کے کسی دشمن سے گفت وشنید کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ آپ کے سیّ کے دورے میں جب ہم ملے تھے تو آپ نے مجھے پاکستان کا بہترین دوست کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ مَیں پاکستان کے دشمن کے ساتھ کبھی سازش نہیں کرسکتا اور آپ کی گفتگو سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپ مجھے پاکستان کا پکا دوست سمجھتے ہیں۔ آپ کے الفاظ کو ذہن میں رکھتے ہوئے مَیں نے اپنے سرداروں کی اس درخواست کو منظور کیا کہ وہ اپنے قبائل سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں اور تین مہینوں کے اندر مجھے اپنا حتمی فیصلہ سنا دیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے اور قلات کے دشمنوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک طرف تو ہماری دوستی میں بگاڑ پیدا کیا اور دوسری طرف قلات اور پاکستان کو رسوا کیا۔ مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ ان لوگوں کو اپنے گھناؤنے مقصد میں کچھ کامیابی ضرور ہوئی ہے۔ لیکن میں اب بھی یہ ماننے یا یہ بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوں کہ میرے قدیم اور محترم دوست اور قلات کے خیر خواہ واقعی مجھ سے ناراض ہیں۔ مَیں اپنی جگہ آپ کو ناراض کرنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتا۔ مَیں اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ قلات اور پاکستان کی خدمت اسی طرح کرتا رہوں گا جو آپ کے مشورے کے مطابق ہو۔

اگرچہ میری قوم ابھی تک پاکستان سے الحاق پر رضامند نہیں ہوئی ہے اور ان کی ترجیح معاہدہ یا شرائط ہیں اور اس کے لئے مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے لیکن الحاق تسلیم کرنے کے سوا مَیں نہ آپ کی خواہشات پوری کرسکتا ہوں اور نہ آپ کے شکوک دور کرسکتا ہوں۔

لہٰذا مَیں واضح الفاظ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان سے الحاق پر مجھے اتفاق ہے۔ لیکن ساتھ ہی مَیں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ قلات کی گذشتہ تاریخ سے پیدا شدہ مطالبات اور حقوق پر آپ غور فرمائیں گے جو گاہے گاہے مَیں آپ کو پیش کرتا رہا ہوں۔ مجھے آپ کے نیک ارادوں اور انصاف پر مکمل بھروسہ ہے کہ آپ قلات کی اس قدیم ریاست کو اسی طرح محفوظ رکھیں گے جس طرح آپ نے پاکستان حاصل کیا ہے۔ خدا چاہے تو آپ کے دور میں قلات کو وہی درجہ ملے گا جس کا وہ حقدار ہے۔ خدا پر بھروسہ کرکے مَیں یہ مقدمہ آپ کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں

اور فیصلہ آپ کی دانشمندی پر چھوڑ رہا ہوں۔

آپ کا ارادت مند

احمد یار خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۱۶

# ۲.۶
# ریاست خیر پور

## ۲.۶.۱
## محمد علی تالپور بنام محمد علی جناح[1]
## (فوری/ بصیغۂ راز)

۲۲ کرزن روڈ۔ نئی دہلی

۸ اگست ۱۹۴۷ء

یور ایکسیلنسی۔ السلام علیکم

پاکستان کے حصول اور اس کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے آپ کی مجوزہ تقرری پر میری دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طویل عمر اور اچھی صحت عطا فرمائے تا کہ آپ مسلمانان عالم کی قسمت کی رہنمائی کر سکیں۔

۲۔ خیر پور کی ریاست پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ اس کے حکمران کو جو فاتر العقل تھے شاہی نمائندے نے ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو معزول کر دیا اور ان کے کمسن بیٹے شہزادہ میر علی مراد خان تالپور کو ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو گدی پر بٹھا دیا۔

۳۔ پولیٹکل ڈپارٹمنٹ نے خیر پور کے امور چوپٹ کر دیے ہیں۔ پنجاب کی ریاستوں کے ریذیڈنٹ کے سیکریٹری کو ریاست میں عہدہ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس طرح ''صاحبزادوں'' نے جو ریاست کو لوٹنا چاہتے ہیں اس شخص کو اپنا آلۂ کار بنا لیا ہے۔ کمسن حکمران کی

زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے کیونکہ اس معاملے سے (ایک طرف) شخصی مفادات اور (دوسری طرف) خیر پور کی گدی وابستہ ہے۔

۴۔ یورایکسیلنسی نے ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں اپنی پالیسی کا کئی مرتبہ اعلان کیا ہے۔ میرے دشمن اور ان کے حمایتی اس صورتِ حال کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ۱۵ اگست سے پہلے اس معاملے پر غور نہ کیا جائے اور اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد یورایکسیلنسی خیر پور کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ میرے سامنے کوئی اور متبادل راستہ نہیں سوائے اس کے کہ مَیں یورایکسیلنسی سے اپیل کروں کہ آپ مہربانی فرما کر پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے غیر منصفانہ احکامات منسوخ کرا دیں۔ مَیں اسلام اور انسانیت کے نام پر یہ اپیل کر رہا ہوں۔ صرف یورایکسیلنسی ہی خیر پور کے کمسن حکمران کی جان بچا سکتے ہیں اور خود غرض افراد کے گروہ کے استحصال سے ریاست خیر پور کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

یورایکسیلنسی کا فرمانبردار خادم

محمد علی تالپور

خیر پور کا امکانی جانشین

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۲۴

## ۲.۶.۲

## ریاستِ خیر پور کی سندِ الحاق[1]

کراچی

۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاستِ خیر پور کے حکمران نے پاکستان کے ساتھ سندِ الحاق پر دستخط کر دیے جسے پاکستان کے گورنر جنرل نے ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو منظور کر لیا۔ ایک تکمیلی سندِ الحاق پر یکم فروری ۱۹۴۹ء کو دستخط کیے گئے جسے گورنر جنرل نے ۱۴ فروری ۱۹۴۹ء کو منظور کر لیا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۲۵

# ۲.۷
# ریاستِ خاران
## ۲.۷.۱
## والئی خاران بنام محمد علی جناح[1]
## (تار)

نوشکی

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

قائداعظم محمد علی جناح۔ گورنر جنرل پاکستان۔ کراچی

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو برطانیہ نے پاکستان کو اقتدار منتقل کر دیا تھا۔ ریاست خاران کے مستقبل کے بارے میں حال ہی میں ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کے ساتھ میری ملاقات ہوئی تھی۔ ریاستِ خاران کے مستقبل پر مشورہ کرنے کیلئے مَیں نے آج ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء کو سارے رہنماؤں اور عوام کے معتبر افراد کی ایک کانفرنس منعقد کی تھی۔ رہنماؤں اور معتبرین اور ریاست خاران کے عوام نے اپنا حتمی فیصلہ تحریری طور پر دے دیا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

"مَیں اپنی اور اپنی رعایا کی جانب سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ حسبِ معمول ریاست خاران خود کو ایک آزاد ریاست گردانتی ہے اور پاکستان کا زیرِ نگیں تصور کرتے ہوئے اس میں شامل رہی ہے اور ممکنہ حد تک پاکستان کی خدمت کا وعدہ

کرتی ہے۔ پاکستان سے خاران ریاست کی اعانت اور اس کے ساتھ تعاون کیلئے درخواست ہے۔"

[میر محمد حبیب اللہ خان]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۱۲۸

## ۲.۷.۲

## وزارتِ امور خارجہ بنام جیوفری پرائر (Geoffrey Prior)[۱،۲]

## (تار۔ نقل برائے محمد علی جناح)

کراچی

۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء

آج خاران، لسبیلہ اور مکران نے الحاق کیلئے درخواست کی ہے اور تینوں کا الحاق منظور کر لیا گیا ہے۔

۱۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ

۲۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۱۳۳

# ۲.۸
# ریاست لسبیلہ

## ۲.۸.۱
## جام لسبیلہ بنام محمد علی جناح[۱]

ارما بیل ہاؤس،

گارڈن ایسٹ۔کراچی

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

محترم قائداعظم

عید آ رہی ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ اس مراسلے کی ابتداء مَیں آپ کو اور آپ کے لوگوں کو عید کے مبارک دن کی مبارکباد سے کروں۔

اورنگ زیب روڈ، نئی دہلی میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا اور مَیں نے ریاست لسبیلہ کی پاکستان میں شمولیت کا تذکرہ کیا تھا۔

بعدازاں مَیں نے باضابطہ تحریری طور پر مملکتِ پاکستان سے الحاق کی پیش کش کی تھی۔

مَیں اور لسبیلہ کے عوام اس دن کا بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں جب ایشیاء کی یہ عظیم مملکت پاکستان ہمیں قبول کر لے گی۔

آپ کا وفادار دوست اور پاکستان کا خیر خواہ

میر غلام قادر خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۴۳

# ۲.۸.۲

# محمد علی جناح بنام جام لسبیلہ[۱]

۲ اپریل ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر جام صاحب

آپ کے ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء کے خط کا شکریہ[۲]

پاکستان کیلئے آپ کے ولولے اور پُر خلوص حمایت اور وفاداری کا سن کر مجھے مسرت حاصل ہوئی ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۴۴

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

# ۲.۹

# ریاست سوات

## ۲.۹.۱

## محمد علی جناح بنام والیِ سوات[۱]

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر والیِ سوات

۶ جولائی[۲] کو ہونے والے استصوابِ رائے میں ہمارے معرکے کیلئے آپ نے جو دل کھول کر مدد اور حوصلہ افزائی کی ہے اس کی روداد سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میری دعا ہے کہ مسلمان پختہ عزم سے اور متحد ہو کر ایک باضابطہ ٹیم کی طرح نہ صرف اس استصواب میں بلکہ بعدازاں ایک مضبوط قوم کی تعمیر میں بھی حصہ لیں گے۔ بہرحال مَیں آپ کا اور آپ کے ولی عہد کا شکر گذار ہوں کہ آپ لوگوں نے فنڈ میں فراخدلی سے کثیر چندہ دیا جو اس استصواب میں مقابلہ کرنے کیلئے ضروری تھا۔ مَیں ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ اس نازک موقع پر نہ صرف آپ کا دل بلکہ آپ کی ہر قسم کی مدد ہمارے ساتھ تھی۔

آپ کا شکریہ اور آپ کو اور آپ کے صاحبزادے کو میرا پُر تپاک سلام

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۴۵

۲۔ صوبہ سرحد میں استصوابِ رائے ۶ جولائی سے ۱۷ جولائی ۱۹۴۷ء تک منعقد ہوا تھا۔

# ۲.۹.۲

# ایف امین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

۲۴ مئی ۱۹۴۸ء

ڈیئر مسٹر اکرام اللہ

قائداعظم نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ کو اس بات سے مطلع کیا جائے کہ ان کے صوبۂ سرحد کے دورے میں والیِ سوات نے ان سے کہا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد وہ دس ہزار روپے کا سالانہ الاؤنس لینا نہیں چاہتے جو علیٰ حالہٖ معاہدے کے تحت انہیں ملا کرتا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ یہ رقم قائداعظم کو دے دی جائے۔ تاکہ اسے تعلیمی مقاصد یا جہاں وہ مناسب سمجھیں استعمال کی جا سکے۔

آپ کا مخلص

ایف امین

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۴۹

# ۲.۱۰
# ریاست منگرول

## ۲.۱۰.۱
## ایس ایم ناصرالدین بنام محمد علی جناح[1]
## (نجی/ بصیغۂ راز)

دی پیلس۔منگرول

۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر جناب جناح صاحب۔السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

حالات نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس نازک موقع پر آپ تک رسائی حاصل کروں اور آپ کا مشورہ طلب کروں۔ثانیاً آپ کا مشورہ ہر پہلو سے سب سے زیادہ پُر خلوص اور دانشمندانہ ہوگا۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں تمام ریاستوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے آئندہ تعلقات کے بارے میں جلد فیصلہ کرلیں۔منگرول سے متعلق کوئی حتمی نتیجہ اخذ کرنے میں مجھے دشواری پیش آ رہی ہے۔پورے ہندوستان میں منگرول کا درجہ کچھ عجیب اور نرالا سا ہے۔دیوانی اور فوجداری کے مکمل اختیارات کے ساتھ اس میں ایک ہندوستانی ریاست کے سارے اوصاف پائے جاتے ہیں تاہم اسے جوناگڑھ ریاست کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔مختصر یہ کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد دونوں کو اپنے حقوق پر جھگڑا کرنے کیلئے کافی اسباب مہیا ہیں۔اس کشمکش سے بچنے کے لئے مَیں پچھلے ڈیڑھ سال سے مسلسل کوشش کر رہا ہوں کہ ہمارے درمیان ایک آبرومندانہ اور باعزت معاہدہ طے پا جائے لیکن

در پردہ وجوہات کی بناء پر جونا گڑھ نے ابھی تک دستِ تعاون نہیں بڑھایا ہے۔

مجھے ابھی تک تاریکی میں رکھا گیا ہے اور مجھے کوئی علم نہیں کہ اپنی آئندہ پالیسی کے متعلق جونا گڑھ کے کیا ارادے ہیں۔ آپ کا انتہائی شکر گذار ہوں گا اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے یہ مشورہ دے سکیں کہ مَیں اپنے امور کا انتظام وانصرام کس طرح سے کروں تا کہ مَیں پاکستان میں بھی شامل ہوسکوں اور جونا گڑھ کے عزائم سے بچتے ہوئے اپنا وجود بھی برقرار رکھ سکوں۔ منگرول ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کی آبادی پچاس ہزار اور آمدنی تقریبا آٹھ یا نو لاکھ روپے ہے۔ ریاست میں اکثریت ہندوؤں کی ہے لیکن سمندر کے ذریعے پاکستان سے اتصال کا دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے۔

آپ سے اس طرح رسائی پیدا کرنے اور آپ کی موجودہ پریشانیوں میں اس طرح زحمت دینے پر امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ آپ کے مشورے اور رہنمائی کا بصد اشتیاق منتظر رہوں گا۔

آپ کا مخلص

ایس ایم ناصر الدین

پس نوشت: اگر میرے لئے یہ ممکن ہو سکے تو مَیں بالضرور پاکستان میں شامل ہوں گا چاہے مجھے اس کیلئے کوئی قربانی دینی پڑے۔ منگرول کا موجودہ غیر واضح سیاسی درجہ حکومتِ برطانیہ کا جبری مصالحت کرانے کا نتیجہ ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۵۳

# ۲.۱۱
# جوناگڑھ

## ۲.۱۱.۱
## شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح[۱]

جوناگڑھ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

یور ایکسیلنسی

آپ کی کرم نوازی سے ۱۶ جولائی کو آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور اس کے بعد مَیں نے ہز ہائنس نواب صاب بہادر کو آپ کا یہ مشورہ پہنچا دیا کہ وہ ۱۵ اگست تک ہر حالت میں کسی اقدام سے باز رہیں۔ آپ کے اس ارشاد سے کہ جوناگڑھ کو بھوکوں مرنے نہیں دیا جائے گا۔ نیز یہ کہ اس پر کسی قسم کا ستم برداشت نہیں کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ ویراول کراچی سے زیادہ دور نہیں اس بات سے ہز ہائنس کو کافی حوصلہ حاصل ہوا۔ وہ اس پر آپ کے بہت ممنون ہیں۔

ہم آپ کی ہدایت پر جمے ہوئے ہیں، اگرچہ کانگریس ہائی کمان جو اس وقت ریاستوں کی تقدیر کی مالک بنی ہوئی ہے اور جسے اعلیٰ حکام کی حمایت حاصل ہے دھمکیوں، دباؤ اور حوصلہ شکن پروپیگنڈے کے ذریعے ہمیں اپنی سازشوں کے آگے جھکنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یور ایکسیلنسی بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے غیر مسلم عوام کی نظر میں کاشی (Kashi) کے بعد جوناگڑھ ہی سب سے زیادہ مقدس مقام ہے۔ کرشن کو جوناگڑھ ہی میں قتل کیا گیا تھا۔ محمود غزنوی کے ہاتھوں سومناتھ کے مندر

کی تباہی کو نہ تو فراموش کیا گیا ہے اور نہ ہی معاف کیا گیا ہے۔ گرنار (Girnar) جوان کے مقدس مندروں کا مقام ہے وہ جونا گڑھ ہی میں واقع ہے۔ ہندو حکمرانوں کے علاقوں اور برطانوی ہند کے کانگریسی صوبوں کے گھیرے میں جونا گڑھ تنہا کھڑا ہوا ہے اگرچہ سمندر کے ذریعے ہمارا رابطہ پاکستان سے ضرور ہے۔ یہاں کی صورت حال ہمارے لئے انتہائی خطرناک ہوتی جارہی ہے۔ سومناتھ پر قبضہ کرنے کیلئے بڑودا دھمکی دے رہا ہے۔ جونا گڑھ سے ملحق چھوٹی مسلم ریاستوں کی حوصلہ افزائی جام نگر کر رہا ہے اور ان ریاستوں کو پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کی جانب سے حوصلہ افزائی اور امداد کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں۔

اس تشویش ناک وقت میں یہ بہت ضروری ہے کہ ۱۵ اگست کو جب جنابِ عالی گورنر جنرل پاکستان کا عہدہ سنبھالیں گے یہ اعلان بھی ہو جائے کہ جونا گڑھ نے تین شعبوں (دفاع، امور خارجہ اور مواصلات) میں پاکستان سے الحاق کر لیا ہے یا آپ کا کوئی اور تجویز کردہ لائحہ عمل بروئے کار لایا جائے جو ریاست کے بہترین مفاد میں ہو۔

آپ کا فرمانبردار

شاہنواز بھٹو

دیوان جونا گڑھ

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۵۴

## ۲.۱۱.۲

## نواب جونا گڑھ بنام محمد علی جناح[1]

دی پیلس۔ جونا گڑھ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم صاحب

مَیں اس خط کی ابتداء مسلم قوم کے معمار اور دنیا کے سب سے بڑے مسلم ملک پاکستان

کے پہلے گورنر جنرل بننے پر آپ کی زندگی کے اس انتہائی پُر مسرت اور قابلِ فخر دن پر دوبارہ مبارکباد پیش کرتے ہوئے کر رہا ہوں۔

بہت غور وخوض کے بعد مَیں نے مملکتِ پاکستان سے وفاق کا فیصلہ کیا ہے اور ۱۵ اگست سے پہلے اس بارے میں اعلان کر دوں گا۔ مَیں اس سلسلے میں اپنے پرائیویٹ سیکریٹری مسٹر اسماعیل ایچ ایم ابراہانی کو بھیج رہا ہوں تا کہ وہ پاکستان کی مذاکراتی کمیٹی یا پاکستان کے نمائندوں سے سندِ الحاق کی شرائط پر گفت وشنید کریں اور انہیں طے کرنے کے بعد اس کا قطعی مسوّدہ میری منظوری کیلئے لے آئیں۔

اس دوران میں اقتدار اعلیٰ کے سقوط سے انتظامیہ میں جو خلاء پیدا ہو گا اسے پُر کرنے کیلئے مَیں نے اپنے پرائیویٹ سیکریٹری مسٹر ابراہانی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط پر پاکستان کے نمائندوں سے گفت وشنید کریں اور انکا تصفیہ کریں۔ مَیں نے انہیں یہ بھی اجازت دی ہے کہ وہ میری ریاست کی طرف سے اس پر دستخط بھی کر سکتے ہیں۔

نیک خواہشات اور آپ کی صحت، مسرت اور طویل عمر کے لئے دعاؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

مہابت خان

نواب جوناگڑھ

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۵۵

## ۲.۱۱.۳

## محمد علی جناح بنام نواب جوناگڑھ[1]

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

یور ہائنس

آپ کے خط مورخہ ۱۱ اگست کا شکریہ۔ پاکستان کیلئے اور بطور گورنر جنرل میرے لئے

آپ کی مبارکباد اور نیک خواہشات کا ممنون ہوں۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ نے پاکستان سے وفاق کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس کا اعلان ۱۵ اگست سے پہلے کرنے والے ہیں۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی نے ایک مذاکراتی کمیٹی مقرر کی ہے اور مَیں یہ مشورہ دوں گا کہ آپ اس اعلان میں یہ واضح کر دیں کہ آپ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو گئے ہیں۔ ۱۵ اگست کے بعد آپ اپنے نمائندوں کو سندِ الحاق کی شرائط پر مذاکراتی کمیٹی کے ساتھ گفت وشنید اور شرائط طے کرنے اور اسی اثناء میں علیٰ حالہٖ معاہدے پر بھی پاکستان کے نمائندوں سے گفتگو کرنے اور شرائط طے کرنے کیلئے یہاں بھیج سکتے ہیں۔

آپ کی نیک خواہشات کا دوبارہ شکریہ۔

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۵۶

## ۲.۱۱.۴

## جونا گڑھ کا پریس اعلامیہ[1]

جونا گڑھ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

پچھلے چند ہفتوں سے جونا گڑھ کی حکومت کو اس مسئلے کا سامنا تھا کہ آیا وہ مملکتِ ہندوستان سے الحاق کرے یا مملکتِ پاکستان سے۔ حکومت کو اس مسئلے کے ہر پہلو پر بہت محتاط انداز میں غور وفکر کرنا تھا۔ اس کی ساری توجہ اس بات پر تھی کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے جو انجام کار جونا گڑھ کے عوام کی بہتری اور خوشحالی کیلئے زیادہ سے زیادہ سازگار ہو اور ریاست کی سالمیت برقرار رکھنے میں مدد کرے اور ممکنہ حد تک اس کی آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کرے۔

غور وخوض اور تمام پہلوؤں کا بخوبی جائزہ لینے کے بعد ریاست کی حکومت نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا ہے اور اب اس فیصلے کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ ریاست کو مکمل اعتماد ہے کہ ریاست کی وفادار رعایا جن کے دلوں میں اس کیلئے حقیقی بہبود اور خوشحالی کے جذبات موجزن ہیں وہ اس فیصلے کا خیر مقدم کرے گی۔

حکومت جونا گڑھ اپنی کوششیں جاری رکھے گی کہ جونا گڑھ کے تمام طبقوں کو تحفظ، امن اور خوشحالی کی نعمتیں بلا امتیاز وافر مقدار میں ملتی رہیں اور اسے یہ بھروسہ بھی ہے کہ اس مقصد کو آگے بڑھانے میں ہز ہائنس نواب صاحب بہادر کی رعایا کے تمام طبقات اور حلقوں کا مکمل تعاون حاصل ہوگا۔[۲]

ایس این بھٹو

دیوان۔ ریاست جونا گڑھ

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۵۸ کے انکلوژر کا انیکشر

۲۔ دستور العمل، سرکار جونا گڑھ، ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

## ۲.۱۱.۵

## شاہ نواز بھٹو بنام محمد علی جناح[۱]

## (اقتباس۔ ذاتی)

جونا گڑھ

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

یور ایکسیلنسی

پچھلے چند ہفتوں کے واقعات سے دکھائی دے رہا ہے کہ استبداد کی ابتداء اپنے اثرات دکھانے لگی ہے۔ کانگریسیوں نے انتہائی زہریلے پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا ہے۔ حکومتِ ہندوستان کے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے اپنے اعلیٰ افسر کاٹھیاواڑ بھیج دیے ہیں اور انہوں نے پولیس اور پرانی ریذیڈنسی کے بچے کھچے ملازمین کی مدد سے دھونس جما کر ریاستوں اور جاگیروں کو اطاعت گذاری

پر مجبور کر دیا ہے۔ پریس اور عوامی اداروں کے ذریعے الحاق کے متعلق عجیب وغریب قصے (افواہیں) پھیلائے جارہے ہیں۔ حکومتِ ہندوستان نے اشیائے خوردنی اور دوسری رسد پر ہمارا مروجہ کوٹا دینے سے انکار کر دیا ہے۔ دو روز پہلے کول کنٹرولر (Coal Controller) نے تار کے ذریعے کوئلے کی ترسیل پر پابندی لگا دی ہے تا کہ ہمارا ریلوے کا نظام معطل ہو جائے۔

یورا یکسیلنسی بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ معیشت پر اس طرح کے حملوں اور پروپیگنڈے سے ریاست کی غیر مسلم رعایا پر کیا اثر پڑ رہا ہوگا جبکہ انہیں یہ ڈراوا بھی دیا جارہا ہے کہ ان کا مذہب ان کی عبادت گاہیں اور ادارے بھی خطرے میں ہیں۔ تاہم جونا گڑھ میں مکمل امن اور ہم آہنگی ہے۔ ہز ہائنس کی حکومت کسی فرقے یا مسلک کے درمیان امتیاز نہیں برتتی۔ مملکتِ ہندوستان کی مدد سے کانگریس کی سرگرمیوں کا نتیجہ بے گناہ لوگوں کے جان و مال کی تباہی میں نکل سکتا ہے۔ پنجاب میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اسی طرح کا ٹھیاواڑ میں بھی ہو سکتا ہے جو پورے مغربی ہندوستان تک بھی پھیل سکتا ہے۔

میری گذارش ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حکومتِ ہندوستان سے پاکستان سخت احتجاج کرے اور انہیں اس قسم کی شر انگیز کارروائیاں بند کرنے کیلئے کہے کیونکہ پاکستان اپنی واضح پالیسی کے تحت اس طرح کی باتوں سے احتراز کرتا ہے۔ انڈین یونین کے ساتھ پاکستان کے علیٰ حالہ معاہدے کے تحت جونا گڑھ ان تمام موجودہ سہولتوں کا حقدار ہے جو ہمسایہ ملک کو مہیا کی جاتی ہیں۔

لہٰذا یہ ضروری ہو گیا ہے کہ کاٹھیاواڑ کی اس مقدم ریاست کو یورا یکسیلنسی اپنی طاقتور پناہ میں لیں۔ ہز ہائنس کی موجودہ صحت یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ ان بوجھل پریشانیوں کو برداشت کر سکیں۔ آپ کی جانب سے حمایت کا واضح اعلان اِن میں اور کاٹھیاواڑ کے لاکھوں مسلمانوں میں جن کو حالات کے موجودہ رخ سے فکرمندی اور پریشانی ہے ایک نئی روح پھونک دے گا۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۰

## ۲.۱۱.۶

## ایف امین بنام ایس ایم یوسف[۱]

کراچی

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر یوسف

براہِ مہربانی آپ نواب جوناگڑھ کے پرائیویٹ سیکریٹری کے نام سر شاہنواز بھٹو کا یہ خط پڑھ لیجئے جسے قائداعظم کی اطلاع کیلئے انہوں نے آج صبح مجھے دیا تھا۔ قائداعظم نے اسے ملاحظہ کرلیا ہے اور مجھے ہدایت کی ہے کہ اسے وزیراعظم کو بھجوادوں۔

آپ کا مخلص

ایف امین

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز پی ایس۔۱۶۱

## ۲.۱۱.۶ کا ملفوفہ

## شاہنواز بھٹو بنام اسماعیل ایچ ایم ابراہانی

(بصیغۂ راز)

امان محل۔ جوناگڑھ

۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر اسماعیل

مَیں ایک پولیس رپورٹ ملفوف کر رہا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس کے لوگوں کا مقصد کیا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آپ لیاقت علی خاں کو اور اگر ضرورت محسوس ہو تو قائداعظم کو اس صورتِ حال سے آگاہ کریں اور پاکستان سے جس قسم کی مدد ہم چاہتے ہیں اس پر

فوری عمل کیلئے زور دیں۔ پاکستان کی جانب سے حمایت کے علانیہ اعلان سے ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ پر فوری اثر پڑے گا۔ مَیں چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اپنے پاکستانی دوستوں کواس کی وضاحت کروں کہ ہمارے مخالفوں کی مداخلت کا سامنا کرنے کیلئے کن اقدامات کی ضرورت ہے۔

یہ لوگ جوناگڑھ سے ہنوز وابستہ چھوٹی ریاستوں مثلاً مانا ودر، سردارگڑھ، بانٹوا، چھوٹا مجموع وغیرہ پر قبضہ کرنے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔ کمادھیا (Kamadhia) تعلقہ جو پہلے بڑودا سے منسلک تھا اب ہمارے ساتھ شامل ہوگیا ہے۔ اب تک ان ریاستوں نے پُرکشش مراعات کی پیشکش مسترد کی ہیں اور ہندوستان اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کی دھونس میں بھی نہیں آئی ہیں۔ لیکن ہمارے ہاتھ اسی وقت مضبوط ہوسکتے ہیں جب مملکتِ پاکستان انڈین یونین پر واضح کردے کہ پاکستان کی حمایت حاصل ہوتے ہوئے وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرسکتے۔ حمایت اور معاہدوں کے کھلے طور پر اظہار میں اب مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اسی تاخیر کی وجہ سے کانگریس کے حلقوں میں کئی قیاس آرائیاں ہوئیں اوران خطوط پر چلنے کی حوصلہ افزائی ہوئی جن کا ذکر پولیس رپورٹ میں کیا گیا ہے۔

کراچی میں آپ کی پیش رفت پر مکمل رپورٹ کا مجھے بے چینی سے انتظار ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے سر محمد ظفر اللہ خان سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور علیٰ حالہٖ معاہدے کی تکمیل پر دباؤ ڈال رہے ہوں گے۔

اپنے ساتھ شمولیت کیلئے شیخ صاحب منگرول پر شدید دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ مانا ودر کے نواب راجکوٹ سے واپسی پر مجھ سے مل کر ابھی گئے ہیں۔ راج کوٹ میں اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے خصوصی افسر نے انہیں بہت ڈرایا اور دھمکایا ہے۔ وہ لوگ گورکھوں اور سکھوں کی مزید جماعتیں لے آئے ہیں اور مزید آنے والی ہیں۔ بانے سنجی (Banesinhji) نے مانا ودر کو دھمکی دی ہے کہ ہندوستان بہت طاقتور ہے۔ وہ جو چاہے قانون بنا بھی سکتا ہے اور اسے توڑ بھی سکتا ہے۔ ان دنوں طاقت ہی سب کچھ ہے۔ حیدرآباد جیسی ریاست علیحدہ رہنے کی جرأت نہ کرسکی تو

جوناگڑھ کیا چیز ہے۔ ہندوستان یہ اجازت کبھی نہیں دے گا کہ پاکستان جوناگڑھ میں اپنا فوجی اڈا قائم کرے۔ جوناگڑھ میں اپنے ہندو بھائیوں کی مدد کیلئے ہندوستانی افواج ضرور آئینگی اور جوناگڑھ پر دونوں جانب سے اور باہر سے حملہ ہوگا۔ میرے لکھنے سے بہتر طور پر آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں کی یہ ساری کارروائیاں اضطراب پیدا کرنے کیلئے کی جارہی ہیں۔ ڈاک اور تار کے محکموں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اسی لئے مَیں یہ اہم مراسلہ ایک خصوصی پیغام رساں کے ذریعے بھیج رہا ہوں۔

اطلاع کے مطابق راج کوٹ میں تعینات خصوصی افسر نے مانا ودر سے کہا ہے کہ حکومتِ پاکستان کے پاس نہ تو مجلسِ قانون ساز موجود ہے اور نہ ہی کوئی مذاکراتی کمیٹی۔ لہٰذا وہ جوناگڑھ کو قبول نہیں کرسکتے۔ انہوں نے کہا کہ بانے سنجی ۱۷ ستمبر کو قطعی احکامات لینے کیلئے دہلی جا رہے ہیں اور لوگ دیکھیں گے کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ ہر ایک کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے گا اور اسی طرح کی مزید کارروائیاں کرے گا۔ وہ چند مسلمان جنہوں نے اب تک مقابلہ کیا ہے انہیں اشیائے خوردنی، اسلحہ اور ان سب چیزوں کی ضرورت ہے جو انہیں غیر منقسم ہندوستان سے ملا کرتی تھیں۔

مجھے بڑودا کے دیوان کا خط بھی ملا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ بڑودا اپنی مسلح افواج کاٹھیاواڑ کے علاقے میں بھیج رہا ہے تاکہ بڑودا کی رعایا کا خوف وہراس دور کیا جائے جو (بقول ان کے) جوناگڑھ کی مسلح کارروائیوں سے پیدا ہوا ہے۔ آپ اس کارروائی کے مقصد سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ ہمارے پاکستانی دوستوں پر اس کی وضاحت کردیجئے۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

# ۲.۱۱.۶ کے ملفوفے کا منسلکہ

## (خفیہ)

۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

### رپورٹ نمبر ۶۳ کا ترجمہ

دھیبر بھائی، دربار گوپال داس اور راسک بھائی پاریکھ راجکوٹ پہنچ گئے ہیں۔ سردار پٹیل کی ہدایات کے مطابق جوناگڑھ کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس مقصد کیلئے دہلی سے ۵۰۰۰ گورکھوں کو بھیجنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔ پچھلے دو روز سے گورکھا پلٹنیں آ رہی ہیں اور ہیڈ کوارٹرز میں پڑاؤ کر رہی ہیں۔ فی الحال انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ مشین گنیں اور ٹینک بھی آنے والے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بابریاواڑ پر قبضہ کر کے وہاں ایک تھانہ بنا دیا جائے۔ سنگرام سمیتی کے فیصلے کے مطابق وہ لوگ سرحد کی حفاظت بھی کریں گے۔ بابریاواڑ کے سورگ بھائی اور دوسرے افراد نے ہندوستان یونین میں شمولیت کیلئے دستخط کر دیے ہیں اور دو ایک روز میں ہندوستان یونین انہیں شامل کر لے گی۔ وہ لوگ بانے سنجی کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ جوناگڑھ کیلئے پٹرول، چینی، مٹی کا تیل وغیرہ کی ترسیل بند کر دی گئی ہے۔ دوارکا داس نے کہا ہے کہ سورگ بھائی کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے بدھو کھوکر کو راج کوٹ بھیجا گیا ہے لیکن ہم انہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ فرید کھوکر راجولا چلا گیا ہے۔ مزید فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ جیت پور اور بلکھا میں بھی ایک تھانہ بنایا جائے اور جوں ہی گڑبڑ شروع ہو جوناگڑھ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا جائے۔ دوارکا داس نے اپنے خاندان کو راجکوٹ بلا لیا ہے۔ مَیں آیا تھا لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ مَیں ہمیشہ آپ کا وفادار رہوں گا۔ بانے سنجی نے مجھے ملازمت میں آنے کیلئے کہا لیکن مَیں نے یہ پیش کش قبول نہیں کی۔ آپ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں کہ باہر سے کس طرح خط لکھے جائیں یا مراسلت کا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اخباری اطلاع کے مطابق وہ لوگ اپنی کارروائی ایک ہفتے کے اندر ہی اس ارادے سے شروع کر دیں گے کہ بابریاواڑ کے سارے دیہاتوں کا انتظام دیدن تھانے کے سپرد کر دیا جائے۔

## ۲.۱۱.۷

# جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

## (تار)

نئی دہلی

۱۲ ستمبر [۱۹۴۷ء]

ہم نے ابھی وہ پریس اعلامیہ دیکھا جو پاکستان کی وزارتِ خارجہ نے جاری کیا ہے کہ پاکستان اور جوناگڑھ کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ معاہدے پر ۹ ستمبر کو دستخط ہو گئے ہیں۔

ہم نے ایک رپورٹ[2] بھی دیکھی ہے کہ ۹ ستمبر کو ایک میٹنگ میں حکومتِ پاکستان نے سند الحاق کی ان شرائط کا بھی تصفیہ کر لیا ہے جن پر ریاستیں مملکتِ پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔

۲۔ ۲۱ اگست کو ہماری ریاستوں کی وزارت نے دہلی میں مقیم پاکستان ہائی کمشنر کو ایک خط بھیجا تھا تاکہ معلوم کیا جائے کہ جوناگڑھ ریاست کے الحاق سے متعلق کیا پالیسی ہے۔ بعد ازاں ۶ ستمبر کو ہائی کمشنر کو یاددہانی کرائی گئی۔ اب تک ہمیں اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

۳۔ یہ بات پورے وقت فرض کی گئی ہے کہ کوئی ریاست دونوں میں سے کسی ایک مملکت سے الحاق کرنے میں آزاد ہے۔ لیکن ہماری رائے میں کسی ریاست کو الحاق کا انتخاب کرتے وقت جغرافیائی اتصال کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ جوناگڑھ کسی جانب سے بھی مملکتِ پاکستان سے متصل نہیں ہے۔ سوائے سمندری راستے کے یہ ریاست ہر طرف سے ان ریاستوں سے گھری ہوئی ہے جو مملکت ہندوستان کا حصہ بن چکی ہیں۔ مزید یہ کہ ریاست کی حدود میں ایسے وسیع علاقے موجود ہیں جو ان ریاستوں کے حصے ہیں جو مملکت ہندوستان میں شامل ہو گئی ہیں۔ اسی طرح مملکت ہندوستان میں شامل ریاستوں کے اندر بھی جوناگڑھ کے علیحدہ علیحدہ چھوٹے علاقے موجود ہیں۔

۴۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق جوناگڑھ کی آبادی ۶۷۱،۰۰۰ ہے جس میں سے ۵۴۳،۰۰۰ (۸۰ فیصد) ہندو ہیں۔ ریاست کی اس کثیر آبادی نے جوناگڑھ کے حکمران کو واضح الفاظ میں یہ جتا دیا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کے الحاق کے خلاف ہیں اور وہ چاہتے ہیں

کہ ریاست کو مملکت ہندوستان سے الحاق کرنا چاہیئے۔ خود ریاست جونا گڑھ نے وقتاً فوقتاً ایسے اعلانات جاری کئے ہیں کہ وہ کاٹھیاواڑ کے اتحاد اور استحکام کی حمایت کرتی ہے (حوالہ ۱۱ اپریل اور ۲۲ اپریل کے اعلانات)۔ تین چھوٹی ریاستوں کو چھوڑ کر کاٹھیاواڑ کی ساری ریاستیں مملکت ہندوستان کے ساتھ شامل ہوگئی ہیں۔

۵۔ جونا گڑھ ریاست کے دونوں میں سے کسی ایک مملکت سے الحاق پر مملکتِ ہندوستان کسی بھی طرح کا جمہوری امتحان قبول کرنے کیلئے تیار ہے۔ مملکتِ ہندوستان اور جونا گڑھ کی مشترکہ نگرانی میں ریاست کے عوام اس معاملے میں جو بھی فیصلہ کریں گے ہم اس کی پابندی پر آمادہ ہیں۔ اگر جونا گڑھ کے حکمران اس مسئلے پر رائے شماری کیلئے تیار نہیں اور اگر مملکتِ پاکستان عوام کی خواہشات اور اس مسئلے کے اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کوئی ایسا بندوبست کرتی ہے جس کے نتیجے میں جونا گڑھ پاکستان کے وفاق کا حصہ بن جائے تو حکومتِ ہندوستان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس طرح کی کارروائی خاموشی سے مان لے گی۔

[جواہر لال نہرو]
وزیر اعظم ہندوستان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۲
۲۔ پاکستان سے سندِ الحاق پر ۱۵ ستمبر کو باقاعدہ دستخط کر دیے گئے۔

## ۲.۱۱.۸

## شاہ نواز بھٹو بنام لیاقت علی خاں[1]

### (اقتباس۔ انتہائی خفیہ/ اشد ضروری)

جونا گڑھ
۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لیاقت علی خاں

اپنے ۱۴ ستمبر کے خط[2] میں جو تعظیمی سردار اسماعیل ابراہانی کے توسط سے بھیجا گیا تھا

جونا گڑھ پر حملے کیلئے اپنے ہمسایوں کی تیاری کے بارے میں مَیں نے آپ کوخبردار کیا تھا۔تازہ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں طرف سے منظّم حملے کے منصوبے تیار کر لئے گئے ہیں اور ڈر ہے کہ کسی بھی لمحے لڑائی چھڑ سکتی ہے اور جدید اسلحہ سے لیس برتر فوج جونا گڑھ کے علاقوں پر قبضہ کر لے گی۔

صورت حال یہ ہے کہ اندر اور باہر سے جونا گڑھ کا گلا گھونٹنے کیلئے مملکتِ ہندوستان نے ایک مکمل منصوبہ تیار کر لیا ہے اور اس معاملے میں انہیں ہمارے تعلقہ داروں اور گراسیوں (جاگیرداروں) کی حمایت بھی حاصل ہے۔جنہیں آزادی اور سرفرازی کے وعدوں کے ذریعے خرید لیا گیا ہے۔ڈیڑھ سو دیہات کو جو تعلقہ داروں اور گراسیوں (جاگیرداروں) کی ملکیت میں ہیں اور منگرول کو اکسایا گیا ہے کہ وہ مملکت ہندوستان میں شامل ہو جائیں اور جونا گڑھ کے خلاف بغاوت کر دیں۔پتہ چلا ہے کہ منگرول نے جو جونا گڑھ کا ایک مسلمان باج گزار ہے اور ۲۱ دیہاتوں کا مالک ہے ہندوستانی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ سے معاہدہ کر کے مملکت ہندوستان میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔راج کوٹ میں معاہدہ کر کے اب وہ (منگرول کا شیخ) اپنے دارالحکومت واپس آ رہا ہے جہاں اسے توقع ہے کہ اگر ہم نے اس پر اپنا استحقاق جتایا تو ہندوستانی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے ۳۰۰ گورکھے اس کی مدد کریں گے۔

ڈیڑھ سو افسروں جوانوں کے ایک دستے کو جس میں زیادہ تر گورکھے شامل ہیں ہماری ناگیشری چوکی سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر بابریاواڑ کی سرحد پر تعینات کر دیا گیا ہے۔انکا مقصد ان گراسیوں (جاگیرداروں) کی مدد کرنا ہے جو جونا گڑھ کے جاگیردار ہوتے ہوئے بھی مملکتِ ہندوستان میں غیر آئینی طور پر شامل ہو گئے ہیں۔وہ لوگ بھیرائی (Bherai) میں جونا گڑھ کے خزانے کو لوٹنے یا پھر بابریاواڑ محال کی انتظامیہ پر قبضہ کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔جامنگر، گوندل، جیت پور اور پور بندر سے متصل ہماری سرحدوں کے پاس تین سو مسلّح جوان تعینات کر دیے گئے ہیں تا کہ کسی مقررہ وقت پر جونا گڑھ کے علاقے میں داخل ہو جائیں۔وگھانیا دربار (Vaghania Darbar) جو ہمارے علاقے میں ایک چھوٹا تعلقہ ہے اس نے دو سو جوانوں پر

مشتمل کہنہ ہتھیاروں کے ساتھ ایک دستہ منظّم کیا ہے تا کہ جب بڑا حملہ ہوتو وہ اس میں شامل ہو جائے۔

ہمارے علاقے کے دائرے میں واقع عدالتی اختیارات رکھنے والی مسلم ریاستیں مثلاً مانا ودر، سردار گڑھ اور بانٹوا ابھی تک ڈانواں ڈول ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔ وہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ وہ انڈین یونین کے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے جابرانہ سلوک سے گھبرائے ہوئے ہیں۔

ہماری اشیائے ضرورت روک دی گئی ہیں اور اشیائے خوردنی، پٹرول اور دیگر اشیاء جو جام نگر اور دوسری بندرگاہوں سے جونا گڑھ بھیجی جاتی تھیں انہیں بھی روک دیا گیا ہے۔ ہمارے مواصلاتی نظام کو چاروں طرف سے خطرہ ہے۔ ڈاک اور تار کے دفاتر بند ہونے کا بھی خدشہ ہے۔ اور ویسے بھی اہلکاروں کی جعل سازی سے خطوط اور پیغامات کی تقسیم غیر تسلی بخش ہوگئی ہے۔ کراچی کیلئے ہماری ہفتے میں دو ہوائی سروس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ جمعہ ۱۹ ستمبر سے یہ پروازیں بند کر دے۔ ہمارے پاس نہ تو وائرلیس ہے اور نہ ہی ویراول (Veraval) اور کراچی کے درمیان مواصلات کے باقاعدہ وسائل ہیں۔

حکومتِ پاکستان سے مدد کی پُر زور اپیل کر رہا ہوں۔ پہلے تو انہیں چاہئے کہ وہ حکومتِ ہندوستان سے پُر زور احتجاج کریں تا کہ جونا گڑھ کے کسی علاقے پر حملہ نہ ہو سکے۔ اگر کوئی متنازع حقوق ہیں تو انہیں دونوں مملکتیں آئینی طور پر طے کر سکتی ہیں۔

تاکیداً میری عرض ہے کہ آپ کی کارروائی فوری اور بلا تاخیر ہونی چاہئے۔ اس نازک موقع پر اگر پاکستان ہمیں بچانے نہ آیا تو ہم ختم ہو جائیں گے۔

آپ کا مخلص

شاہنواز بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۳

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

## ۲.۱۱.۹

# محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

## (تار[۲] بصیغہ راز/ اشد ضروری)

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

معلوم ہوا ہے کہ جونا گڑھ اور کاٹھیا واڑ کی پاکستان میں شامل ہونے والی دوسری ریاستوں کی سرحدوں پر کثیر افواج مجتمع ہیں۔ امید ہے کہ یہ اطلاع غلط ہوگی۔ جونا گڑھ کی خود مختاری یا اس کے علاقے میں کسی بھی دخل اندازی کو معاندانہ فعل تصور کیا جائے گا۔ مہربانی فرما کر اس بات کو یقینی بنائیں کہ مملکتِ ہندوستان کی افواج یا ہندوستان میں شامل ہونے والی ریاستوں کی افواج کسی بھی حیلے بہانے سے جونا گڑھ کے علاقے کی خلاف ورزی نہیں کریں گی۔

[محمد علی جناح]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۵

۲۔ مکرر برائے وزرائے اعظم ہندوستان و پاکستان

## ۲.۱۱.۱۰

# جونا گڑھ پر ایلن کیمبل جانسن

# کانوٹ[۱] (Alan Campbell- Johnson)

## (اقتباس)

نئی دہلی

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

کیبنٹ کی ایمرجنسی کمیٹی میں ہماری مصروفیت کے دوران یہ خبر ملی کہ حکومتِ پاکستان نے ریاست جونا گڑھ کا الحاق منظور کر لیا ہے۔ وی پی مینن، سیکریٹری اسٹیٹس منسٹری مجھ سے ملنے

کیلئے آئے اور یہ واضح ہوگیا کہ ایک سنگین امکانی بحران ہم پر مسلط ہے۔

جوناگڑھ کاٹھیاواڑ کی ایک ریاست ہے جس کی آبادی ۸ لاکھ اور رقبہ ۴۰۴،۰۰۰ مربع میل ہے (غلط)۔ اس کا اپنا ساحلی علاقہ ہے اور کئی چھوٹی بندرگاہیں ہیں جن میں ورانا (ویراول) سب سے اہم ہے۔ اس کے ہمسائے نواں نگر اور بڑودا ہیں۔ سمندری مواصلات کے ماسوا یہ ان ریاستوں سے مکمل طور پر گھرا ہوا ہے جو مملکت ہندوستان میں شامل ہو چکی ہیں۔ مزید برآں جوناگڑھ کے درمیان فاصلے فاصلے پر ایسے چھوٹے چھوٹے علاقے موجود ہیں جو دراصل جوناگڑھ کے علاقے نہیں بلکہ مملکتِ ہندوستان کے حصے ہیں۔ نصف سے زیادہ ریلوے مملکت کی ملکیت ہے۔ ریاست کی آبادی کا ۸۰ (اسّی) فیصد حصہ ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ نواب مسلمان ہے اور ۱۸ (اٹھارہ) فیصد مسلمان حکومت چلا رہے ہیں اور انتظامی محکموں، فوج اور پولیس پر قابض ہیں۔

(پیرا ۲ حذف کردیا گیا ہے)

۳۔ ریاست میں جو کچھ ہو رہا ہے اور نتیجتاً رونما ہونے والے حالات کی روشنی میں ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے حفظ ماتقدم کی کوئی کارروائی پہلے نہیں کی کیونکہ ۱۰ اگست کو ساز باز سے سندھی مسلمانوں کے ایک گروہ نے حکومت پر قبضہ کرلیا اور نواب (ایک کمزور اور خبطی شخص) اپنے محل میں قیدی بن کر رہ گیا۔ جس وقت مینن میرے پاس یہ خبر لے کر آئے کہ جوناگڑھ کا الحاق منظور کرنے میں پاکستان نے غلط مشورے پر عمل کیا تو یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ کابینہ نے اس صورت حال پر شدید ردعمل ظاہر کیا ہے اور وہ انتہائی سخت اقدامات کرنے پر تیار ہے تاکہ جوناگڑھ کو سیدھا کیا جائے، معاملات میں پاکستان کی ''مداخلت'' کو روکا جائے اور اپنے شہریوں کی حفاظت کی جائے۔

(پیرے ۴ تا ۶ حذف کردیے گئے)

۷۔ میرے ذہن میں کوئی شبہ نہیں کہ جوناگڑھ میں ہندوؤں کی آبادی ۸۲ (بیاسی) فیصد ہوتے ہوئے اور اپنے عوام کی رائے معلوم کئے بغیر ان کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ پاکستان

سے الحاق کرلیں اور یہ کہ پاکستان اور جونا گڑھ کی یہ کارروائی اگر قانونی طور پر قابلِ استدلال بھی ہو تب بھی اخلاقی طور پر نا قابلِ دفاع ہے۔

مجھے زیادہ تشویش اس بات کی تھی کہ حکومت کو پاکستان کے خلاف کسی قسم کی فوجی کارروائی کرنے سے کس طرح روکا جائے۔ ساتھ ہی دونوں مملکتوں کے درمیان موجودہ تناؤ کو ذہن میں رکھتے ہوئے مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری ہمدردیاں حکومت کے ساتھ ہیں جو اپنے جائز مفادات کی حفاظت کیلئے تمام ضروری فوجی پیش بندیاں کر رہی ہے۔

۸۔ حکومت کی پالیسی کا فیصلہ کرنے کیلئے کابینہ کا اہم اجلاس ۱۷ ستمبر کی سہ پہر ۵ بجے منعقد ہوا۔ فوجی اقدامات منظور کرنے کیلئے کابینہ نے خود کو مکمل تیار کرلیا تھا۔ اس اجلاس سے پہلے مَیں نے مینن کی موجودگی میں وزیراعظم اور ڈپٹی وزیراعظم سے ملاقات کی اور پُر زور دلائل کے ساتھ انہیں مشورہ دیا کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ نہ کریں جس کا دنیا یہ نتیجہ نکالے کہ ہندوستان غلطی پر اور پاکستان حق پر ہے۔ مذاکرات کے تمام وسائل پہلے تمام کر لینے چاہئیں۔ مینن نے کہا کہ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ آیا نواب نے سند الحاق پر واقعتاً دستخط کر دیے ہیں۔ مَیں نے لارڈ ازمے کے اس نقطۂ نظر کا خاص طور پر ذکر کیا جو انہوں نے پُر زور الفاظ میں مینن سے بیان کیا تھا کہ جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق فوجی نقطۂ نظر سے اس قدر خلافِ عقل اور سیاسی اور معاشی اعتبار سے پاکستان پر ایسی بھاری ذمہ داری ہے کہ یہ سارا سلسلہ ایک خیالی دکھائی دیتا ہے اور یہ کہ پاکستان جان بوجھ کر حکومتِ ہندوستان سے چھیڑ خانی کر رہا ہے تاکہ وہ عجلت میں کوئی جارحانہ کارروائی کر ڈالے۔ مَیں نے زور دیا کہ انہیں رائے شماری کے اصول پر قائم رہنا چاہئے جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ انکا ارادہ علاقے پر قبضہ کرنا نہیں ہے۔

۹۔ مجھے خوشی ہے کہ مَیں نے اس تجویز کی معقولیت پر نہرو اور پٹیل دونوں کو قائل کرلیا ہے۔ نہرو سیدھے میٹنگ میں پہنچے اور کابینہ کو منانے میں انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

اس طرح سے یہ فوری خطرہ ٹل گیا لیکن یہ معاملہ دونوں مملکتوں کے تعلقات میں سنگین انحطاط کی نشاندہی کرتا ہے اور اگر اسی طرح کے کسی اور واقعے پر مناسب گرفت نہ کی گئی تو اس کا

نتیجہ جنگ یا جنگ جیسی صورت حال میں نکل سکتا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۶

## ۲.۱۱.۱۱

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغہ راز/ اقتباس)

نئی دہلی

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

جوناگڑھ سے متعلق آپ کے ۱۸ ستمبر کے تار کے حوالے سے۔ جوناگڑھ کے اطراف میں کثیر افواج کے مجتمع ہونے کی اطلاع صحیح نہیں ہے۔ ۸۰ (اسّی) فیصد ہندو آبادی کی مخالفت کے باوجود جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کے امکان نے مقامی آبادی اور مملکتِ ہندوستان میں شامل گردوپیش کی ریاستوں میں شدید اضطراب اور اندیشہ پھیلا دیا ہے۔ وسیع پیمانے پر جوناگڑھ کی فوجی تیاریوں اور مسلم رعایا میں اسلحہ اور گولہ بارود کی تقسیم سے — جس کا واضح مقصد ریاست کے عوام اور اطراف کی ریاستوں کو دہشت زدہ کرنا ہے — پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ حکومتِ ہندوستان نے قدرتی طور پر جوابی کارروائی کے طور پر اپنے علاقے میں ایک قلیل سی فوج بھیج دی ہے اور خاص طور پر اس وجہ سے بھی کہ متاثرہ علاقے میں ہماری ملحقہ ریاستوں کے پاس اپنی کوئی مسلح افواج نہیں ہیں۔

جہاں تک پاکستان سے جوناگڑھ کے الحاق کا تعلق ہے تو اس معاملے میں پاکستان نے یک طرفہ عمل کیا ہے جسے ہندوستان نہ کبھی مان سکتا ہے اور نہ مانے گا۔ اس طرح کے الحاق پر پاکستان کی منظوری کو حکومت ہندوستان اپنی خودمختاری اور اپنے علاقے میں دخل اندازی تصور کرے گی اور دونوں مملکتوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات ہونے چاہئیں یہ عمل اس کے برخلاف

ہے۔ان حالات میں مجھے امید ہے کہ آپ حکومتِ پاکستان کو جونا گڑھ کے الحاق پر نظر ثانی کیلئے آمادہ کرسکیں۔لیکن اگر اس معاملے پر دوبارہ غور نہ کیا گیا تو مجھے مجبوراً آپ کو آگاہ کرنا پڑے گا کہ نتائج کی ذمہ داری حکومتِ پاکستان پر عائد ہوگی۔تاہم حکومت ہندوستان الحاق کے بارے میں جونا گڑھ کے عوام کا فیصلہ قبول کرنے کیلئے تیار ہے۔ یہ رائے شماری ہندوستان اور جونا گڑھ کی حکومتوں کی مشترکہ نگرانی میں ہونی چاہئے۔

[لوئی ماؤنٹ بیٹن]

ا۔جناح پیپرز جلد ہشتم۔دستاویز نمبر پی ایس۔۱۶۸

۲.۱۱.۱۲

## محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(تار۔فوری/ بصیغۂ راز/ اقتباس)

کراچی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۲۲ ستمبر کے حوالے سے۔مملکت ہندوستان کا احتجاج بشمول اس کے جو لارڈ ازمے کے ذریعے بھیجا گیا تھا، سراسر غلط اور نامعقول ہے۔ ہندوستانی ریاستوں کا مقام واضح طور پر متعین کر دیا گیا ہے اور اس بات کو تسلسل سے قبول کیا جا چکا ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر ہندوستانی ریاست آزاد اور خود مختار ہے اور یہ کہ وہ آزادانہ طور پر پاکستان یا ہندوستان کے ساتھ شامل ہوسکتی ہے۔اب اس معاملے میں آپ ایک نیا اصول وضع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ریاستوں کے آزادانہ انتخاب کو محدود کر دیتا ہے۔

آپ کے اس خیال سے ہم واقعی حیران رہ گئے جس میں مملکت پاکستان کو دھمکی دی گئی ہے کہ ''الحاق پر پاکستان کی اس طرح منظوری کو حکومتِ ہندوستان اپنی خود مختاری اور اپنے علاقے میں دخل اندازی تصور کرے گی اور دونوں مملکتوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات ہونے چاہئیں یہ

عمل اس کے خلاف ہے۔'' مملکت ہندوستان کو جونا گڑھ پر حاکمیت کا کوئی حق نہیں پہنچتا چاہے، وہ علاقائی ہو یا کچھ اور۔ ہم یہ سمجھنے سے قطعی طور پر قاصر ہیں کہ پاکستان سے جونا گڑھ کا الحاق ہندوستان کی خودمختاری پر کس طرح دخل انداز ہوسکتا ہے اور دونوں مملکتوں کے دوستانہ تعلقات سے کس طرح غیر ہم آہنگ ہے۔

جہاں تک رائے شماری سے متعلق آپ کی تجویز ہے تو یہ آئینی حکمران اور جونا گڑھ کے عوام کے درمیان معاملہ ہے۔

آپ کی اس بات کو نوٹ کرلیا گیا ہے کہ متصلہ ریاستوں میں فوجوں کا اجتماع بطور حفظِ ماتقدم کیا گیا ہے تا کہ مملکت ہندوستان میں شامل ریاستوں میں ممکنہ گڑبڑ پر قابو پایا جاسکے۔ جونا گڑھ نے تیقّن سے ہمیں آگاہ کیا ہے کہ آپ کا یہ الزام بے بنیاد ہے کہ جونا گڑھ نے وسیع پیمانے پر فوجی تیاریاں کی ہوئی ہیں۔ اندریں حالات یہ تصور کرنا ہی فضول ہے کہ جونا گڑھ اپنی ہمسایہ ریاستوں کے خلاف کسی جارحانہ کارروائی کا ارادہ رکھتا ہے۔ جونا گڑھ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ اسے چین سے رہنے دیا جائے۔

اس کے برخلاف ہماری اطلاع یہ ہے کہ جونا گڑھ کے داخلی امور میں باہر کے لوگ گڑبڑ پھیلا رہے ہیں۔ جام صاحب کا تازہ بیان گمراہ کن اور شرانگیز اور کئی حوالوں سے صحیح نہیں ہے۔ بظاہر یہ ان کا بھونڈا پروپیگنڈا ہے جس میں متصلہ ریاستوں کی مسلم رعایا کے خلاف تشدد کی براہ راست دھمکی دی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں متصلہ ریاستوں کے حکمرانوں اور وہاں کے ہندو باشندوں کی طرف سے خوف زدہ ہوکر مسلمان کثیر تعداد میں اپنی سلامتی کیلئے جونا گڑھ آرہے ہیں۔ مسلمانوں اور جونا گڑھ کیلئے جام صاحب کا یہ مشورہ بے محل ہے کہ ان کے مفاد میں ہے کہ جونا گڑھ مملکتِ ہندوستان میں شامل ہوجائے۔ مملکت ہندوستان میں شامل ایک ریاست کی اس طرح اشتعال انگیزی کو روکنے کیلئے حکومت ہندوستان کو اقدام کرنا چاہئے۔

حکومتِ پاکستان کو مذکورہ بالا حقائق کا مجموعی تاثر یوں محسوس ہورہا ہے کہ گویا مملکت

ہندوستان اپنی پالیسی اوراپنے عمل سے پاکستان کی خودمختاری کے خلاف دست اندازی کررہی ہے۔

[محمد علی جناح]

ا۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۷۱

## ۲.۱۱.۱۳

# ریاست جوناگڑھ کی رعایا کا اعلان[1]

## عبوری حکومت کی تشکیل

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہرگاہ کہ جوناگڑھ کے نواب نے اپنی رعایا کی غالب اکثریت کی واضح خواہشات کے خلاف اور پاکستان کے ایجنٹوں کے زیرِ اثر ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ایک سند الحاق پر دستخط کئے جس کے تحت اعلان کیا گیا کہ ریاست کا پاکستان سے الحاق ہوگیا ہے۔

اور ہرگاہ کہ مملکتِ پاکستان نے ان واضح خواہشات اوراس حقیقت کو کہ جوناگڑھ کے عوام کی اکثریت (۸۰ فیصد غیر مسلم) کاٹھیا واڑ اور ہندوستان کے عوام سے فطری رشتوں میں بندھی ہوئی ہے نظر انداز کرتے ہوئے اوراس باہمی سمجھوتے کی خلاف ورزی میں جس کی بنیاد پر ہندوستان کے بعض حصوں کو الگ کر کے ایک علیحدہ ملک پاکستان بنایا گیا تھا یعنی صرف وہ متصل علاقے جن کی غالب آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہو ان علاقوں میں آباد لوگوں کی آزادانہ رضامندی سے انہیں پاکستان میں شامل کیا جائے گا اس سند الحاق کو قبول کرلیا۔

اور ہرگاہ کہ سند الحاق کی تکمیل میں مذکورہ عمل سے نواب کا منشاء یہ تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف اپنی ریاست کے عوام کی اطاعت مملکتِ پاکستان کو منتقل کردی جائے اور انہیں پاکستان کا شہری بننے پر مجبور کیا جائے جبکہ پاکستان ان کے لئے ایک اجنبی ملک ہے جو مسلمانوں کیلئے ایک قومی وطن کے طور پر بنایا گیا تھا۔

اور ہرگاہ کہ مذکورہ الحاق سے پہلے اور بعد میں بھی ریاستی حکام نے پاکستانی ایجنٹوں کی

رہنمائی میں اورنواب کے نام پر ریاست کے مسلمانوں کے ایک طبقے کواس مقصد سے مسلح کیا ہے تا کہ وہ ریاستی رعایا کوخوف زدہ کریں اور انہیں خودارادیت کے مطالبے کیلئے اور الحاق کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے سے روکیں۔اس کارروائی کے نتیجے میں ایک لاکھ سے زیادہ رعایا ریاست سے پہلے ہی نکل چکی ہے اور بہت سارے ہر روز رخصت ہورہے ہیں۔ برخلاف اس کے ریاست کے حکام دوسرے علاقوں کے مسلم مہاجروں کو ریاست کے علاقوں میں داخل کررہے ہیں۔

ریاستِ جوناگڑھ کی رعایا یہ اعلان کرتی ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف اپنی رعایا کی وفاداری پاکستان کو منتقل کرنے سے اور اس طرح کی منتقلی پر انہیں خوف زدہ کرکے رضامند کرنے سے نواب اپنی رعایا کی وفاداری کھو چکے ہیں۔

ہم مزید یہ اعلان کرتے ہیں کہ نواب کے مذکورہ سند الحاق کو قبول کرنے میں مملکت پاکستان نے خودارادیت کے اصول کی اور مذکورہ بالا باہمی سمجھوتے کی خلاف ورزی کی ہے جس کے ذریعے پاکستان کی تشکیل پر اتفاق ہوا تھا۔

ہم مزید یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنے خودارادیت کے جبلی حق کو استعمال کرتے ہوئے مملکتِ ہندوستان سے الحاق کا اور جوناگڑھ کے علاقوں کو مملکتِ ہندوستان کے متصل علاقوں سے جوڑنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

ہم اپنے پختہ اور سنجیدہ ارادے کا بھی اعلان کرتے ہیں کہ ہم ایسے تمام طریقے اپنائیں گے اور ایسے تمام اقدامات کریں گے جو مملکتِ ہندوستان سے ریاستِ جوناگڑھ کے الحاق کیلئے اور ہندوستان کا جزوِ لاینفک بننے اور برقرار رہنے کیلئے ضروری یا ضمنی ہیں۔

اپنے مذکورہ اعلان کو اور اپنے پختہ اور صدقِ دل سے کئے گئے ارادوں کو آگے بڑھانے کیلئے ہم ایک عبوری حکومت مقرر کرتے ہیں جس میں حسبِ ذیل افراد شامل ہوں گے:

۱۔سامل داس لکشمی داس گاندھی (صدر)　　۲۔درلابھ جی کیشیو جی کھیتانی

۳۔بھوانی شنکر اے اوزا　　۴۔سورگ بھائی کالو بھائی وارو

۵۔منی لال سندر جی دوشی　　۶۔نرنیندرا یراگ جی نٹوانی

ان حضرات کو وہ ساری طاقت، اختیار اور عملداری سپرد کر دی گئی ہے جو ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء سے پہلے جونا گڑھ کے نواب کو حاصل تھی اور جس پر وہ جونا گڑھ میں اور اس کے سارے علاقوں میں عمل کرتے رہے تھے اور ہم اپنی مذکورہ عبوری حکومت کو یہ اختیار بھی دیتے ہیں کہ وہ ہمارے مذکورہ اعلان اور ارادوں کی تکمیل کیلئے فوری اقدامات کرے اور جو طاقت، اختیار اور عملداری اسے سپرد کی گئی ہے اس پر عمل کرے۔ اور ہم صدقِ دل سے عہد کرتے ہیں کہ ہماری وفاداری عبوری حکومت اور اسکے توسط سے مملکتِ ہندوستان کے ساتھ ہے اور جونا گڑھ کے عوام سے چاہے وہ جہاں بھی ہوں یہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ عبوری حکومت کے احکامات اور ہدایات کی وفاداری سے تعمیل کریں۔[۲]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۷۶

۲۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو کاٹھیاواڑ پولیٹکل کانفرنس راجکوٹ کے سیکریٹری یو این دھیبر نے یہ اعلان ماؤنٹ بیٹن کو ارسال کیا تھا۔

## ۲.۱۱.۱۴

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام جواہر لال نہرو[۱]

نئی دہلی

۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

مَیں جونا گڑھ کے مسئلے پر غور کر رہا ہوں جس کے متعلق آپ نے کل رات مجھے بتایا تھا کہ یہ مسئلہ آج یعنی اتوار کو شام ساڑھے پانچ بجے کابینہ کے خصوصی اجلاس میں زیرِ بحث آنے والا ہے۔ آپ اس بنیادی اصول سے واقف ہیں جس پر میں کام کر رہا ہوں۔ جسے مختصراً دوبارہ حسبِ ذیل سطور میں بیان کیا جا سکتا ہے:

''ہندوستان اور پاکستان کی موجودہ پُر اشتعال صورت حال میں کسی ایک مملکت کا کوئی ایسا فعل جس کے نتیجے میں دونوں مملکتوں کی سپاہ ایک دوسرے پر گولیاں برسائیں تو اس کا انجام

جنگ کی صورت میں نکل سکتا ہے جو ہماری زندگی ہی میں ہندوستان کو ختم کر دے گا۔ مزید برآں ہندوستان کے بین الاقوامی مرتبے اور منزلت کا تقاضہ ہے کہ وہ ایسی کوئی کارروائی نہ کرے جس کی وجہ سے جنگ میں جلد بازی کیلئے اسے ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔

''تاہم میں ایک قدرتی ماحصل (Corollary) بیان کرنا چاہتا ہوں جسے میں کل رات واضح نہ کر سکا تھا۔ ہندوستانی علاقے کا کوئی حصہ بمع ان ہندوستانی ریاستوں کے جو مملکتِ ہندوستان میں شامل ہو چکی ہیں اور ان کا الحاق بھی متنازع فیہ نہیں ہے اگر یہ محسوس کریں کہ پاکستان سے الحاق شدہ کسی ریاست سے ان کی سلامتی کو خطرہ ہے تو ہندوستان کے وقار کا تقاضہ ہے کہ ان ریاستوں کی حفاظت کی جائے جس کی وہ اپنی سند الحاق کے تحت مستحق ہیں۔''

جونا گڑھ کے معاملے میں یہ دشواری پیش آ رہی ہے کہ بعض چھوٹی ہندوستانی ریاستیں جو ہمارے ساتھ شامل ہوگئی ہیں ان تک پہنچنے کیلئے جونا گڑھ کے علاقے کو پار کرنا پڑتا ہے۔ خوش قسمتی سے جونا گڑھ کے بعض علاقوں میں بھی ہندوستانی علاقے سے گذر کر جانا پڑتا ہے۔ جونا گڑھ کے اندر کسی ہندوستانی علاقے میں چھاؤنی بنانے کیلئے اگر ایک فوجی دستے کو جونا گڑھ کا علاقہ پار کرنا پڑے تو میں ایسی کارروائی کو مناسب خیال کروں گا بشرطیکہ دو شرائط پوری کی جائیں:

الف۔ یہ کہ دستہ صلح کے سفید پرچم تلے حرکت کرے اور تحریری ہدایتیں اپنے پاس رکھے جو جونا گڑھ کے افسروں کو دکھائی جا سکتی ہیں کہ وہ صرف ہندوستانی علاقے میں جا رہے ہیں اور کسی صورت میں بھی جونا گڑھ کی خودمختاری کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ مزید برآں دستے کو یہ احکامات بھی ملنے چاہئیں کہ سوائے ذاتی دفاع کے کسی اور حالت میں گولی نہ چلائے۔

ب۔ یہ کہ مناسب اطلاع اربابِ اقتدار یعنی پاکستان اور جونا گڑھ کی حکومتوں کو دے دی گئی ہے اور میری پُرزور تجویز ہے کہ اس اعلان کی ایک نقل مختلف ہائی کمشنروں

کے توسط سے دوسری مملکتوں کو بھی بھیج دی جائے یا اگر کابینہ کی ترجیح ہے تو اقوام متحدہ کو بھی مطلع کر دیا جائے۔ موخرالذکر معاملے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ روس جیسے ممالک بھی ہیں جو معاملات میں تاخیر کر دیا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اقوام متحدہ میں بہت سے ملک ایسے بھی ہیں جو موقع پا کر ناگوار صورتِ حال سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں۔ دوسری جانب میرا یہ خیال ہے کہ اگر ہم دوسری حکومتوں کو اس اعلان سے مطلع کر دیں تو ہمارا موقف زیادہ مضبوط ہو جائے گا تاہم میری رائے میں دولت مشترکہ کے دوسرے ارکان ہی بہتر رہیں گے۔ میری تجویز ہے کہ اس اعلان میں یہ اقرار بھی شامل ہونا چاہئے کہ جونا گڑھ (اور پاکستان) کی افواج کو ہندوستانی علاقے سے گذر کر جونا گڑھ کے دور افتادہ علاقے میں جانے کیلئے بدلے کے حقوق حاصل ہوں گے۔

جہاں تک منگرول اور بابریاواڑ کی متنازعہ ریاستوں کا تعلق ہے مجھے ذاتی طور پر کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان سے ان کا الحاق منظور کرنے میں ہمیں قانونی حق حاصل ہے لیکن اس بات کا ادراک بھی کرنا چاہئے کہ لیاقت علی خاں نے اپنے حالیہ بیان میں اس پر علانیہ اعتراض کیا تھا لہٰذا میری تجویز ہے کہ ہم پاکستان اور جونا گڑھ کو مطلع کریں کہ ان دو ریاستوں کے معاملے میں ہم ثالثی کیلئے تیار ہیں۔ لیکن اس امر کو یقینی بنانے کیلئے کہ اس عرصے میں وہاں کے باشندوں پر ناروا دخل اندازی نہ ہونے پائے وہاں سے جونا گڑھ اور پاکستان کی فوجیں فوراً واپس بلا لی جائیں۔

ذاتی طور پر مجھے مکمل اتفاق ہے کہ فوجی منصوبے اور پیش بندیاں جو ہمارے زیرِ بحث رہی ہیں انہیں جاری رکھا جائے۔ مَیں اپنی اس تجویز کی تجدید کرتا ہوں کہ اس علاقے میں خفیہ اطلاعات کا ایک ادارہ فوری طور پر قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور یہ کہ اس علاقے میں تقریباً ایک درجن خفیہ اطلاعات کے افسر یا ایجنٹ بھیجے جائیں تاکہ وہ ہمیں مستند اور تازہ ترین

معلومات فراہم کرتے رہیں۔

[لوئی ماؤنٹ بیٹن]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۸۳

## ۲.۱۱.۱۵
## شاہنواز بھٹو بنام ایم اکرام اللہ[1]
## (خفیہ)

امان محل۔ جوناگڑھ
۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر اکرام اللہ

مَیں اس تار کی ایک نقل ملفوف کر رہا ہوں جو مَیں نے آج صبح لاسلکی کے ذریعے آپ کو بھیجا تھا۔ اس وقت جو صورت حال ہے اس کا مختصر خاکہ اس میں درج ہے۔ میرے متواتر پیغامات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہاں کی صورت حال مکمل طور پر بگڑ چکی ہے۔ تاوقتیکہ حکومتِ پاکستان ہمیں کوئی مدد نہ بھیجے ہمارے عوام کا حوصلہ سنبھالے رکھنا مشکل ہوگا۔ یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بابریاواڑ کی سرحد پر حملہ پوری طرح متوقع ہے۔ راج کوٹ میں جوناگڑھ ہاؤس پر مظاہرین کے زبردستی قبضے کے بعد اگر مذکورہ واقعہ بھی پیش آ جائے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان واقعات سے ہمارا وقار کس طرح متاثر ہو رہا ہے اور ان حالات میں مسلح تصادم کا بھی خطرہ ہے جس سے ہم گریز کرنا چاہتے ہیں۔ آج صبح سے انڈین یونین جارحیت پر اتر آئی ہے اور اس نے فوج اور پولیس کے ساتھ سردار گڑھ میں زبردستی داخل ہو کر اس کا نظم و نسق سنبھال لیا ہے۔ اس واقعے کے متعلق پہلے ہی ایک تار آپ کو بھیج دیا تھا جس کی نقل ملفوف ہے۔[2] سردار گڑھ نے ۲۶ ستمبر کو سند الحاق پر دستخط کر دیے ہیں اور ڈاک

کی ترسیل غیر محفوظ ہونے کے سبب مَیں نے خصوصی پیغام رساں کے ہاتھ بھیجنے کیلئے یہ دستاویزات روک رکھی تھیں۔ اس تحریر کے حامل مسٹر اسد سردار گڑھ، سلطان آباد، بانٹوا، چھوٹا مجموع اور کمادیا کی چار اسنادِ الحاق آپ کو پہنچا دیں گے۔ وہ ذاتی طور پر یہاں کی صورت حال اور ہماری ضروریات سے بھی آپ کو آگاہ کر دیں گے جن کا ذکر مَیں بار بار اپنے تاروں میں کرتا رہا ہوں۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہوائی جہاز اور مسلح فوج ہمیں دستیاب رہیں۔ امید کرتا ہوں کہ پیامبر کے آپ تک پہنچنے سے پہلے ہمارے سروں پر منڈلانے والی برتر فوجیں ہم پر غلبہ حاصل نہ کر سکیں۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۱۹۴

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

## ۲.۱۱.۱۶

## ڈیفنس کمیٹی کی پانچویں میٹنگ کی روداد[1]

## (اقتباس)

نئی دہلی

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

اعلامیے کا جو مسوّدہ میٹنگ میں تقسیم کیا گیا تھا کمیٹی نے اس کی منظوری دی اور وزارتِ دفاع کو ہدایت کی کہ اسے اگلے دن جاری کر دیا جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۰۵

## ۲.۱۱.۱۶ کا ملفوفہ

## (اقتباس)

## اعلامیے کا مسوّدہ

ان کی اس پالیسی کی تعمیل میں کہ ہندوستان کے دفاعی عساکر کے دستے کاٹھیاواڑ میں تعینات کئے جائیں کمایوں (Kumaon) رجمنٹ کی ایک ڈوگرا کمپنی کو رائل انڈین انجینئرز، انڈین کور آف سگنلز اور انڈین آرمی میڈیکل کور کے دستوں کے ساتھ میجر شیام رتن کی کمان میں ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو رائل انڈین نیوی کے جہازوں کے ذریعے جعفر آباد میں اتارا جا رہا ہے۔

کاٹھیاواڑ کی دوسری بندرگاہوں پر بھی رائل انڈین نیوی کے جہازوں کی آمد کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

حکومت ہندوستان نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ راج کوٹ میں بریگیڈ گروپ متعین کیا جائے۔ اس صف بندی میں انڈین آرمی کے دستے اور بڑودا، بھاؤنگر، نوانگر اور پوربندر ریاستوں کی افواج بھی شامل ہوں گی اور یہ سب بریگیڈیئر گردیال کی کمان میں ہوں گے۔

جیسا کہ پہلے مطلع کیا گیا ہے رائل انڈین ایئر فورس کا نمبر ۸ اسکواڈرن جس میں ٹیمپیسٹ (Tempest) طیارے شامل ہیں اسکواڈرن لیڈر پی ایس گل کی کمان میں اس وقت کاٹھیاواڑ میں موجود ہے۔

## ۲.۱۱.۱۷

## جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

## (تار)

نئی دہلی

۹ نومبر ۱۹۴۷ء

جوناگڑھ اسٹیٹ کونسل کے سینئر رکن اور جوناگڑھ اسٹیٹ فورسز کے نگران رکن ہاروی

جونز (Harvey Jones) کل راج کوٹ میں ہمارے ریجنل کمشنر سے ملنے آئے اور انہیں جونا گڑھ کے دیوان سر شاہنواز بھٹو کا خط دیا جس میں حکومت ہندوستان سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ جونا گڑھ کا نظم ونسق سنبھال لے۔ یہ درخواست اس لئے کی گئی تھی تا کہ جب تک جونا گڑھ کے الحاق سے متعلق متعدد مسائل کا آبرومندانہ فیصلہ نہیں ہو جاتا ریاست کو مکمل انتظامی تعطل سے بچایا جاسکے۔ شاہنواز بھٹو نے اپنے خط میں بیان کیا ہے کہ وہ اس بارے میں آپ کو تار بھیج چکے ہیں۔ ہم نے ان کی درخواست پر غور کیا ہے اور ریاست میں ابتری پھیلنے اور اس کے عواقب سے بچنے کیلئے جونا گڑھ کے نظم ونسق کو فوری طور پر سنبھالنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے راج کوٹ کے ریجنل کمشنر کو ہدایات جاری کی ہیں جس کا متن حسب ذیل ہے:

''مینن بنام بچ (Buch)۔ جونا گڑھ کے سر شاہنواز بھٹو کا خط مورخہ ۸ نومبر جو آپ کے نام تھا اور جسے جونا گڑھ اسٹیٹ کونسل کے سینئر رکن ہاروی جونز بذات خود لائے تھے اس میں جونا گڑھ کے نظم ونسق کا اختیار فوری طور پر حوالے کرنے کی پیش کش کی گئی تھی اور حکومت ہندوستان نے اس پر غور کیا تھا۔ حکومت کا خیال ہے کہ جونا گڑھ اسٹیٹ کونسل کی متفقہ گذارش کی بناء پر جس کی تائید جونا گڑھ کے عوام نے بھی کی تھی جن کی رائے ۷ اکتوبر کو کونسل نے اپنی ایک میٹنگ میں حاصل کی تھی اور اس نقطۂ نظر سے بھی کہ انتظامیہ کے مکمل تعطل سے ریاست میں ابتری پھیل جائے گی لہٰذا آپ کو چاہئے کہ نظم ونسق فوراً سنبھال لیں اور امن و امان جتنی جلد ممکن ہو سکے یقینی بنائیں۔ حکومت پاکستان کو حسبہ، یہاں سے مطلع کیا جارہا ہے۔''

[جواہر لال نہرو]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۲۲

## ۲.۱۱.۱۸

# جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

## (تار)

نئی دہلی
۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء

میرے ۹ نومبر کے تار کے تسلسل میں۔ ان خاص حالات کے پیش نظر جن کا تذکرہ جونا گڑھ کے دیوان نے کیا تھا راج کوٹ میں ہمارے ریجنل کمشنر نے عارضی طور پر جونا گڑھ کا نظم ونسق سنبھال لیا ہے۔ یہ اقدام بدنظمی اور اس کے نتیجے میں افراتفری سے بچنے کیلئے کیا گیا ہے۔ تاہم ہماری یہ خواہش نہیں ہے کہ یہ بندوبست یوں ہی جاری رہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ جونا گڑھ کے عوام کی خواہش کے مطابق اس کا کوئی حل جلد نکلے۔ ہم نے پہلے بھی آپ کی توجہ اس نکتے پر مبذول کرائی تھی کہ قطعی فیصلہ استصواب رائے یا ریفرینڈم کے ذریعے ہونا چاہئے۔ جونا گڑھ کے بارے میں ہم اس مسئلے پر اور دوسرے تمام متعلقہ معاملات پر آپ کی حکومت کے نمائندوں سے جس قدر جلد آپ کو سہولت ہو گفت وشنید کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ جونا گڑھ کو بھی دعوت دی جائے کہ وہ اس کانفرنس میں اپنے نمائندے بھیجے۔

[جواہر لال نہرو]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۲۳

## ۲.۱۱.۱۸ کا ضمیمہ

# جونا گڑھ پر ہندوستان کا قبضہ[1]

## (اقتباس)

دہلی
۹ نومبر

ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کا کہنا ہے کہ دہلی سے ملنے والی خبروں کے مطابق مملکت

ہندوستان کی ایک بٹالین چند میڈیم ٹینکوں کے ساتھ اتوار کی شام چھ بجے جونا گڑھ میں داخل ہو گئی۔ بریگیڈ ئیر گردیال سنگھ اور مسٹر بچ بھی جونا گڑھ پہنچ گئے ہیں۔

میجر ہاروی جونز اور ریاست کے دوسرے اعلیٰ عہدیداروں اور غیر سرکاری ممتاز شخصیتوں نے ریاست کی سرحد پر اس فوج کا استقبال کیا۔ نیز مقامی آبادی نے بھی ان کا خیر مقدم کیا۔ فوج نے ویراول کے ہوائی اڈے پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ریاستی فوج کو غیر مسلح کیا جا رہا ہے۔ ریاست میں انتظامی فتور کس حد تک پہنچا ہوا تھا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ خزانہ خالی تھا جس میں ایک روپیہ بھی نہیں تھا۔

خبر رساں ایجنسی نے مزید کہا ہے کہ جونا گڑھ کے حکام اور ''عبوری حکومت'' کے درمیان مذاکرات اختتام کو پہنچ گئے ہیں اور راج کوٹ سے ملنے والی تازہ خبروں کے مطابق نواب جونا گڑھ انڈین یونین میں شامل ہونے پر رضامند ہو گئے ہیں۔

میجر ہاروی جونز نے ''عبوری حکومت'' کے صدر مسٹر سامل داس گاندھی سے گفت وشنید کی اور ان کو اسٹیٹ کونسل کے اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ جو سنگین صورت حال پیدا ہو رہی تھی اس سے بچنے کیلئے مملکت ہندوستان پر لازم تھا کہ وہ جونا گڑھ کا نظم ونسق سنبھال لے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس فیصلے کو ریاست کے ایک بااثر ادارے مسلم جمعیت کی حمایت بھی حاصل ہے۔

پاکستان کے ساتھ جونا گڑھ کے الحاق سے جو اضطراب پھیلا تھا اس کے نتیجے میں ستمبر کے آخر میں ایک ''عبوری حکومت'' کی تشکیل عمل میں آئی تھی۔ پچھلے پانچ ہفتوں میں ''عبوری حکومت'' کی سپاہ نے جو جونا گڑھ کی جانب پیش قدمی کر رہی تھی، متعدد دیہات پر قبضہ کر لیا ہے۔

ہندوستان کی اسٹیٹ منسٹری کی جانب سے ایک علامیہ جاری کیا گیا ہے۔

ا۔ سٹیٹس مین۔ ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء

## ۲.۱۱.۱۹

# لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[1]

## (تار/اشد فوری)

لاہور

۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء

آپ کا ۹ نومبر اور اس سے اگلا ۱۰ نومبر کا تار دونوں مجھے ۱۰ نومبر کو موصول ہوئے جن میں ہمیں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ آپ کی حکومت نے جونا گڑھ کا نظم ونسق سنبھال لیا ہے۔

آپ اس بات سے باخبر ہیں کہ جونا گڑھ نے پاکستان کے ساتھ باضابطہ الحاق کیا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ پر یہ واضح ہونا چاہئے کہ نہ تو دیوان اور نہ ہی خود والیِ ریاست مملکتِ ہندوستان سے کسی قسم کے عارضی یا مستقل تصفیے کیلئے گفت وشنید کر سکتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے دیوان کو آپ سے گفت وشنید کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا اور ہم جونا گڑھ کے علاقے میں مملکت ہندوستان کی مداخلتِ بیجا کو پُرزور چیلنج کرتے ہیں۔ حکومت پاکستان کی اجازت کے بغیر بلکہ ہماری آگاہی کے بغیر ریاست کا نظم ونسق سنبھالنے اور ریاست میں ہندوستانی فوج بھیجنے میں آپ کا عمل پاکستان کے علاقے کی کھلم کھلا دخل اندازی اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

جونا گڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق پر حکومت ہندوستان کی ہمہ اقسام کارروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ ریاست کو اس الحاق سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا جائے اور آپ نے اس مقصد کے حصول کیلئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے۔ آپ کی حکومت نے ریاست کے اندر اور اس کے چاروں طرف بڑی ہوشیاری سے اور دیدہ ودانستہ ایسے حالات پیدا کئے جن کی وجہ سے نظم ونسق چلانا ناممکن ہو گیا تھا۔ ان حالات میں آپ کا یہ عذر ناقابلِ قبول ہے کہ بدنظمی اور اس کے نتیجے میں افراتفری سے بچنے کیلئے جونا گڑھ کا نظم ونسق سنبھالا گیا ہے۔

جہاں تک آپ کی اس تجویز کا تعلق ہے کہ دونوں مملکتوں اور نواب جونا گڑھ کے نمائندوں کے درمیان ایک کانفرنس منعقد کی جائے تو آپ بخوبی یہ جانتے ہیں کہ ہم ان معاملات

پر اور کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق سے پیدا ہونے والے مسائل پر گفتگو کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہے ہیں۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ ان حالات میں کہ آپ نے فوجی طاقت کے ذریعے ہمارے علاقے پر قبضہ کرلیا ہے اس طرح کی کانفرنس منعقد کرنا بے فائدہ ہے۔ ہم اسی شرط پر کسی کانفرنس میں شرکت کرسکتے ہیں کہ ہندوستانی افواج کو واپس بلا لیا جائے، نواب کی انتظامیہ کو بحال کیا جائے، جونا گڑھ کی سرحدوں کے اندر اور گردوپیش کے حالات کو معمول پر لایا جائے اور نام نہاد ''عبوری حکومت'' کی کارروائیوں کو روک دیا جائے۔

جونا گڑھ کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھ میں لینے اور جونا گڑھ پر قبضہ کرنے کیلئے ہندوستانی افواج بھیجنے کے عمل کو ہم مملکت پاکستان کے خلاف ایک براہ راست معاندانہ اقدام تصور کرتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ آپ اپنی افواج کو واپس بلائیں اور نظم ونسق کے فرائض سے دستبردار ہوکر اسے جائز حکمران کو لوٹا دیں اور ہندوستان کے لوگوں کو جونا گڑھ پر حملہ کرنے اور وہاں تشدد آمیز کارروائیاں کرنے سے باز رکھیں۔

[لیاقت علی خاں]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۲۵

## ۲۰۔۱۱۔۲

# جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

(بصیغۂ راز/فوری)

نئی دہلی

۱۷ نومبر ۱۹۴۷ء

جونا گڑھ سے متعلق آپ کے ۱۰ نومبر کے تار کے حوالے سے۔

ابتدا ہی میں ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ آپ کے تار میں مندرج بیانات اور الزامات پر ہمیں اعتراض ہے۔ حقائق اس طرح ہیں: جیسا کہ سر شاہنواز اور ان کے رفقائے کار

نے اقرار کیا ہے اور جس میں تصدیق خود ہمارے ریجنل کمشنر نے بھی کی ہے کہ جونا گڑھ میں نظم ونسق مکمل طور پر مفلوج ہو چکا تھا۔ جونا گڑھ کونسل کے سامنے صرف دو متبادل صورتیں تھیں۔ آیا جونا گڑھ کا نظم ونسق ''عبوری حکومت'' کے حوالے کیا جائے یا حکومتِ ہندوستان کے حوالے کیا جائے۔ بالآخر انہوں نے موخرالذکر راستے کا انتخاب کیا۔ اگر حکومت ہندوستان مداخلت نہ کرتی تو پورے جونا گڑھ میں خلفشار پھیل جاتا اور اس کے اثرات پورے کاٹھیاواڑ پر پڑتے۔ مزید برآں ریاست کی ابتر صورت حال کا فائدہ اٹھا کر ''عبوری حکومت'' اس پر قبضہ کر لیتی اور بلاشبہ خون خرابہ بھی ہوتا۔ ان حالات میں حکومتِ ہندوستان کو بہت جلد فیصلہ کرنا تھا اور اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ جونا گڑھ اسٹیٹ کونسل کی درخواست منظور کرتے ہوئے ریاست کا نظم ونسق سنبھال لیا جائے۔ جونا گڑھ کونسل کے سینئر رکن راجکوٹ میں حکومت ہندوستان کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے اور وہی ریجنل کمشنر کو بحیثیت نمائندہ حکومتِ ہندوستان ۹ نومبر کو نظم ونسق سپرد کرنے کیلئے جونا گڑھ لے گئے۔ اسٹیٹ کونسل کے سینئر رکن ہی نے نظم ونسق سپرد کرنے سے پہلے پوری پولیس اور فوج کو غیر مسلح کرنے کا بیڑا اٹھایا اور یہ ذمہ داری انہوں نے پوری بھی کی۔ ریجنل کمشنر نے حفظ ماتقدم کے طور پر محض ایک فوجی دستہ اپنے ساتھ لیا تھا اور (چند مقامات کو چھوڑ کر جہاں ''عبوری حکومت'' قابض تھی) ہم نے بغیر کسی حادثے یا اختلافی آواز کے جونا گڑھ کا نظم و نسق اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نے یہ عمل بروقت کیا اور انتشار کی پیش بندی میں کامیاب ہوئے۔

۲۔ ہمارے خیال میں یہ کہنا درست نہیں کہ جونا گڑھ میں جو کچھ ہو رہا تھا اس کا علم پاکستان کو نہیں تھا۔ ''عبوری حکومت'' سے مذاکرہ شروع کرنے سے پہلے جونا گڑھ کونسل کے سینئر رکن کراچی اور لاہور گئے تھے۔ انہوں نے نواب سے اور آپ سے یا آپ کے رفقائے کار سے ضرور مشورے کئے ہوں گے۔ اپنی واپسی پر انہوں نے ''عبوری حکومت'' کو نظم ونسق حوالے کرنے کیلئے مسٹر سامل داس گاندھی سے گفت وشنید کی تھی۔

راج کوٹ میں مقیم ریجنل کمشنر کے نام اپنے ۸ نومبر کے خط میں سر شاہنواز بھٹو نے بتایا

تھا کہ انہوں نے گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان کو تار کے ذریعے جونا گڑھ حکومت کے اس فیصلے کی اطلاع دے دی تھی کہ حکومت ہندوستان سے درخواست کی جائے کہ وہ ریاست کا نظم ونسق سنبھال لے۔ نواب صاحب خود کراچی میں موجود تھے اور سر شاہنواز ریاست کے وزیر اعظم ہونے کی حیثیت سے ان کی ہدایت کے تحت کام کر رہے تھے۔ مزید یہ کہ سر شاہنواز نے اسٹیٹ کونسل اور جونا گڑھ کے عوامی رہنماؤں کی متفقہ منظوری سے یہ فیصلہ کیا تھا۔ وہ خود ۸ نومبر کو کراچی پہنچ گئے تھے اور انہوں نے ضرور حکومت پاکستان کو اسی دن صورت حال سے آگاہ کیا ہوگا۔ دوسری طرف ریجنل کمشنر نے ۹ نومبر کی شام تک نظم ونسق نہیں سنبھالا تھا۔

۳۔ آپ نے درخواست کی ہے کہ ریاست سے ہندوستانی افواج واپس بلائی جائیں اور غالباً ہندوستانی نظم ونسق بھی فوراً اٹھا لیا جانا چاہئے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ صورت حال ''عبوری حکومت'' کیلئے پورے نظم ونسق پر قبضہ کرنے کا راستہ فوراً کھول دے گی اور اگر اس موقع پر نواب کو بحال کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تو یقینی طور پر تصادم ہوگا جس کا نتیجہ خونریزی اور طوائف الملوکی کی صورت میں نکلے گا جسے نہ آپ اور نہ ہم طمانیتِ قلب سے دیکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کو یاد کرا دوں کہ یہی وہ قابلِ لحاظ امر تھا جس کے تحت نواب نے اپنے دیوان کو ہدایت کی تھی کہ نظم ونسق حکومت ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے۔

۴۔ ہم نے ''عبوری حکومت'' کو تسلیم نہیں کیا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ''عبوری حکومت'' جونا گڑھ کی رعایا پر مشتمل ہے اور جس کا ریاست میں بہت کچھ داؤں پر لگا ہوا ہے اور جسے عوام کی حمایت حاصل ہے اور جو جونا گڑھ کے وسیع علاقوں پر قابض ہے جس کا انتظام اب اس کے ہاتھ میں ہے۔ حکومت ہندوستان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایک ایسی صورت حال پیدا کر دے جس کی وجہ سے ریاست کے عوام سے اس کا تصادم ہو جائے جو اپنے بنیادی حقوق کیلئے لڑ رہے ہیں۔

۵۔ حکومتِ ہندوستان اس پالیسی کی بنیاد پر عمل پیرا ہے کہ صورت حال کو تیزی سے اور فوری طور پر اعتدال پر لایا جائے اور اس مقصد کیلئے ہم بلا تاخیر ایک رائے شماری کے ذریعے اس

مسئلے کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ مَیں نے اپنے ۱۰ نومبر کے تار میں آپ کو مطلع کیا تھا۔ ہمیں یہی ایک راستہ نظر آتا ہے۔ جس کے ذریعے اس مسئلے کو تسلی بخش طریقے سے طے کیا جا سکتا ہے۔

[جواہر لال نہرو]

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۲۳۰

## ۲۱.۱۱.۲

## اے ایس بی شاہ بنام ایس ایم یوسف[۱]

## (اقتباس/خفیہ)

[کراچی]

۲۴ فروری ۱۹۴۸ء

### جوناگڑھ میں رائے شماری

ڈیلی ٹیلیگراف کے مسٹر ڈگلس براؤن اب بہت دوست بن گئے ہیں۔ آج صبح انہوں نے فون پر مجھے بتایا کہ وہ جوناگڑھ سے ابھی ابھی واپس آئے ہیں اور مجھ سے پوچھا کہ آیا مَیں وہاں کی جانے والی رائے شماری کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہوں گا مَیں نے ان سے آنے کیلئے کہا اور انہوں نے مجھ سے رائے شماری کی یہ کہانی بیان کی:

"وہ اس کارروائی سے دو روز قبل جوناگڑھ پہنچے تھے۔ انہوں نے جوناگڑھ کو سرخ پرچموں، سرخ لاریوں اور دیواروں پر سرخ اشتہاروں سے بھرپور پایا جن میں لوگوں کو ہندوستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کی تاکید کی گئی تھی۔ مقامی رائے شماری کا نگران شواش والکر نامی ایک شخص تھا۔ ان صاحب نے بیرونی نامہ نگاروں کو مطلع کیا کہ ریاست کی اہم سیاسی جماعت پرجامنڈل (Praja Mandal) ہے جو اسٹیٹ کانگریس پارٹی سے منسلک ہے۔ انہوں نے نامہ نگاروں کو یہ بھی بتایا کہ پرجامنڈل میں مسلم ارکان بھی شامل ہیں۔ بعدازاں نامہ نگاروں نے

مسلم ارکان سے بھی رابطہ قائم کیا اور انہیں بہت خوف زدہ پایا۔ انہوں نے نامہ نگاروں کو راز میں بتایا کہ وہ ہندوستان کے حق میں ووٹ ڈالیں گے کیونکہ انہیں اپنی جان کا خطرہ ہے تاہم ان کے دل پاکستان کے ساتھ ہیں۔ ان مسلمانوں نے نامہ نگاروں کو تقریباً سو مسجدوں کے پتے بتائے جنہیں تباہ یا جن کا تقدس پامال کیا گیا تھا۔ نامہ نگار پھر چند مسجدیں دیکھنے گئے اور انہیں اسی حالت میں پایا جیسا کہ ان مسلمانوں نے ذکر کیا تھا۔"

رائے شماری سے ایک شام پہلے مسٹر سامل داس گاندھی کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں انہوں نے بڑی پُر جوش تقریر کی اور لوگوں کو ہندوستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کیلئے کہا۔ اپنی تقریر میں مسٹر سامل داس گاندھی نے کہا کہ وہ اقوام متحدہ یا پاکستان سے نہیں ڈرتے۔ انہوں نے مسٹر جناح کو بھی برا بھلا کہا اور مجمع میں موجود بیرونی نامہ نگاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس بات سے خائف نہیں کہ یہ لوگ اپنے اخباروں میں کیا لکھیں گے۔

پھر رائے شماری کی تاریخ آئی۔ رائے دہی کے متعدد مراکز قائم کئے گئے تھے۔ ہندوستان کیلئے سرخ اور پاکستان کے لئے سبز ڈبے رکھے گئے تھے۔ رائے شماری راج کوٹ کے کمشنر کی نگرانی میں ہو رہی تھی۔ ہر رائے دہندہ کو ایک پرچی دی گئی تھی۔ نامہ نگاروں نے مشاہدہ کیا کہ ہر پرچی پر رائے دہندہ کا نمبر اور نام درج تھا۔ پولنگ افسر کے رجسٹروں میں پرچی کے باقی ماندہ حصوں پر وہی نمبر اور نام درج تھے جو پرچیوں پر لکھے ہوئے تھے۔ نامہ نگاروں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور انہوں نے منتظم افسر کے پاس جا کر ان سے کہا کہ اس طرح کی رائے شماری کو خفیہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جو بھی اپنی پرچی سبز ڈبے میں ڈالے گا اس کی شناخت آسانی سے پرچی کا باقی حصہ دیکھ کر کی جا سکتی ہے۔ اس پر منتظم افسر نے جواب دیا کہ یہ پرچیوں کی چھپائی میں غلطی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کوئی شخص بھی ناموں کی پڑتال کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرے گا۔ رائے شماری ختم ہونے کے بعد نامہ نگاروں سے کہا گیا کہ ۸۰ (اسّی) فیصد سے زیادہ آبادی

نے رائے شماری میں حصہ لیا ہے۔اس رائے شماری سے متعلق جن نکات پر نامہ نگاروں نے دھیان دیا وہ یہ تھے کہ بہت زیادہ اکثریت ہندوستان کے حق میں تھی اور بہت ہی کم پاکستان کے حق میں۔ مثال کے طور پر مجموع بڑا (Majmu Bara) میں ۱۴۳۲ ووٹ ڈالے گئے جن میں سے ۱۴۰۲ ہندوستان کو ملے اور پاکستان کو صفر۔ منگرول میں جملہ ووٹ ۱۲۹۴۷ تھے جن میں سے ۱۱۸۳۳ ہندوستان کے حق میں تھے اور صرف ۸ پاکستان کے حق میں۔ مانا ودر، سردار گڑھ اور بابریاواڑ میں بھی نتیجہ انہی خطوط پر نکلا۔ جونا گڑھ سے باہر ووٹوں کی تعداد ۳۱۲۹۷ تھی جن میں سے پاکستان نے صرف ۳۹ ووٹ حاصل کئے۔ جونا گڑھ میں نتائج کا اعلان سوموار کو کیا جانا تھا۔

جس طرح اس رائے شماری کا اہتمام کیا گیا تھا مسٹر ڈگلس براؤن کے مطابق یہ سارا معاملہ معنی خیز نظر آتا ہے۔ نامہ نگاروں نے بھی یہ محسوس کیا کہ ہندوستان کو اس طرح کی رائے شماری کا بکھیڑا اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں تھی جس کا نتیجہ پہلے ہی سے واضح تھا۔

اے ایس بی شاہ

جوائنٹ سیکریٹری

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۲۳۷

## ۲.۱۱.۲۲

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام شاہ جارج ششم[1]

نئی دہلی

۲۶ فروری ۱۹۴۸ء

عالی جناب

اطاعت گذاری کے ساتھ حسب ذیل یادداشتوں کی نقول یور میجسٹی کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

الف۔ جونا گڑھ اور کشمیر

ب۔ ہندوستان اور دولتِ مشترکہ[۲]

وزیراعظم کیلئے یہ یادداشتیں مسٹر گورڈن واکر (Gordon Walker) وطن لے جارہے ہیں جو آج دہلی سے روانہ ہوں گے۔

یور میجسٹی کا ادنیٰ اور وفادار خادم
لوئی ماؤنٹ بیٹن

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۳۸
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

## ۲۲.۱۱.۲ کا ملفوفہ
## گورنر جنرل ہندوستان کی یادداشت
## جوناگڑھ

### تمہید

مختلف افراد سے گفتگو کے دوران مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جوناگڑھ اور کشمیر میں حکومتِ ہندوستان کی پالیسی اور اقدامات میں تین اہم غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ برطانیہ کے ذمہ دار حلقوں میں ان غلط فہمیوں کا چرچا ہے۔ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے مَیں یہ یادداشت قلم بند کررہا ہوں جس سے مختلف متعلقہ واقعات کے پس منظر کا صحیح تعین ہوجائے گا۔

۲۔ جن تین غلط فہمیوں کا مَیں نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہیں:

اوّل یہ کہ حکومتِ ہندوستان نے طاقت کے بل پر جوناگڑھ پر قبضہ کیا ہے[۱] جبکہ وہ قانونی طور پر پاکستان سے الحاق کرچکا تھا اور یہ کہ جوناگڑھ میں کارروائی سے ہندوستان نے کشمیر پر اپنے دعوے کو بہت حد تک بے اثر بنا دیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ حکومتِ ہندوستان نے مختلف اوقات میں مہاراجہ اور حکومتِ کشمیر پر دباؤ ڈالا تھا تا کہ اس ریاست کو ہندوستان سے الحاق کرنے پر مجبور کیا جائے۔

ثالثاً یہ کہ حکومتِ ہندوستان نے کشمیر میں ہندوستانی افواج بھیجنے کا منصوبہ اس تاریخ سے پہلے ہی بنالیا تھا جس تاریخ پر ان افواج کو بھیجا گیا تھا۔

۳۔ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر مَیں ایک ایک کر کے ان کی تشریح کروں گا کیونکہ مَیں ان تمام میٹنگوں میں موجود تھا جن میں مختلف فیصلے کئے گئے تھے۔

## جوناگڑھ

## کسی ایک مملکت سے الحاق کیلئے ریاستوں کا حق

۴۔۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایوانِ والیانِ ریاست کے ایک خصوصی اجلاس سے مَیں نے نمائندہِ تاجِ برطانیہ کی حیثیت سے خطاب کیا تھا اور اس میں مَیں نے والیانِ ریاست اور ان کے نمائندوں کو ہندوستان اور پاکستان کی آئندہ حکومتوں کی ان پالیسیوں سے آگاہ کیا تھا جو ان حکومتوں کے مشورے سے ریاستوں کی طرف سے اسنادِ الحاق اور علیٰ حالہٖ معاہدوں سے متعلق وضع کی گئی تھیں۔

۵۔مَیں نے یہ واضح کر دیا تھا کہ ساری ریاستیں اصولی طور پر اس بارے میں آزاد ہیں کہ چاہیں تو کسی مملکت کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کر لیں یا چاہیں تو آزاد رہیں۔مَیں نے بتایا کہ مستقبل کی ہر حکومت کیلئے ایک علیحدہ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ قائم کر دیا گیا ہے۔ساتھ ہی مَیں نے یہ بھی بتایا ''کہ جب میں کہتا ہوں کہ وہ (ریاستیں) کسی ایک مملکت سے وابستہ ہونے میں آزاد ہیں تو ساتھ ہی مَیں یہ بھی آپ کو بتاتا چلوں کہ کچھ جغرافیائی تقاضے ایسے بھی ہیں جن سے آپ پہلو تہی نہیں کر سکتے۔''

۶۔کانفرنس کے آخر میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے مَیں نے ان جغرافیائی

تقاضوں کے بارے میں اپنے خیالات کی وضاحت کی۔ مَیں نے امید ظاہر کی کہ جس اصول کی مَیں نے وضاحت کی تھی اس پر ہندوستان اور پاکستان کی آئندہ حکومتیں توجہ دے کر مجھ سے اتفاق کریں گی۔ جہاں تک حکومتِ ہندوستان کا تعلق ہے اس نے علانیہ اس اصول کو اپنایا اور دیانتداری سے اس پر عمل کیا۔ ایک بڑی ریاست — قلات — جس کے واضح جغرافیائی تقاضے پاکستان سے الحاق کے حق میں تھے اس نے سیاسی تعلق پیدا کرنے کیلئے ہندوستان سے رجوع کیا لیکن اسے انکار کر دیا گیا اور اسی طرح بہاولپور کی طرف سے غیر سرکاری سلسلہ جنبانی کی حوصلہ شکنی کی گئی۔

۷۔ مستقبل کی پاکستانی قیادت کے ساتھ مختلف موقعوں پر گفتگو کرتے ہوئے مَیں نے اندازہ لگایا کہ ان کا ارادہ بھی یہی ہے کہ اس اصول کو تسلیم کیا جائے اور الحاق کے حصول میں ہندوستان سے کشاکش نہ کی جائے۔ آئندہ حکومتِ پاکستان کے ریاستوں کے وزیر سردار نشتر نے اس اصول پر اپنی رضامندی کو فائل میں درج کرایا اور اسی تسلیم شدہ پالیسی کی مطابقت میں قلات کی پیش کش مسترد کر دی گئی۔ قدرتی طور پر ہندوستان کے رہنماؤں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ ان کی طرح پاکستان بھی اس اصول کی دیانتداری سے پابندی کرے گا۔

## جوناگڑھ کا جغرافیائی مقام

۸۔ کاٹھیاواڑ کی ۳۰۰ متفرق ریاستوں میں جوناگڑھ ایک مقدم اور سب سے بڑی ریاست تھی جس کی آبادی سات لاکھ (۸۲ فیصد ہندو) اور رقبہ ۳۵۰۰ مربع میل تھا اور اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے کاٹھیاواڑ کے اتحاد کیلئے ایک لازمی جزو تھی۔ اس کے پاس ساحل سمندر اور بندرگاہیں بھی تھیں جو برسات میں باقاعدگی سے کھلی نہیں رہتی تھیں۔ یہ لاینفک طور پر کاٹھیاواڑ کی ان ریاستوں سے چسپاں تھی جو مملکتِ ہندوستان میں شامل ہو چکی تھیں۔ جوناگڑھ کے درمیان دوسری ریاستوں کے چھوٹے چھوٹے علاقے تھے اور اسی طرح گردوپیش کی ریاستوں میں جوناگڑھ کے علاقے موجود تھے۔ جوناگڑھ کی ریلوے اور ڈاک و تار کے وسائل پورے ہندوستانی نظام کا ایک حصہ تھے۔ ریلوے پولیس، تار اور ٹیلیفون کے انتظامات ہندوستان کیا کرتا ہے اور قانونِ

آزادیٔ ہند کی دفعہ ۷ کے تحت مملکت کا واسطہ اسی طرح جاری رہا جب تک کہ ریاست نے اسے ماننے سے انکار نہیں کر دیا۔

۹۔ مجھے امید ہے کہ ان حقائق سے اس نظریہ کو تقویت حاصل ہو گی کہ جونا گڑھ کی پاکستان میں شمولیت الحاق کے ان بنیادی اصولوں سے انحراف تھا جن پر ہندوستان اور پاکستان کی آئندہ وزارتوں نے اتفاق کیا تھا۔ مزید برآں جونا گڑھ لسانی، ثقافتی، معاشی اور حربی اعتبار سے گردوپیش کے علاقوں اور ہندوستان کے ساتھ منسلک ہے۔

## ہندوستان سے الحاق کیلئے جونا گڑھ کا ارادہ۔ اپریل تا ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰۔ ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو منعقدہ کانفرنس میں جس کا حوالہ مَیں نے اوپر دیا ہے جونا گڑھ کے نمائندے مسٹر نبی بخش نے مجھ سے سلسلہ وار سوالات کئے تھے لیکن ان سوالات سے مَیں ان کے اس ارادے کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ ان کی ریاست پاکستان سے الحاق کی خواہاں ہے۔ بعدازاں جب مَیں ان سے علیحدگی میں ملا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ریاست کو چاہئے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کرے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جام صاحب نوانگر اور سردار پٹیل کو بھی انہوں نے یہی تاثر دیا تھا۔

۱۱۔ ۲۵ جولائی سے پہلے اور بعد بھی جونا گڑھ حکومت کے حکام اور خود نواب صاحب نے بار بار اس نوعیت کے بیانات دیئے کہ جونا گڑھ نے کاٹھیاواڑ کے اتحاد اور استحکام کا عزم کیا ہوا ہے اور یہ کہ اس علاقے میں امن اور سلامتی برقرار رکھنے کیلئے ریاست کاٹھیاواڑ کی دوسری ریاستوں کے ساتھ مشترکہ کوشش کرے گی۔ سب سے پہلا اعلان جو ایک اخباری بیان پر مشتمل تھا اور جسے نواب کی حکومت نے ۱۱ اپریل ۱۹۴۷ء کو جاری کیا تھا اس میں کاٹھیاواڑ کے استحکام پر زور دیا گیا تھا اور کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کے ایک خود مکتفی گروہ کی تشکیل پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا گیا تھا۔

۱۲۔ ۱۵۔ اگست تک ہندوستان سے جونا گڑھ کے الحاق نہ ہونے سے میری حکومت کو کچھ حیرانی ضرور ہوئی تھی لیکن جونا گڑھ کا الحاق حاصل کرنے کیلئے کوئی خصوصی کارروائی نہیں کی گئی۔ اس معاملے میں میری حکومت نے جونا گڑھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا کیونکہ حقیقتاً ان کا ارادہ

مذاکرات شروع کرنے کا تھا اور وہ کسی ایسی کارروائی سے گریز کر رہے تھے جس سے ان پر دباؤ ڈالنے کا الزام لگایا جا سکتا تھا۔

## جوناگڑھ سے پاکستان کی سلسلہ جنبانیاں۔ اگست اور ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۳۔ جونہی پاکستان سے جوناگڑھ کے الحاق کا امکان واضح ہوگا تو حکومت ہندوستان نے جوناگڑھ کا الحاق تسلیم کرنے میں غلطی اور ناانصافی کی جانب پاکستان کی توجہ مبذول کرائی۔ اس نے باضابطہ طور پر دو مرتبہ کوشش کی کہ اس معاملے میں حکومتِ پاکستان اپنے ارادے واضح کرے لیکن ان کا کوئی جواب نہیں ملا۔

## پاکستان سے جوناگڑھ کا الحاق

۱۴۔ ستمبر ۱۹۴۷ء کے وسط میں پاکستان سے جوناگڑھ کے الحاق کی خبر سن کر حکومتِ ہندوستان کو کافی دھچکا لگا۔ اس بارے میں یہ محسوس کیا گیا کہ اس واقعے سے حکومت کی الحاق کی پوری پالیسی متاثر ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر جام صاحب نوانگر نے بذاتِ خود مجھ پر یہ واضح کیا کہ اگر حکومتِ ہندوستان اپنے عزم اور استعداد کا مظاہرہ کر کے پاکستان سے جوناگڑھ کا الحاق نہیں روکتی تو دوسرے حکمرانوں کا اپنی اسنادِ الحاق کی افادیت پر بھروسہ پاش پاش ہو جائے گا اور خاص طور پر کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کی حیثیت تشویش ناک حد تک خطرے میں پڑ جائے گی۔

۱۵۔ حکومتِ ہندوستان نے پاکستان کو مزید پیغامات بھیجے کہ اس مسئلے کو ریاست کے عوام کی خواہش کے مطابق حل کیا جانا چاہیے۔ علاوہ ازیں اسٹیٹس ڈیپارٹمنٹ کے سیکریٹری کو نواب صاحب کیلئے ایک ذاتی پیغام دے کر بھیجا تھا مگر انہیں نواب سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی البتہ دیوان نے اس ابتدائی مرحلے میں یہ اقرار کیا کہ وہ استصواب کے حق میں ہیں۔

۱۶۔ مَیں خود یہ تجزیہ کرنے کی کوشش نہیں کروں گا کہ جوناگڑھ کا الحاق قبول کرنے میں پاکستان کا مقصد کیا تھا۔ لیکن مَیں لارڈ ازمے کی رائے کا حوالہ دینا چاہوں گا جو انہوں نے مجھے پیش کی تھی کہ یہ منصوبہ فوجی نقطۂ نگاہ سے اسقدر عجیب و غریب ہے اور سیاسی اور معاشی لحاظ سے پاکستان پر اسقدر ذمہ داری عائد کر دیتا ہے کہ بظاہر یہ ایک جال دکھائی دیتا ہے اور یہ کہ حکومتِ

پاکستان نے جان بوجھ کر حکومتِ ہندوستان کو چھیڑا ہے کہ وہ جلد بازی میں کوئی جارحانہ کارروائی کر بیٹھے۔ لارڈ ازمے کی جب مسٹر جناح سے گفتگو ہوئی تھی تو اس کے نتیجے میں انہیں یقین ہو گیا تھا کہ پاکستان کا یہی اصل مقصد تھا۔ ظاہر میں یہ پروپیگنڈے کا ایک فعل تھا اور ایک وسیع منصوبے کا حصہ تھا جس میں پاکستان ایک معصوم اور چھوٹے ملک کا ڈھونگ رچا رہا تھا جیسے کہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس کو پاکستان کیلئے کشمیر کے معاملے میں سودا بازی کا موزوں مہرہ بھی سمجھا جا رہا تھا۔

۱۷۔ پاکستان سے جونا گڑھ کے الحاق کو دو مہینوں بعد تک حکومتِ ہندوستان نے چیلنج کرنے کی کوشش نہیں کی اگرچہ وہ اس رائے پر قائم تھی کہ جن حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے وہ الحاق قبول کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ انہوں اس مسئلے کا حل ڈھونڈنے کیلئے پاکستان اور جونا گڑھ کے نمائندوں سے گفت وشنید کیلئے اپنی خواہش کا بار بار اظہار کیا اور اپنی اس پالیسی کا اعادہ کیا کہ جن فیصلوں پر عوام کی کثیر تعداد کی تقدیر کا انحصار ہو انہیں عوام کی خواہش کے مطابق ہونا چاہئے۔

## بابریاواڑ اور منگرول

۱۸۔ کاٹھیاواڑ کی کثیر ریاستوں میں بابریاواڑ اور منگرول بھی شامل تھیں جنہوں نے ہندوستان سے الحاق کیا تھا۔ منگرول کا ایک علیحدہ وجود تھا اور اس نے اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر اپنی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ اسی طرح بابریاواڑ کے ملگراسیوں نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا تھا۔

۱۹۔ حکومتِ پاکستان نے بابریاواڑ اور منگرول کو از خود شامل ہونے کے قانونی حق پر اعتراض کیا تھا۔ اس امر کے پیشِ نظر حکومتِ ہندوستان اپنی مسلح افواج کو یہ حکم دینے سے کافی عرصے تک رکی رہی کہ وہ ہندوستانی علاقے کے ان حصوں پر قبضہ کرے جو اس وقت جونا گڑھ کی مسلح افواج کے قبضے میں ہیں۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا مگر وہ بھی فوجوں کی واپسی پر جونا گڑھ کو رضامند نہ کر سکے۔ یکم نومبر کو ہندوستانی افواج صلح کے سفید پرچم تلے بغیر گولی چلائے ان دو ریاستوں میں داخل ہو گئیں تا کہ انہیں جونا گڑھ کے حکام کی روز افزوں

جارحانہ کارروائیوں سے نجات دلائے جو اسنادِ الحاق پر ان کے دستخط کا تقاضہ ہے۔

## جوناگڑھ کی عبوری حکومت

۲۰۔۲۵ ستمبر کو جوناگڑھ کی ''عبوری حکومت'' تشکیل دی گئی۔ اس نے جگہ جگہ جا کر جوناگڑھ کی فوجوں اور حکام کو نکال باہر کیا لیکن ہندوستان نے ''عبوری حکومت'' کو تسلیم نہیں کیا۔ ریاست کی انتظامیہ کے تعطل کی اصل وجہ بلاشبہ یہ تھی کہ نواب نے خزانہ خالی کر دیا تھا کیونکہ الحاق کے فوراً بعد ہی وہ کراچی بھاگ گئے تھے۔

## جوناگڑھ میں ہندوستانی افواج کا داخلہ

۲۱۔۹ نومبر کو پنڈت نہرو نے لیاقت علی خاں کو ایک تار ارسال کیا جس میں ہندوستانی افواج کے جوناگڑھ میں داخلے کی وجوہات واضح طور پر بیان کی گئی تھیں۔ اس تار میں ہندوستانی فوج کے جوناگڑھ میں داخلے کے دوسرے دن ہی وضاحت نے اس کی وجوہات بیان کر دی تھیں۔

۲۲۔ بعدازاں یہ معلوم ہوا کہ اپنا ۸ نومبر کا خط بھیجنے سے پہلے جوناگڑھ کے دیوان نے اپنے حکمران کی منظوری لے لی تھی جو کراچی بھاگ گئے تھے۔ نئے منتظم نے قدرتی طور پر کچھ ہندوستانی فوجوں کو بلا لیا۔ جب یہ فوجیں جوناگڑھ میں داخل ہوئیں تو خود ہاروے جونز (Harvey Jones) ان سے ملنے آئے اور انھیں اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ جوناگڑھ ان کے کہنے پر اور ایک بھی گولی چلائے بغیر قبضے میں لے لیا گیا۔

## جوناگڑھ کا استصواب

۲۳۔ اس دستاویز کی تیاری کے دوران ہی جوناگڑھ میں استصواب کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کی نگرانی ایک سینیئر عدالتی افسر کر رہے تھے جو نہ ہندو تھے نہ مسلمان۔ اس کا نتیجہ ہندوستان کے حق میں غالب ووٹوں کی شکل میں نکلا۔

۲۴۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر درخواست کی گئی تو ہندوستان اس پر تیار ہوگا کہ کسی آگے کی تاریخ پر اقوام متحدہ یا کسی اور موزوں ادارے کی نگرانی میں ایک اور استصواب کرا لیا جائے۔

## پاکستان سے جوناگڑھ کے الحاق پر پاکستانی رہنماؤں کی حتمی رائے

۲۵۔ یکم نومبر کو جب مَیں مسٹر جناح سے لاہور میں ملا تھا تو انہوں نے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا کہ جوناگڑھ کا مملکت پاکستان میں شامل ہونا بے معنی سا تھا اور یہ کہ اس الحاق کو تسلیم کرنے میں انہیں بہت تذبذب ہو رہا تھا۔ حقیقت میں وہ بہت دیر تک پس وپیش کرتے رہے لیکن نواب اور دیوان کی مسلسل اپیلوں کے آگے بالآخر ہتھیار ڈال دیے۔

۲۶۔ مجھے معتبر اطلاع ملی ہے کہ حکومتِ پاکستان کے وزراء نے بھی حکومت ہندوستان کے وزراء یا حکام سے اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

۱۔ یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ جوناگڑھ پر دباؤ ڈال کر اطاعت حاصل کرنے کیلئے حکومتِ ہندوستان نے جو حسبِ ذیل اقدامات کئے تھے انہیں ماؤنٹ بیٹن نے نظر انداز کر دیا تھا۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی کابینہ نے فیصلہ کیا کہ جوناگڑھ کے اردگرد فوجوں کو موزوں طور پر ترتیب دیا جائے۔ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے سیکریٹری کو چاہئے تھا کہ وہ جوناگڑھ کے حکمران سے مل کر انہیں پاکستان سے الحاق کے نتائج سے آگاہ کریں۔ جوناگڑھ کو پٹرول اور پٹرول کی دوسری مصنوعات کی ترسیل بند کر دی جائے۔ ہندوستانی کابینہ کی ڈیفنس کمیٹی کی منظوری کیلئے ہندوستان کی مسلح افواج کے سربراہوں نے جوناگڑھ کیلئے ایک ہمہ گیر فوجی کارروائی کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی فوجوں نے ریاست پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

## ۲.۱۱.۲۳

## پاکستان سے ریاستِ ماناودر کے الحاق پر ایم ایچ میمن کا نوٹ

### اس کا جواز اور ساتھ ہی ۱۵ اگست سے پہلے اور بعد کے واقعات کا ایک خلاصہ[1]

(اقتباس)

بلا تاریخ اپریل ۱۹۴۸ء

اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد تمام ریاستوں کو اپنا خود مختار اور آزاد درجہ حاصل ہو گیا تھا اور وہ دونوں میں سے کسی ایک مملکت میں شامل ہونے یا آزاد رہنے کی مجاز تھیں۔ ۲۵ جولائی کو دہلی میں والیانِ ریاست سے خطاب کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا تھا ''قانونِ آزادیٔ ہند

نے اب ریاستوں کو تاجِ شاہی سے وابستہ تمام ذمہ داریوں سے بری کر دیا ہے۔ ریاستوں کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ تکنیکی اور قانونی اعتبار سے وہ آزاد ہیں۔"

حفاظت، سالمیت، آزادی اور بالآخر ریاست کے وجود اور رعایا کے تحفظ اور خوشحالی کیلئے مانا ودر کا دونوں میں سے کسی ایک مملکت سے الحاق ایک انتہائی اہم معاملہ تھا۔ حکمران نے کسی ایسے طرزِ عمل پر بردباری سے غور کیا جس کے نتیجے میں ان کی رعایا کی مستقل بہبود اور خوشحالی ہو اور ریاست کی آزادی بحال رہے۔ ان سب امور پر غور کر کے انہوں نے مملکتِ پاکستان سے الحاق کا حتمی فیصلہ کیا۔ حکومتِ پاکستان نے باقاعدہ طور پر ریاست کے الحاق کو قبول کیا اور ۲۵ ستمبر کو سرکاری طور پر اخبارات میں اور ریڈیو پر اس کا اعلان کیا۔ حکمران نے پاکستان سے ریاست کے الحاق کا علانیہ اعلان کیا اور ان کی رعایا کے سارے طبقات نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔

مانا ودر اور جونا گڑھ کے درمیان اتصال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور اس صورتِ حال کے مطابق کہ اوّل الذکر کا علاقہ موخر الذکر کے اندر واقع ہے ان دونوں ریاستوں کیلئے لازم ہو گیا کہ انہیں ایک ہی مملکت سے الحاق کرنا چاہیئے۔ اگر مانا ودر پاکستان میں شامل نہ ہوتا تو انتظامی اور معاشی معاملات میں بے شمار مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ اس کی وجہ سے جونا گڑھ ریاست کے علاقے میں ایک محصورہ وجود میں آ جاتا اور ریلوے کے نظام میں پیچیدگیاں پیدا ہو جاتیں۔ لوگوں اور سامان کی نقل و حمل اور دوسرے معاملات میں بھی یہی صورت پیدا ہو جاتی۔

یہ بات معنی خیز ہے کہ حکومتِ ہندوستان نے نہ تو کوئی قضیہ کھڑا کیا اور نہ ہی الحاق کی صحت اور مناسبت کو چیلنج کیا لیکن ریاست کے الحاق پر بغیر کسی سبب کے مملکتِ ہندوستان اور ہندوستان کی آلۂ کار کاٹھیاواڑ کی ہندو ریاستوں کے انتہائی ناروا جذبات اور عداوت ابھر کر سامنے آ گئے۔ مانا ودر کا الحاق مناسب، قانونی اور آئینی ہے اور حکمران کے حقوق اور اختیار کے دائرے میں ہے اور کسی طور بھی یہ انڈین یونین یا کاٹھیاواڑ کی ہندو ریاستوں پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے ہر قسم کی دھمکیوں اور ڈراووں کے بلا واسطہ اور بالواسطہ طریقے استعمال کئے تا کہ مانا ودر کا حکمران ان کی اطاعت قبول کر لے اور اس مقصد کے

حصول کیلئے کاٹھیاواڑ کی ہندو ریاستوں نے مدد بھی کی اور حوصلہ افزائی بھی جیسا کہ جام صاحب نوانگر کے اخبارات میں شائع شدہ بیانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ حکومتِ ہندوستان اور کاٹھیاواڑ کی ہندو ریاستوں کا مقصد ہی یہ ہے کہ کاٹھیاواڑ کی مسلم ریاستوں کے حکمرانوں اور ان کی مسلم رعایا کے حوصلے پست کر کے انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ خود کو انڈین یونین کے حوالے کر دیں اور ان کے مسلک کو قبول کر لیں۔

حکومتِ ہندوستان کے گھناؤنے منصوبوں سے مانا ودر کے حکمران بخوبی واقف تھے اور انہیں ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے مخالفانہ اور جارحانہ عمل سے خدشہ بھی تھا۔ اس اندیشے کی تصدیق اس وقت ہوگئی جب جنگ کے جدید ساز و سامان سے لیس ہندوستان کی مسلح افواج ہزاروں کی تعداد میں اس جھوٹے بہانے سے کاٹھیاواڑ میں وارد ہوگئیں کہ ہندو ریاستوں کی حفاظت کی جائے حالانکہ کاٹھیاواڑ میں ان کی زبردست اکثریت ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ہندوستانی فوجوں نے انتشار اور فرقہ وارانہ عناد کے جراثیم پھیلا کر پُر امن ماحول کو آلودہ کر دیا ہے اور کاٹھیاواڑ کے امن و سکون کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور ایسی بے مثال بدامنی پیدا کر دی ہے جس کے لئے عوام کی رائے میں ہندوستان ذمہ دار ہے۔ حکومتِ ہندوستان ریاستوں میں گڑبڑ اور نا اتفاقی پھیلانے پر تلی ہوئی ہے تا کہ وہ کمزور ہو کر ان کی مذموم چالوں کا شکار ہو جائیں۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ جاگیرداروں اور ریاستوں کے حکمرانوں کی خود مختاری ختم کرنے کیلئے اور ہندوستان کے رجواڑی نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے انڈین نیشنل کانگریس کے دیرینہ اور مسلمہ نصب العین کے حصول کیلئے اس وقت ہندوستان اپنی پوری کوشش کر رہا ہے۔

آخر کار ہندوستان کے ڈپٹی وزیر اعظم سردار پٹیل کی ہٹلر نما رہنمائی کے تحت ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کی ریشہ دوانیاں اور چابکدستیاں مانا ودر پر اچانک اور بزدلانہ حملے کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ ہندوستان کی مسلح افواج نوانگر کی افواج کے ساتھ فریب اور دھوکے سے ۲۳ اکتوبر کو مانا ودر میں گھس آئیں اور علی الصبح حکمراں کے محل کا محاصرہ کر لیا اور بلا کسی مقابلے کے ریاست پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ قبضہ کرتے وقت ہندوستانی فوج نے ایک عرب چوکیدار کو قتل کر کے



اپنے وحشیانہ طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا۔ حکومتِ ہندوستان کی وزارتِ مملکت نے سنگین کی نوک پر ریاست میں اپنا غیر قانونی، غیر آئینی اور ناجائز نظم ونسق نافذ کر دیا اور حکمراں کو تمام حکمرانی اختیارات اور حقوق سے محروم کر دیا۔ حکمراں کو پہلے راجکوٹ اور پھر جام نگر لے جایا گیا تا کہ انہیں مجبور کر کے ہندوستان سے الحاق پر رضامند کیا جائے۔ اس وقت سے انہیں جام نگر میں بے جا طور پر بند کر دیا گیا ہے اور نگرانی کی جارہی ہے اور ان کی نقل وحرکت اور دوسری مصروفیات اتنی محدود کر دی گئی ہیں کہ وہ اپنے خاندان سے بھی رابطہ نہیں کر سکتے۔ حکومتِ ہندوستان کے ان شرمناک، جابرانہ اور مسلم دشمن اقدامات پر دنیا کے سارے مہذب ممالک مذمت کرتے ہیں۔ ایسی صورت حال سے جو محض آئینی اختلافات کی بناء پر ظاہر ہوئی ہو اس طرح سے نمٹنا شاید ہی کسی ذمہ دار حکومت کا طریقہ ہوگا۔

مانا ودر پر اس طرح زبردستی قبضہ کرنے سے جو قانونی اور آئینی طور پر پاکستان کا ایک حصہ ہے حکومتِ ہندوستان نے بین الاقوامی قانون اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے اور واضح طور پر پاکستان کی علاقائی سالمیت کی خلاف ورزی کی ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت نہرو نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ بین الاقوامی رائے میں ان غلط اور غیر قانونی کارروائیوں پر ہندوستان کو ذمہ دار اور جوابدہ ٹھہرایا جائے گا منسٹری آف اسٹیٹس کی فاش سیاسی غلطی پر عمداً چشم پوشی کی ہے۔ یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں بلکہ ایک اہم مسئلہ ہے اور اگر اس پر ہندوستان کے خلاف پاکستان اعلانِ جنگ بھی کر دیتا تو یہ حق بجانب اور جائز قرار پاتا۔ لیکن پاکستان نے بردباری سے کام لیا اور دونوں مملکتوں کے درمیان کشاکش سے بچنے کیلئے ناگوار، جارحانہ اور سخت اقدامات نہیں کئے۔ کسی معقول حکومت کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ایک متنازع معاملے پر دوستانہ اور پُرامن طور پر تصفیہ ہو جائے۔

یہ مفروضہ بالکل غلط ہے کہ ۱۵ اگست کو اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد تمام منسلکہ ریاستیں از خود مملکتِ ہندوستان میں شامل ہو جائیں گی۔ انسلاکی منصوبے (Attachment Scheme) سے منسلکہ ریاستوں کے حکمرانوں کے قدرتی حقوق میں تخفیف نہیں ہوئی اور نہ ان

کی ریاستوں کی سالمیت پر کوئی اثر پڑا۔ چھوٹی ریاستوں کو بڑی ریاستوں کے ساتھ صرف انتظامی مقاصد کیلئے منسلک کیا گیا تھا۔ انسلا کی ریاستیں (Attaching States) پولیٹکل ڈپارٹمنٹ سے رابطے کیلئے منسلکہ ریاستوں کیلئے ایک ذریعہ تھیں اور انہیں عام نگہداشت کے چند حقوق بھی حاصل تھے لیکن اختلافِ رائے کی صورت میں پولیٹکل ایجنٹ سے اپیل بھی کی جاسکتی تھی۔ برطانوی پارلیمان میں منسلکہ ریاستوں کے بل پر بحث کے دوران حکومت کے ارکان نے یقین دلایا تھا کہ اس منصوبے سے منسلکہ ریاستوں کے حقوق سلب نہیں ہوں گے۔ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر انسلا کی اسکیم بھی ختم ہوگئی اور ساری منسلکہ ریاستیں انسلاک سے آزاد ہوگئیں اور اسی وقت دوسری ریاستوں کی طرح اپنی آزادی اور خودمختاری بھی دوبارہ حاصل کر لی اور قانونی اور آئینی طور پر کسی ایک مملکت سے الحاق کیلئے اپنے حقوق استعمال کرنے کی حقدار بن گئیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ چھوٹی ریاستوں کا آزادانہ اور خودمختارانہ وجود مشروط نہیں تھا۔ قانونی اور آئینی طور پر حکومتِ ہندوستان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ انسلا کی منصوبے کے اختتام کے بعد جیسا کہ حکومتِ ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے ۱۳ اگست کو اعلان کیا تھا یہ ساری منسلکہ وحدتیں خود بخود مملکتِ ہندوستان کو واپس مل جائیں گی جس طرح وہ انسلاک سے پہلے پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیرِ انتظام تھیں۔ حکومتِ ہندوستان کا جاری کردہ کوئی اعلان ماناودر کے حقوق پر قانونی اور آئینی طور پر اثر انداز نہیں ہوسکتا کیونکہ ۱۵ اگست کو اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد ماناودر نے انسلاک سے آزاد ہوکر اپنا خودمختار اور آزاد وجود دوبارہ حاصل کرلیا ہے۔ ۱۳ اگست کو حکومتِ ہندوستان کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ ریاستوں کے بارے میں کوئی اعلان کرے کیونکہ اس کا تعلق بلاشرکت غیرے تاج شاہی کے نمائندے سے تھا۔ حکومتِ ہندوستان نے چھوٹی ریاستوں کو جائز یا ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کیلئے غیر قانونی اور غیر آئینی طریقے اختیار کئے ہیں۔ ہندوستان جس طرح آئینی مسئلے کی قانونیت کو مسخ کر رہا ہے اور اپنا مطلب نکالنے کیلئے معاملے کو الجھا رہا ہے یہ اس کی ایک مثال ہے۔ ہندوستان انسلا کی ریاستوں کو اپنے آزادانہ انتخاب سے کسی ایک مملکت میں شامل ہونے سے کیوں مانع ہے؟ ہندوستان کو ریاستوں کے بارے میں ۱۳ اگست کو اعلانات کرنے کا کیا حق

حاصل تھا؟ الحاق کے معاملے میں ہندوستان نے کن وجوہات کی بنا پر بڑی اور چھوٹی ریاستوں میں تفریق کی تھی؟ یہ سوالات ہیں جن کے جواب ہندوستان کے پاس نہیں۔

یادرہے کہ مانا ودر کی ہندواور مسلم رعایا ہم آہنگی سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتی تھی۔ مشترکہ طور پر اپنے حکمران کی محبت اور فرمانبرداری کے بندھن میں جکڑی ہوئی تھی اور انہوں نے سیاسی جماعتیں بنانے یا مظاہرے کرنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔ مانا ودر کی تاریخ میں یہ ایک غیر معمولی ماجرا ہے کہ ریاست کے کسی حصے میں کبھی فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہوئے اور حکمران کو ہندوؤں اور مسلمانوں پر یکساں اعتماد ہے اور انہوں نے ان کے ساتھ محبت اور مہربانی کا برتاؤ کیا ہے۔ حکمران کے غیر جانبدارانہ اور منصفانہ سلوک نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی یکساں طور پر اطاعت اور احترام حاصل کرلیا ہے۔ ریاست کی ملازمت میں ہندوؤں کو ان کے واجب حقوق دیئے گئے ہیں جن پر انہیں اطمینان ہے اور اس معاملے میں انہیں کوئی شکایت نہیں۔

چونکہ مانا ودر نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ نہیں کیا تھا لہٰذا ۱۵ اگست کے بعد حکومتِ ہندوستان نے ریاست کو ضروری اشیاء مثلاً غذائی اجناس، چینی، پٹرول وغیرہ بھیجنا بند کر دیا۔ ڈاک اور تار کے نظام کو جان بوجھ کر مفلوج کر دیا گیا اور کچھ دیر کیلئے کاٹھیاواڑ کی مسلم ریاستوں سے رابطہ مکمل طور پر معطل ہوگیا۔ انڈیا لمیٹڈ کی ہوائی سروس کو نجی ہدایت دی گئی کہ وہ بمبئی۔ کراچی پرواز پر کیشود (Keshod)، جوناگڑھ میں اترنا بند کر دے۔ کاٹھیاواڑ کی مسلم ریاستوں کیلئے صرف یہی ایک ہوائی اڈہ تھا۔ ان مسلم ریاستوں کو پریشان کرنے کیلئے ہندوستان نے یوں معاشی ناکہ بندی شروع کردی تھی۔

مانا ودر پر قبضہ کرنے کے بعد انڈین یونین، ہندوستان کی مسلح افواج اور ہندوستانی ریاستیں اسلحہ دکھا کر مسلم رعایا کو خوف زدہ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی جانیں اور املاک سخت خطرے میں ہیں۔ ہندوستانی افواج کی پشت پناہی پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو ڈرانے اور ذلیل کرنے کے مذموم کھیل شروع کر دیے ہیں۔ پاکستان سے ہمدردی کے سبب مسلمانوں کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جاتا ہے اور طعنے دیے جاتے ہیں۔ ہندوستانی فوج جس کو ریاست کے نگران

کارکا کوئی ڈر نہیں مسلمانوں کو پریشان کر رہی ہے اور انہیں دھمکا رہی ہے۔ ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور غیر محفوظ کیا جا رہا ہے اور انہیں انتہائی بے کسی کے عالم میں چھوڑ دیا گیا۔ بلا کسی جرم کے مقامی مسلمان رہنماؤں کو پریشان کیا گیا انہیں اذیتیں دی گئیں اور گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو ریاست کی ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔ مانا ودر پر ہندوستان کا غیر قانونی قبضہ ریاست کے مسلمانوں کیلئے آفتِ سماوی بن گیا ہے۔ وہ اپنی خوش باش اور پُر امن زندگی سے محروم ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں میں مسلم دشمنی، فرقہ وارانہ تعصب اور نفرت کے جذبات ابھارے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کیلئے سکھوں کو جان بوجھ کر ہندوستانی فوج میں شامل کیا گیا ہے۔ ان نامساعد حالات میں زیادہ تر مسلمان ریاست چھوڑ کر پاکستان چلے گئے ہیں اور جو باقی بچے ہیں اگر انہیں ہندوستانی انتظامیہ مکمل حفاظت کا یقین نہ دلائے تو وہ بھی نکل جائیں گے۔

مانا ودر سے حکمران خاندان کے جاتے ہی ہندوستانی فوج نے محل کو لوٹ لیا اور قیمتی ساز و سامان اور لاکھوں کے گراں بہا زیور لے گئے لیکن چوری کے مال کی بازیابی کیلئے حکام نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ ہندوستانی فوج نے محل کی مسجد کی بے حرمتی کی اور مسجد کے امام سے بری طرح پیش آئے۔ قرآن کی جلدوں کو پھاڑ کر سڑکوں پر بکھیر دیا گیا۔ اس قسم کے ناگوار واقعات نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی اور ان کے احساسات کو مجروح کیا ہے۔ ریاست پر ہندوستان کے قبضے کے یہی ناگزیر نتائج سامنے آئے ہیں۔

قبضے کے بعد حکومت ہندوستان نے ولی عہد، بیگم صاحبہ اور مانا ودر کے حکمران خاندان کے دوسرے افراد کی گذارے کی رقم اور دیگر وظائف بند کر دیے۔ یہ کام اس مقصد سے کیا گیا تا کہ خاندان کو مالی دشواریاں پیش آئیں اور اس کی وجہ سے ان کا مضبوط اور غیر متزلزل حوصلہ پست ہو جائے۔ بانٹوا کے حبیب بینک میں حکمران کے اکاؤنٹ پر مغربی ہندوستان کی ریاستوں کے ریجنل کمشنر نے غیر قانونی طور پر اپنا قبضہ کر لیا ہے۔ حکمران کے سارے ذاتی اسلحہ پر حکومتِ ہندوستان کے کارندوں نے قبضہ کر لیا اور انہیں راج کوٹ لے گئے۔ حکمران کے خاندان کے

پاس ایک ہتھیار بھی نہیں چھوڑا گیا اور اس طرح انہیں غیر محفوظ اور بلا تحفظ چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ سوچ کر کہ وہ بالکل بے بس اور لاچار نہ ہو جائیں انہوں نے مانا ودر میں تادیر سکونت رکھنا کوتاہ اندیشی اور خطرناک سمجھا اور حکمران خاندان کے سارے افراد اپنی سلامتی اور تحفظ کیلئے کراچی روانہ ہو گئے۔

حال ہی میں مانا ودر کے حکمران پر یہ الزام لگائے گئے ہیں کہ انہوں نے ہندوؤں کے خلاف استعمال کرنے کیلئے اسلحہ جمع کیا تھا۔ یہ سارے الزامات غلط اور بے بنیاد ہیں اور ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ریاست پر قبضہ کرنے میں ہندوستان کی غلط کارروائیوں کو جائز قرار دیا جا سکے۔ چونکہ حکمران ایک ہمہ جہت کھلاڑی ہیں اور شکار کے بھی بہت شوقین ہیں اس لئے انہوں نے ذاتی استعمال کیلئے بہترین رائفلیں اور بندوقیں جمع کی تھیں یہ سارا اسلحہ ۱۵ اگست سے پہلے خریدا گیا تھا۔ انہوں نے یہ اسلحہ اس لئے نہیں رکھا تھا کہ اس سے بے گناہ لوگوں کو ماریں جیسا کہ چند سکھ اور ہندو حکمرانوں نے حال ہی میں ہندوستان کے اندر کیا ہے بلکہ انکا مقصد ان وحشی جانوروں کو مارنا تھا جو انسانوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اپنے ذاتی استعمال کیلئے شکار کھیلنے کے بہترین نمونے جمع کرنا ان کا مشغلہ تھا لیکن یہ خدشہ بھی تھا کہ حکومتِ ہندوستان اس اسلحہ کے غلط استعمال کے متعلق جھوٹے قصے گھڑے گی۔ سب ریاستوں میں ہر حکمران کے پاس ذاتی استعمال کیلئے اسلحہ موجود تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اسلحہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے کیلئے جمع کیا گیا تھا۔ مانا ودر کے حکمران کے پاس جمع شدہ اسلحے کو ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے شرارتاً یہی رنگ دیا۔ حکومتِ ہندوستان کے اس سرکاری اعلامیے میں کوئی سچائی نہیں کہ مانا ودر کے حکمران نے اسلحہ اور گولہ بارود اس لئے درآمد کیا تھا کہ ہندوؤں کو خوف زدہ کیا جائے اور ریاست کے امن کو خطرے میں ڈالا جائے۔ ان بہانوں سے حکومتِ ہندوستان اپنی جابرانہ اور سامراجی کارروائیوں کو صحیح ثابت نہیں کر سکتی۔

ہندوستان کا یہ الزام بھی غلط ہے کہ مقامی آبادی میں خوف و ہراس پھیلانے کیلئے باہر سے مسلمانوں کو درآمد کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کے جھوٹے اور من گھڑت الزامات ایک ایسے

حکمران پر لگانا نامعقول ہیں جو امن پسند ہے اور اپنی رعایا پر بلا لحاظ مذہب و مسلک انتہائی مہربان ہے۔ یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ پاکستان میں شامل ایک حصے پر اس جھوٹے بہانے سے کہ حکمران کے پاس اسلحہ جمع ہے اور یہ کہ انہوں نے ہندوؤں کو خوف زدہ کرنے کیلئے باہر سے مسلمان بلائے ہیں ہندوستان کس طرح فوجی طاقت سے ریاست پر حملہ کر کے قبضہ کر سکتا ہے۔ کیا مذکورہ بہانہ مملکتِ ہندوستان کیلئے یہ جواز پیدا کرتا ہے کہ وہ بین الاقوامی قانون کے اصولوں کے خلاف مملکتِ پاکستان کی علاقائی سالمیت کی خلاف ورزی کرے؟

آزادانہ اور بلا دباؤ انتخاب سے رسمی طور پر مملکتِ پاکستان میں شامل ہونے کے بعد ہندوستان کے اصرار پر الحاق واپس لینا قانونی اور آئینی طور پر مانا ودر کے حکمران کے اختیار سے باہر تھا۔ یہ حکومتِ ہندوستان کا شرمناک اور غیر منصفانہ کردار ہے کہ اس نے حکمران پر دباؤ ڈالنے کیلئے جارحانہ اور معاندانہ طریقے استعمال کئے تا کہ الحاق کے معاملے میں انہوں نے پہلے جو صحیح کام کیا تھا اسے اب منسوخ کر دیں۔ اس بات پر اصرار کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان سے الحاق کر کے حکمران نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا کیونکہ یہ اقدام ان کا قانونی اور آئینی حق تھا۔

یہ گہرے تاسف کی بات ہے کہ حکومتِ ہندوستان نے مانا ودر پر قبضہ کرنے کے بعد حکمران کو تقریباً قیدی کی طرح جام نگر میں حراست میں رکھا۔ مانا ودر کی تسخیر اور پاکستان کی علاقائی سالمیت کی خلاف ورزی کیلئے ان کی جارحانہ کارروائی کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی حکمران کو گرفتار کرنا مناسب تھا جس نے اپنی رعایا کے مفاد میں یہ کام کیا تھا۔ حکومتِ ہندوستان ہٹلر سے سبقت لے جا رہی ہے جس نے اپنے بھیانک طریقوں سے لوگوں کو کیمپوں میں نظر بند کر دیا تھا اور نہ صرف اپنی بدنامی مول لی تھی بلکہ خود اپنی اور اپنے عوام اور ملک کی تباہی کا بھی ذمہ دار بن گیا تھا۔ حکومتِ ہندوستان نے جس طرح ایک حکمران کو بے عزت کیا اسے ہر مہذب ملک ناپسندیدگی کی نظر سے ہی دیکھے گا۔ حکومتِ ہندوستان نے مانا ودر کے حکمران سے بدسلوکی صرف اس لئے کی تھی کہ انہیں مسلمانوں اور نومولود پاکستان سے عداوت تھی۔

ریاست مانا ودر کے الحاق کو باضابطہ قبول کرتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے وعدہ کیا

تھا کہ کسی بیرونی جارحیت سے وہ ریاست کا دفاع کرے گی لیکن اس وقت ہمیں تعجب اور مایوسی ہوئی جب انہوں نے ہندوستان کی جارحانہ کارروائیوں سے ریاست کو بچانے کیلئے اپنی قانونی اور اخلاقی ذمہ داریوں سے اجتناب کیا جس کے اسباب وہی بہتر جانتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومتِ پاکستان ریاست کو ہندوستان کے پنجوں سے کس طرح بحفاظت چھڑا سکتی ہے اور ریاست کا ساتھ دینے میں اپنی ذمہ داریاں کس طرح نباہ سکتی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ حکومتِ پاکستان کسی حال میں بھی اپنے وعدے سے انحراف نہیں کرے گی اور اپنے ساتھ شامل شدہ وحدت کو دغا دے کر اسے اپنی قسمت پر اور حکومتِ ہندوستان کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑ دے گی۔ ریاست کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی ہے اس کی تلافی کیلئے اور اسے دلدل سے نکالنے کیلئے کچھ مؤثر اقدامات کرنے ہوں گے۔ زیادہ پُر امید ہو کر ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ پاکستان اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے مانا وودر میں ہندوستان کا غیر قانونی اقدام ناکارہ کر دیا ہے۔ اگر ساری کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں تو پاکستان کے پاس ہندوستان سے خوش اسلوبی سے تصفیے کی آخری صورت یہی ہے کہ اقوام متحدہ سے رجوع کیا جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۲۵۱

# ۲.۱۲

# ماناودر

## ۲.۱۲.۱

## نواب ماناودر بنام محمد علی جناح[1]

دی پیلس۔ماناودر

۱۹ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

آپ کی اجازت سے مَیں اس موقع پر آپ کے پاکستان کا گورنر جنرل مقرر ہونے پر مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ پاکستان آپ ہی کی مسلسل کوششوں اور قربانی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا ہے۔آپ کیلئے اور مملکت پاکستان کے روشن مستقبل کیلئے میری دعا ہے۔آپ کی رہنمائی میں یہ نئی مملکت تمام ذاتوں، عقیدوں اور قوموں کے لوگوں کی حفاظت کرے گی اور مسلمانوں کو وہ موقع فراہم ہوگا جس کی کمی وہ اب تک محسوس کررہے تھے۔

میری ریاست جوناگڑھ ریاست سے متصل ہے جس نے پاکستان سے الحاق کرلیا ہے اور میرے علم کے مطابق آپ نے مہربانی فرما کر اسے منظور بھی کرلیا ہے۔مَیں نے بھی پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے اور دو نمائندے مقرر کئے ہیں یعنی میرے پرائیوٹ سیکریٹری مسٹر عبدالقادر قریشی اور ڈسٹرکٹ وسیشن جج مسٹر محمد حسین تا کہ وہ میرا فیصلہ بذاتِ خود آپ تک پہنچائیں۔اگر آپ مہربانی فرما کر مملکت پاکستان سے میرا الحاق منظور فرمائیں تو مَیں انتہائی شکر

گذار ہوں گا۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص
غلام معین الدین خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۴۱

## ۲.۱۲.۲

## نواب ماناودر بنام محمد علی جناح[1]

## (اقتباس)

دی پیلس۔ ماناودر

۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

اللہ کا شکر ہے کہ میری ریاست مملکت پاکستان کے ساتھ شامل ہوگئی ہے۔[2] مجھے اس بات پر فخر اور اعتماد ہے کہ مَیں ایک ایسے گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جس کی بنیاد مساوات، اخوت اور حریت کے اسلامی اصولوں پر رکھی گئی ہے اور جن پر ہمارے شاندار اسلاف اور آپ جیسی عظیم شخصیت نے عمل کر کے دکھایا۔

حکومت پاکستان کو جس صورتِ حال کا اس وقت سامنا ہے مَیں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ امتحان کی اس گھڑی میں اپنی خدمات اور اپنی ریاست کے تمام وسائل حکومتِ پاکستان کو پیش کرتے ہوئے مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔ میری پُرخلوص دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام وسائل سے آپ کے ہاتھ مضبوط کر دے تا کہ آپ باطل کی طاقتوں سے محفوظ رہیں۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص
معین الدین خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۴۲

۲۔ ماناودر کے حکمران نے سندِ الحاق پر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو دستخط کیے اور گورنر جنرل پاکستان نے ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اسے منظور کیا۔

## ۲.۱۲.۳

## محمد علی جناح بنام نواب ماناودر[1]

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نواب صاحب

آپ کے ۲۱ ستمبر کے خط اور پاکستان کیلئے آپ کی نیک خواہشات کا بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے عوام کیلئے آپ کی ہمدردی اور حمایت سے اور اتحاد، نظم وضبط اور دوستوں کی مدد سے ہم پاکستان کی اس طرح تعمیر کریں گے کہ وہ دنیا کے تمام امن پسند ممالک کے ہم پلّہ ہو جائے گا۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔۲۴۳

## ۲.۱۲.۴

## نواب ماناودر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ خفیہ/ اشد فوری)

ماناودر
۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل پاکستان۔ کراچی

معلوم ہوا ہے کہ مملکت ہندوستان کا اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ ریاست ماناودر پر اپنا انتظام نافذ کرنے اور طاقت کے بل پر اس عمل کی ضروری تیاریاں کر رہا ہے۔ انہوں نے ماناودر ریاست کو بالواسطہ اور بلاواسطہ دھمکیاں بھی دی ہیں۔ اگر مملکت ہندوستان دباؤ ڈالنے کیلئے غیر آئینی طریقے اختیار کرے گا تو ماناودر ریاست اور اس کی مسلم رعایا کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ریاست ماناودر پر اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے جارحانہ رویّے کے خلاف مملکتِ ہندوستان کو حکومتِ

پاکستان کی جانب سے ایک سخت تحریر بھیجنا بہت ضروری ہے۔ مَیں خلوصِ نیت سے امید کرتا ہوں کہ ریاست ماناودر اور اس کی رعایا کے تحفظ کیلئے حکومت پاکستان فوری بندوبست کرے گی۔ بغیر اسلحہ اور گولہ بارود کے ہمارے لئے اپنا دفاع کرنا اور سلامتی برقرار رکھنا مشکل ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر ہماری ضرورت کے مطابق اسلحہ اور گولہ بارود فوراً فراہم کیا جائے۔ ان حالات میں ماناودر میں ایک وائرلیس اسٹیشن ہونا بہت ضروری ہے۔ لہٰذا خاص ماناودر میں اس طرح کا انتظام کر دیا جائے کہ ناگہانی صورت حال میں ہم حکومتِ پاکستان اور جوناگڑھ سے رابطہ قائم کر سکیں۔

[غلام معین الدین خان]

ا۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۲۴۵

## ۲.۱۲.۵
## نواب ماناودر بنام محمد علی جناح[1]
## (تار۔ اشد فوری)

ماناودر

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

جناب عالی گورنر جنرل پاکستان۔ کراچی

حکومت ہندوستان کی افواج کا طاقت کے بل پر ماناودر میں اپنا غیر قانونی اور ناجائز انتظام نافذ کرنے پر ریاست ماناودر سخت احتجاج کرتی ہے۔ ہم اس معاملے پر حکومت پاکستان اور انڈین یونین دونوں سے رجوع کر رہے ہیں۔ پاکستان سے ماناودر کا الحاق ایک جانا پہچانا امر اور مسلّم حقیقت ہے جو تقریباً ایک ماہ قبل عمل میں آیا تھا اور جسے تمام ممتاز اخباروں نے شائع اور پاکستان ریڈیو اسٹیشن نے نشر کیا تھا اور جس کا اعلان ماناودر میں شہری آبادی کے سامنے ہز رائل ہائنس نے کیا تھا۔ (فوج کی) جلد واپسی سے اس شدید غلطی کا ازالہ اور ممکنہ ناگوار حادثات کا تدارک ہوگا۔

[غلام معین الدین خان]

ا۔ جناح پیپرز جلد ہشتم۔ دستاویز نمبر پی ایس۔ ۲۴۸

# ۳
# متنازع فیہ ریاستیں
## ۳.۱
## حیدرآباد
### ۳.۱.۱
### نظام حیدرآباد و برار بنام محمد علی جناح[1]
### (بصیغۂ راز)

حیدرآباد دکن

۱۲ مئی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح

دستور ساز اسمبلی میں اپنی شمولیت پر[2] اور جون ۱۹۴۸ء میں جب برطانوی حکومت ہندوستان سے رخصت ہو جائے گی تو برار پر میری حاکمیت بحال کرنے کیلئے مجھے کیا رویّہ اختیار کرنا چاہئے، ان امور پر مجھے آپ کی رائے درکار ہے۔ جہاں تک میری ریاست کا برطانوی ہند کی کسی وحدت میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دکن کے مسلمانوں کی یہی رائے ہے کیونکہ ان کے خیال میں اس کا مطلب حیدرآباد کی آزادی سے دستبردار ہونا ہے جو کسی حال میں منظور نہیں۔ اس رائے سے مجھے بھی پورا اتفاق ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ جتنی جلد ممکن ہو سکے ان مسائل پر اپنی محبّانہ اور بے حجابانہ رائے

دیں گے۔ اگلے ہفتے مانکٹن آپ سے دہلی میں ملاقات کریں گے جہاں وہ ریاستی معاملات کے سلسلے میں جارہے ہیں اور آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کریں گے۔[۳]

مزید یہ کہ میرا ارادہ ہے کہ جس دن انگریز ہندوستان کے ساحل سے رخصت ہوں گے اسی دن میں اپنی آزادی کا اعلان کردوں گا۔ اس اقدام کے متعلق آپ کا خیال کیا ہے کیونکہ ٹراونکور پہلے ہی یہ اقدام کرچکا ہے۔ حالانکہ اس کا کسی طور بھی حیدرآباد سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خان

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۵۲

۲۔ ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو ایک فرمان میں نظام نے اعلان کیا کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ کسی بھی دستور ساز اسمبلی میں اپنے نمائندے نہیں بھیجیں گے۔

۳۔ جناح نے اس خط کی وصولی کی اطلاع دی جو ایک خاص نامہ بر نے انہیں ۱۳ مئی ۱۹۴۷ء کو پہنچایا تھا اور وعدہ کیا کہ مانکٹن سے مجوزہ ملاقات کے بعد وہ اس موضوع پر مزید بات کریں گے۔

## ۳.۱.۲

## محمد علی جناح بنام نظام حیدرآباد[۱]

۶ جون ۱۹۴۷ء

یوراگز الٹڈ ہائنس

اپنے ۲۳ مئی کے خط[۲] کے تسلسل میں آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ۴ جون کو مانکٹن کے ساتھ میری گفتگو ہوئی اور وہ اس بارے میں سب کچھ آپ کو بتادیں گے۔ ہم نے سارے ممکنہ نکات پر گفت وشنید کی تھی اور میرے خیال میں جب میں بذات خود آپ سے ملوں گا تو ہم شاید ان نکات پر مزید گفتگو کرسکیں گے کیونکہ مراسلت کے ذریعے ان معاملات کی وضاحت کرنا بہت مشکل ہے۔

مجھے امید ہے کہ مَیں بہت جلد آپ سے ملاقات کرسکوں گا اور مجھے آپ سے ملنے کا

شدید اشتیاق ہے۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۵۳
۲۔ اس خط میں جناح نے وائسرائے مانکٹن سے ملنے کا وعدہ کیا تھا انہوں نے حیدرآباد آنے کے لئے نظام کی دعوت کا بھی شکریہ ادا کیا جس کی تاریخ کا تعین بعد میں ہونا تھا۔

## ۳.۱.۳

## محمد علی جناح سے ملاقات پر نواب علی یاور جنگ کا نوٹ[1]

## (اقتباس)

اشوکا ہاؤس۔ نئی دہلی
۴ اگست ۱۹۴۷ء

وزیراعظم، آئینی امور اور لوکل گورنمنٹ کے اراکین نے مسٹر جناح سے ۴ اگست کی سہ پہر کو ملاقات کی۔ اسی دن سر والٹر مانکٹن نے بھی مسٹر جناح سے ملاقات کر کے انہیں پچھلی رات وائسرائے سے ہونے والی اپنی گفت وشنید کی روداد سنائی۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وائسرائے اور کانگریس ایسی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں جو برطانوی حکومت کی اعلان کردہ پالیسی کے بالکل خلاف ہے۔ حکومتِ برطانیہ نے الحاق اور سیاسی تعلقات کے دو متبادلات قطعی طور پر پیش کئے تھے اور یہ بھی کہا تھا کہ فیصلے کیلئے وقت دیا جائے گا اور یہ کہ انتخاب آزادانہ اور رضا کارانہ ہوگا۔ اگر حکومتِ برطانیہ میں ذرا سا بھی ضمیر ہے تو اسے ان دھمکیوں کو رکوا دینا چاہئے جو اب وائسرائے اور کانگریس (نظام کو) دے رہے ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اگر نظام اور ان کے مشیروں نے الحاق کے خلاف طے کر لیا ہے تو انہیں چاہئے کہ اس پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ ان کا خیال نہیں کہ معاشی ناکہ بندی کی دھمکیوں پر

عمل کیا جائے گا لیکن اگر ایسا ہوا تب بھی نظام کا عمل حسب ذیل ہونا چاہئے:

''آپ جو چاہیں سو کریں اور جتنا چاہیں دھمکائیں لیکن مَیں سندِ الحاق پر دستخط کرنے کیلئے یا یونین میں شامل ہونے کیلئے کبھی راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت نہ دے۔ آپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ مجھ پر دباؤ ڈالیں اور میرا حق یہ ہے کہ مَیں آزادانہ انتخاب کروں۔''

انہوں نے کہا کہ دھمکی اور اشتعال انگیزی کے باوجود اپنے حق پر ثابت قدم رہنے کی بھی ایک اہمیت ہے۔ ناموافق حالات میں کسی بنیادی اصول کے نکتے پر جھک جانے سے لڑتے ہوئے مر جانا بہتر ہے۔ مسٹر جناح نے تاریخ کی عظیم ترین شہادت یعنی امام حسینؓ کی مثال دی کہ وہ حق پر جمے رہے اور حق کی خاطر اپنی جان دے دی۔ ان کے اور ان کے رفقاء کے خلاف دنیا بھر کی ہر ممکن سختی کی گئی لیکن انہوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آخر کار ایک ایک کر کے سب نے اپنی جانیں نثار کر دیں۔ یہ ایک اخلاقی فتح تھی اور اس کی خاطر انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ یہی رویّہ نظام، ان کے مشیروں اور ان کے عوام کو اپنانا چاہئے۔ اگر صورت حال انتہائی خراب ہو جائے تب بھی دھمکی کے آگے جھکنے اور حق سے دستبردار ہونے سے بہتر ہوگا کہ نظام تخت سے دستبردار ہونے پر تیار رہیں اور انجام کار دنیا کو بتا دیں کہ وہ حق کے لئے طاقت کے آگے جھکنے کے بجائے اس سے آخری دم تک لڑتے رہے ہیں۔

برطانوی حکومت کی اعلان کردہ پالیسی کے خلاف وائسرائے اور کانگریس کی دھمکیوں اور دباؤ کے پہلو کی پوری دنیا میں تشہیر کی جانی چاہئے اور (ہندوستان) کے عوام کو ان کے موقف کی غلطی پر قائل کرنا چاہئے اور اپنے حقوق پر قائم رہنے میں حیدرآباد کی سچائی کا اعلان کرنا چاہئے۔ لیکن اس طرح کے اعلانات میں علیٰ حالہٖ انتظامات میں شمولیت کا پختہ اظہار بھی ہونا چاہئے کیونکہ یہ عمل انتظامیہ میں بدنظمی یا ابتری کے پھیلاؤ سے بچنے کیلئے ضروری ہے۔ یہ وضاحت بھی کرنی چاہئے کہ حیدرآباد چاہتا ہے کہ وہ ایسے حالات پیدا کرنے میں ہندوستان کی مدد کرے جو استحکام میں مدد دیں۔ اگر ان اعلانات کے بعد بھی کانگریس علیٰ حالہٖ معاہدے پر گفت وشنید نہ کرنے پر مصر

رہے تو نتائج کی ساری ذمہ داری کانگریس پر عائد ہوگی۔

رہا یہ سوال کہ حیدرآباد کی معاشی اور سیاسی یا فوج یا اسلحہ اور ساز وسامان وغیرہ سے پاکستان کہاں تک مدد کرسکتا ہے تو مسٹر جناح نے کہا کہ اس وقت کوئی قطعی وعدہ کرنا ممکن نہیں ہے لیکن انہیں بھروسہ ہے کہ وہ اور پاکستان ہر طرح سے حیدرآباد کی مدد کریں گے۔ اس بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

[نواب علی یاور جنگ]

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔ ۲۶۷

## ۳.۱.۴
## نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

حیدرآباد دکن

۸ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

یہ خط آپ کو یہ واضح کرنے کیلئے تحریر کر رہا ہوں کہ جو مذاکرات اس وقت دہلی میں جاری ہیں ان میں میری ریاست کا موقف کیا ہے۔ ہمیشہ سے میری یہ خواہش تھی اور حیدرآباد کی بھی یہی خواہش ہے کہ پورے ہندوستان کی خوشحالی اور بہتری میں بھرپور حصہ لیا جائے۔ فی الواقع مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ (ملک میں) استحکام پیدا کرنے کیلئے ریاستوں کو زبردست موقع فراہم ہوا ہے کیونکہ ان میں فرقہ وارانہ کشمکش نسبتاً کم ہے اور اس لئے بھی کہ ریاستیں ہندوستان کا وہ حصہ ہیں جہاں اس وقت نظم ونسق کا سب سے زیادہ تجربہ ہے۔ جس وقت اس پر غور کیا جارہا تھا کہ آزادی حاصل ہونے پر ہندوستان ایک واحد یونین بن جائے گا تو مَیں برصغیر کے دفاع میں اپنا حصہ ادا کرنے پر بالکل تیار تھا اور حیدرآباد کی خارجہ پالیسی کا رخ ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے مطابق متعین کرنے کا انتظام کر رہا تھا۔ تاہم ہندوستان کی تقسیم نے میری ریاست کیلئے اس مسئلے کو بہت

پیچیدہ کر دیا ہے۔ جیسا کہ یور ایکسیلنسی جانتے ہیں کہ آئندہ بننے والی مملکت ہندوستان کے ساتھ حیدرآباد کا مختلف وسیلوں سے قریبی تعلق ہے لیکن ساتھ ہی آئندہ مملکتِ پاکستان سے بھی میری ریاست کے متعدد روابط ہیں۔ یور ایکسیلنسی کے علم میں ہوگا کہ اس ریاست میں جہاں میرے آباواجداد اور مَیں نے دو صدیوں سے زیادہ حکومت کی ہے کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا ہے۔ اور مذہب کی بنیاد پر اختلاف کی شدت برطانوی ہند سے ہمیشہ کم رہی ہے۔ میری پُرخلوص خواہش یہی ہے کہ مَیں ایسی پالیسی پر گامزن رہوں جس سے اختلاف اور انتشار سے پاک موجودہ فضا برقرار رہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے مجھے دونوں نئی مملکتوں کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھنے کی اہمیت کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا ہے۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا ہے کہ مملکتِ ہندوستان اور مملکتِ پاکستان مشترکہ دلچسپی کے معاملات میں کہاں تک اور کس طور پر ایک دوسرے سے مشورہ اور تعاون کریں گے یا امورِ خارجہ اور دفاع کے اہم شعبوں میں ان کی پالیسیوں کو کس حد تک باہم دگر مربوط کیا جاسکتا ہے۔ میری سمجھ کے مطابق یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ ۱۵ اگست سے پہلے اس معاملے پر کوئی تصفیہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک ان تمام معاملات سے مَیں باخبر نہیں ہو جاتا میرے لئے یہ غور کرنا ممکن نہیں کہ مَیں ان میں سے کسی ایک مملکت سے اساسی اتحاد کرلوں۔ اس مرحلے پر مجھے یہ دیکھنا ہے کہ دونوں مملکتوں کے درمیان تعلقات کس نوعیت سے نشوونما پاتے ہیں۔

۲۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پارلیمنٹ میں مسوّدۂ قانونِ آزادیِ ہند پر حالیہ مباحثے میں حیدرآباد جیسی ریاستوں کے موقف کی فوری دشواریوں کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔ یور ایکسیلنسی کی یاددہانی کیلئے یہ بتانا کافی ہوگا کہ حکومت کی جانب سے تین تقریروں میں یہ تسلیم کیا گیا کہ اس مرحلے پر ریاستوں سے جلد فیصلے کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے اور یہ کہ موجودہ حالات میں وفاق کے بجائے معاہداتی تعلقات اس کا حل ہوسکتا ہے۔۔۔۔

۳۔ مثال کے طور پر اٹارنی جنرل سر ہارٹلی شاکراس (Hartley Shawcross) نے اپنی تقریر کے ایک مفید حصے میں یہ کہا" ہمیں امید ہے کہ ریاستیں مذاکرات کے ذریعے منصفانہ اور دوستانہ شرائط پر وفاقی یا معاہداتی طور پر کسی ایک نئی مملکت کے ساتھ اشتراک کرلیں

گی۔'' اس مشورے کی روح سے مجھے مکمل اتفاق ہے کیونکہ میں نے اپنی ریاست کو الگ تھلگ رکھنے کی پالیسی کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اگرچہ موجودہ حالات میں میرے لئے یہ غور کرنا ممکن نہیں کہ حیدرآباد ''نئی مملکتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اساسی اتحاد کرے۔ مَیں اب بھی اس بات پر آمادہ اور خواہشمند ہوں کہ برصغیر کے دفاع میں حیدرآباد اپنا مناسب کردار ادا کرے اور مَیں اپنی ریاست کے امور خارجہ کو پورے برصغیر کے امور خارجہ کی مطابقت میں سرانجام دوں۔ میری دشواری یہ ہے کہ اس مقصد کو دونوں نئی مملکتوں کے دوستانہ تعاون سے کس طرح حاصل کیا جائے۔ مَیں نے قدرتی اور لازمی طور پر اس حقیقت کو ذہن میں رکھا ہے کہ مملکتِ ہندوستان میری ہمسایہ ہے اور (اٹارنی جنرل کے مشورے کے مطابق) مَیں پوری طرح تیار ہوں کہ ہندوستان کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ ہو جائے جس کے تحت بڑی مواصلات کا مناسب انتظام ہو سکے تا کہ کُل ہند معیار قائم رہے اور مواصلات اور انٹرچینج کی سہولتیں برقرار رہیں اور مملکت کے دفاع کیلئے حیدرآباد طے شدہ افواج فراہم کر سکے۔ مزید برآں اس معاہدے میں مجھے یہ بھی منظور ہے کہ مَیں اپنے خارجہ امور مملکتِ ہندوستان کی خارجہ پالیسی کی مطابقت میں سرانجام دوں۔ لیکن میرے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مَیں اس امکان کیلئے بھی تیار رہوں جو امید ہے کہ کبھی پیش نہ آئے کہ دونوں نئی مملکتیں باہمی دشمنی کی پالیسی پر عمل کرنے لگیں۔ ایسی صورت حال میں میری ریاست کیلئے محال ہے کہ وہ مملکتِ پاکستان کے خلاف کوئی معاندانہ پالیسی اختیار کرے لہٰذا (معاہدے میں) یہ اہتمام بھی ہونا چاہئے کہ ایسی صورت میں حیدرآباد غیر جانبدار رہے گا۔ مزید یہ کہ برطانیہ میں حیدرآباد کا ایجنٹ جنرل پہلے ہی موجود ہے لیکن ساتھ ہی ریاست کا یہ حق بھی محفوظ ہونا چاہئے کہ جب کبھی وہ چاہے تو دوسرے ممالک میں بھی اپنے نمائندے مقرر کر سکتا ہے جو حیدرآباد کیلئے کام کریں گے۔

۴۔ یہ امر میرے لئے انتہائی تسلّی بخش ہے کہ دونوں نئی مملکتیں برطانوی دولتِ مشترکہ کے خاندان میں رہیں گی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ معاہدے میں ایک ایسی شرط بھی شامل کی جائے جس کے تحت اگر مستقبل میں ایک فریق دولتِ مشترکہ سے نکلنے کا فیصلہ کرے تو دوسرے فریق کو

معاہدے کی شرائط پر نظر ثانی کرنے کا اختیار ملے کیونکہ قانونِ آزادیِ ہند کی دفعہ ۷ کی شرائط کے باوجود میں یہ باور نہیں کرسکتا کہ ایک صدی کی باوفا وابستگی کے بعد حکومتِ برطانیہ میری ریاست کو میری مرضی کے بغیر اپنی سلطنت سے باہر نکال دے۔

۵۔اس سے پہلے کہ مَیں معاہدے میں شامل ہونے والی دیگر شرائط کی جانب اپنا رخ کروں مَیں اپنی حیرت اور مایوسی قلمبند کرنا چاہوں گا کہ حیدرآباد کی مذاکراتی کمیٹی پندرہ دنوں سے ۵ اگست تک دہلی میں موجود ہے لیکن مملکتِ ہندوستان کے ذمہ دار افراد نے مذاکراتی کمیٹی سے کسی موضوع پر یہاں تک کہ علیٰ حالہٖ معاہدے اور برار پر اس وقت تک گفتگو کرنے سے انکار کر دیا جب تک حیدرآباد الحاق منظور کرنے پر تیار نہ ہو۔ میری کمیٹی نے یہ واضح کر دیا تھا کہ بجز الحاق حیدرآباد معاہداتی تعلقات قائم کرنے پر آمادہ اور رضا مند ہے۔ ریاستوں کیلئے الحاق کے علاوہ سیاسی تعلقات کی ایک متبادل صورت ۱۲ مئی ۱۹۴۷ء کے بیان میں صراحتاً شامل کی گئی تھی اور جس کو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے تسلیم کیا تھا۔ حکومتِ ہندوستان نے انتظامی انتشار سے بچنے کیلئے علیٰ حالہٖ بندوبست کی سفارش کی تھی۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ قانونِ آزادیِ ہند کی دفعہ ۷ پورے مسئلے کا احاطہ نہیں کرتی۔ اسی لئے حیدرآباد ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ طے کرنے کا متمنی تھا لیکن مملکتِ ہندوستان کے ذمّہ دار افراد نے اس طرح کے مذاکرات میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ تاہم میری ریاست اس طرح کے معاہدے کے بغیر ہی اپنی پوری کوشش کرے گی کہ انتظامی بحران پیدا نہ ہونے پائے جو دونوں کیلئے تکلیف دہ ہوگا۔ اگر اس طرح کا کوئی بحران یا زحمت پیش آئے تو مملکتِ ہندوستان ہی قصوروار ٹھہرے گی۔

۶۔زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ برار کے موضوع پر مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ حکومتِ برطانیہ اور نئے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے واضح طور پر برار پر میری حاکمیت کو اور ۱۵ اگست کے بعد میرے قانونی حق کو تسلیم کیا تھا کہ اس علاقے کی انتظامیہ مجھے لوٹا دی جائے گی۔ جب تک پورا مسئلہ ہوشمندی اور خوش اسلوبی سے طے نہیں پاتا مجھے موجودہ صورتِ حال برقرار رکھنے کیلئے تیار رہنا چاہئے لیکن نئی مملکت کے ذمہ دار افراد اس مسئلے پر مذاکرات کرنے سے انکار

کرتے ہیں تاوقتیکہ مَیں پہلے الحاق پر راضی نہ ہو جاؤں اور سابق الذکر وجوہات کی بناء پر مجھے اس کام سے انکار ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے (اگر چہ یقین نہیں آتا) کہ نئی مملکت ہندوستان میرے تسلیم شدہ حقوق پامال کرتے ہوئے میرے علاقے پر قبضہ کرنے سے اپنے کاروبار کی ابتداء کرنا چاہتی ہے۔

۷۔ الحاق پر حیدرآباد کی منظوری کے بغیر مذاکرات سے انکار کو مَیں شمولیت اور جلد فیصلے کیلئے دھمکی اور دباؤ ہی تصور کر سکتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ اس آخری وقت میں بھی یور ایکسیلنسی اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے اس پالیسی کو پلٹا دیں گے کیونکہ یہ حکومتِ برطانیہ کے اعلانیہ وعدوں اور پالیسی کے بالکل منافی ہے۔۔۔۔

تاہم اگر حکومتِ ہندوستان کے ذمہ دار افراد میرے تجویز کردہ معاہدے کی بنیاد پر مذاکرات کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو اس پیش کش کی اشاعت ضروری ہو جاتی ہے تا کہ میری ریاست کے اندر اور باہر لوگوں کو پتہ لگے کہ مَیں کس پالیسی کو اپنانے جا رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خان

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔ ۲۶۸

## ۳.۱.۵

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد[1]

نئی دہلی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کا ۸ اگست ۱۹۴۷ء کا خط مجھے موصول ہوا جس میں آپ نے مملکتِ ہندوستان سے معاہدے پر مذاکرات کی پیش کش کی ہے اور اس میں آپ یہ اہتمام بھی کریں گے کہ حیدرآباد کی خارجہ پالیسی ہندوستان کی پالیسی کے مطابق ہوگی اور مملکت کے دفاع کیلئے فوج مہیا کی جائے

گی اور مواصلات کیلئے مناسب سمجھوتے طے پائیں گے۔ حیدرآباد سے متعلق اعلیٰ حضرت کے مخصوص مسائل کا مجھے علم ہے اور مَیں ان تین اہم شعبوں میں مملکتِ ہندوستان کے ساتھ تعاون کیلئے آپ کی آمادگی کو تسلیم کرتا ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مملکت استحکام حاصل کرنے کی بابت فکرمند ہے۔ اور اس کے خیال میں اس کی سرحدوں کے اندر واقع ساری ریاستیں جب تک اس کے ساتھ اساسی اتحاد پر تیار نہ ہوں یہ استحکام مناسب طور پر حاصل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مَیں نے آپ کی مذاکراتی کمیٹی اور آپ کے مشیر سے کہا ہے میرا خود یہ خیال ہے کہ یونین کے ساتھ الحاق مملکت اور آپ کی ریاست کے باہمی مفاد میں ہے۔ لیکن مَیں آپ کی دشواریوں سے بخوبی واقف ہوں اور نہیں چاہتا کہ آپ کو بہ عجلت فیصلہ کرنے کیلئے کچھ کہوں۔ ان حالات میں اگرچہ ۱۵ اگست کو میں شاہی نمائندہ نہیں رہوں گا تاہم مَیں نے مملکت کی حکومت کے ذمہ دار افراد سے اجازت لی ہے کہ مَیں مزید دو مہینے آپ سے مذاکرات جاری رکھوں گا جس کے دوران امید ہے کہ ہمارے اور آپ کے نقطۂ ہائے نظر میں افہام و تفہیم ہوجائے۔ اس عرصے میں الحاق کی وہ شرائط جو مَیں نے پہلے تجویز کی تھیں وہ (خاص استثناء کے طور پر) حیدرآباد کیلئے تصفیہ طلب رہیں گی۔

۲۔ علیٰ حالہٖ معاہدوں اور برار کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے جو لکھا ہے وہ میری نظر میں ہے اور مَیں اس حیثیت میں ہوں کہ آپ کو اطمینان دلاسکوں کہ جب تک مذاکرات جاری ہیں مملکتِ ہندوستان فی الحال برار میں موجودہ صورت حال برقرار رکھنے پر، اور چاہے اس موضوع پر کوئی باقاعدہ معاہدہ ہو یا نہ ہو، موجودہ انتظامی تنظیم کے تسلسل پر راضی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو اس بات کی فکر ہے کہ موجودہ حالات میں الحاق سے انکار کو مملکت کہیں معاندانہ فعل سمجھ نہ بیٹھے اور آپ کی ریاست کی ناکہ بندی نہ شروع ہوجائے لیکن مجھے اطمینان ہے کہ نئی مملکت کے رہنما اس طرح دباؤ ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

[لوئی ماؤنٹ بیٹن]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۶۹

# ۳.۱.۶

# ولبھ بھائی پٹیل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ

نئی دہلی

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

مَیں بہت سنجیدگی سے حیدرآباد کے موقف پر غور کر رہا ہوں اور مَیں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ آپ وفد سے ملیں آپ پر اپنا نقطۂ نظر واضح کر دوں۔

۲۔ مجھے اس کے سوا اور کوئی متبادل راستہ نظر نہیں آتا کہ مملکتِ ہندوستان سے نظام کے الحاق پر اصرار کیا جائے۔ سندِ الحاق یا تین شعبوں میں ریاستوں کے اشتراک کے انتظام میں تھوڑی سی بھی تبدیلی سے نہ صرف مجھ پر ان ریاستوں سے بے وفائی کا الزام عائد ہوسکتا ہے جو پہلے ہی مملکت میں شامل ہو چکی ہیں بلکہ اس کے نتیجے میں یہ تاثر بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ داخل ہونے کے مقابلے میں (ریاستوں کو) رہنے میں زیادہ فائدہ ہے اور یہ کہ جب الحاق سے کوئی خاص فائدہ میسر نہیں آسکتا تو باہر رہنے سے زیادہ فائدے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ یونین کے ساتھ الحاق کیلئے ہمارے آئندہ مذاکرات پر اس کے یقینی برے اثرات پڑیں گے۔

۳۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس ریاست نے ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں اپنے نمائندے نہیں بھیجے حالانکہ دستور ساز اسمبلی میں کسی ریاست کی نمائندگی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ الحاق کی پابند ہوگئی ہے۔ اس نوع کی نمائندگی کیلئے عوامی مطالبے کو بڑی ترکیب کے ساتھ دبا دیا گیا ہے۔ ریاست کے امور اور خاص طور پر مملکتِ ہندوستان سے آئینی اشتراک کے معاملات ریاست کے اکثریتی فرقے کی ہمدردیوں اور قدرتی میلان کے برخلاف چلائے جارہے ہیں۔ اس کے برعکس اقلیت کو جو کہ حکمران طبقہ ہے اپنی من مانی کرنے کی اجازت ہے

جو واضح طور پر دباؤ اور اشتعال انگیزی کا راستہ ہے۔ معتبر ذرائع سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ اتحادالمسلمین کا حالیہ کارروائیوں کا مقصد یہ ہے کہ غیر مسلم آبادی میں خوف و ہراس پھیلایا جائے تاکہ حیدرآباد کی آزادی اور پاکستان سے ممکنہ اتحاد کیلئے ان کی شورشیں کامیاب ہو جائیں۔۔۔۔

۴۔ ان حالات میں مجھے یقین ہے کہ یہ نہ تو مناسب ہے اور نہ معقول کہ ہم دوسری ریاستوں کے ساتھ طے شدہ سندِ الحاق کے علاوہ کسی اور بندوبست پر راضی ہو جائیں۔ اگر نظام کے ارادے پُرخلوص اور دوستانہ ہیں اور اگر وہ اپنے عوام کی حقیقی آواز، ان کی مرضی اور مفادات کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ بلا تامل وہی راستہ اختیار کریں جو دوسری ریاستوں نے اختیار کیا ہے۔

۵۔ تاہم اگر نظام کی حکومت صحیح سمت میں چلنے کا فیصلہ ابھی نہیں کر سکتی تو نظام کو بالضرور اس بات پر راضی ہونا پڑے گا کہ وہ اس مسئلے کو اپنے عوام کی صوابدید پر چھوڑ دیں اور ان کے فیصلے کی پابندی کریں۔ اس طرح کی رائے شماری کا جو بھی نتیجہ نکلے گا ہم اسے قبول کرنے کو تیار ہیں اور ہم اس پر بھی آمادہ ہیں کہ اس رائے شماری کے لائحۂ عمل میں برار کو بھی شامل کیا جائے۔[۲]

۶۔ میری عقل کے مطابق یہ امر واضح اور غیر متنازع ہے کہ اس مسئلے پر کوئی فیصلہ کرنے کو زیادہ عرصے تک ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کا مخلص

ولبھ بھائی پٹیل

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۷۱

۲۔ ۷ جون ۱۹۴۸ء کو ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات میں میر لائق علی نے اقوام متحدہ کی نگرانی میں استصواب کرانے کی پیشکش کی تھی جسے ہندوستان نے مسترد کر دیا تھا۔

## ۳.۱.۷

# والٹر مانکٹن اور نواب چھتاری سے ملاقات پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ[۱]

## (خفیہ)

[نئی دہلی]

۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

مَیں نے نواب چھتاری سے (۸ ستمبر کو) کہا کہ میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ سندِ الحاق اور علیٰ حالہٖ معاہدے میں ساری ہندوستانی ریاستوں کو ایسی اعلیٰ شرائط پیش کی گئی ہیں کہ ان سے زیادہ مفید انتظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حیدرآباد یہ امید نہ رکھے کہ اپنے خارجہ امور اور اپنی دفاع کی دیکھ بھال وہ خود کر سکے گا۔ مزید برآں ہندوستان کے ذریعے مواصلات کے سوا باقی دنیا سے اس کا رابطہ منقطع ہو جائے گا۔ اگر وہ ان تین شعبوں کا انتظام خود کرنا چاہے تو یہ حیدرآباد کیلئے صریحاً نقصان دہ ثابت ہوگا۔

نواب صاحب کو میری رائے سے مکمل اتفاق تھا لیکن ان کے خیال میں نظام ابھی تک معاہداتی تعلق پر اڑے ہوئے ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا کہ سردار پٹیل نے مجھے تحریری ہدایت بھیجی ہے کہ وہ صرف سندِ الحاق پر ہی راضی ہوں گے۔

ہم سب کو اس پر اتفاق تھا کہ اگر ہمارے متعلقہ کرتا دھرتا اشخاص کی ہٹ دھرمی کا یہ نتیجہ نکلے کہ ان کے درمیان کوئی سمجھوتہ طے ہی نہ ہو سکے تو یہ امر سخت تباہ کن ثابت ہوگا۔

سر والٹر نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ شاید وہ نظام کو اس پر راضی کر سکیں کہ ہم ان کو ایک ایسا اقرار نامہ پیش کریں جس کی شرائط اوّلین معاہدے سے زیادہ سندِ الحاق سے ملتی جلتی ہوں۔ نواب صاحب نے بھی اس سے اتفاق کیا۔

مَیں نے ان سے کہا کہ ان ساری مشکلات اور فسادات کے پیشِ نظر جن سے مرکزی حکومت اس وقت نمٹنے کی کوشش کر رہی ہے حیدرآباد کا مسئلہ اس وقت کم اہمیت کا حامل ہے لہٰذا کسی اور وقت سے زیادہ بہتر یہ موقع ہے کہ سندالحاق میں کچھ ردّ و بدل کر کے ان سے منظوری حاصل کر لی

جائے۔

ہم سب نے اتفاق کیا کہ وہ لوگ واپس جا کر جتنی جلدی ہو سکے نظام سے اگلی دستاویز حاصل کریں۔ مَیں نے ان سے کہا کہ میرے خیال میں قطعی دستاویز حکومتِ ہندوستان کو موجودہ طبع شدہ سندِ الحاق کے خطوط پر پیش کی جائے جس میں درج کم سے کم تبدیلیوں کو سرخ روشنائی میں اجاگر کیا جائے مثلاً اس کا عنوان یہ بھی ہوسکتا ہے ''معاہدہ برائے اشتراک'' (Agreement of Association) وغیرہ۔ مَیں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ نظام کے حصولِ التفات کی خاطر دستاویز کو نئے سرے سے ٹائپ کیا جائے اور اس کے پیراگرافوں کی ترتیب اس طرح مختلف کردی جائے کہ یہ دستاویز ایسی لگے جیسے اسے خاص طور پر نظام حیدرآباد کیلئے مرتب کیا گیا ہے۔

مَیں نے یوں محسوس کیا کہ اس طریقے سے بہت ممکن ہے کہ جانبین اس پر رضامند ہو جائیں۔۔۔۔

[لوئی ماؤنٹ بیٹن]

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔ ۲۷۸

## ۳.۱.۸
## ولبھ بھائی پٹیل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]
## (خفیہ)

نئی دہلی

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

اس خط کے ساتھ مَیں آپ کو وہ تازہ معلومات بھیج رہا ہوں جو مجھے حیدرآباد سے موصول ہوئی ہیں۔ ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ سے حیدرآباد کا اگلا طرزِ عمل کیا ہونے والا

ہے اور کس طرح نظام نے اپنا مستقبل، اپنے پیدا کردہ جنّات، اتحاد المسلمین کے ہاتھ گروی رکھ دیا ہے۔

آپ کا مخلص
ولبھ بھائی پٹیل

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۸۰

## ۸۔۱۔ ۳ کا ملفوفہ

## حیدر آباد سے ایک خط کا اقتباس[1]

(خفیہ)

۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

سر والٹر مانکٹن سے آج میری ملاقات ہوئی اور جو کچھ انہوں نے کہا وہ یہ ہے:

یہ کہ وی پی مینن نے ان سے کہا کہ اگر حیدر آباد الحاق کر لے تو اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ ریاست کی جانب انتہائی فراخدل ہوگا۔ انہیں ایک بندرگاہ دی جائے گی۔ ایک ریلوے تعمیر کی جائے گی اور فی میل کے حساب سے لاگت بہم تقسیم کی جائے گی اور فاضل محصولات عائد نہیں کئے جائیں گے۔ رائج سکّہ، ڈاک ٹکٹ اور دوسری سہولتیں جن سے ابھی تک استفادہ کیا جاتا رہا ہے انہیں جاری رکھا جائے گا۔ جہاں تک برار کا تعلق ہے اس پر ان کی رسمی حاکمیت برقرار رہے گی اور انہیں ۲۵ لاکھ روپے کی رقم ادا کی جائے گی اور سی پی کا گورنر مقرر کرنے سے پہلے ان سے مشورہ کیا جائے گا۔ ان کا پرچم لہرایا جائے گا۔ جو فی الوقت نہیں لہرایا جاتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ برار کو سی پی سے علیحدہ کرنے پر انڈین یونین رضا مند ہو جائے لیکن ان سب کیلئے مقدم شرط یہ ہوگی کہ (الف) یونین سے الحاق کیا جائے اور (ب) ریاست میں ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔

ا۔ اگر ان تمام امور کے لب لباب پر اتفاق ہو جائے تو یہ ''معاہدہ برائے اشتراک'' کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

۲۔ ہزایکسلنٹ ہائنس (ایچ ای ایچ) نے اس پر غور کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ ان کا کہنا تھا ''چاہے کچھ ہو جائے میں الحاق نہیں کروں گا''

۳۔ ایچ ای ایچ جناح سے بہت مایوس اور طیش میں تھے کیونکہ انہوں نے ظفر اللہ خان کی خدمات مانگی تھیں مگر جناح نے انہیں ترجیحاً اقوام متحدہ بھیج دیا۔ لہٰذا انہوں نے سر سلطان احمد کو تار دے کر بلایا ہے۔ سر سلطان اب مانکٹن کی جگہ پر آئیں گے۔

۸۔ اتحاد المسلمین نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں مانکٹن، چھتاری اور علی یاور جنگ پر پچھلی قرارداد کے عدم اعتماد کو دہرایا گیا ہے۔

مانکٹن نے مجھے بتایا کہ انہوں نے نظام کو جتا دیا ہے کہ وہ جناح کے اشاروں پر چل کر غلطی کر رہے ہیں کیونکہ جناح جو بھی مشورہ دیں گے اس کا رخ پاکستان کی بہبود کی جانب ہوگا نہ کہ آپ کی ریاست کی طرف۔ وہ پاکستان کیلئے کوئی کارآمد شے حاصل کرنے کیلئے آپ کو محض ایک آلۂ کار بنائیں گے۔

ا۔ سیکریٹری اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ، وی پی مینن کو یہ خط ۱۷ ستمبر کو موصول ہوا تھا لیکن انہوں نے ان حقائق کے ذریعہ یا مراسلہ نگار کے نام کا انکشاف نہیں کیا۔

## ۳.۱.۹

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد[1]

گورنمنٹ ہاؤس
نئی دہلی
۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نظام

مجھے اعلیٰ حضرت کا ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کا خط موصول ہو گیا ہے اور ''موضوعات معاہدہ'' (Heads of Agreement) کی ایک نقل بھی پہنچا دی گئی ہے جس کا حوالہ خط میں دیا گیا ہے۔

مَیں نے حیدرآباد کی مذاکراتی کمیٹی کے ساتھ دوبارہ ملاقات کی ہے جس میں میری اور آپ کی حکومتوں کے نقطۂ ہائے نظر پر ایک بار پھر گفت وشنید ہوئی۔

مَیں نے اس ملاقات میں وعدہ کیا کہ میں ''موضوعات معاہدہ'' کا بغور جائزہ لوں گا۔ یہ کام کرلیا گیا ہے اور میری حکومت کی رائے مجھے موصول ہوگئی ہے وہ اپنی اس رائے پر قائم ہیں کہ سند الحاق میں ریاستوں کیلئے انتہائی فراخدلانہ شرائط شامل ہیں اور مملکت نے ایسی کوئی چیز طلب نہیں کی ہے جس سے ریاستوں کے وہ حقوق اور اختیارات سلب ہو سکتے ہوں جو انہیں پہلے سے حاصل تھے۔ مزید برآں انہوں نے الحاق شدہ ریاستوں سے جو کچھ کہا ہے اس کے پیشِ نظر میری حکومت کو کسی اور ریاست کو ایک مختلف سند الحاق پیش کرنے میں دشواری پیش آئے گی۔ تاہم وہ حیدرآباد کے منفرد موقف سے بخوبی واقف ہیں اور الحاق میں آپ کو جو مشکلات پیش آ رہی ہیں انہیں ہموار کرنے کیلئے وہ معقول حد تک جانے کیلئے آمادہ ہیں۔

لیکن ''موضوعات معاہدہ'' کوئی تسلّی بخش حل فراہم نہیں کرتے۔ میری حکومت نے نشاندہی کی ہے کہ یہ موضوعات مملکت کو قانون سازی کا حق فراہم نہیں کرتے اور یہ ایک ایسا بندوبست ہے جسے وہ کبھی قبول نہیں کر سکتے۔ مزید برآں امورِ خارجہ میں اگرچہ حیدرآباد کسی وسیع خارجہ پالیسی پر فوری عمل کرنے کا ارادہ نہیں کر رہا تاہم وہ کسی بیرونی ملک سے براہ راست سیاسی تعلقات قائم کرنے کا مطالبہ بھی کر رہا ہے۔ ماضی میں حیدرآباد نے اس طرح کا حق کبھی استعمال نہیں کیا اور مستقبل میں اس کے استعمال کا مطالبہ اس کی اصلیت کو ختم کر دیتا ہے کہ ریاست کی خارجہ پالیسی مملکت کی خارجہ پالیسی کے مطابق ہوگی۔

اس خط میں ''موضوعات معاہدہ'' کے تفصیلی جائزے سے کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہوگا لیکن یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ان میں حیدرآباد کے ٹکٹوں اور سکّوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر حیدرآباد الحاق کر لے تو اس نوع کے سارے موجودہ حقوق کو برقرار رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ فی الحقیقت اگر آپ الحاق کیلئے آمادہ ہو جائیں تو حیدرآباد کی بہتری اور خوشحالی کیلئے آپ ریاست میں جس قسم کے بندوبست کی تجویز دیں گے آپ

کو مملکت کا مکمل تعاون حاصل ہوگا۔ آپ کو حیدر آباد کے اندر آپ کی داخلی حاکمیت میں مداخلت کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔

مَیں ان حالات میں خلوصِ نیت سے امید کرتا ہوں کہ حیدر آباد اور مملکت کے مفادات میں آپ اپنے موقف پر دوبارہ غور کریں گے اور سندِ الحاق کی تکمیل کریں گے۔

آپ کا انتہائی مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۸۳

## ۳.۱.۱۰
## نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

حیدر آباد دکن

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

مجھے افسوس ہے کہ حیدر آباد اور مملکتِ ہندوستان کے درمیان شراکت پر ہم کسی قطعی سمجھوتے پر نہیں پہنچ سکے۔ لیکن جیسا کہ یور ایکسیلنسی جانتے ہیں کہ الحاق کے سواء مَیں کسی بھی بنیاد پر مذاکرات کرنے کیلئے آمادہ ہوں۔ مَیں اب علیٰ حالہٖ معاہدے کا مسوّدہ ملفوف کر رہا ہوں جسے میں روبہ عمل لانے پر تیار ہوں لیکن مَیں اس پر عمل کیلئے یہ سمجھتے ہوئے ہی تیار ہوں:

۱۔ کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان (خدانہ کرے) جنگ کی صورت میں حیدر آباد غیر جانبدار رہے گا اور

۲۔ یہ کہ اگر ہندوستان برطانوی دولت مشترکہ سے علیحدہ ہوتا ہے تو ہمارے آپس کے موقف پر از سرِ نو غور کیا جائے گا۔

۳۔ کہ ہر ایک فریق کامل ذمّہ داری لے کہ وہ اپنی سرحدوں میں ایسی تحریکوں اور

پروپیگنڈے کی حوصلہ افزائی نہیں کرے گا جن کا مقصد دوسرے فریق کے امن و امان میں خلل یا اس کی قانوناً تسلیم شدہ حکومت میں تخریب کاری یا رخنہ اندازی ہو۔

مَیں نے علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط میں مذکورہ بالا نکات شامل نہیں کئے ہیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ایک باقاعدہ معاہدے میں پہلے دو نکات کے متعلق یہ سوچا بھی جا سکتا ہو کہ دو نئی مملکتوں کے درمیان جنگ ہو گی یا مملکتِ ہندوستان دولت مشترکہ سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اور جہاں تک تیسرے نکتے کا سوال ہے تو ایسی شرط سے یہ مفہوم نکل سکتا ہے کہ شاید ایک یا دوسرا فریق ایسی کارروائی کرے جو سرے سے معاہدے ہی کے منافی ہو۔

۲۔ یہ بات واضح ہے کہ علیٰ حالہٖ معاہدے سے کرنسی، سکّے ڈھلائی اور ڈاک کے ٹکٹ جیسے معاملات میں میرے حقوق پر کوئی زد نہ پڑے لیکن اس خط کے پیرا (۱) میں جن معاملات کا ذکر کیا گیا ہے ان پر آپ کی یقین دہانی کے علاوہ اگر آپ یہ بھی واضح کر دیں کہ جن حقوق کا مَیں نے حوالہ دیا ہے وہ بلا تخفیف برقرار رہیں گے تو مَیں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

۳۔ اس موقع پر مَیں پاسپورٹ کے متعلق یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ سہولت کے لئے مملکت ہندوستان اس پر راضی ہو جائے کہ میری حکومت کا چیف سیکریٹری یا کوئی اور موزوں افسر حیدرآباد کی رعایا کیلئے پاسپورٹ جاری کرے اور ان پر مملکت کے توثیقی دستخط ہوں۔

۴۔ میں بخوبی واقف ہوں کہ یورایکسیلنسی فرقہ وارانہ عناد کم کرنے کیلئے تمام اقدامات میں کس قدر دلچسپی لے رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ مَیں اپنے پچھلے اعلانات کی مطابقت میں بہت جلد ایک فرمان جاری کروں گا جس میں میرے اس پختہ عزم کا اظہار ہو گا کہ بلالحاظ ذات پات اور عقیدہ میری رعایا کی جانوں، انکے حقوق اور مفادات کی حفاظت کی جائے گی۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خان

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔ ۲۸۷

# ۳.۱.۱۱

## وی پی مینن سے ملاقات پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ[۱]

[نئی دہلی]

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے سیکریٹری مسٹر وی پی مینن ۱۹ اکتوبر کو حیدرآباد کے مذاکرات کے بارے میں پریشان حال مجھ سے ملنے آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے وزیر سردار پٹیل نے حیدرآباد کے وفد کا تیار کردہ علیٰ حالہٖ معاہدہ تین وجوہات کی بناء پر مسترد کر دیا ہے۔

شام کے چھ بجے جب مینن سر والٹر مانکٹن کو یہ بات بتانے گئے تو وہ آپے سے باہر ہو گئے اور کہا کہ اس آخری مرحلے میں اس طرح کی گفت وشنید کا تعطل انتہائی شرمناک ہے اور یہ کہ مَیں نے جھوٹے وعدوں پر انہیں تین مہینے یہاں روکے رکھا اور یہ کہ وہ لندن جا کر حکومت ہندوستان کو بے نقاب کریں گے کہ انہوں نے کس طرح اس معاملے کو کراہت آمیز طریقے سے نمٹانے کی کوشش کی ہے۔

مَیں نے سر والٹر مانکٹن سے ملنے کیلئے پیغام بھیجا اور وہ ۷ بجے کے کچھ ہی دیر بعد میرے کمرے میں مجھ سے ملنے آ گئے۔

مَیں نے تعطل کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کیا۔ مَیں نے واضح کیا کہ آخری میٹنگ تک سردار پٹیل یا حکومتِ ہندوستان کے کسی رکن نے اس بارے میں غور تک نہیں کیا تھا کہ حیدرآباد کے الحاق کے علاوہ کوئی اور طریقہ بھی ہوسکتا ہے۔ مَیں ان کی ہدایات پر من وعن عمل کرتا تو مجھے حیدرآباد سے مذاکرات کی تکمیل کیلئے دو مہینوں کی توسیع طلب کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

تاہم یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ مَیں نے مذاکرات کیوں جاری رکھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے یقین تھا کہ مذاکرات جاری رکھنے سے ہم بالآخر ایک ایسے سمجھوتے پر پہنچ جائیں گے جو طرفین کو منظور ہوگا۔

اس حقیقت کے پیش نظر مجھے بھروسہ تھا کہ ہم الحاق سے ملتی جلتی شرائط پر بالآخر نظام

کے دستخط لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مَیں سابقہ میٹنگوں میں وزیراعظم اور ڈپٹی وزیراعظم کو علیٰ حالہٖ معاہدے کیلئے اس شرط پر راضی کر سکا کہ اس میں الحاق کی مانند شرائط معقول حد تک شامل ہیں۔

مَیں نے کہا کہ مسٹر مینن نے حسب ذیل تین نکات کی وضاحت کر دی ہے جن پر سردار پٹیل علیٰ حالہٖ معاہدہ قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں:

الف۔ اس میں باقاعدہ قانون سازی کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور چونکہ ہندوستان کیلئے یہ منظور کرنا بہت بڑی قربانی ہوگی (کیونکہ وہ لوگ حیدرآباد کیلئے واقعی قانون سازی کرنا چاہتے ہیں) اس لئے حیدرآباد کے وفد کو میرے خیال میں یہ تسلیم کر لینا چاہئے اور کوشش کر کے نظام کی منظوری بھی لے لینی چاہئے۔ سر والٹر نے اتفاق کیا کہ اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔

ب۔ بجائے اس کے کہ نظام یہ دعوت دیں کہ مملکت ہندوستان وقتاً فوقتاً ان کی افواج کا معائنہ کرے یہ استفسار اس شکل میں ہونا چاہئے۔ ''نظام کی منظوری سے مملکتِ ہندوستان نظام کی افواج کا وقتاً فوقتاً معائنہ کرے گی۔'' سر والٹر کے خیال میں یہ کچھ زیادہ مشکل کام ہے لیکن اس سے نمٹا جا سکتا ہے۔

ج۔ خارجہ تعلقات کا مسئلہ سب سے زیادہ مشکل تھا۔ اقتدارِ اعلیٰ کے دور میں نظام نے کبھی کوئی خارجہ پالیسی انجام نہیں دی تھی اور اس وضاحت پر اتفاق کیا تھا کہ معاہدے کے دوران وہ کوئی خارجہ پالیسی انجام نہیں دیں گے لیکن یہاں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ اپنی خارجہ پالیسی انجام دینے کا عمل حکومت ہندوستان کے سپرد کر دیں گے۔

سر والٹر نے کہا کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر حیدرآباد کا وفد اور نظام بہت حساس ہیں۔ اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے بعد وہ اپنی خارجہ پالیسی تحریری طور پر حکومتِ ہندوستان کو سپرد کرنا نہیں چاہتے لیکن اپنی پالیسی کو انجام نہ دینے پر ان کی رضامندی صورت حال کی خاموش قبولیت کا اظہار ہے۔

مَیں نے اس نقطۂ نظر سے اختلاف کیا۔ نظام اپنی خارجہ پالیسی پر عمل پیرا ہونے سے اقتدار اعلیٰ کی اڑچن کے سبب قاصر نہیں تھے بلکہ اس کی وجہ ان کی ریاست کا جغرافیائی محل وقوع ہے۔ حیدرآباد خشکی سے محصور ایک ریاست ہے جو ہندوستانی علاقے کے گھیرے میں ہے۔ لہٰذا حکمران آخر کس خارجہ پالیسی پر عمل کر سکتے ہیں۔

سر والٹر نے اقرار کرتے ہوئے پوچھا کہ آخر ہم چاہتے کیا ہیں۔ مسٹر مینن نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس معاہدے میں ایک صریح بیان کے ذریعے حیدرآباد کی خارجہ پالیسی مملکت ہندوستان کو تفویض کر دی جائے۔

سر والٹر نے کہا کہ یہ حاصل کرنا بہت مشکل ہوگا لیکن وہ اپنی پوری کوشش کریں گے۔

متفقہ طور پر یہ طے ہوا کہ مسٹر مینن یہ انتظام کریں کہ مسٹر سندرم اسی رات ان تین نکات پر دوسرا مسوّدہ جلد از جلد تیار کر دیں۔ اگلی صبح مسٹر مینن یہ دوسرا مسوّدہ سر والٹر کو دکھائیں گے اور سر والٹر کی توثیق کے بعد وہ اسے سردار پٹیل کو دکھائیں گے۔ جب یہ تیار ہو جائے گا تو میں حیدرآباد کے وفد سے دوبارہ ملوں گا۔

[لوئی ماؤنٹ بیٹن]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔ ۲۸۸

## ۳.۱.۱۲

## نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

حیدرآباد دکن

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ اس برصغیر کے استحکام کیلئے بھرپور کردار ادا کروں اور اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے مَیں نے پہلی مرتبہ مملکتِ ہندوستان سے معاہدہ

کرنے کی پیش کش کی تھی تا کہ دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے بارے میں مناسب انتظامات ہوسکیں۔ چونکہ یہ پیش کش مملکتِ ہندوستان نے منظور نہیں کی اس لئے مشکلات سلجھانے کیلئے اور معقول موافقت کے جذبے سے نہ صرف انتظامی معاملات کے بارے میں بلکہ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے اہم شعبوں سے متعلق بھی میں نے علیٰ حالہٖ معاہدے کی پیشکش کی تھی۔

اپنے وفد سے یہ معلوم کر کے مجھے انتہائی مایوسی ہوئی کہ یورایکسیلنسی کی حکومت کو اس پیش کش کی شرائط بھی منظور نہیں ہیں۔ وفد نے میرے سامنے ایک اور معاہدے کا مسوّدہ پیش کیا جس کے متعلق مجھے یقین دلایا گیا کہ یورایکسیلنسی کی حکومت اس میں شرکت کرنے پر تیار ہے۔ مَیں نے اور میری وزارتی کونسل نے اس معاملے پر بہت غور کیا اور ہمیں افسوس ہے کہ تجویز کردہ مسوّدہ حیدرآباد کے اس منفرد موقف سے انصاف نہیں کرتا جس کا یورایکسیلنسی نے بھی بارہا حوالہ دیا ہے۔

مجھے یورایکسیلنسی کو یقین دلانے کی ضرورت نہیں کہ میری پُر خلوص خواہش ہے کہ ہمارے مذاکرات منقطع نہیں ہونے چاہئیں۔ مجھے اتنی ہی تشویش ہے جتنی یورایکسیلنسی کی حکومت کو ہے کہ جنوب میں امن وامان بحال رہے لہٰذا مَیں ایک ایسا معاہدہ طے کرنے پر پوری طرح تیار ہوں جو حیدرآباد کے مخصوص موقف کے حسبِ حال ہو۔ مجھے بھروسہ ہے کہ یورایکسیلنسی اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اپنی حکومت سے اس علیٰ حالہٖ معاہدے کا مسوّدہ منظور کرالیں گے جس کا حوالہ آپ نے ۲۱ اکتوبر کے خط میں دیا تھا۔

میں یہ خط اپنی مذاکراتی کمیٹی کے توسط سے بھیج رہا ہوں جس میں اس وقت مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں:

۱۔ معین نواز جنگ، وزیر پولیس واطلاعات

۲۔ مسٹر پنگلے ونکٹ رامارِیڈی (Pingle Venkat Rama Reddy)، وزیر خوراک، سول سپلائز اور زراعت

۳۔ عبدالرحیم، وزیر بلدیات اور صنعت

آخری دو میری حکومت میں عوامی وزراء ہیں۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خان

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۲

## ۳.۱.۱۳

# محمد علی جناح کے ساتھ گفتگو پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔ لاہور

یکم نومبر ۱۹۴۷ء

ساڑھے تین گھنٹوں کی انتہائی مشقت طلب اور دل جمعی سے کی گئی گفتگو کے دوران کشمیر کے مسئلے نے سب سے زیادہ وقت لیا اور جونا گڑھ نے دوسری جگہ لی اور حیدر آباد کی نوبت کم سے کم آئی۔ گفتگو تینوں موضوعات کے درمیان گردش کرتی رہی اور ساتھ ہی ریاستوں پر اثر انداز ہونے والی مجموعی پالیسی پر بھی گفتگو ہوئی۔ مَیں نے اس نوٹ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان موضوعات پر اسی ترتیب میں گفتگو ہوئی تھی یا سارے تبصرے سلسلہ وار ہوئے تھے۔

### حصہ ۲۔ حیدر آباد

مَیں نے مسٹر جناح سے کہا کہ مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ کراچی میں اتحاد المسلمین کے وفد کے طرز عمل نے آپ کو بھی تنقید کا نشانہ بنا دیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ مَیں نے انہیں بتایا کہ اخباروں نے یہ خبر دی ہے کہ دو نمائندے یعنی یامین زبیری اور ان کے ساتھی کراچی میں آپ سے مل کر جب واپس حیدر آباد گئے تو افواہ کے مطابق انہوں نے نظام پر یہ اثر ڈالا کہ وہ علیٰ حالہٖ معاہدہ قبول کرنے سے مکر گئے جسے ان کی ایگزیکٹو کونسل نے تین کے مقابلے میں چھ ووٹوں سے منظور کیا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ

وہ لوگ نظام کیلئے مسٹر جناح کا پیغام لے کر آئے تھے اور نظام کے فیصلے میں تبدیلی کی یہی وجہ تھی۔

مسٹر جناح نے قطعی طور پر مجھے یقین دلایا کہ انہوں نے ان دو افراد سے اخلاقاً پانچ یا سات منٹ ملاقات کی تھی۔ ان لوگوں نے انہیں بتایا کہ نظام ہندوستان کے ساتھ الحاق کی سند پر دستخط کرنے والے ہیں اور انہوں نے مسٹر جناح سے مداخلت کی استدعا کی۔ مسٹر جناح نے جواب دیا کہ مداخلت کرنا ان کے اختیار سے باہر ہے اور اس مسئلے پر فیصلہ کرنا صرف نظام اور ان کی اپنی حکومت کے اختیار میں ہے۔

پھر مَیں نے مسٹر جناح کیلئے ان واقعات کو مختصراً دہرایا جو سر سلطان احمد نے مجھ سے ۱۳۱ اکتوبر کو بیان کئے تھے اور اس سرگذشت کی توثیق لارڈ ازمے نے اس خط سے کی جو انہیں سر والٹر مانکٹن سے موصول ہوا تھا۔

مسٹر جناح نے ایک بار پھر نہایت سنجیدگی سے تصدیق کی کہ نظام کے فیصلے میں حالیہ تبدیلی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ انہوں نے کسی قسم کا زبانی پیغام حیدرآباد نہیں بھیجا۔ کچھ عرصے پہلے انہوں نے نظام کو یہ تحریری مشورہ دیا تھا کہ وہ اس وقت دو مجبوریوں کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہندوستان سے الحاق کرتے ہیں تو حیدرآباد میں خونریزی کا امکان ہے اور اگر نہیں کرتے تب بھی خونریزی ہوگی۔ لہٰذا الحاق کے بجائے معاہدہ ہی آخری امید نظر آتی ہے۔

مَیں نے ان سے کہا کہ سر سلطان احمد کے توسط سے نظام نے ایک خط مورخہ ۳۰ اکتوبر کو مجھے بھیجا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر نئی مذاکراتی کمیٹی سے مذاکرات منقطع کر دیے گئے تو انہیں پاکستان کے ساتھ معاہدہ کرنے پر غور کرنا پڑے گا۔

مسٹر جناح نے ہنستے ہوئے کہا ”مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ آپ کو دھمکی دے رہے ہوں۔ اس معاملے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مَیں نے کبھی کسی قسم کے معاہدے پر نظام سے گفتگو نہیں کی۔“

مَیں نے واضح الفاظ میں ان سے پوچھا کہ اگر نظام آپ سے درخواست کریں تو کیا آپ حیدرآباد سے علیٰ حالہٖ معاہدہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ علیٰ حالہٖ

معاہدے کا مفہوم یہ ہے کہ تعلقات کے ایسے باہم دگر عناصر موجود ہوں جن پر علیٰ حالہٖ کی بنیاد رکھی جاسکتی ہو۔ ان کے خیال میں پاکستان اور حیدرآباد کے درمیان ایسے عناصر موجود نہیں اور جبکہ ان کا اس طرح کے معاہدے پر دستخط کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تاہم اگر انہیں پیشکش کی گئی تو اسے مسترد کرنے سے پہلے وہ اس معاملے پر محتاط انداز میں غور کریں گے۔

مَیں نے ان کی توجہ اس افسوس ناک نتیجے کی جانب مبذول کرائی کہ اگر بالفرض وہ نظام کے ساتھ ایسے وقت میں مذاکرات شروع کرتے ہیں جس وقت حیدرآباد کے مذاکرات اس مملکت کے ساتھ منقطع ہو چکے ہوں جو جغرافیائی اور آبادی کی اکثریت کے لحاظ سے ناگزیر طور پر اس کے ساتھ منسلک ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اس بات کو اپنے ذہن میں رکھیں گے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۲۹۵

## ۳.۱.۱۴

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام والٹر مانکٹن[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔ نئی دہلی

۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر والٹر

مَیں اس مبارک دن کے موقع پر آپ کو لکھنے سے باز نہیں رہ سکتا کیونکہ مَیں دو گھنٹوں میں ہندوستان کی جانب سے اس اوّلین علیٰ حالہٖ معاہدے پر توثیقی دستخط کرنے والا ہوں جسے آپ نے طے کیا تھا اور جس پر اب نظام نے دستخط کر دیے ہیں۔

لندن سے واپسی پر جب میں وفد سے ملا تو انہوں نے معاہدے میں ترمیم کرنے کی پوری کوشش کی لیکن مَیں نے ان پر واضح کیا کہ میرا تمام تر مقصد یہ ہے کہ سراسر غیر تبدیل شدہ

معاہدے پر نظام کے دستخط لئے جائیں۔ لہٰذا ترمیمات کیلئے مَیں نے ان کی درخواست مسترد کر دی۔

قدرتی طور پر مَیں نے ضمنی خط میں ترمیمات پر اتفاق کیا اور ان سے کہا کہ اس نکتے پر آپ کی گذارش کو مَیں نے پہلے ہی منظور کر لیا تھا۔ مَیں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ درحقیقت شروع سے آخر تک جیت آپ ہی کی ہوئی ہے۔

لہٰذا والٹر یہ دن آپ کا ہے اور آپ کے معاہدے پر دستخط کرتے ہوئے مَیں آپ کے متعلق ہی سوچتا رہوں گا۔

ہمیشہ سے آپ کا

ایم ڈکی (M. Dickie)

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۰۱

## ۳.۱.۱۵

## نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(خفیہ)

حیدرآباد

۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء

مجھے افسوس ہے کہ ہم حیدرآباد اور مملکتِ ہندوستان کے درمیان کسی حتمی اشتراک کا معاہدہ کرنے میں ناکام رہے۔ جیسا کہ ہز ایکسیلنسی جانتے ہیں کہ مَیں (دونوں میں سے) کسی ایک مملکت سے بھی الحاق کرنے کے حق میں نہیں ہوں البتہ ماسوا اس کے میں آپ کی حکومت سے کسی اور بنیاد پر مذاکرات کیلئے تیار ہوں۔ مَیں اب ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ ملفوف کر رہا ہوں جس پر مَیں عمل درآمد کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ آپ کی حکومت بھی اس پر دستخط کرنے کیلئے آمادہ ہو۔ مجھے بہت مایوسی ہوئی ہے کہ اتنے طویل مذاکرات کے بعد ہم کچھ اور حاصل نہ کر سکے سوائے اس کے کہ

اقتدار اعلیٰ کے سقوط سے لازمی تبدیلیوں کے ساتھ موجودہ انتظامات برقرار رکھ سکیں۔ دوسری جانب یہ بھی ضروری تھا کہ موجودہ غیر یقینی صورت حال کا خاتمہ کیا جائے اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ اب تکمیل ہونے والا معاہدہ ایک سال تک قائم رہے گا تو اس عرصے میں دونوں حکومتیں اپنے آئینی تعلقات کے بارے میں مستقل سوچ میں غرق رہنے کے بجائے انتظامیہ کے مسائل پر اپنی پوری توجہ مرکوز کرسکیں گی۔ آئینی تعلقات کے مسئلے پر ہمیں بالآخر واپس آنا پڑے گا لیکن مجھے اعتماد ہے کہ اگلے ایک سال کے دوران علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط پر ہمارے اشتراک میں دونوں جانب سے خیر سگالی کا اظہار ہوگا اور علیٰ حالہٖ معاہدے کی مدت ختم ہونے پر ہم ایک طویل المدت اشتراک کا معاہدہ طے کرسکیں گے۔ میری سمجھ کے مطابق اس علیٰ حالہٖ معاہدے کی بنیاد خوش دلانہ ہمسائیگی کے اصول پر رکھی گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یور ایکسیلنسی اور آپ کی حکومت اسی جذبے کے تحت اس پر عمل کرے گی۔ علیٰ حالہٖ معاہدہ سرانجام دینے سے مَیں بطور ایک خودمختار حاکم اپنے حقوق مستقل طور پر محدود نہیں کررہا ہوں۔ تاہم مجھے شعور ہے کہ معاہدے کی مدت کے دوران میں بعض اہم معاملات میں اپنے ان حقوق میں سے چند کا استعمال عارضی طور پر ملتوی کررہا ہوں۔

یہ بات واضح ہے کہ اس طرح کے عمومی معاہدے میں مخصوص انتظامات کیلئے حسبِ حال ترمیمات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی حکومت جتنی جلدی ممکن ہو سکے حیدرآباد میں ڈاک، تار اور ٹیلیفون کی تنظیمات پر میری حکومت سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے تاکہ مملکت کے نظام سے ہم آہنگی کے ساتھ انہیں حیدرآباد کے نظام کے طور پر چلایا جائے۔

۲۔ مزید مسائل حیدرآباد کی افواج کی تعداد اور ساز وسامان کے ہیں جن پر اس روشنی میں گفت وشنید کرنے کی ضرورت ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد داخلی امن برقرار رکھنے کیلئے حیدرآباد کی افواج اور پولیس کو اس فوج کی مدد حاصل نہیں ہوگی جو مقتدر طاقت نے ریاست میں اور اس کے قرب وجوار میں تعینات کی تھی۔ جہاں تک اسلحہ اور ساز وسامان کا تعلق ہے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ حیدرآباد کی افواج اور پولیس کیلئے ضروری سامان مہیا کرنے پر ہز ایکسیلنسی کی حکومت آمادہ ہے۔ اگر کسی وجہ سے مملکت کی حکومت ضرورت کا سامان بروقت نہیں بھیج سکتی تو آپ کی

حکومت کو پہلے اطلاع کرنے کے بعد میں کسی اور جگہ سے اس کی ترسیل کا بندوبست کروں گا۔

۳۔ بیرون ملک حیدرآباد کے سفارتی اور تجارتی نمائندوں سے متعلق میرے وفد اور آپ کی حکومت کے درمیان کافی گفت وشنید ہو چکی ہے۔ مَیں اس رعایت پر معاہدہ کرنے کیلئے تیار ہوں کہ برطانیہ میں حیدرآباد کے ایجنٹ جنرل کو بحال رکھنے پر اور کسی دوسرے ملک میں اپنا نمائندہ مقرر کرنے پر مملکت کی حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ مَیں یہ بندوبست بھی کرنے کیلئے تیار ہوں کہ اس طرح کے ملکوں میں میرے نمائندے اپنا کام مملکتِ ہندوستان کے سفارتی اور تجارتی نمائندوں کیساتھ مربوط طریقے سے کریں گے اور ایسے نمائندے مقرر کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے آپ کو اس کی اطلاع دے دوں گا۔ مجھے بھروسہ ہے کہ حیدرآباد کی درآمدی اور برآمدی تجارت پر ہز ایکسیلنسی کی حکومت میری حکومت کے ساتھ تعاون کے لئے اسی قدر آمادہ ہوگی۔

۴۔ ہمارے درمیان متعدد معاملات ایسے بھی موجود ہیں جو کافی عرصے سے طے نہیں ہو سکے ہیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ معاہدے کے نفاذ کے ساتھ ہی جلد از جلد ان کا تصفیہ ہو جائے گا۔

۱۔ اقتدارِ اعلیٰ کے ایسے کوئی فرائض باقی نہیں رہے جن پر عمل کرنے کی ضرورت ہو اور نہ ہی حیدرآباد ریذیڈنسی کو ماضی میں ریذیڈنٹ کی رہائش کے علاوہ کسی اور مصرف میں استعمال کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں اگر آپ کی حکومت اسے حیدرآباد کے حوالے کر دے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ آپ کے خزانۂ عامرہ اور اس کے اہلکاروں کیلئے فوری طور پر مناسب انتظامات بھی کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ حیدرآباد کو اسلحہ، ساز وسامان اور خصوصاً گولہ بارود فوری طور پر دستیاب ہونا چاہئے۔ جولائی سے ہمیں یہ اشیاء فراہم نہیں ہوئی ہیں اور ان کی کمیابی کی وجہ سے افواج حیدرآباد کی تربیت میں خلل پڑ رہا ہے۔

۳۔ اسی طرح فوج کے استعمال کیلئے ''ہلکی'' گاڑیوں کی درآمد میں دشواری پیش آ رہی ہے اور آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ حیدرآباد کے مخصوص حالات میں ایک وسیع علاقے پر نظر رکھنے کیلئے نقل وحرکت کی صلاحیت کس قدر اہم ہے۔

۴۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ حیدرآباد میں متعین مملکت کی افواج کا آخری دستہ اگلے مہینے کے

دوران یہاں سے چلا جائے گا۔اگر اس امر کی تصدیق ہو جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔

۵۔اصولاً اس پر اتفاق ہوا تھا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے ریاست کے اندر تمام عدالتی اختیارات حیدرآباد کو منتقل ہو جائیں گے اور اس تاریخ سے پہلے اس پر عمل بھی شروع ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔تاہم جو ریل گاڑیاں ریاست سے گذرتی ہیں ان پر پولیس کے اختیارات کے متعلق چند نکات ابھی تصفیہ طلب ہیں۔میرا خیال ہے کہ حیدرآباد کیلئے ایسے اختیارات فوراً بحال کر دیے جائیں۔

۶۔یقیناً یہ بات واضح ہے کہ سکّے ،سکّوں کی ڈھلائی اور ڈاک کے معاملات میں علیٰ حالہٖ معاہدے سے میرے حقوق منسوخ نہیں ہوئے ہیں لیکن مجھے خوشی ہوگی اگر ہز ایکسیلنسی مجھے صریحاً یہ یقین دلا دیں کہ میرے مذکورہ بالا حقوق بلا تخفیف اسی طرح جاری رہیں گے۔

۷۔اس موقع پر پاسپورٹ سے متعلق یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ سہولت کی خاطر مملکتِ ہندوستان اس انتظام پر راضی ہو جائے کہ میری حکومت کا چیف سیکریٹری یا کوئی اور موزوں افسر حیدرآباد کی رعایا کیلئے پاسپورٹ جاری کرے اور ان پر مملکت کے توثیقی دستخط ہوں۔

۸۔مجھے یقین ہے کہ اس معاہدے میں شمولیت کے ساتھ ہی ہماری حکومتیں ایک دوسرے کے علاقوں میں تخریبی تحریکوں اور پروپیگنڈے کو روکنے کیلئے سارے انتظامات کریں۔

۹۔مَیں بخوبی واقف ہوں کہ ہز ایکسیلنسی فرقہ وارانہ عناد کم کرنے میں کس قدر دلچسپی لے رہے ہیں۔لہٰذا آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اپنے پچھلے اعلانات کے مطابق میں بہت جلد ایک فرمان جاری کرنے والا ہوں جس میں بلا لحاظ ذات، پات اور عقیدے کے میری رعایا کی جانوں،ان کے حقوق اور مفادات کی حفاظت کیلئے میرے پختہ عزم کا اظہار ہوگا۔

[میر عثمان علی خان]

۱۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر ایچ۔۳۰۲

## ۳.۱.۱۶

# لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد[1]

## (خفیہ)

نئی دہلی

۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء

ہز ایگزالٹڈ ہائنس کا خط مورخہ ۲۹ نومبر بمع معاہدہ مجھے موصول ہو گیا۔ اگرچہ میری حکومت کو اور مجھے یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا ہے کہ آپ پاکستان سے الحاق کا ارادہ نہیں رکھتے تاہم ہمیں اس پر بھی افسوس ہے کہ آپ ہندوستان کے ساتھ سندِ الحاق پر عمل کرنے کیلئے بھی آمادہ نہیں۔ ریاستوں کیلئے میرے وزیر نے اپنے ۵ جولائی کے بیان میں اور خود مَیں نے ریاستوں کے نمائندوں کے سامنے اپنی ۲۵ جولائی کی تقریر میں یہ واضح کر دیا تھا کہ حکومتِ ہندوستان کی پُرخلوص خواہش ہے کہ ریاستوں کی حاکمیت بحال رہے اور الحاق کیلئے تجویز کردہ تین شعبوں کا انتظام ان کے ساتھ مساوی طور پر سرانجام دیا جائے۔ میری حکومت آپ کی اس امید کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتی ہے کہ اگر طرفین سے خیرخواہی کا سلوک ہوتا رہے تو علیٰ حالہٖ معاہدے کا باقاعدہ عمل ایک تسلّی بخش، طویل المدت اشتراک کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اپنے محلِ وقوع کی وجہ سے حیدرآباد کے مفادات ہندوستان کے ساتھ لاینفک طور پر جڑے ہوئے ہیں اور میری حکومت کو امید ہے کہ موجودہ معاہدہ تمام ہونے سے پہلے ہی حیدرآباد کیلئے ممکن ہو جائے گا کہ وہ مملکتِ ہندوستان سے الحاق کر سکے۔

۲۔ میری حکومت اس پر تیار ہے کہ وہ آپ کے نمائندوں کے ساتھ ڈاک، تار اور ٹیلیفون کی تحویل پر اور حیدرآباد کی افواج کی آئندہ تعداد اور ساز و سامان پر جتنی جلد ممکن ہو سکے گا گفتگو کرے گی۔

جہاں تک اسلحہ اور ساز و سامان کی ترسیل کا تعلق ہے تو مملکت کی حکومت آپ کی جائز ضروریات فراہم کرے گی۔

۳۔لندن میں آپ کے ایجنٹ جنرل کو بحال رکھنے پر اور اگر ضرورت پڑے تو کہیں اور بھی اسی طرح کے نمائندے مقرر کرنے پر میری حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہے اس سلسلے میں آپ کی اس یقین دہانی سے وہ بہت خوش ہے جس کی حکومتِ ہندوستان کی نظر میں بہت اہمیت ہے اور یہ کہ اس طرح کے نمائندوں کی کارروائیاں مملکتِ ہندوستان کے نمائندوں کے عمل سے ہم آہنگ رہیں گی اور ان کی یہ کارروائیاں تجارت اور کاروبار تک محدود رہیں گی۔

حکومتِ ہندوستان یقیناً حیدرآباد سے اس کی درآمدی و برآمدی تجارت پر مکمل تعاون کرنے کیلئے تیار ہے۔

۴۔آپ کے خط کے پیرا ۴ میں جن نکات کا ذکر کیا گیا ہے ان پر میری حکومت نے مجھے حسبِ ذیل بیان دینے کا اختیار دیا ہے:

ا۔ جس وقت آپ اپنے وعدے کے مطابق ہمارے خزانۂ عامرہ اور اس کے عہدیداروں کیلئے متبادل سکونت کا انتظام کر دیں گے تو میری حکومت حیدرآباد میں ریذیڈنسی کی عمارت بخوشی آپ کی حکومت کے حوالے کر دے گی۔

۲۔ میری حکومت اسلحہ اور گولہ بارود کی جلد ترسیل کیلئے ضروری اقدام کرے گی جن کا طلب نامہ آپ کی حکومت کی طرف سے وصول ہو چکا ہے۔

۳۔ میری حکومت مطلوبہ گاڑیوں کی فراہمی میں آپ کی حکومت کی مدد کرے گی۔

۴۔ میری حکومت کا قطعی ارادہ ہے کہ منظور شدہ پروگرام کے مطابق حیدرآباد کے علاقے میں اس وقت موجود افواج کو رفتہ رفتہ واپس بلا لیا جائے گا اور یہ مراجعت فروری ۱۹۴۸ء تک مکمل ہو جانی چاہئے۔

۵۔ جہاں تک عدالتی اختیارات کی مراجعت کے بارے میں بقایا نکات کا تعلق ہے تو جب آپ کا نمائندہ مقرر ہوگا اسی وقت وہ میری حکومت سے ان پر گفتگو کر سکتا ہے۔

۶۔ آپ کو یقین دلانے کیلئے مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ رائج سکّہ، سکّہ ڈھلائی

اور ڈاک کے معاملات میں علیٰ حالہٖ معاہدے سے آپ کے حقوق کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۷۔ میری حکومت پاسپورٹ کے مسئلے پر غور کرے گی جس کا ذکر آپ کے خط کے پیرا ۶ میں کیا گیا ہے۔اس معاملے میں آپ کی مدد کیلئے وہ پوری طرح تیار ہیں۔

۸۔ آپ کے خط کے پیرا ۷ اور ۸ کے حوالے سے حکومتِ ہندوستان آپ کو یقین دلاتی ہے کہ اس کی پُر خلوص خواہش بھی یہی ہے کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے اور امن وامان برقرار رکھا جائے اور اس مقصد کے حصول کیلئے وہ دل وجان سے آپ کے ساتھ تعاون کرے گی۔

۹۔ مَیں وہ معاہدہ ملفوف کر رہا ہوں جس پر مَیں نے دستخط کر دیے ہیں۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۰۳

## ۳.۱.۱۷

## وی پی مینن بنام میر لائق علی[1]

نئی دہلی

۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء

مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ حکومتِ ہندوستان اور نظام کی حکومت کے تعلقات کی جانب آپ کو متوجہ کروں۔

۲۔ حکومتِ ہندوستان کے خیال میں علیٰ حالہٖ معاہدے سے متعلق گفت وشنید میں صورتِ حال اب اس مرحلے پر پہنچ گئی ہے کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات میں کشیدگی دور کرنے کیلئے اور حیدرآباد کی سرحد کے دونوں جانب علاقوں کی سلامتی میں مزید خرابی کو روکنے کیلئے قطعی

اورفوری اقدام کرنے ہوں گے۔

۳۔حکومتِ ہندوستان نے ان تمام نقطہ ہائے نظر پر انتہائی احتیاط سے غور کیا ہے جو نظام کی حکومت کی طرف سے آپ نے اور دوسرے نمائندوں نے ان مذاکرات میں پیش کئے تھے جو جنوری ۱۹۴۸ء سے جاری تھے۔اب وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ نظام کی موجودہ حکومت علیٰ حالہٖ معاہدے کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام رہی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہے:

الف۔ اس نے خارجہ امور سے متعلق موجودہ معاہدے اور انتظامات کی خلاف ورزی اس طرح کی ہے:

۱۔ ایک بیرونی ملک یعنی پاکستان کو ۲۰ کروڑ کا قرضہ دیا ہے۔

۲۔ پاکستان میں تعلقاتِ عامہ کا افسر مقرر کیا ہے (جواب واپس بلا لیا گیا ہے)۔

ب۔ وہ دفاع سے متعلق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں اس طور ناکام رہی ہے:

۱۔ ۱۹۳۹ء کی انڈین اسٹیٹس فورسز اسکیم کے تحت ذمہ داریوں کی نفی کی ہے۔

۲۔ حکومت ہندوستان کی منظوری کے بغیر ریاستی افواج کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔

۳۔ پولیس کی سالانہ رپورٹ نہیں بھیجی گئی۔

۴۔ رضا کاروں کی مدد کی ہے اور ان سے مدد لی ہے جو کہ ایک نجی فوج ہے اور جو حیدرآباد کی فوج اور پولیس کے تعاون سے کام کر رہی ہے۔

ج۔ اس نے مواصلات میں معاہدے اور انتظامات کی مزید خلاف ورزی اس طرح کی ہے کہ حکومتِ ہندوستان کی اجازت کے بغیر یونائیٹڈ پریس آف امریکہ سے ایک معاہدہ کیا ہے کہ وہ حیدرآباد میں ایک ترسیلی اور/یا وصولی اسٹیشن قائم کرے۔

د۔ اس نے مشترکہ دلچسپی کے دوسرے معاملات میں بھی معاہدوں اور انتظامات کی مزید خلاف ورزی اس طرح کی ہے:

۱۔ نقد کاروبار کیلئے ہندوستانی سکّے کے استعمال کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔

۲۔ مونگ پھلی اور دوسرے روغنی بیجوں کی برآمد پر پابندی لگادی گئی۔

۴۔ مذاکرات کے دوران ہم نے ان خلاف ورزیوں پر آپ کی توجہ مبذول کی تھی لیکن اب تک یہ خرابیاں دور نہیں کی گئیں۔

۵۔ نظام کی حکومت اس بات کو سراہے گی کہ جیسے ہی علیٰ حالہٖ معاہدہ ہوا حکومتِ ہندوستان نے علیٰ حالہٖ معاہدے کے اہم حصے پر عمل کرتے ہوئے بولارام (Bolaram) سے ہندوستانی افواج کا انخلاء شروع کر دیا۔ فروری کے اختتام تک تقریباً پوری فوج واپس بلا لی گئی۔ حکومتِ ہندوستان اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی خواہشمند ہے۔ نظام کی حکومت اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ علیٰ حالہٖ معاہدے کی ذمہ داریاں دوطرفہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا حکومتِ ہندوستان کو توقع ہے کہ نظام کی حکومت علیٰ حالہٖ معاہدے کے تحت اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں اس کے ساتھ مکمل تعاون کرے گی اور حسبِ ذیل معاملات پر فوراً عمل کرے گی:

۱۔ حکومتِ پاکستان کو دیا گیا ۲۰ کڑور کا قرضہ واپس لے گی۔

۲۔ دفاع کے معاملات میں معاہدوں اور انتظامات کا جائزہ لینے اور ان کا تعین کرنے کیلئے ایک مشترکہ کمیشن کی تقرری پر اتفاق کرے گی۔

۳۔ پولیس کی تعداد، تنظیم اور ساز و سامان کا گوشوارہ اسی شکل میں مہیا کرے گی جیسا کہ وہ ۱۵ اگست سے پہلے کیا جاتا تھا۔

۴۔ رضا کاروں کی تنظیم پر پابندی لگائے گی۔

۵۔ وہ آرڈیننس منسوخ کر دے گی جس کے تحت ریاست میں نقد کاروبار کیلئے ہندوستانی سکّے کا استعمال غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔

۶۔ سونا، مونگ پھلی اور دوسرے روغنی بیجوں کی برآمد پر پابندی منسوخ کی جائے گی۔

۷۔ بیرونی خبروں کیلئے ترسیل اور/ یا وصولی اسٹیشن قائم کرنے پر یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کے ساتھ کیا گیا معاہدہ منسوخ کرے گی۔

۶۔ حیدرآباد میں اتحادالمسلمین کی اور سرحد پر کمیونسٹوں کی عجیب حیثیت سے حکومتِ ہندوستان کو گہری تشویش ہے۔ اس کا خیال ہے کہ حیدرآباد کے اندر اور اس کی سرحدوں کے دونوں جانب امن برقرار رکھنے کیلئے اتحادالمسلمین پر پابندی لگادی جائے اور ان کی تنظیم برخاست کردی جائے۔ اگر اتحادالمسلمین کی کارروائیوں کو فوراً روکا نہ گیا تو سنگین صورتِ حال پیدا ہوسکتی ہے جس سے نہ صرف ریاست حیدرآباد کی بلکہ متصلہ صوبے مثلاً سی پی، بمبئی اور مدراس کی سلامتی خطرے میں پڑسکتی ہے۔

۷۔ لہٰذا نظام کی حکومت سے گذارش ہے کہ وہ علیٰ حالہٖ معاہدے کے تحت اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے فوری اور قطعی اقدامات کرے اور ''اتحاد'' پر پابندی لگائے، حکومتِ ہندوستان آپ کے جلد جواب کی توقع رکھتی ہے جس میں یہ نشاندہی ہونی چاہئے کہ اس خط میں بیان کردہ معاملات پر نظام کی حکومت نے کس کارروائی کا فیصلہ کیا ہے یا اس سلسلے میں کیا کارروائی کی ہے۔

[وی پی مینن]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۰۶

## ۳.۱.۱۸

## نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

حیدرآباد دکن

۵ اپریل ۱۹۴۸ء

حیدرآباد میں جو خبریں مجھے موصول ہوئی ہیں ان سے میں یہی نتیجہ اخذ کرسکتا ہوں کہ آپ کی منسٹری آف اسٹیٹس نے میرے وزیراعظم کو جو خط بھیجا ہے وہ دراصل ایک الٹی میٹم ہے جسے دوستانہ تعلقات کی کھلی خلاف ورزی کا پیش خیمہ تصور کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا مَیں آخری مرتبہ

آپ سے اپیل کررہا ہوں کہ اس ناگہانی صورت حال کی تلافی کیلئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کیجئے۔

۲۔ مَیں خوش تھا کہ نومبر ۱۹۴۷ء کے آخر میں علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پا گیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ اگر دونوں جانب سے خیر خواہی کے ساتھ موجودہ، انتظام ایک سال یا اس سے زیادہ عرصے تک اسی طرح جاری رہے تو شکوک وشبہات زائل ہو جائیں گے اور تجربے کی روشنی میں مملکت پر انکشاف ہوگا کہ الحاق کے علاوہ کسی اور طرح کا اشتراک بھی قابلِ عمل اور تسلّی بخش ہوسکتا ہے۔

۳۔ بدقسمتی سے علیٰ حالہٖ معاہدہ ہمواری سے نہیں چل سکا۔ لیکن صورت حال کا مداوا ہو سکتا ہے اور ہماری اولین امیدوں کی تجدید ہوسکتی ہے۔ معاہدے کی عائد کردہ ذمّہ داریوں کی تشریح اور عاید شدہ ذمّہ داریوں کی تصدیق میں دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ مزید برآں اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ یہ معاہدہ اقتدار اعلیٰ کی خاص طور پر نفی کرتا ہے لہٰذا ان تعلقات سے براہ راست اور استثنائی طور پر جو نتیجہ بھی نکلے گا اور اگر وہ کسی معاہدے یا انتظامی تنظیم میں شامل نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ جس سے مسئلہ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ان دشواریوں کا حل ثالثی کے ذریعے نکالا جاسکتا ہے جیسا کہ خود معاہدے میں توقع کی گئی ہے۔

۴۔ اپنے وزیراعظم کے نام آپ کی منسٹری آف اسٹیٹس کے خط کا جو حوالہ مَیں نے دیا ہے اس میں مختلف اہمیت کی خلاف ورزیوں کی ایک مختصر فہرست دی گئی ہے جن میں سے چند پہلی مرتبہ پیش کی گئیں ہیں۔ لیکن مارچ کے شروع میں جب آپ نے میرے وفد سے دہلی میں گفت و شنید کی تھی تو اس وقت آپ نے یہ کہا تھا کہ پاکستان کو قرضہ دینے اور ریاست میں صرف میرے سکّے کے ذریعے نقد کاروبار سے متعلق قانون دراصل خیر سگالی میں بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ قرضے کے سلسلے میں میری حکومت نے آپ کی تجویز پر عمل کرلیا ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ یہ اقدام کارگر ثابت ہوگا۔ جہاں تک سکّے کے قانون کا تعلق ہے تو میرے وزیراعظم نے دہلی کانفرنس میں ایک ایسی ترمیم کرنے پر اتفاق کیا تھا جس کے تحت مسافروں کی جائز ضروریات پوری کرنے میں اس قانون کا اطلاق نہیں ہوگا۔ یہ ضروری ترمیم کی جا چکی ہے اور اس کی اشاعت بھی ہو چکی ہے۔

۵۔ مجھے اس بات کی فکر ہے کہ انگریزوں نے تو باقاعدہ طور پر مجھے اسلحہ اور ساز وسامان فراہم کیا تھا لیکن جولائی ۱۹۴۷ء سے میری افواج اور پولیس کے پاس کسی قسم کا اسلحہ، ساز وسامان اور گولہ بارود نہیں پہنچا ہے۔ مَیں نے اس موضوع پر آپ کی حکومت اور یورا یکسیلنسی سے بارہا درخواست کی ہے لیکن آپ کی حکومت نے دوسرے وسائل سے میری ضروریات حاصل کرنے پر اعتراض تو کیا ہے مگر خود اس نے ابھی تک کوئی چیز بھی فراہم نہیں کی ہے۔ اس کے نتیجے میں اپنی افواج کو مناسب تربیت دینے اور امن وامان برقرار رکھنے میں مجھے خفت اٹھانی پڑی ہے۔

۶۔ اسی طرح حکومت ہندوستان نے حیدرآباد کی تجارتی، کاروباری اور معاشی زندگی میں کشیدہ صورت حال پیدا کر دی ہے۔ کئی مرتبہ سر والٹر مانکٹن اور دوسروں کے ذریعے آپ سے مَیں نے اس اندیشے کا ذکر کیا تھا کہ اگر مَیں آزاد رہنا چاہوں گا تو حکومتِ ہندوستان معاشی بائیکاٹ کا دباؤ ڈال کر الحاق پر مجبور کرے گی یا کوئی بہانہ بنا کر میرے علاقے پر حملہ کر دے گی۔ اپنے خط مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کے پیرا ۲ میں آپ نے یہ الفاظ استعمال کئے تھے ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو اس بات کی فکر ہے کہ موجودہ حالات میں الحاق نہ کرنے کے فیصلے کو مملکت کہیں معاندانہ فعل نہ سمجھ بیٹھے اور آپ کی ریاست کی ناکہ بندی شروع ہو جائے لیکن مجھے اطمینان ہے کہ نئی مملکت کے رہنما اس طرح کا دباؤ ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔'' بعد ازاں کئی موقعوں پر آپ نے مجھے یہ یقین دہانیاں بھیجی تھیں کہ ریاست پر کسی نامناسب دباؤ ڈالنے میں آپ فریق نہیں بنیں گے اور یہ کہ اس سلسلے میں آپ کو اپنے وزیروں سے مطلوبہ ضمانتیں مل گئی ہیں۔ ہز ایکسیلنسی کو صاف صاف بتا دوں کہ ان ضمانتوں کے باوجود اور علیٰ حالہٖ معاہدے کے باوجود جس وقت سے انگریز رخصت ہوئے ہیں حیدرآباد پر روز افزوں معاشی دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ بلاشبہ آج یہ کام پوری قوت سے کیا جا رہا ہے یہاں تک کہ دوائیں، طبّی ساز وسامان اور ہسپتال کے لوازمات روک لئے گئے ہیں اور میرے عوام کو پانی کی فراہمی کیلئے کلورین دینے سے بھی انکار کر دیا گیا ہے۔ ان سب کے متعلق میری حکومت کے پاس دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔ حالیہ مہینوں میں کئی انگریز اور غیر ملکی حیدرآباد آئے ہوئے تھے اور وہ لوگ اپنے تجربے سے اس کی توثیق کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ

آپ کی حکومت کے عہدیداروں نے بھی اس دعوے کی تردید نہیں کی ہے۔اب تک مَیں نے کوئی اعلانیہ احتجاج نہیں کیا ہے لیکن اگر یہی ارادہ ہے کہ دوستانہ تعلقات کی کھلے بندوں خلاف ورزی کی جائے تو مَیں بھی خاموش نہیں رہوں گا۔موجودہ حالات میں الحاق نہ کرنے پر حیدرآباد کے فیصلے سے چاہے جو بھی اختلاف ہو دنیا کو معلوم ہونا چاہئے کہ حیدرآباد سے کس طرح کا سلوک کیا جارہا ہے۔

۷۔۱۹۴۷ء میں برطانوی حکومت نے اپنے اور میری ریاست کے درمیان طے کردہ معاہدے یک طرفہ طور پر مسترد کردیے۔آپ کو بطور شاہی نمائندہ میرا ۹ جولائی کا خط شاید یاد ہو گا۔مَیں اس خط کی نقل ملفوف کررہا ہوں کیونکہ اس کا جواب مجھے ابھی تک نہیں ملا۔مَیں نے اب تک ان دستاویزات کو شائع کرنے سے احتراز کیا ہے لیکن اب انہیں شائع کردینا چاہئے۔تاریخ یہی کہے گی کہ انگریزوں نے اپنے آزمودہ دوستوں کو اس لئے قربان کردیا کہ اب ان کی ناگوار حیثیت تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

۸۔مَیں کسی پر الزام دھرنا نہیں چاہتا لیکن دنیا کو معلوم ہونا چاہئے کہ حکومتِ برطانیہ اور ہندوستان کی نئی حکومت نے مشترکہ طور پر مجھے اس وعدے پر عمل کرنے سے محروم رکھا ہے کہ مَیں آزادی سے یہ انتخاب کرسکتا ہوں کہ آیا الحاق کروں یا آزاد رہوں۔

۹۔آپ کی دی ہوئی ضمانتوں کے بعد ہز ایکسیلنسی سے میری یہی استدعا ہے کہ وہ مجھ پر اور میری ریاست پر معاشی دباؤ کے نفاذ میں شریکِ کار نہ بنیں۔میں نے حیدرآباد میں یہ بھی سنا ہے کہ ہندوستانی فوجیں میری سرحدوں کے اطراف بھیجی اور تعینات کی جارہی ہیں تو کیا مَیں یہ نہیں پوچھ سکتا کہ ان فوجوں کا اجتماع کس مقصد کیلئے ہورہا ہے۔ہز ایکسیلنسی کی حکومت کو معلوم ہونا چاہئے کہ حیدرآباد کا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ وہ انڈین یونین کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی کرے۔مَیں ہز ایکسیلنسی کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر دباؤ کی یہ پالیسی اسی طرح جاری رہی تو مجھے خوف ہے کہ نہ صرف حیدرآباد بلکہ پورے جنوبی ہندوستان کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔

۱۰۔پچھلے سال انگریزوں نے مجھ سے مشورہ کئے بغیر میری ریاست اور ملک معظم کے

درمیان سارے سلسلے ختم کر دیے۔ کیا ہز ایکسیلنسی میرے ساتھ اب وعدہ وفا کریں گے؟ طاقتور کے مقابلے میں کمزور سے وعدہ خلافی شاید فوری طور پر نقصان دہ ثابت نہ ہو لیکن آخر میں مکافات عمل یقیناً ظاہر ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے احساسات اور جذبات کے اس بے تکلّف اور برملا اظہار پر ہز ایکسیلنسی مجھے معاف کر دیں گے۔

[میر عثمان علی خان]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۰۸

## ۳.۱.۱۹
## گورنر جنرل کیمپ آفس کا جاری کردہ پریس نوٹ[1]

کوئٹہ

یکم جون ۱۹۴۸ء

مجلسِ اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن کے تین نمائندے بغیر سابقہ اطلاع کے کوئٹہ وارد ہوئے اور قائداعظم سے ملاقات کرنے کی درخواست کی۔

انہیں آگاہ کیا گیا کہ قائداعظم کو بہت افسوس ہے کہ وہ حیدر آباد کی ایک سیاسی جماعت کے نمائندوں کو انٹرویو دینے سے معذور ہیں کیونکہ ان کے خیال میں ایسا کرنا کوتاہ اندیشی ہوگی۔ تاہم قائداعظم نے کہا کہ ان کے خیالات سے حیدر آباد اور ہندوستان کی دونوں حکومتیں پہلے ہی واقف ہیں۔ حیدر آباد ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہے اور یہ کام اس کی باقاعدہ آئینی حکومت کا ہے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کرے یا آزاد مملکت کے طور پر بحال رہے۔

ان کا خیال ہے کہ ہندوستان سے الحاق پر حیدر آباد کو مجبور کرنے کیلئے ہندوستان کو طاقت، دباؤ اور تشدّد کے طریقے استعمال نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ ایک خود مختار اور آزاد ہمسایہ ریاست سے اس طرح کا طرزِ عمل اخلاق اور انصاف کے منافی ہوگا۔

انہوں نے مزید کہا کہ ”مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ نہ صرف پاکستان کے مسلمان

بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی ہمدردیاں حیدرآباد کی جدوجہد کے ساتھ ہیں۔حیدرآباد کوایسا فیصلہ کرنے کی آزادی ملنی چاہئے جسے حیدرآباد کی آئینی حکومت مناسب تسلیم کرتی ہے کیونکہ دونوں ممالک یعنی ہندوستان اور حیدرآباد کیلئے یہی ایک آبرومندانہ طرزعمل ہوگا۔"

۱۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر ایچ۔۳۱۲

## ۳.۱.۲۰

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد[1]

## (اقتباس)

[ گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی]

۱۵ جون ۱۹۴۸ء

آپ کو بالآخر یہ لکھتے ہوئے بہت خوشی ہورہی ہے کہ حیدرآباد اور ہندوستان کے درمیان طویل اور تاخیری مذاکرات اب کامیابی سے ہم کنار ہورہے ہیں کیونکہ میر لائق علی آج آپ کے پاس حتمی دستاویزات لے کر جارہے ہیں تاکہ ان پر آپ کی توثیق ہو جائے۔

صورت حال پر یہاں گرفت رکھنا آسان نہیں تھا اور ہم سب کو اس پر اتفاق ہے کہ خوش دلی اور دوستی کی خاطر اس معاملے کو آج ہی یعنی منگل کو طے کردینا چاہئے۔

(بقیہ حصہ حذف کردیا گیا ہے)

۱۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر ایچ۔۳۱۳

## ۳.۱.۲۱

## نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

حیدرآباد دکن

۱۶ جون ۱۹۴۸ء

آپ کے ۱۵ جون کے خط کا مَیں بہت شکر گذار ہوں جو میرے وزیراعظم کے توسط سے بھیجا گیا تھا اور انہوں نے ان نکات سے متعلق بھی پوری رپورٹ مجھے دی ہے جن پر اختلافات ہوئے تھے۔ مَیں یور ایکسیلنسی کی اس پورے عرصے میں ان کوششوں کی بھی انتہائی قدر کرتا ہوں جو آپ نے ہندوستان اور حیدرآباد کے درمیان تفرقات دور کرنے میں کی ہیں اور میری پُرخلوص خواہش ہے کہ ہندوستان — حیدرآباد کا مسئلہ بہت جلد طے پا جائے۔ اس فیصلہ کن مرحلے پر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان وابستہ مسائل پر اپنی کونسل سے مشورہ کروں۔ سب سے اہم اختلاف ''فرمان'' کے مسوّدہ میں پایا گیا ہے جس کا مطلب پیرا ۲ ذیلی پیرا (۱) میں ان الفاظ کو چھوڑ دینے سے یکسر بدل گیا ہے۔ ''اس بنیاد پر جس کو مَیں بعد میں زیرِ غور لاؤں گا'' جنہیں مانکٹن کے توسط سے پہلے ہی منظور کرلیا گیا تھا اور ذیلی پیرا (۲) کے الفاظ مکمل طور پر تبدیل کردیے گئے ہیں جن کا مفہوم دہلی سے موصول شدہ اوّلین مسوّدہ سے یکسر مختلف ہے۔ یہ تبدیلیاں اس حتمی دستاویزات میں پائی گئی ہیں جو میرے وزیراعظم نے آپ سے ملاقات کے بعد مجھے پیش کی تھیں اور جو ان پر اپنی واپسی پر منکشف ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں ایک انتہائی اہم مسئلہ آزادانہ تجارت اور معاشی و مالیاتی معاملات کا ہے جسے ہمدردانہ غور کرنے کیلئے ملتوی کردیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اسے اصولی طور پر بھی قبول نہیں کیا گیا جو ہمارا پیدائشی حق ہے۔ ثالثی کیلئے بھی کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے جو کہ علیٰ حالہٖ معاہدے میں بھی موجود ہے حالانکہ مستقبل میں امکانی اختلافات کا خوش آئند تصفیہ کرنے کیلئے اس شرط کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اندریں حالات کونسل نے نظرثانی شدہ مسوّدے کی قبولیت پر سفارش کرنے سے انکار کردیا اور ملک کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اپنی کونسل سے مکمل اتفاق ہے۔ تاہم مجھے امید ہے کہ یور ایکسیلنسی کیلئے یہ ضرور ممکن ہوگا کہ وہ مذکورہ بالا نکات پر غور کریں اور

حیدرآباد کے نقطۂ نظر کیلئے گنجائش نکالیں تا کہ ہم کسی تسلّی بخش سمجھوتے پر پہنچ سکیں۔ اگر ضرورت پڑے تو اس معاملے میں مدد کے لئے مَیں اپنے وزیراعظم کو دوبارہ دہلی روانہ کر سکتا ہوں۔ ان معاملات میں یورایکسیلنسی نے جس طرح دلچسپی لی ہے اس کو مَیں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۱۴

## ۳.۱.۲۲

# منسٹری آف اسٹیٹس کیلئے جواہر لال نہرو کا نوٹ[1]

نئی دہلی

۲۰ جون ۱۹۴۸ء

## عارضی دفاعی اقدامات

معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کے علاقے سے آنے والے چھاپہ ماروں کے تعاقب میں ہماری مسلّح افواج کو ان کے علاقے میں داخلے پر ہماری ہدایات واضح طور پر ذہن نشین نہیں ہوئی ہیں یا انہیں متعلقہ مقامی افسروں تک نہیں پہنچایا گیا ہے۔[2] اسٹیٹس منسٹری کے نام سی پی حکومت کے ۱۸ جون کے تار کی نقل مَیں نے ابھی دیکھی ہے۔ ان اسباب کی بناء پر ضروری ہو گیا ہے کہ واضح ہدایات دی جائیں اور انہیں متعلقہ مقامی عہدیداروں تک پہنچایا جائے۔

میری تجویز ہے کہ حیدرآباد کے گردونواح میں ہمارے فوجی کمانڈروں کو یہ ہدایات وزارتِ دفاع جاری کرے اور متعلقہ مقامی حکومتوں کے نام وزارتِ داخلہ جاری کرے۔ یہ ہدایات حسبِ ذیل طریقے پر ہونی چاہئیں:-

مزید ہدایات کے جاری کئے جانے کے دوران ریاست حیدرآباد سے متعلق حسب ذیل پالیسی پر عمل کیا جائے گا:

''اشیائے خوردنی، نمک، طبّی ساز و سامان اور پانی صاف کرنے کیلئے کلورین کے

علاوہ باقی تمام اشیاء کا ریاستِ حیدرآباد میں داخلہ بند کر دیا جائے اور ان اشیاء کی ناکہ بندی سختی سے برقرار رکھی جائے۔ کسی چیز کے بارے میں اشتباہ ہو تو اس پر حکومتِ ہندوستان سے رجوع کیا جائے۔"[۳]

اگر حیدرآباد کے علاقے سے انڈین یونین کے علاقے میں چھاپہ مارا جائے تو ان چھاپوں کو پسپا کرنے اور چھاپہ ماروں کو سزا دینے کیلئے فوری کارروائی کی جائے۔ یہ کارروائی پولیس اور فوج کے ذریعے بھی کی جاسکتی ہے۔ اگر یہ چھاپہ مار حیدرآباد کے علاقے میں فرار ہو جاتے ہیں تو سرحد پار ان کا تعاقب کیا جائے اور انہیں سزا دی جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو چھاپہ ماروں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ واپس لایا جائے۔ یہ کام بھی فوج اور پولیس دونوں کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ ان کی تعداد مناسب ہو تا کہ سرحد پار کرنے میں ہمارے دستے کو کسی خطرے سے تحفظ حاصل رہے۔ یہ احتیاط بھی کرنی چاہئے کہ سرحد عبور کرتے ہوئے ہمارا دستہ سرحد سے اتنی دور نہ چلا جائے کہ اس کا رابطہ اپنے پڑاؤ سے منقطع ہو جائے اور وہ حیدرآباد کے اندر پھنس کر رہ جائے۔ ہماری جوابی کارروائی سرحد سے بہت آگے تک نہیں ہونی چاہئے اور ہماری فوج کو دوسری جانب منتشر نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں ایسی سنگین صورت حال درپیش ہو جس میں زیادہ فوج استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو فوراً حکومت ہندوستان سے رجوع کیا جائے۔

حیدرآباد کی سرحد پر تعینات ہماری مسلّح افواج، پولیس اور ہوم گارڈز کو چھاپے مسدود کرنے اور حیدرآباد کی جانب ہر قسم کی سمگلنگ روکنے کیلئے ہمہ وقت چوکس رہنا چاہئے۔

[جواہر لال نہرو]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔۳۱۶

۲۔ ۲۷ جون ۱۹۴۸ء کو یہ اطلاع ملی کہ ہندوستانی فوج کے دستے حیدرآباد کی سرحدوں پر صف آراء کر دیے گئے ہیں۔ یہ عمل ماؤنٹ بیٹن کی اس یقین دہانی کے یکسر خلاف تھا جو انہوں نے نظام کو ۸ اپریل ۱۹۴۸ء کو کرائی تھی کہ ہندوستان کا یہ ارادہ نہیں کہ وہ حیدرآباد کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی کرے۔

۳۔ ۲۱ جون ۱۹۴۸ء کو نہرو نے منسٹری آف اسٹیٹس کیلئے یہ ہدایات جاری کیں: (الف) حیدرآباد جانے والے تمام ہوائی جہاز جب کسی ہندوستانی ہوائی اڈے پر رکیں تو اسلحہ کیلئے ان کی تلاشی لی جائے۔ (ب) حیدرآباد کے ساتھ مالیاتی لین دین بند کر دیا جائے۔ (ج) حیدرآباد کے آر پار مواصلات کو مسدود کرنے کی کوشش کی جائے۔

# ۳.۱.۲۳

# پاکستان ہائی کمیشن، لندن بنام دفترِ خارجہ، کراچی[1]

## پاکستان ہائی کمیشن۔لندن

۷ جولائی ۱۹۴۸ء

حیدرآباد۔کشمیر تنازعات پر بحث کرتے ہوئے کل دارالعوام میں مسٹر چرچل اور مسٹر ایٹلی نے اپنے دلائل میں ایک دوسرے کی جماعت پر سخت طعن و تشنیع کی۔حکومت پر یہ الزام لگاتے ہوئے کہ اس نے والیانِ ریاست اور اچھوتوں سے کئے ہوئے برطانوی وعدوں سے کنارہ کشی کر لی ہے مسٹر چرچل نے کہا کہ جس ریاست کو انہوں نے خودمختار آزادی کا درجہ دینے کا یقین دلایا ہے اسے دم گھٹ کر، بھوک اور تشدد سے مغلوب ہوتا نہ چھوڑیں۔سویٹزرلینڈ، چیکوسلاواکیہ اور آسٹریا سے دلچسپ تقابل کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا ''آخر کب سے ان ملکوں کی آزادی کے حقوق متصادم یا مشتبہ ہوئے ہیں جو دوسرے علاقوں میں گھرے ہوئے ہیں۔مَیں کہتا ہوں کہ حیدرآباد کو مطلق اور غیر منقسم درجۂ آزادی حاصل ہے اور وہ ہر طرح اقوام متحدہ کی رکنیت کا مستحق ہے بشرطیکہ وہ تنظیم اسے منظور کرے۔'' مسٹر چرچل نے مزید کہا ''ہندوستان کی مرکزی حکومت نے حیدرآباد کی سخت ناکہ بندی کی ہوئی ہے جو اس ناکہ بندی سے مشابہ ہے جو سویٹ حکومت اب برلن میں نافذ کر رہی ہے سوائے اس کے کہ یہاں برلن کے ۲۵ لاکھ کے مقابلے میں بے بس لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے یعنی ایک کروڑ ستر لاکھ۔علاوہ ازیں اس ناکہ بندی میں بہت سخت امور بھی شامل ہیں مثلاً ادویات اور ہسپتال کے ساز و سامان پر پابندی۔

مَیں ایسے متعدد مراسلات پیش کرنے کیلئے تیار ہوں جو واضح طور پر بتاتے ہیں کہ کس طرح ادویات کو ان صوبائی حکومتوں نے روک رکھا ہے جن میں کانگریس کا غلبہ ہے۔تین مہینوں سے حیدرآباد میں کلورین نہیں آئی ہے۔مہلک وباؤں سے بچاؤ کیلئے پانی اور ہسپتالوں میں کلورین کا استعمال انتہائی ضروری ہے''۔مسٹر چرچل نے مدراس میں مسٹر نہرو کی تقریر کا حوالہ دیا اور تقریر کے اس حصے پر خاص طور پر زور دیا ''اگر اور جس وقت ہم اسے ضروری سمجھیں تو ہم ریاستِ

حیدرآباد کے خلاف فوجی کارروائیاں شروع کردیں گے'' مسٹر چرچل نے کہا کہ آسٹریلیا کو ہڑپ کرنے اور چیکوسلاواکیہ کو مغلوب کرنے سے پہلے ہٹلر بھی یہی زبان استعمال کرسکتا تھا۔

مسٹر چرچل نے حکومت سے پوچھا کہ انہوں نے حیدرآباد کی مالیاتی حیثیت کے تحفظ کیلئے کیا قدم اٹھایا ہے۔ انہوں نے حکومت کو یاد دلایا کہ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے اسٹرلنگ واگزار کر کے حکومتِ ہندوستان کو مراعات دی ہیں لیکن کیا حیدرآباد کیلئے بھی کوئی اہتمام کیا گیا ہے جس نے ہمیں بھاری عطیات دیے ہیں اور خود کو برطانوی حکومت کا قابلِ اعتماد حلیف ثابت کیا ہے۔ مسٹر چرچل نے کہا ''رنگ اور مسلک سے قطع نظر اخلاقی ذمہ داری سے اجتناب پر ہندوستان کے لوگوں کو بھی اسی طرح تنقید کا نشانہ بنایا جانا چاہئے جس طرح دنیا کے دوسرے لوگوں کو کیا جاتا ہے۔ اگر حیدرآباد کی آزادی پر نہرو حکومت نے کوئی جارحانہ اقدام کیا تو اس سے تاج شاہی کے وقار پر بھی اثر پڑسکتا ہے'' مسٹر چرچل نے کہا ''علاوہ ازیں نظام کی حکومت نے حیدرآباد میں استصواب کروانے پر اتفاق کیا تھا بشرطیکہ وہ منصفانہ اور اقوام متحدہ کے تحت ہو اور املاک کے معیار کے بجائے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منعقد کرایا جائے۔'' انہوں نے واضح کیا کہ حیدرآباد میں پچاس لاکھ اچھوت بستے ہیں جن کے پاس کوئی جائیداد نہیں ہے لہٰذا اگر استصواب کی بنیاد جائیداد کے معیار پر رکھی گئی تو یہ سب لوگ ووٹ دینے سے محروم ہوجائیں گے۔ ہندوستان میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پچاس لاکھ لوگ نظام کی حکومت کے حق میں اپنا ووٹ ڈالیں گے کیونکہ انہیں اس حکومت سے بہتر برتاؤ کی امید ہے۔

نہرو حکومت کی غیر مستقل پالیسی کو بے نقاب کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا کہ کشمیر کے معاملے میں ہندوستان نے حکمران کی خواہش منظور کرنا قابلِ ترجیح سمجھا لیکن حیدرآباد کے معاملے میں ان کا تقاضہ یہ تھا کہ مستقبل متعین کرنے کیلئے عوام کی خواہش ہی رہنما اصول ہونا چاہئے۔

مسٹر ایٹلی نے جواب دیتے ہوئے مسٹر چرچل کو ہندوستان اور نظام کے درمیان علیٰ حالہٖ معاہدہ یاد دلایا جس میں نظام نے صراحتاً اپنے خارجی تعلقات انڈین یونین کو سپرد کردیے تھے۔

مسٹر ایٹلی نے کہا کہ ہر شخص پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ ڈومینین کا درجہ حاصل ہوتے ہی اقتدار اعلیٰ ساقط ہو جائے گا۔

مسٹر چرچل نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ ''مَیں اپنی دلیل کی بنیاد اقتدار اعلیٰ پر نہیں بلکہ عام شائستگی اور انصاف پر رکھ رہا ہوں۔''

مسٹر ایٹلی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہندوستان پر برطانیہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد اس کی ذمہ داریاں اور اس کے معاہدے بھی ختم ہو جانے چاہئیں۔ معاہدوں کی تردید یک طرفہ نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس معاملے پر ریاستوں کے نمائندوں اور حیدرآباد کے نمائندوں سے مفصل گفت وشنید ہو چکی تھی۔

ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق قانونی طور پر ہوا تھا اور تنازعہ اس وقت ظاہر ہوا جب اقوام متحدہ میں ایک شکایت پیش کی گئی کہ حکومتِ پاکستان انڈین یونین کے داخلی امور میں مداخلت کر رہی ہے جس میں ریاست کشمیر شامل ہو چکی ہے۔

اقوام متحدہ کا ایک کمیشن اس وقت کشمیر میں ہے اور اسے پوری امید ہے کہ وہ ٹھیک وہی چیز حاصل کرے گا جو مسٹر چرچل چاہتے ہیں یعنی منصفانہ استصواب۔

مسٹر ایٹلی اور مسٹر چرچل کے درمیان پُر جوش بحث چھڑ گئی۔ مسٹر چرچل بیٹھے بیٹھے بیچ میں بول پڑے ''دھونس نہ جماؤ محض اس بناء پر کہ تمہاری اکثریت ہے''۔

مسٹر ایٹلی ''عزت مآب ہمیشہ یک طرفہ حقائق ہی کو اپنایا کرتے ہیں۔ مجھے دونوں فریقوں کی بات سننی پڑتی ہے اور مَیں اپنی معلومات دونوں جانب سے حاصل کرتا ہوں۔ مَیں مسٹر چرچل کی پہلے سے قائم کی ہوئی اس رائے پر نہیں چل پڑتا کہ ہندو جو کام بھی کرتے ہیں غلط کرتے ہیں۔''

مسٹر چرچل نے کہا ''آپ کو یہ بات کہنے کا حق ہرگز حاصل نہیں ہے۔ مَیں اس الزام کو بلا تنقید کے نظر انداز نہیں ہونے دوں گا کہ مَیں اپنی بات شروع ہی اس قائم کردہ رائے سے کرتا ہوں کہ ہندو جو کام بھی کرتے ہیں غلط کرتے ہیں۔ میرے خیال میں وزیر اعظم نے ایک ایسا

شرمناک بیان دیا ہے جو انہیں زیب نہیں دیتا اور یہ الزام مجھ پر اس امید سے تھوپا گیا ہے تا کہ کروڑوں لوگوں کو میرا دشمن بنا دیا جائے۔''

جب مسٹر چرچل اپنی کرسی پر بیٹھ گئے تو حزبِ اختلاف نے خوب تالیاں بجائیں اور ''واپس لو'' کے نعرے لگائے۔

مسٹر ایٹلی نے اپنے الزام کو دہرایا کہ مسٹر چرچل اپنے حقائق ہمیشہ ایک ہی جانب سے منتخب کرتے ہیں۔ اس بات سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اور ان کا خیال نہیں کہ اس معاملے میں مسٹر چرچل اپنی پوری جماعت کی ترجمانی کر رہے تھے۔ انہیں (مسٹر ایٹلی کو) ایک جانب سے ناکہ بندی کی اطلاعات اور شکایتیں موصول ہو رہی تھیں اور دوسری جانب سے قطعی تردید۔

انڈین یونین وہی کچھ کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس کی تجویز مسٹر چرچل کر رہے ہیں۔ انہوں نے کسی غیر جانبدار اور آزاد ادارے کے تحت بالغ رائے دہی کی بنیاد پر استصواب کرانے کے فیصلے کا حوالہ دیا۔

مصالحت کرانے کی پیشکش کرنا ہمیشہ دانشمندی نہیں ہوا کرتی۔ ہم اس مسئلے کے تصفیے کی امید کر رہے ہیں اور ہم نے مستقل یہی ترغیب دی ہے کہ کسی بھی جانب سے کوئی دباؤ نہیں پڑنا چاہئے۔

ہندوستان کے معاملات میں کسی خاص وقت پر مداخلت کر کے ایک فریق پر سارا الزام عائد کر دینا ایک انتہائی احمقانہ اور انتہائی خطرناک فعل ہے۔ لوگوں کو فیصلہ کرنے کیلئے حکومت نے مکمل اور منصفانہ طریقوں پر استصواب کرانے کی پوری کوشش کی ہے۔''

اپنا بیان ختم کرتے ہوئے مسٹر ایٹلی نے کہا کہ اِن مشکل حالات میں انسان کو چاہئے کہ وہ بات کرنے میں احتیاط برتے۔ اسی طرح اسے بہت احتیاط چاہئے کہ وہ معاملات کے بارے میں موجودہ واقعات کے بجائے گذشتہ تعصّبات کی بناء پر فیصلہ نہ کرے۔ بدقسمتی سے جب بھی مسٹر چرچل ان معاملات پر گفتگو کرتے ہیں تو مجھے یہ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ ہندوستان میں متنازع جماعتوں کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے یا ہندوستان اور پاکستان اور باقی دولتِ مشترکہ کے درمیان تعلقات کو قریب تر کرنے کیلئے کچھ کریں گے۔

درحقیقت مَیں یہ جانتا ہوں کہ لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے—صرف ان لوگوں ہی نے نہیں جو اس ایوان میں اس جانب بیٹھے ہیں— بلکہ انتظامیہ اور تاجر برادری سے تعلق رکھنے والے متعدد لوگوں کے بھی یہی احساسات ہیں جو قدامت پسند ہیں اور جو مدتوں ہندوستان کے واقفِ حال رہے ہیں جو ایک بات پر متفق ہیں— ہندوستان کے مسئلے پر مسٹر چرچل کی مداخلت پر وہ لوگ افسوس کرتے ہیں۔"

## مباحثے کی حدود

بحث شروع ہونے سے پہلے مسٹر ایٹلی نے اسپیکر سے پوچھا کہ کیا ہندوستان اور پاکستان پر بحث کی کوئی حد مقرر کی گئی ہے کیونکہ اب یہ دونوں خودعنان مملکتیں ہیں۔

مسٹر چرچل نے فوراً احتجاج کیا کہ یہ بات تکلیف دہ ہے کہ حزبِ اختلاف کے رہنما کی حیثیت سے انہیں اتنے مختصر وقت میں وزیراعظم کے رویّے سے آگاہ کیا گیا ہے۔ چار دن قبل انہوں نے اخلاقاً اور خود ان کی سہولت کیلئے مسٹر ایٹلی کو لکھا تھا کہ وہ اس معاملے کو اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خط میں بیان کیا گیا تھا:

"ان ریاستوں کے بارے میں آپ کے بلکہ ہمارے وعدوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس موقع پر ایوان میں موجود ہوں گے کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے جو ہز میجسٹی کی گذشتہ اور موجودہ حکومت کی نیک نامی کو متاثر کرتا ہے۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد اور کشمیر دونوں کی مرضی ہے کہ ان کی قسمت کا فیصلہ استصواب کے ذریعے ہو اور اقوام متحدہ کے تحت ہو بشرطیکہ رائے دہی کی بنیاد بالغ رائے دہی پر ہو نہ کہ ملکیتی حیثیت پر۔ یہ حل میری نظر میں ایسا ہے جس کا جمہوریت پر یقین رکھنے والے انکار نہیں کر سکتے اور آپ سے میری اپیل ہے کہ اسے آگے بڑھانے میں مدد کریں۔ اس کے بغیر کافی خون خرابہ ہونے کا امکان ہے اور ہمارے عہد و پیمان بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو سکتے ہیں۔

مسٹر چرچل نے گلہ کیا "مجھے حیرت ہوئی کہ وقفے کے دوران مَیں نے یہ نہیں سنا کہ وزیراعظم نے ان ساری باتوں کو غیر متعلق سمجھا ہے۔ جس وقت ایوان میں انہوں نے یہ مسئلہ اٹھایا

تھا تو ساتھ ہی مجھے ایک خط بھی بھیجا کہ ان کی نظر میں اگرچہ قول وقرار پر گفت وشنید ہوسکتی ہے لیکن حیدرآباد اور کشمیر سے متعلق کسی چیز پر بھی گفتگو نہیں ہوگی۔ مجھے یہ خط انہوں نے آج صبح بھیجا تھا۔

مسٹر ایٹلی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ انہوں نے یہ بات سمجھا دی تھی کہ ہم سلامتی کونسل کے رکن ہیں لہٰذا حیدرآباد اور کشمیر پر کونسل جو بھی کارروائی کرتی ہے اس کے بارے میں اپنے رویّے کا اظہار کرنا حکومت کا فرض بنتا ہے۔ اس بات پر غور کرنا انتہائی اہم ہے کہ ایوان کے مباحثے میں دولتِ مشترکہ کی مملکتوں کے داخلی امور پر کیا کچھ کہا جاسکتا ہے۔

مسٹر چرچل نے کہا کہ مسٹر ایٹلی نے ایک خط اسپیکر کو بھیجا تھا اور اس کی ایک نقل انہیں بھیجی۔ اس خط میں ایک ایسے فیصلے کا مطالبہ کیا گیا تھا جس کے تحت ایوان میں کشمیر اور حیدرآباد کے امور پر گفتگو نہ ہوسکے۔

مسٹر چرچل کا اصرار تھا کہ ''اس کی وجہ سے پارلیمانی طریقۂ کار کے پورے مستقبل کے متعلق نہایت اہم مسائل کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اگر وہاں یا کسی دوسری ڈومینین میں کوئی آفت آجائے یا دو ڈومینینوں کے درمیان تصادم ہوجائے تو کیا دارالعوام ہی دنیا میں ایک ایسی جگہ ہوگی جہاں اس پر گفتگو نہیں کی جاسکتی؟

اسپیکر نے کہا کہ جب تک وزراء کی ذمہ داری موجود ہے اسپیکر کیلئے یہ کہنا مشکل ہے کہ اس یا اُس بارے میں گفت وشنید نہیں ہونی چاہئے۔

مباحثہ شروع کرتے ہوئے مسٹر لائڈ (قدامت پسند ویرال) نے کہا کہ حیدرآباد کے حقائق سے اس ملک میں ہندوستان کے بہی خواہوں کو شدید تشویش ہوگی۔ اگر صورت حال کو اسی طرح جاری رہنے دیا گیا تو فرقہ وارانہ فسادات دوبارہ شروع ہوجائیں گے اور ان میں شاید پورے ہندوستان کے مسلمان بھی شامل ہوجائیں اور اس مرتبہ پچھلے خزاں سے کہیں زیادہ خون خرابہ ہوسکتا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ایچ۔ ۳۱۷

# ۳.۲

# کشمیر

## ۳.۲.۱

## چودھری حمید اللہ بنام کے ایچ خورشید[1]

(اقتباس)

جموں

۲۴ فروری ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر خورشید

مَیں شوکت کا ایک خط ملفوف کر رہا ہوں۔ آپ کی طاقت کا وہ کچھ زیادہ ہی اندازہ لگا رہے ہیں۔ بہر حال ان پریشان کن حالات میں آپ ہمارے لئے کچھ کر سکتے ہیں تو کر گذریں۔

آپ کا مخلص

حمید اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۱۸

# ۱۔۲۔۳ کا ملفوفہ

## ایم شوکت علی بنام کے ایچ خورشید

سب جیل۔ ریاسی

۲۳ فروری ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر خورشید

ہماری نظر بندی شاید اب مستقل ہو چکی ہے۔ اب تک یہی سمجھا جا رہا تھا کہ یہ سب انتخابات کی خاطر کیا جا رہا ہے لیکن اب یہ دکھائی دیتا ہے کہ اسمبلی میں گروہ بندی بھی اتنی ہی اہم ہے اور ہماری رہائی سے کاک کے منصوبے میں خلل پڑ سکتا ہے۔ چودھری حمید اللہ کو باہر کا ماحول انتہائی جذباتی محسوس ہو رہا ہے۔ چونکہ آئینی ذرائع سے ہماری رہائی نہیں ہو سکی اس لئے لوگ راست اقدام پر زور دے رہے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے قائداعظم کو مشورے اور مدد کیلئے لکھا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ اس سارے معاملے کی جڑ کاک ہے۔ آیا آپ کیلئے قائداعظم کو یہ تجویز پیش کرنا ممکن ہو گا کہ کاک کو برخاست کرنے کیلئے وہ مہاراجہ سے رابطہ قائم کریں؟ مجھے بتایا گیا ہے کہ پولیٹکل ڈپارٹمنٹ نے عدم مداخلت کی پالیسی اپنا لی ہے لہٰذا براہ راست بات کرنا ہی کارگر ہو سکتا ہے۔ جب تک کاک سربراہ رہے گا بہتر حالات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ ہماری تنظیم میں انتشار پھیلانے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ اب وہ کشمیری اور غیر کشمیری مسئلے کو ہوا دے رہا ہے۔ ہر ایک کو اس کی قیمت کے مطابق عہدے پیش کئے جا رہے ہیں۔ کاک کے یہی اسلوب اور چالبازیاں ہیں جنہیں کوئی خوددار جماعت برداشت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کاک سے چھٹکارا ملنا چاہئے۔

ذاتی طور پر مجھے یقین ہے کہ اگر لیگ کی پالیسی ریاستوں میں عدم مداخلت کی نہ ہوتی تو ہم مایوسی کی حالت میں خود کو اکیلا نہ پاتے۔ مَیں اعلیٰ سیاسی مصلحت کی بناء پر اس طرح عمل کی ضرورت سے غافل نہیں ہوں لیکن میرے خیال میں کشمیر کے امور میں عملی دلچسپی لینے کیلئے اس طرزِ عمل میں بالواسطہ ہی سہی تھوڑی سی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ ممدوٹ، دولتانہ، نشتر، قیوم وغیرہ سب

لوگ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں لیکن قائداعظم کی اجازت کے بغیر یہ لوگ بے بس ہیں۔ مَیں نے یہاں کی سیاسی صورت حال کا مختصر خاکہ آپ کو پیش کیا ہے اور امید کرتا ہوں کہ آپ کوئی مثبت قدم اٹھائیں گے۔

آپ کا مخلص

شوکت

## ۳.۲.۲

## میر عبدالعزیز بنام کے ایچ خورشید[1]

سرینگر

۱۴ مارچ ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر خورشید

اکتوبر ۱۹۴۶ء سے کچھ مہینے قبل نیشنل کانفرنس نے اپنی ''کشمیر چھوڑ دو'' مہم کا آغاز کیا تھا اور قدرتی طور پر عوام اس کرتب سے متاثر ہو کر نیشنل کانفرنس کی طرف مائل ہونے لگے۔ میری سوچ کے مطابق اس وقت مسلم کانفرنس کے رہنماؤں کا یہ فرض تھا کہ وہ یا تو ''کشمیر چھوڑ دو'' کی تحریک میں کود پڑتے اور اس طرح اپنے انجام کو پہنچ جاتے یا ''کشمیر چھوڑ دو'' کی تحریک پر لعنت بھیجتے کیونکہ اسے کانگریس کی پشت پناہی حاصل تھی اور مقامی حکومت کی مدد سے کشمیر کی سیاست میں اپنے قدم جما لیتے۔ مسلم کانفرنس نے ان دونوں میں سے ایک کام بھی نہیں کیا۔ درحقیقت عباس سمیت مسلم کانفرنس کے رہنما نے لاشعوری طور پر ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک کی افادیت کو تسلیم کر لیا تھا۔ عباس کا خیال تھا کہ ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک سے مسٹر عبداللہ کو تقویت حاصل ہوئی ہے اور انہوں نے (عباس نے) یہ موقع گنوا دیا ہے۔ ۱۹۴۲ء میں جب کانگریسی جیلوں میں بند ہو گئے تو مسٹر جناح جیسے پُرسکون رہنما کا رویہ اس سے مختلف تھا لیکن ہر مسلمان تو جناح نہیں ہو سکتا۔

انڈین نیشنل کانگریس کے سہارے نیشنل کانفرنس کا کشمیر کی سیاست میں اب بھی ایک

اعلیٰ مقام ہے۔ایسے وقت میں جبکہ نیشنل کانفرنس اور حکومت آپس میں گتھم گتھا ہیں مسلم کانفرنس کیلئے یہ مناست نہیں کہ وہ حکومت کے خلاف مظاہرے شروع کرے۔اگر مسلم کانفرنس اس وقت مظاہروں کی ابتداء کرتی ہے تو اس کا فائدہ مسلم کانفرنس کے بجائے نیشنل کانفرنس کو ہوگا۔میرا ذاتی خیال اب بھی یہی ہے کہ وہ وقت ابھی دور ہے جب حکومت کے خلاف آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس راست اقدام یا مظاہرے جیسی کوئی چیز شروع کرسکتی ہے۔

دارالعوام میں ایٹلی کے حالیہ بیان نے ہندوستانی ریاستوں میں سیاست کا رخ بدل دیا ہے ریاستوں میں اب لیگ اور کانگریس کچھ نہیں کرسکتیں۔ریاستوں میں ہم لوگ اپنے کھیل کو برطانوی ہند کے لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

آپ کا انتہائی مخلص

میر عبدالعزیز

ا۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۳۲۰

## ۲.۲.۳ کا ضمیمہ

## کیبنٹ مشن کیلئے شیخ عبداللہ کی یادداشت[1]

آج کشمیر کے عوام کا قومی مطالبہ صرف یہی نہیں کہ ذمہ دار حکومت کا ایک نظام قائم ہو جائے۔اصل مسئلہ تو ڈوگرا گھرانے کی آمرانہ حکومت سے نجات حاصل کرنا ہے۔

تقریباً سو سال پہلے کشمیر کے عوام ایسٹ انڈیا کمپنی کے حریص کارندوں کے ایک کاروباری سودے کا شکار بن گئے تھے۔۷۵ لاکھ سکھ روپوں (۵ لاکھ پاؤنڈ سے کم) کے بدلے کشمیر کے عوام، اس کی زمین اور مضمر دولت کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ بیچ ڈالا گیا جو سکھ راج کا ایک منصب دار تھا۔ہم اس بیع نامے کے اخلاقی اور سیاسی جواز کو چیلنج کرتے ہیں جس میں کشمیر کے عوام کبھی فریق نہ تھے اور جو ۱۸۴۶ء سے ان کی غلامی کی دستاویز ہے۔

اس وقت جب کہ ہندوستان کے باشندوں کا مستقبل زیرِ غور ہے اور برطانوی کیبنٹ

مشن مستقبل کا ایک آئینی نمونہ وضع کرنے میں مشغول ہے، والیانِ ریاست کے میثاقی حقوق کا مسئلہ ریاستوں کے عوام، اس کے حکمران طبقے اور مقتدر طاقت کے درمیان زیرِ بحث ہے۔ کشمیر میں ہمارے لئے یہ معاملہ انتہائی اہم ہے کہ ہماری موجودہ حیثیت کا تاریخ کے سیاق وسباق میں ازسرِنو جائزہ لیا جائے۔

ہمارے قضیے کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ وہ بیع نامہ جس کے تحت کشمیر ڈوگرا خاندان کے زیرِ فرمان آیا ہے اسے وہ مراعات عطا نہیں کرتا جن کی دعوے دار وہ ریاستیں ہیں جو دیگر الفاظ میں میثاقی حقوق کے تحت حکومت کر رہی ہیں۔ گویا کہ کشمیر کا مقدمہ ایک منفرد بنیاد پر قائم ہے اور کشمیر کے عوام کیبنٹ مشن کی توجہ برطانوی اقتدار کے خاتمے کے بعد اپنی جائز آزادی کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ ۱۸۴۶ء کا بیع نامہ جسے معاہدۂ امرتسر کا غلط نام دیا گیا ہے وہ اس معاملے کو واضح کرتا ہے۔

کوئی بیع نامہ چاہے کتنا ہی مقدس کیوں نہ ہو وہ چالیس لاکھ مردوں اور عورتوں کو ایک آمر کے تحت غلامی میں رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا جب کہ ایک آمر کی حکومت کے تحت رہنا ان کی مرضی کے خلاف ہو چکا ہے۔ ہم کشمیر کے لوگ اپنی تقدیر خود بنانے پر کمر بستہ ہیں اور ہم کیبنٹ مشن کے ارکان سے اپیل کرتے ہیں کہ ہمارے مقدمے کے برحق ہونے اور اس کی پختگی کو تسلیم کریں۔

ہندوستان کے وسیع برصغیر کے شمال مغرب میں کشمیر محض ایک جغرافیائی اظہار نہیں ہے جو اپنی خوبصورتی اور قدرتی دولت کیلئے مشہور ہے بلکہ حربی حیثیت سے یہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں ہندوستان، چین اور روس کی سرحدیں ملتی ہیں۔ لہٰذا اسے ایک بین الاقوامی اہمیت بھی حاصل ہے۔ ہمارا وطن کشمیری عوام کا گہوارہ ہے جو اپنی زبان، ثقافت اور روایات کی یکسانیت اور مصیبتیں جھیلنے کی مشترکہ تاریخ کی بناء پر آج ہندوستان کی ایک ایسی منفرد جگہ بن گیا ہے جہاں تمام فرقے اس متحدہ قومی مطالبے کی حمایت کر رہے ہیں۔

۱۔ محمد یوسف سراف، ''کشمیری فائٹ فور فریڈم، ۱۹۴۶ء-۱۸۱۹ء''، جلد اول، لاہور، ۱۹۷۷ء، صفحات ۶۶۹ اور ۶۷۰

# ۳.۲.۳

## جواہر لال نہرو بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

۱۷ پارک روڈ۔ نئی دہلی

۱۷ جون ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

آپ نے مجھ سے کشمیر پر ایک نوٹ بھیجنے کیلئے کہا تھا اور مَیں نے اس کا وعدہ بھی کیا تھا۔ مَیں اب یہ نوٹ ملفوف کر رہا ہوں۔

امید ہے کہ کشمیر میں آپ کی چھٹی کے ایام خوشگوار گذریں گے اور آپ تازہ دم ہو کر واپس آئیں گے۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۲۴

## ۳.۲.۳ کا ملفوفہ
## کشمیر پر ایک نوٹ

نئی دہلی

۱۷ جون ۱۹۴۷ء

ریاست اندازاً تین حصوں پر مشتمل ہے۔ خاص کشمیر، جموں، لداخ، بلتستان، سکردو اور کارگل۔ موخر الذکر مقامات میں آبادی کم ہے جہاں بدھ لوگ بڑی تعداد میں بستے ہیں۔ جموں زیادہ تر پنجاب کا تسلسل ہے۔

خاص کشمیر ایک واضح ثقافتی اور لسانی وحدت ہے جس کی ایک طویل تاریخ ہے۔ ماضی میں یہ بدھ مت اور سنسکرت کی تعلیم کا ایک عظیم مرکز ہوا کرتا تھا۔ کشمیر کے ہندو اور مسلم عوام

ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے ہندوؤں اور مسلمانوں سے کہیں زیادہ ایک دوسرے کے ساجھے دار ہیں۔ان کی زبان کشمیری ہے۔ان کا لباس، خوراک اوران کے سماجی رواج بھی تقریباً ایک جیسے ہیں۔ چند زمینداروں، سرکاری عہدیداروں اور سوداگروں کے ماسواء پورا کشمیر انتہائی غریب ہے۔

خاص کشمیر میں مسلمان ۹۲ فیصد اور پوری ریاست میں مسلمان ۷۷ فیصد اور ہندو ۲۱ فیصد اور باقی سکھ اور بدھ مت کے پیروکار ہیں۔

تقریباً پندرہ سال پہلے ریاست کشمیر میں شیخ عبداللہ کی قیادت میں ایک عوامی تحریک شروع ہوئی تھی جو خود ایک کشمیری ہیں اور علیگڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ تحریک زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل تھی کیونکہ آبادی زیادہ مسلمانوں ہی کی ہے اس لئے اس کا نام مسلم کانفرنس رکھا گیا تھا اگرچہ یہ جماعت فرقہ واریت پر مبنی نہیں تھی۔شیخ عبداللہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا جس کی وجہ سے کشمیر میں فسادات پھیل گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے اوائل میں ہوا تھا۔اس کے نتیجے میں کمیٹیاں قائم کی گئیں تا کہ ان سیاسی اصلاحات کی نشاندہی ہو سکے جو عوام کیلئے نافذ کی جا سکتی ہیں۔کچھ اصلاحات نافذ کر دی گئیں اور قانون سازی کا عمل شروع ہو گیا۔

شیخ عبداللہ نے قید سے رہائی کے بعد اس تحریک کا رخ واضح طور پر قوم پرستی کی طرف موڑ دیا اور مسلم کانفرنس کا نام بدل کر کشمیر نیشنل کانفرنس کر دیا۔ ہندوستان میں مختلف ریاستوں کی عوامی تحریکوں سے کہیں زیادہ دوررس اور مقبول کشمیر نیشنل کانفرنس تھی۔

مہاراجہ ڈوگرا راجپوت ہیں اور ان کی فوج تمام تر ڈوگرا راجپوتوں پر مشتمل ہے۔ کشمیری، چاہے ہندو ہوں یا مسلمان، اس فوج سے خارج ہیں۔ سارے کشمیریوں کی یہ مشترکہ شکایت ہے۔مقبولِ عام تحریک کا اصل پس منظر معاشی ہے۔عوام کی شدید غربت کے مقابلے میں نہ صرف چند افراد کے پاس دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں بلکہ ریاستِ کشمیر کے امکانی وسائل کے تصرف کا سوال بھی ہے۔ زمینداری نظام فرسودہ اور جابرانہ اور اس پر ایک با اثر طبقے کا راج ہے۔ یہی وہ پس منظر تھا جس کی وجہ سے شیخ عبداللہ کے تحت عوامی تحریک شروع ہوئی اور سیاسی

اصلاحات اور ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کیا گیا۔ کشمیر میں مختلف اصلاحات نافذ ہونے کے بعد شیخ عبداللہ اور کشمیر نیشنل کانفرنس نے حکومت سے تعاون کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ریاست کی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لے کر بڑی تعداد میں نشستیں حاصل کرلیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی ذمہ دار حکومت قائم ہو جس میں مہاراجہ ایک آئینی سربراہ کے طور پر کام کرے۔ اس اثناء میں وزیراعظم تیزی سے بدلتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۴۵ء میں مسٹر کاک وزیراعظم بن گئے۔ نیشنل کانفرنس نے ان کی حمایت کشمیری ہونے کی بناء پر کی لیکن مسٹر کاک کا رویّہ وزیراعظم ہوتے ہی نیشنل کانفرنس کے خلاف ہوگیا۔ چونکہ نیشنل کانفرنس ریاست کی سب سے طاقتور جماعت تھی جسے عوام کی حمایت حاصل تھی اس لئے مسٹر کاک اسے برداشت نہ کرسکے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی فرقہ پرست جماعتوں کی حوصلہ افزائی شروع کردی۔ اس طرح سے نیشنل کانفرنس اور ریاستی حکام کے درمیان تعاون کا سلسلہ ختم ہوگیا اور صورت حال بتدریج کشیدہ ہوتی چلی گئی۔

۱۹۴۶ء میں جب کیبنٹ مشن یہاں آیا تو ریاستوں سمیت پورے ہندوستان میں کافی توقعات کی جانے لگیں۔ کیبنٹ مشن نے ریاستوں کے کسی نمائندے سے انٹرویو نہیں کیا جس سے ناراضگی کی کیفیت تھی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ کیبنٹ مشن کشمیر جائے گا تو کانفرنس کی طرف سے اسے ایک تار بھیجا گیا جس میں ''کشمیر چھوڑ دو'' کا نعرہ استعمال کیا گیا اور ''امرتسر معاہدے'' پر کڑی تنقید کی گئی جس کے تحت موجودہ مہاراجہ کے پردادا کو کشمیر بیچ دیا گیا تھا۔ بعد میں ''کشمیر چھوڑ دو'' کی یہ وضاحت کی گئی کہ اس کا مطلب مہاراجہ کی سرپرستی میں ایک ذمہ دار حکومت کا قیام ہے۔

کیبنٹ مشن کیلئے اس پیغام کی حمایت میں ایک زبردست تحریک پھیلنے لگی۔ کچھ ہی دنوں بعد نہرو نے شیخ عبداللہ کو دہلی آنے کی دعوت دی تاکہ صورت حال کا جائزہ لیا جاسکے۔ چار روز بعد وہ دہلی کیلئے روانہ ہوئے مگر انہیں راستے ہی میں گرفتار کرلیا گیا اور اسی وقت کثیر گرفتاریاں عمل میں آئیں اور فوج نے وادی کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ امر واضح تھا اور اس کا اقرار مسٹر کاک نے بھی کیا کہ نیشنل کانفرنس کو کچلنے کی تیاریاں بہت پہلے سے کی جارہی تھیں۔ ''کشمیر چھوڑ دو'' کے نعرے سے مسٹر کاک کو فوری اور وسیع پیمانے پر کارروائی کرنے کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔

یہ واقعہ کوئی پندرہ مہینے پہلے ہوا تھا اور اس وقت سے ریاستی حکام اور نیشنل کانفرنس کے درمیان تنازعہ جاری ہے۔ شیخ عبداللہ اور ان کے بہت سے ساتھی قید میں ہیں۔ بہت سوں پر فردِ جرم لگادی گئی ہے اور باقی حراست میں ہیں انتہائی جبر وتشدد کیا جارہا ہے جس سے عوام سخت تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ خصوصاً موسم سرما کے مہینوں میں اشیائے خوردنی اور ایندھن جان بوجھ کر منصفانہ طور پر تقسیم نہیں کئے جارہے ہیں۔ پولیس اور فوج نے ہجوم اور افراد پر گولیاں چلائی ہیں جن سے کئی افراد جاں بحق ہوئے ہیں۔

اس صورت حال کو شروع ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور اس کے نتیجے میں شیخ عبداللہ عوام میں پہلے سے زیادہ مقبول ہوگئے ہیں۔ وہاں مسلم لیگ کو ماننے والوں کی تعداد کوئی خاص نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈوگرا فوج بھی مسٹر کاک کی پالیسی سے خوش نہیں ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں مہاراجہ بالکل بے اثر اور اپنے محل میں قیدی بن کر رہ گئے ہیں۔ ریاست میں بدعنوانی کا دور دورہ ہے اور پوری حکومت ایک مختصر ٹولی کے ہاتھ میں ہے جن کے نگرانِ کار وزیراعظم ہیں۔ ہر شخص کو اس ٹولی کے خلاف سخت شکایت ہے اور وہ یہی کہتا ہے کہ جب تک مسٹر کاک وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے نہیں اترتے اس وقت تک کشمیر میں کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ خود مہاراجہ کو بھی اس کا احساس ہورہا ہے اور وہ اس بارے میں کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن مسٹر کاک نے ان کو اس قدر خوفزدہ اور تنہا کردیا ہے کہ ان کے لئے کوئی قدم اٹھانا مشکل ہوگیا ہے۔

نیشنل کانفرنس کا پہلے بھی اور اب بھی یہی موقف ہے کہ کشمیر کو ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہئے۔ مہاراجہ کی نظر میں بھی دوسری اسمبلی میں شرکت سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر یہی طرزِ عمل ہے۔ تاہم مسٹر کاک سدِ راہ بنے ہوئے ہیں اور یہ خبر بھی ہے کہ انہوں نے مہاراجہ سے کہا ہے کہ وائسرائے چاہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کی اسمبلی میں شامل ہوجائے کیونکہ جونہی وہ انڈین یونین میں شامل ہوں گے ریاست میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوجائیں گے اور یہ امکان بھی ہے کہ گردوپیش کے پاکستانی علاقوں سے دشمن لوگ کشمیر میں داخل ہوکر غدر مچائیں گے۔ مہاراجہ ڈرپوک ہیں اور الجھن میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر مسٹر کاک سربراہ رہے تو بلاشبہ وہ

خودفرقہ وارانہ فسادات کا بندوبست کریں گے۔

جب تک اہم تبدیلیوں کے ذریعے ریاست میں ایک ذمہ دار حکومت قائم نہیں ہوتی جس کے آئینی سربراہ مہاراجہ ہوں اس وقت تک کشمیر میں صورت حال کو مؤثر طریقے سے نمٹایا نہیں جاسکتا۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں اور اگر یہ راستہ اختیار نہ کیا گیا تو مہاراجہ کی حالت بتدریج غیر محفوظ ہوتی جائے گی۔ تاہم اگر مہاراجہ دوراندیشی سے ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائیں اور ریاست میں اصلاحات کے نفاذ کا اقدام کریں تو وہ عوام کی نظر میں حق بجانب ہو کر شیخ عبداللہ اور ریاست کی سب سے طاقتور جماعت کی حمایت حاصل کر لیں گے جو اگرچہ زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل ہے لیکن اس میں کئی ہندو اور سکھ بھی شامل ہیں۔

اس سے پہلے کہ یہ کام کیا جائے یہ ضروری ہے کہ فوری کارروائی کے طور پر مسٹر کاک کو برخاست کیا جائے[1] اور شیخ عبداللہ اور ان کے رفقاء کو رہا کیا جائے اور ساتھ ہی مسلم لیگ کے دوسرے سیاسی قیدیوں کو بھی رہا کیا جائے۔

کشمیر کے ساتھ جو ہو گا وہ پورے ہندوستان کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ہندوستان کے تعاون سے تیز اور پُرامن ترقی کیلئے وہاں تمام عناصر موجود ہیں۔

اگر کشمیر کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں دھکیلنے کی کوئی کوشش کی گئی تو اس کے نتیجے میں بہت ابتری پھیلنے کا خدشہ ہے کیونکہ نیشنل کانفرنس اس سے کبھی اتفاق نہیں کرے گی اور مہاراجہ کا موقف بھی دشوار ہو جائے گا۔ کشمیر کیلئے باقاعدہ اور واضح طریقِ عمل یہی ہے کہ وہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائے۔ یہ عمل عوامی مطالبے اور مہاراجہ کی خواہش کے عین مطابق ہو گا۔ یہ خیال کرنا فضول ہے کہ ایسا کرنے سے پاکستان ہنگامہ برپا کر دے گا۔

۱۔ کانگریس کی سازباز سے وزیراعظم کاک کو ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو معزول کر دیا گیا۔

# ۳.۲.۴

# لوئی ماؤنٹ بیٹن اور جواہر لال نہرو کے درمیان ملاقات کا ریکارڈ[1]

## (اقتباس۔انتہائی خفیہ)

۲۴ جون ۱۹۴۷ء

(پیرے ۱ تا ۴ حذف کر دیے گئے ہیں)

آخر میں ہم نے کشمیر پر گفتگو شروع کی مَیں نے انہیں بتایا کہ مَیں نے آخری دن (اتوار) کو ظہرانے کے بعد مہاراجہ سے اکیلے میں کوئی ایک گھنٹہ گفتگو کرنے کا اور عشائیے کے بعد کوئی ایک گھنٹہ مہاراجہ اور ان کے وزیراعظم سے گفت وشنید کا انتظام کیا تھا۔ بدقسمتی سے مہاراجہ علیل ہو کر بستر سے لگ گئے چنانچہ یہ گفتگو نہیں ہو سکی۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ یہ مہاراجہ کی پرانی چال ہے جو انہوں نے خود ان کے ساتھ بھی اس وقت چلی تھی جب وہ کشمیر میں ان سے ملنے والے تھے۔اس موقع پر انہیں ''پیٹ کا درد'' لاحق ہو گیا تھا۔

میں نے کہا کہ میرے خیال میں یہ قولنج کا درد حیلہ نہیں تھا۔ بہرحال اکٹھے نہ سہی مَیں نے مہاراجہ اور وزیراعظم مسٹر کاک سے گفتگو کر ہی لی۔ مَیں نے علیحدہ علیحدہ دونوں کو یہ مشورہ دیا:

الف۔ یہ کہ کشمیر کو کسی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ اس وقت تک نہیں کرنا چاہئے جب تک پاکستان کی دستور ساز اسمبلی قائم ہو کر صورت حال واضح نہ ہو جائے۔

ب۔ یہ کہ اس دوران میں وہ اپنی آزادی یا اپنے ارادوں کے متعلق کوئی بیان نہ دیں۔

ج۔ یہ کہ وہ دونوں ممالک سے علیٰ حالہٖ اور دوسرے معاہدے طے کر لیں۔

د۔ یہ کہ بالآخر انہیں کسی ایک دستور ساز اسمبلی میں اپنے نمائندے بھیجنے پڑیں گے۔انہیں چاہئے کہ کم از کم دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کیلئے دونوں میں سے کسی ایک ملک میں شامل ہو جائیں۔

ہ۔ یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے انہیں اپنے عوام کی رائے معلوم کرنی چاہئے اور ریاست کیلئے اکثریت جسے بہتر سمجھے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

مَیں نے کہا کہ مجھے یہ تاثر ملا کہ مہاراجہ اور وزیراعظم فرداً فرداً اس پر متفق ہیں کہ یہ مشورہ درست ہے لیکن دونوں نے یہی کہا کہ آبادی کے تناسب سے اور جغرافیائی محل وقوع کی بناء پر قبل از وقت فیصلے سے داخلی استحکام پر سنگین اثر پڑے گا۔ پنڈت نہرو نے قبول کیا کہ میرا مشورہ صحیح اور ناقابلِ اعتراض ہے۔

پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ انہیں افسوس ہے کہ مَیں کشمیر کا مسئلہ حل نہیں کر سکا اور یہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک شیخ عبداللہ کو قید سے رہا نہیں کیا جاتا اور عوام کے حقوق بحال نہیں کئے جاتے۔ نہرو یہ محسوس کر رہے تھے کہ خود انہیں اس کام میں مصروف ہو جانا چاہئے اور ان کا خیال تھا کہ اپنے دوست اور عوام کی آزادی کی خاطر جدوجہد کرنے کیلئے انہیں بہت جلد کشمیر جانا چاہئے۔

مَیں نے جواب دیا کہ مہاراجہ اور وزیراعظم دونوں نے مجھ سے خاص طور پر یہ گذارش کی ہے کہ جب تک ان کے فیصلے کا اعلان نہ ہو کانگریس یا مسلم لیگ کا کوئی رہنما کشمیر نہ آئے کیونکہ فیصلہ کرنے سے پہلے سیاسی پروپیگنڈے سے ان کی دشواریوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ چونکہ یہ دلیل پنڈت نہرو کو باز رکھنے میں کارگر ہوتی دکھائی نہیں دی اس لئے مَیں نے ان کی توجہ تمام ہندوستانی عوام کی جانب سے ان پر عائد ذمہ داری کی جانب مبذول کرائی۔ مَیں نے کہا کہ ہندوستان میں چالیس کروڑ لوگ ہیں جب کہ کشمیر میں صرف چالیس لاکھ ہیں۔ بہت جلد وہ ہندوستان کی حکومت کے وزیراعظم بننے والے ہیں اور کم از کم پچیس کروڑ عوام پر حکومت کریں گے۔ لہٰذا میری نظر میں یہ امر انتہائی بے معنی ہوگا اگر وہ مرکز میں اپنے اہم فرائض چھوڑ کر چالیس لاکھ لوگوں کے پیچھے نکل کھڑے ہوں جو شاید پاکستان میں شامل ہونا چاہیں اور ان سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھیں۔ مَیں نے انہیں اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ جب تک ان کی نئی حکومت مضبوطی سے قائم نہ ہو جائے اور ان کی غیر موجودگی بآسانی برداشت کرنے کے قابل نہ ہو وہ اپنا فرض سمجھتے ہوئے کشمیر جانے سے باز رہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۲۵

# ۳.۲.۵

# لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام مہاراجہ کشمیر[1]

نئی دہلی

۲۷(۲۸)جون ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مہاراجہ صاحب

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مَیں نے مسٹر نہرو اور مسٹر گاندھی سے وعدہ کیا تھا کہ مَیں شیخ عبداللہ کے مسئلے پر آپ سے گفتگو کروں گا۔ تاہم مَیں نے انہیں آگاہ کر دیا ہے کہ جس دن اس معاملے پر تبادلۂ خیال کا انتظام کیا گیا تھا اسی دن آپ کو قولنج کا درد شروع ہو گیا جس کی وجہ سے اس مسئلے پر گفتگو نہیں ہو سکی۔

مَیں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ کشمیر کے مستقبل کے متعلق میری آپ سے اور آپ کے وزیرِ اعظم سے گفتگو ہوئی تھی اور میرے خیال کے مطابق مَیں آپ کو اور آپ کے وزیرِ اعظم کو اس بات پر قائل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں کہ یہ بہت ضروری ہے کہ آزادی کے بارے میں کوئی بیان نہ دیا جائے کیونکہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد بھی آئینی طور پر آپ کیلئے انتخاب کی آزادی برقرار رہے گی۔ مَیں نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دونوں ڈومینین حکومتوں کے ساتھ معاہدے کریں اور یہ کہ آپ اس مسئلے پر بھی سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں کہ فوجی نقطۂ نظر سے کسی ایک نئی مملکت سے وابستہ ہو جائیں اور شاید اسی مملکت کی دستور ساز اسمبلی میں اپنا نمائندہ بھی بھیجیں بشرطیکہ اس کے نتیجے میں اس سے زیادہ وابستگی عمل میں نہ آئے جتنی کہ آپ چاہتے ہیں۔

مَیں نے مزید یہ کہا کہ آپ کو اس بات کی پریشانی ہے کہ اس وقت کہیں کوئی سیاسی رہنما دورے پر نہ آ جائے کیونکہ اس وقت کسی قسم کے پروپیگنڈے والی تقریروں سے فرقہ وارانہ جذبات ابھر سکتے ہیں اور خونریزی پر اکسایا جا سکتا ہے جس کو آپ نے اب تک کامیابی سے روکا ہوا ہے۔

نہرو بہت مضطرب تھے اور انہوں نے کہا کہ ان کے خیال میں انہیں فوراً کشمیر چلے جانا چاہئے۔ مَیں نے ان کو سمجھایا کہ میرا خیال نہیں کہ ان کی خدمات مرکز سے درگزر کی جا سکتی ہیں جبکہ

تقسیم اور انتقالِ اقتدار کی تفصیلات کا تصفیہ کرنے میں اب صرف سات ہفتے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔

پھر مسٹر گاندھی مجھ سے ملنے آئے اور انہوں نے کہا کہ مسٹر نہرو نہ جانے پر راضی ہیں بشرطیکہ ان کی جگہ وہ خود (مسٹر گاندھی) جائیں۔ تاہم گاندھی نے یہ پیشکش کی کہ اگر میری ترجیح یہ ہے کہ مسٹر نہرو کو جانا چاہئے تو وہ خود نہیں جائیں گے۔

مَیں نے ان سے کہا کہ اگر وہ مجھے یہ اطمینان دلا سکیں کہ وہ وہاں پروپیگنڈا کرنے میں مشغول نہیں ہوں گے تو مَیں یہ معاملہ بذاتِ خود آپ کو پیش کروں گا۔ کل مَیں نے ان کی موجودگی میں آپ کے نام ایک سرکاری خط املا کرایا جسے اب ملفوف کر رہا ہوں۔ مَیں نے اس سرکاری خط کی ایک نقل مسٹر گاندھی کو بھی بھیج دی ہے۔

میری تجویز ہے کہ آپ اپنا جواب براہ راست مسٹر گاندھی کو بھیجیں اور اگر آپ نے ان کا دورہ منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو آپ اس بات پر زور دیں کہ آپ یہ کام میرے خط میں درج شرائط کی بناء پر کر رہے ہیں۔

میرے لئے آپ کو یہ یاد دلانا ضروری نہیں کہ مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی آپ کے پاس جانے سے روکنے کا اختیار حاصل نہیں ہے لہٰذا یہ فیصلہ آپ ہی کو کرنا ہوگا کہ ان دونوں میں سے کس کو آپ کے پاس پہلے آنا چاہئے۔ ہم سب کی خاطر میری پُرخلوص امید ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کی آمد آپ کو منظور ہو تو آپ کو ان معاملات کا بندوبست اس طرح کرنا ہوگا کہ کوئی تصادم ہونے نہ پائے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اور آپ کے وزیرِ اعظم جیسے معاملہ فہم اور صورت حال سے واقف حضرات اس معاملے کو بخوبی نمٹا لیں گے۔ نہرو کے نام یورہائنس کے ۱۱ جولائی ۱۹۴۶ء کے خط کی جانب میری توجہ مبذول کرائی گئی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ پچھلے سال نہرو نے دوسری مرتبہ کشمیر کا دورہ کیا تھا جس میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۲۶

# ۵.۲.۳ کا ملفوفہ
# لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام مہاراجہ کشمیر

نئی دہلی

۲۶ جون ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر مہاراجہ صاحب

یور ہائنس کو مطلع کرنے کیلئے تحریر کر رہا ہوں کہ مَیں نے مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو سے گفتگو کی تھی جو اس وقت بھی کشمیر جانے کیلئے بیقرار ہیں۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ کانگریس کے کسی بزرگ رہنما کے کشمیر کے دورے سے جس میں تقریریں بھی ہوں گی یہ نتیجہ نکلے گا کہ کانگریس کے پروپیگنڈے کا جواب دینے کیلئے لیگ مسٹر جناح جیسے مقررین وہاں بھیجے گی اور ایک انتخابی ماحول پیدا ہو جائے گا۔ جس سے آپ بجا طور پر بچنا چاہتے ہیں کیونکہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ کشمیر میں اب تک خون خرابہ نہیں ہوا ہے اور پُر جوش سیاسی تقریروں سے یہ خونریزی شروع ہو سکتی ہے۔

مسٹر گاندھی نے مجھے بتایا کہ پنڈت نہرو اپنا دورہ منسوخ کرنے پر تیار ہیں بشرطیکہ وہ خود (مسٹر گاندھی) ان کی جگہ کشمیر جائیں۔

لہٰذا مَیں مسٹر گاندھی کی درخواست پر (اور ان کی موجودگی میں) آپ کو یہ تجویز پیش کر رہا ہوں کہ مستقبل قریب میں آپ ان کا دورہ منظور فرمائیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان کے لئے سہولت فراہم کریں۔

انہوں نے مجھے پختہ یقین دلایا ہے کہ وہ کوئی سیاسی تقریر یا کسی قسم کا پروپیگنڈا نہیں کریں گے۔ ان کے دورے کا مقصد بیگم عبداللہ سے ملاقات کرنا ہے اور اگر آپ اس کی اجازت دیں (صرف اسی صورت میں کہ آپ اجازت دیں) تو وہ شیخ عبداللہ سے بھی ملنا چاہیں گے۔ وہ لوگوں سے بھی حسبِ معمول ملنا چاہیں گے لیکن ان کا تقریر کرنے یا مجمع اکٹھا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

انہوں نے مجھے پختہ یقین دلایا ہے کہ وہ کوئی سیاسی تقریر یا کسی قسم کا پروپیگنڈا نہیں کریں گے۔ ان کے دورے کا مقصد بیگم عبداللہ سے ملاقات کرنا ہے اور اگر آپ اس کی اجازت دیں (صرف اسی صورت میں کہ آپ اجازت دیں) تو وہ شیخ عبداللہ سے بھی ملنا چاہیں گے۔ وہ لوگوں سے بھی حسبِ معمول ملنا چاہیں گے لیکن ان کا تقریر کرنے یا مجمع اکٹھا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

میری تجویز ہے کہ یور ہائنس یا آپ کے وزیراعظم وقت بچانے کیلئے ان سے براہِ راست مراسلت کریں۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

## ۳.۲.۶

## ولبھ بھائی پٹیل بنام مہاراجہ کشمیر[1]

نئی دہلی

۳ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مہاراجہ صاحب

رائے بہادر گوپال داس (لاہور کے ایک ممتاز ہندو) آج مجھ سے ملنے آئے اور آپ سے ہونے والی گفتگو کا لب لباب مجھ سے بیان کیا۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ کانگریس سے متعلق آپ کے ذہن میں ابھی کافی غلط فہمی ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں یور ہائنس کو یقین دلاؤں کہ کانگریس نہ صرف یہ کہ آپ کی دشمن نہیں، جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں، بلکہ کانگریس میں آپ کی ریاست کے حمایتی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ایک جماعت کے طور پر کانگریس ہندوستان میں ریاستی حکمرانوں کے خلاف نہیں ہے۔ ریاستوں کے ساتھ اس کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ حالیہ واقعات کے نتیجے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی گرفتاری اور شیخ عبداللہ کی مسلسل قید سے کئی ایسے کانگریسیوں میں بے اطمینانی کا احساس پیدا ہو گیا ہے جو آپ کی ریاست کے بہی خواہ ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو کا تعلق کشمیر سے ہے اور انہیں اس پر فخر ہے اور آپ اطمینان رکھیں کہ وہ کبھی آپ کے دشمن نہیں ہو سکتے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ کانگریس کے رہنماؤں میں سے کسی ایک کا بھی یور ہائنس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ ذاتی رابطے سے بہت ساری غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں جن کی بنیاد شاید ایسی غلط

خبروں پر ہوتی ہے جو جانبدار ذرائع سے ملی ہوں۔

آپ کو یہ یقین دلانا ضروری ہے کہ کانگریس کا کوئی ارادہ نہیں کہ آپ کے داخلی امور میں مداخلت کرے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دستور ساز اسمبلی ریاستی حکمرانوں کی کثیر تعداد کو شامل ہونے کیلئے راغب نہیں کر سکتی تھی اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ باقی ریاستیں بھی شامل ہو جائیں گی سوائے ان چند ریاستوں کے جن کو مخصوص حالات کی بنا پر انتخاب کا موقع حاصل نہیں ہے جیسے بہاولپور، قلات وغیرہ۔ مذاکراتی کمیٹی میں آپ کے وزیر اعظم موجودہ تھے اور ان کی شرکت کے ساتھ چار میٹنگوں میں ہمارے فیصلے اتفاقِ رائے سے ہوئے تھے اور ان میٹنگوں میں سارے حکمران اپنے خصوصی حقوق و مراعات وغیرہ کے بارے میں ہماری طرف سے مطمئن تھے۔

آپ کی ریاست کی دشوار اور نازک صورت حال کا مجھے پوری طرح احساس ہے لیکن ایک مخلص دوست اور ریاست کے خیر خواہ کے طور پر مَیں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ کشمیر کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ بلا تاخیر انڈین یونین اور اس کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو جائے۔ یہی مطالبہ اس کی گذشتہ تاریخ اور روایات کا ہے اور پورا ہندوستان آپ کی طرف دیکھ رہا ہے اور توقع رکھتا ہے کہ آپ یہ فیصلہ کر دیں گے۔ ۸۰ فیصد ہندوستان کا رخ اسی جانب ہے۔ دستور ساز اسمبلی میں شامل ریاستوں کو یقین ہے کہ ان کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ہندوستان کے ہم دوش کھڑے رہیں۔

آپ کا مخلص

ولبھ بھائی پٹیل

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۲۷

## ۳.۲.۷

# محمد علی جناح کا اخباری بیان[1]

۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے اخبارات کیلئے حسبِ ذیل بیان

جاری کیا ہے:

''جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے رہنما چودھری حمید اللہ اور مسٹر محمد اسحاق قریشی نے آج مجھ سے ملاقات کی اور وہاں کی اس صورت حال سے مجھے آگاہ کیا جس کی وجہ سے عوام میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے میرے سامنے مسلم کانفرنس کے رہنماؤں کا مسئلہ پیش کیا جو بغیر مقدمے چلے نو مہینوں سے جیل میں بند ہیں۔ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ حکومت کے امتناعی حکم کے باوجود انہوں نے مسلم کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا تھا لیکن اپنی کارروائی شروع کرنے سے پہلے ہی وہ منتشر ہو گئے۔ چھ رہنماؤں کو بلا مزاحمت گرفتار کر لیا گیا اور یہ سارا کام پُر امن طریقے سے ہوا۔ اس طرح کے ایک تکنیکی جرم پر وہ لوگ نو مہینوں کی تکلیف برداشت کر چکے ہیں اور ان کو مزید عرصہ حراست میں رکھنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ مجھے امید ہے کہ کشمیر کے مہاراجہ اور وزیر اعظم تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کا ادراک کریں گے اور دانشمندی کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ۸۰ فیصد مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کو نظر انداز نہ کیا جائے چہ جائیکہ انہیں صدمہ پہنچایا جائے۔

''دوسرا مسئلہ جو کشمیر کے مسلمانوں کی توجہ کا مرکز ہے وہ یہ ہے کہ آیا کشمیر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو گا یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں۔ مَیں نے کئی مرتبہ یہ واضح کیا ہے کہ ہندوستانی ریاستیں حسبِ منشا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں یا ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو سکتی ہیں یا چاہیں تو آزاد رہ سکتی ہیں۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ مہاراجہ اور کشمیر کی حکومت اس معاملے پر باریک بینی سے توجہ دیں گے، غور کریں گے اور نہ صرف حکمران بلکہ عوام کے مفادات کا بھی خیال رکھیں گے۔ ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ہم کسی ریاست کے انتخاب پر نہ تو جبر کریں گے اور نہ ہی دھمکی دیں گے یا دباؤ ڈالیں

گے۔لیکن جو ریاستیں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہتی ہیں وہ دونوں کے مفادات میں معاہدے طے کرنے پر ہمیں تیار اور رضا مند پائیں گی۔ جو ریاستیں اپنی مکمل آزادی کا اعلان کرنا چاہتی ہیں تو وہ ایسا کر سکتی ہیں۔ حکومت پاکستان ان کے ساتھ ایسی شرائط طے کرنے پر آمادہ ہے جو دونوں کیلئے مفید ثابت ہوں اور جن سے باہمی مفادات بھی محفوظ رہیں۔

''آخر میں مجھے امید ہے کہ اپنی دانشمندانہ قیادت کے تحت کشمیر کے مسلمان خود کو منظّم کریں گے اور مسلمانوں کے درمیان مکمل اتحاد اور استحکام پیدا کریں گے۔''

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۳۲

## ۳.۲.۸
## کشمیر کی پاکستان میں شمولیت کا مطالبہ
## حکمران آئینی سربراہ کے طور پر برقرار رہ سکتا ہے[1]

سرینگر

۲۱ جولائی

مسلم کانفرنس کے قائم مقام صدر چودھری حمید اللہ کی صدارت میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس نے اپنے اجلاس میں متفقہ طور پر ایک قرارداد کی منظوری دی جس میں ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ قرارداد میں کہا گیا ہے:

''اس اجلاس کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ ریاست کے جغرافیائی محل وقوع، زندگی کی ضروریات کیلئے درآمد اور برآمد کی مواصلاتی سہولتوں، نسلی اور ثقافتی رشتوں، سرحدوں کے اتصال اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ مسلمان

آبادی کا ۸۵ فیصد حصہ ہیں ریاست کیلئے یہی ایک مناسب راستہ ہے کہ وہ پاکستان میں شامل ہوجائے۔"

قرارداد میں کشمیر کے مہاراجہ پر زور دیا گیا ہے کہ وہ ریاست کی داخلی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کردیں اور خود وہ آئینی حکمران کے طور پر رہنا قبول کریں۔

مہاراجہ سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ ریاست میں ایک دستور ساز اسمبلی قائم کریں اور دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے شعبے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے سپرد کردیں۔

آخر میں قرارداد میں حکام کو خبردار کیا گیا کہ اگر اس دوستانہ مشورے کو نظر انداز کردیا گیا اور حکومت کشمیر انڈین یونین میں شامل ہو جاتی ہے تو ریاست کے مسلمان اس کی سخت مخالفت کریں گے اور اس عمل کو رد کردیں گے۔۔(گلوب)، پاکستان ٹائمز، ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۳۶

## ۳.۲.۹
## جنک سنگھ بنام عبدالرّب نشتر[1]
## (تار)

سرینگر
۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

جموں وکشمیر کی حکومت اختتام پذیر برطانوی حکومت ہند کے ساتھ طے شدہ موجودہ معاملات پر پاکستان سے ایک علیٰ حالہٖ معاہدے کا خیر مقدم کرے گی۔ ہماری تجویز ہے کہ تفصیلات کا تصفیہ اور نئے معاہدے کی باقاعدہ منظوری ہونے تک موجودہ انتظامات اسی طرح جاری رہنے چاہئیں۔

جنک سنگھ[2]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۴۲
۲۔ ۱۱ اگست کو کاک کے استعفے کے بعد جنک سنگھ ریاست کے عارضی وزیر اعظم ہوگئے تھے۔

## ۳.۲.۱۰

## کشمیر کسی مملکت میں شامل نہیں ہوگا

## ریاست علیٰ حالہٖ انتظامات کا خیر مقدم کرے گی[۱]

سرینگر، ۱۴ اگست: ایک اعلان میں کہا گیا ہے: جموں اور کشمیر کے وزیراعظم نے ہندوستان اور پاکستان کے اسٹیٹس ریلیشن ڈیپارٹمنٹس کو اس بارے میں تار بھیجے ہیں کہ جموں و کشمیر کی حکومت ان کے ساتھ ان تمام معاملات پر علیٰ حالہٖ انتظامات کا خیر مقدم کرے گی جو اختتام پذیر ہندوستانی حکومت کے ساتھ اس وقت موجود ہیں۔ یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ تفصیلات پر تصفیہ اور نئے معاہدوں کی باقاعدہ تکمیل تک موجودہ انتظامات اسی طرح برقرار رہنے چاہئیں۔۔سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۴۵

## ۳.۲.۱۱

## ایم اکرام اللہ بنام جنک سنگھ[۱]

## (تار)

کراچی
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کے ۱۲ تاریخ کے تار کے حوالے سے۔ حکومتِ جموں و کشمیر کے ساتھ ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ کرنے پر حکومتِ پاکستان رضامند ہے تاکہ تفصیلات کے تصفیے اور نئے معاہدے کے[۲] باقاعدہ طے ہونے تک موجودہ انتظامات کا تسلسل برقرار رہے۔

ایم اکرام اللہ[۳]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۴۶
۲۔ ۲۶ اگست کو علیٰ حالہٖ معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء
۳۔ سیکریٹری امور خارجہ، حکومتِ پاکستان

## ۳.۲.۱۲
## غلام محمد بنام لیاقت علی خاں[1]
### (اقتباس)

غلام محی الدین اینڈسن
سرینگر
۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر عزت مآب لیاقت علی خاں

مَیں وقفے وقفے سے قائداعظم کو اس مقام کی سیاسی صورتِ حال سے مطلع کرتا رہتا ہوں اور چونکہ وہ اس وقت بہت ہی مصروف ہوں گے اور ان امور سے آپ کا تعلق براہِ راست ہو گیا ہے لہٰذا میں آپ کو براہ راست تحریر کرنے کی جرأت کر رہا ہوں اور اس امید کے ساتھ ایک رپورٹ ملفوف کر رہا ہوں کہ آپ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس پر ذاتی توجہ فرمائیں گے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۵۵

## ۳.۲.۱۲ کا ملفوفہ
## آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا نوٹ
### (اقتباس)

[۲۵ اگست ۱۹۴۷ء]

### کاک کی سبکدوشی

پنڈت رام چندر کاک کی سبکدوشی اچانک سامنے آئی اگرچہ یہ خلافِ توقع نہیں تھی۔ اس کی توقع کی جا رہی تھی کیونکہ اس واقعے سے پہلے دو مہینوں سے یہ افواہیں گرم تھیں کہ

کسی ایک مملکت میں شمولیت کے مسئلے پر مہاراجہ اور کاک کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ کاک یہ چاہتے تھے کہ مہاراجہ آزادی کا اعلان کر دیں اور اگر کسی ایک مملکت میں شامل ہونا ناگزیر ہو تو مہاراجہ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ مہاراجہ ہندوستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔

## کاک کے سبکدوش ہونے کے بعد

کاک کی سبکدوشی کے فوراً بعد ہی پوری پالیسی میں اہم تبدیلی آ گئی۔ نیشنل کانفرنس کے لوگوں کو جن پر اب تک کڑی نظر رکھی گئی تھی انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنی غنڈہ گردی شروع کر دی ہے۔ ان کے نظر بند رہنما جیلوں سے رہا ہو رہے ہیں اور حکومت نے ان سے گفت و شنید شروع کر دی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت شیخ عبداللہ سے رابطہ کر کے ان سے گفت و شنید کر رہی ہے۔ حکومت نے ان تمام افراد کے وارنٹ گرفتاری منسوخ کر دیے ہیں جو شیخ عبداللہ کی ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک شروع ہونے کے بعد کشمیر سے باہر کام کر رہے تھے۔ وہ لوگ اب سرینگر میں موجود ہیں اور مذاکرات میں حصہ لے رہے ہیں۔ نیشنل کانفرنس کے قائم مقام صدر بخشی غلام محمد جو ان مہینوں میں کانگریسی رہنماؤں کی کاسہ لیسی کر رہے تھے انہیں اس مقصد کیلئے واپس بلایا گیا ہے تاکہ وہ شیخ عبداللہ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ ہندوستان سے غیر مشروط طور پر شمولیت کا اعلان کر دیں۔ مختصر یہ کہ حکومت اور نیشنل کانفرنس ساز باز میں مصروف ہیں اور کشمیر کی ہندوستان میں شمولیت کا اعلان کسی وقت بھی متوقع ہے۔

## کشمیری مسلمانوں کی جانب کانگریس کے مقابلے میں قائداعظم، مسلم لیگ اور پاکستان کا ماضی اور حال میں رویّہ

ریاستوں کے بارے میں قائداعظم نے کئی بار اپنی اس پالیسی کا اعلان کیا ہے کہ وہ چاہیں تو کسی ایک مملکت میں شامل ہو سکتی ہیں یا پھر آزاد رہ سکتی ہیں۔ انہوں نے کبھی جغرافیائی اتصال کا بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ کسی ایک مملکت میں شامل ہونے سے پہلے ریاستوں کو اس مسئلے پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ لہٰذا اس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ کشمیر ہندوستان میں شامل ہو سکتا ہے اور

قائداعظم کواس پرکوئی اعتراض نہیں ہوگا حالانکہ کشمیر پاکستان سے متصل اور پاکستان کے دفاع کا مرکز ہے۔

مسلم لیگ کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ ریاستوں کے امور میں مطلق مداخلت نہ کی جائے۔قائداعظم اور مسلم لیگ کی اس پالیسی کے مقابلے میں کانگریس نے ریاستوں کے امور میں براہ راست مداخلت کی ہے اور خاص طور پر کشمیر میں پچھلے سال شیخ عبداللہ نے ''کشمیر چھوڑ دو'' کی تحریک شروع کی تھی۔اگر یہ تحریک ان تک اوران کی جماعت تک محدود ہوتی تو وہ چند ہفتوں میں ختم ہوجاتی مگراس کوزندہ کس نے رکھا؟ نہرواور کانگریس نے۔نہرودومرتبہ یہاں آئے۔پہلی مرتبہ انہوں نے کوہالہ کے پل پرڈرامہ رچایا اور پوری دنیا کی توجہ کشمیر کی جانب پھیر دی۔دوسری مرتبہ شیخ عبداللہ کا دفاع کرنے کیلئے وہ شہر میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔اپنی آمد کے بعدانہوں نے جے پرکاش نرائن،مسزارونا آصف علی، کانگریس کے صدر مسٹر کرپلانی اور آخر میں کانگریس کے اسلحہ خانے کا سب سے بڑا ہتھیار مہاتما گاندھی کو کشمیر بھیجا۔علاوہ ازیں ان مہینوں میں روپیہ پیسہ مسلسل آتا رہااور تحریک کو جاری رکھا گیا جو بالآخر کامیابی سے ختم ہوئی۔یہ کامیابی شیخ عبداللہ کی مقامی طاقت کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس کا انحصار کانگریس کے وسیع وسائل اور ریاست کے امور میں براہ راست مداخلت پر تھا۔

دوسری طرف مسلم لیگ بالکل لاتعلق اور خاموش بیٹھی رہی سوائے اس کے کہ ''ڈان'' یا ''پاکستان ٹائمز'' میں کبھی کبھی اداریے آتے رہے یا کبھی قائداعظم کا بیان جاری ہوتا رہا۔ ریاست میں مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والی مسلم کانفرنس کواس پالیسی سے نقصان پہنچا یہاں تک کہ اس کے رہنما ایک تکنیکی جرم پر بغیر مقدمہ چلائے نو مہینوں سے حراست میں ہیں اور چوٹی کے رہنماؤں کا تو ذکر ہی کیا! صوبوں سے بھی مسلم لیگ کا کوئی ایک رہنما ان کی خیریت دریافت کرنے یہاں نہیں آیا۔نتیجتاً مسلم کانفرنس کا حوصلہ پست ہوگیا ہےاوراس میں انتشار پیدا ہوگیا ہےاوراب وہ ایک مردہ اور گھٹیا سیاسی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔خوش قسمتی سے پاکستان کے قیام نے عوام میں نیا حوصلہ پیدا کر دیا ہےاوراگراسے باہر سے مدد ملتی رہی تو اپنی خامیوں کے باوجود مسلم کانفرنس عوام

کو اپنے گرد اکٹھا کر لے گی۔

## نتیجہ

موجودہ صورت حال کا تقاضہ ہے کہ حکومتِ پاکستان فوراً متوجہ ہو اور اس کے رہنما کشمیری مسلمانوں کے خوف کا ازالہ کریں اور انہیں یقین دلائیں کہ انہیں نہ تو لاچار چھوڑا گیا ہے اور نہ بھلایا گیا ہے۔ مسلم کانفرنس کو اس وقت بہت سخت صورت حال کا سامنا ہے اور اس سے پہلے کہ مہاراجہ ہندوستان میں شامل ہو جائے وہ کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اگر مہاراجہ ایک مرتبہ فیصلہ کر لے تو پھر کچھ نہیں کیا جا سکتا لیکن حکومت پاکستان اور اس کے رہنماؤں کا رویّہ کیا ہوگا؟ یہ بات یقینی نہیں ہے۔ اگر جموں اور کشمیر کے مسلمان جنگ کرتے ہیں تو یہ جنگ درحقیقت پاکستان کیلئے ہوگی اور یہ ضروری ہے کہ اس جدوجہد میں پاکستان ان کی مدد کرے۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ پاکستان اپنے چوٹی کے رہنما یہاں بھیجے تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ یہ محسوس کر کے بلند ہو کہ ان کے پیچھے بھی کوئی ہے۔ خدانخواستہ اگر حکومتِ پاکستان یا مسلم لیگ نے کوئی کارروائی نہیں کی تو کشمیر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اس کی ذمہ داری خود ان پر عائد ہوگی۔

## ۳.۲.۱۳

## جواہر لال نہرو بنام ولبھ بھائی پٹیل[1]

نئی دہلی

۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ولبھ بھائی

مَیں کشمیر کے بارے میں آپ کو لکھ رہا ہوں۔ مہاجن کی واپسی سے پہلے مَیں ان سے ملا تھا اور بات چیت کی تھی۔ مَیں نے محسوس کیا کہ ان کی کوشش شاید پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔

متعدد اطلاعات جو مجھے موصول ہوئی ہیں ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کی صورت حال پُر خطر ہے اور بگڑتی جا رہی ہے۔ کشمیر میں کثیر تعداد میں لوگوں کو داخل کرنے کیلئے مسلم لیگ پنجاب اور صوبۂ سرحد میں تیاریاں کر رہی ہے۔ موسم سرما کی آمد سے کشمیر باقی ہندوستان سے کٹ جائے گا۔

میرے علم کے مطابق پاکستان کی حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ اس وقت کشمیر میں خفیہ طور پر داخل ہوا جائے اور جونہی موسم سرما کی آمد سے کشمیر کے روابط منقطع ہو جائیں کوئی بڑی کارروائی کر ڈالی جائے۔

آیا یہ حکمتِ عملی کامیاب ہوتی ہے یا نہیں اس کا انحصار مدِ مقابل قوتوں پر ہے۔ مجھے شک ہے کہ بغیر عوامی حمایت کے مہاراجہ اور ریاستی افواج اس کا مقابلہ کر سکیں گے۔ وہ بقیہ ہندوستان سے منقطع ہو چکے ہوں گے اور اگر ان کے اپنے عوام ان کے خلاف ہو جائیں تو صورتِ حال بہت نازک ہو جائے گی۔ بظاہر شیخ عبداللہ کی رہنمائی میں نیشنل کانفرنس ہی ایک ایسی جماعت ہے جو ان کی طرفداری کر سکتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ گروہ بھی خلاف ہو جائے یا خاموش رہے تو مہاراجہ اور ان کی حکومت تنہا رہ جائے گی اور پاکستان کے لوگوں کو نسبتاً کھلا میدان ہاتھ آ جائے گا۔

لہٰذا مجھے یہ انتہائی ضروری دکھائی دیتا ہے کہ انڈین یونین سے الحاق جلد ہو جانا چاہئے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح ہے کہ اس کام میں کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب مہاراجہ اور نیشنل کانفرنس کے درمیان صلح ہو جائے اور وہ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ کام آسان نہیں تاہم اس طور ممکن ہو سکتا ہے کہ شیخ عبداللہ پاکستان سے علیحدہ رہنے پر مُصر ہیں اور وہ ہمارے مشورے پر بہت بھروسہ کرتے ہیں۔ تاہم وہ اپنے عوام کو اس وقت تک اپنا ہمنوا نہیں بنا سکتے جب تک انہیں پیش کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی چیز (دلیل) نہ ہو۔ ان حالات میں وہ چیز کیا ہو سکتی ہے اس کی وضاحت مَیں اس وقت نہیں کر سکتا۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ شیخ عبداللہ کی خیر خواہی اور تعاون حاصل کرنے کیلئے مہاراجہ کو کوشش

کرنی چاہئے۔

یہ ضمانت کوئی نہیں دے سکتا کہ اس پیچیدہ صورت حال میں کیا ہوگا۔لیکن جو لائحہ عمل مَیں نے تجویز کیا ہے وہ میری نظر میں دانشمندانہ اور نتیجہ خیز ہے۔لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے، وقت کے عنصر کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر تاخیر کی گئی تو موسم سرما کی آمد سے کشمیر ہم سے کٹ کر رہ جائے گا۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۳۶۹

## ۳.۲.۱۴

## ایم اے سعید انصاری بنام محمد علی جناح[1]

پوربیاں، موچی دروازہ، لاہور

یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء

نحمدُ ہٗ و نُصَلّی علیٰ رسولِہِ الکریم

بِسمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

ہز ایکسیلنسی قائداعظم

مستقبل قریب میں ریاست کشمیر انڈین یونین میں شامل ہو جائے گی اور ریاست کے چالیس لاکھ کشمیری اسلحہ، بندوقوں اور پستولوں کی نایابی کے سبب مغربی اور مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی طرح خطرے میں گھر جائیں گے کیونکہ اسلحے کے بغیر ہندوستان میں کوئی فرد اور خاص طور پر مسلمان محفوظ نہیں۔ چالیس لاکھ کشمیریوں میں سے ۹۵ فیصد کشمیری مسلمان نہتے ہیں اور اگر ان پر حملہ ہوا تو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیے جائیں گے ریاستی سرکار مسلمانوں کی زمینیں غیر مسلموں کو دینا چاہتی ہے تا کہ آبادی کے لحاظ سے یہ ایک ہندو ریاست بن جائے۔

ریاست نے پٹھانکوٹ میں راوی دریا پر پل بنالیا ہے اور ایک سڑک بڑی تیزی سے تیار کی جارہی ہے جو پٹھان کوٹ کو جموں سے اور جموں کو پونچھ سے اور پونچھ کو بارہ مولا اور سرینگر سے ملادے گی۔

اس نئے راستے سے سکھ فوج اور سکھ زمیندار بڑی تعداد میں غیر قانونی طور پر ریاست میں داخل ہورہے ہیں تاکہ انہیں یہاں سے کشمیری مسلمانوں کو نکال کر بطور مہاجر آباد کیا جائے۔

یہی مناسب وقت ہے کہ کشمیری مسلمانوں کی سرحدی قبائل کے ذریعے مدد کی جائے جو ان کے مسلمان بھائی ہیں اور کشمیر اور پونچھی مسلمانوں کے ہمسائے ہیں۔

جب مشرقی پنجاب میں انڈین یونین سکھوں اور دوسرے جنگجو لوگوں کو مدافعت کیلئے ضروری اسلحہ فراہم کرسکتی ہے تو پاکستان بھی کس طرح خود اپنے دفاع کو اور پاکستان اور اس کے مسلم سرحدی قبائل اور کشمیریوں کی حفاظت کو نظر انداز کرسکتا ہے۔ ریاست کا مہاراجہ ایک غیر مسلم ہوتے ہوئے اپنی مسلم رعایا کا نہ تو دفاع کرے گا اور نہ ہی انہیں اسلحہ مہیا کرے گا۔ اس کا مصمم ارادہ تو یہ ہے کہ وہ اپنی مسلم رعایا کو بے دخل کر کے پاکستان کی طرف دھکیل دے اور ان کی جگہ اپنے ہم مذہبوں کو آباد کردے۔

قائداعظم کا انتہائی تابع فرمان ملازم
ایم اے سعید انصاری

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۷۲

## ۳.۲.۱۵
## ولبھ بھائی پٹیل بنام بلدیو سنگھ[1]

نئی دہلی
۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر بلدیو سنگھ

مجھے امید ہے کہ ریاستِ کشمیر کو اسلحہ اور گولہ بارود بھیجنے کا انتظام جاری ہے اگر ضرورت

پڑے تو یہ سامان ہوائی جہاز کے ذریعے بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں ان ہنگامی حالات میں فوجی امداد کا مسئلہ بھی ہماری ڈیفنس کونسل کے زیرِ غور بہت جلد آ جانا چاہئے۔ اگر دخل اندازی کے متعلق حکومتِ پاکستان کی تیاریوں کی بابت رپورٹیں صحیح ہیں تو وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

نظر یہ آتا ہے کہ یہ دخل اندازی نازی طرز کی ہوگی۔

آپ کا مخلص
ولبھ بھائی پٹیل

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۷۸

## ۳.۲.۱۶
## ولبھ بھائی پٹیل بنام جواہر لال نہرو[1]

نئی دہلی
۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر جواہر لال

مَیں اس کے ساتھ کاچھرو (Kachru) کا خط آپ کو واپس کر رہا ہوں جو آپ نے میرے مطالعہ کیلئے بھیجا تھا۔ آپ کو یہ خط ملنے کے بعد جموں و کشمیر کے نائب وزیراعظم باترا (Batra) یہاں آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ۱۶ اکتوبر کو شیخ اور بیگم عبداللہ مہاراجہ سے ملنے والے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ تقریباً آدھے قیدی رہا کر دیے گئے ہیں اور باقی قیدیوں کو دو یا تین دن میں رہا کر دیا جائے گا۔

ہم سب یہ جانتے ہیں کہ صورتِ حال خطرناک امکانات سے بھرپور ہے۔ ہم اپنے محدود وسائل سے حکومتِ کشمیر کی جس قدر اعانت کر سکتے ہیں کر رہے ہیں۔ ریاست کو بھرپور مدد پہنچانے میں کئی قسم کی دشواریاں حائل ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ جب جسٹس مہاجن وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالیں گے تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ وہ مہلک تذبذب بھی ختم ہو جائے گا

جواب تک حکومتِ کشمیر کیلئے عذاب بنا ہوا تھا۔اس دوران میں ہمیں چاہیے کہ اپنی استعداد کے مطابق ریاست کی مدد کرتے رہیں۔مَیں نے باترا پر یہ زور بھی دیا ہے کہ وہ حکومت کے حق میں رائے عامہ کو بھی ہموار کریں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ بھی اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔

آپ کا مخلص
ولبھ بھائی پٹیل

ا۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۳۸۰

## ۱۶.۲.۳ کا ملفوفہ

## جواہر لال نہرو بنام ولبھ بھائی پٹیل

نئی دہلی
۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ولبھ بھائی

مَیں ایک خط ملفوف کر رہا ہوں جو سیکریٹری آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس دوارکا ناتھ کچرو کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے۔

آپ کا مخلص
جواہر لال نہرو

## ۱۶.۲.۳ کے ملفوفے کا منسلکہ

## دوارکا ناتھ کا چھرو (Dwarkanath) بنام جواہر لال نہرو

سرینگر
۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر پنڈت جی

یہاں کی صورت حال کا مختصر خاکہ پیشِ خدمت ہے:

ا۔ شیخ عبداللہ اور ان کے قریبی رفقاء نے انڈین یونین کے حق میں فیصلہ کر لیا ہے۔

۲۔ لیکن اس فیصلے کا ابھی اعلان نہیں کیا گیا اور یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ نیشنل کانفرنس نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔

۳۔ نیشنل کانفرنس کے بیشتر رہنما ابھی جیل میں ہیں اور ابھی تک صرف شیخ عبداللہ کو رہا کیا گیا ہے۔

۴۔ شیخ صاحب نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ تمام سیاسی قیدی رہا کئے جائیں اور نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی اور جنرل کونسل کو مشورہ کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد اپنا فیصلہ عوام کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

۵۔ اس دوران شیخ صاحب لوگوں کو راضی کرنے اور نیشنل کانفرنس کے ناگزیر فیصلے پر عوام کو تیار کرنے کیلئے تقریریں کررہے ہیں۔

۶۔ لوگوں کو یہ سمجھانے کیلئے تقریریں کی جارہی ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو قتل کرنا غیر ہندوانہ اور غیر اسلامی کام ہے اور یہ کہ الحاق کا مسئلہ مذہبی جذبات پر طے نہیں کیا جاسکتا اور جدوجہد اور مصیبتوں کے ان سالوں میں کشمیریوں کے اگر کوئی دوست اور ہمدرد رہے ہیں تو وہ گاندھی جی، جواہر لال نہرو جی اور کانگریس تھے نہ کہ مسلم لیگ یا مسٹر جناح۔ عوام کو یہ بتانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ کشمیر کی مقبولِ عام تحریک کو جناح اور لیگ نے بہت نقصان پہنچایا ہے کیونکہ لیگ اور مسٹر جناح کا مقصد رجواڑی نظام اور جاگیرداری استبداد کی حفاظت کرنا ہے۔

۷۔ اس امر کی اہمیت بھی بیان کی جارہی ہے کہ کشمیر نیشنل کانفرنس کا مقصد عوام کی حاکمیت حاصل کرنا ہے جس کے تحت مہاراجہ کی حیثیت محض آئینی رہے گی اور یہی وہ اصل عنصر ہے جس پر کانفرنس الحاق کے معاملے میں اپنا فیصلہ کرے گی۔ مختصر یہ کہ وہ اسی مملکت میں شامل ہونا چاہیں گے جو ان مقاصد کے حصول میں ان کی مدد کرے گی۔

(پیرے ۸ تا ۱۰ حذف کردیے گئے ہیں)

۱۱۔ شیخ صاحب محسوس کرتے ہیں کہ جب تک اقتدار معقول حد تک منتقل نہیں کیا جاتا نیشنل کانفرنس کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیگ کا مقابلہ کرنے کیلئے اور ریاست میں امن وامان برقرار رکھنے کیلئے اور عوام کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کیلئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ انڈین یونین سے الحاق کے ساتھ ہی نیشنل کانفرنس اور حکومتِ کشمیر کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے۔

(پیرے ۱۲ تا ۱۹ حذف کر دیے گئے ہیں)

## ۳.۲.۱۷

## جنک سنگھ بنام ایم اکرام اللہ[1]

(تار)

سرینگر

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ریاست کی سرحدوں سے متصل پاکستانی علاقوں میں اسلحہ اور گولہ بارود آزادی سے تقسیم ہونے کی اور ریاست کے علاقے میں مسلح افراد کے داخلے کی خبریں چل رہی ہیں۔ اس طرح کی کارروائی سے نقضِ امن کا خطرہ ہے اور اس کی وجہ سے جو نتائج پیدا ہوں گے ان کے بارے میں ہز ہائنس کو یقین ہے کہ ان کی طرح آپ کی حکومت بھی ان سے بچنا چاہے گی۔ ایسی حرکات کو روکنے کیلئے آپ کے فوری اور مؤثر اقدامات پر ہم ممنون ہوں گے۔ امن اور اعتماد کی فضا بحال کرنے کیلئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ریاست کے علاقے پر چھاپے مارنے کیلئے اسلحہ کی فراہمی سے ہر قیمت پر گریز کیا جائے۔

جنک سنگھ

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۸۲

## ۳.۲.۱۸
## ایم اکرام اللہ بنام جنک سنگھ[۱]
## (تار)

کراچی
۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

پاکستانی فوج کے وہ جوان جو پونچھ میں اپنے گھروں سے چھٹی گذار کر واپس آئے ہیں انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ مسلح جتھے جن میں فوجی بھی شامل ہیں اس ریاست کے مسلم آبادی والے دیہاتوں پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان کی باتوں کی تصدیق اس امر سے ہوتی ہے کہ مری کی پہاڑیوں سے متعدد دیہات جلتے نظر آتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان کو اپنی سرحدوں پر امن برقرار رکھنے اور متصلہ علاقوں کے مسلمانوں کی خیر و عافیت کا شدید احساس ہے اور انہی وجوہات کی بناء پر یہ جواز بنتا ہے کہ پونچھ میں امن بحال کرنے کیلئے فوری اقدام کی یقین دہانی کرائی جائے۔ پونچھ کی موجودہ صورت حال کا ایک پہلو جو خصوصیت سے پاکستان اور کشمیر کے درمیان دوستانہ تعلقات کیلئے خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کی فوج میں پونچھ سے بڑی تعداد میں رنگروٹ بھرتی کئے جاتے ہیں۔ جن بٹالینوں سے اس کا تعلق ہے ان میں جذبات تیزی سے گرم ہو رہے ہیں اور صورت حال خطرے سے پُر ہے۔ حکومت پاکستان اس صورت حال سے بچنا چاہتی ہے اور اسے یقین ہے کہ حکومتِ کشمیر بھی یہی چاہتی ہو گی لیکن بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ موجودہ حالات کے خاتمے کیلئے فوری اور مؤثر کارروائی کی جائے اور اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مسلمانوں پر حملے میں ریاست کے فوجی بھی حصہ لے رہے ہیں[۲] تو ان کے ڈسپلن کو یقینی بنایا جائے۔ حکومتِ پاکستان کو توقع ہے کہ جو اقدام بھی کئے جائیں گے ان کی اطلاع اسے بھی پہنچائی جائے گی۔

ایم اکرام اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۳۸۳
۲۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس مری نے جناح سے مداخلت کی اپیل کی کیونکہ ریاستی افواج اور سکھوں کے جتھے پونچھ کے عوام کو لوٹ رہے تھے اور ان پر گولی چلا رہے تھے۔ کشمیر مسلم ایسوسی ایشن لاہور نے بھی ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خاں سے مدد کی درخواست کی کہ پونچھ کے مسلمانوں کو وحشیانہ جبر و تشدد سے بچایا جائے جس کی وجہ سے تقریباً ایک لاکھ افراد ریاست سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

## ۳.۲.۱۹

# مہر چند مہاجن بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

سرینگر
۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۵ اگست کے بعد علیٰ حالہٖ معاہدے کے تحت ان معاملات پر عمل کرنے کے باوجود جو ۱۴ اگست کو برطانوی ہند کے ساتھ تھے نہ صرف مغربی پنجاب سے سامان کی ترسیل میں بڑھتی ہوئی دشواریاں محسوس کی جا رہی ہیں بلکہ ڈاک کے انتظام میں بھی لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ سیونگ بینک کے اکاؤنٹ جاری رکھنے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ ڈاک کے سرٹیفکیٹوں کو نقدی میں تبدیل نہیں کیا جا رہا۔ یہاں مغربی پنجاب کے بینکوں کی شاخوں میں چیکوں کی ادائیگی نہیں ہو رہی۔ یہاں تک کہ امپیریل بینک کی شاخیں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں دقّت محسوس کر رہی ہیں کیونکہ لاہور کے کرنسی افسر ترسیلِ زر میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ جو موٹر گاڑیاں ریاست میں رجسٹر ہوئی ہیں انہیں راولپنڈی میں روک لیا گیا ہے۔ سیالکوٹ اور جموں کے درمیان ریل گاڑی بند کر دی گئی ہے۔ ریاست نے ایک لاکھ مسلم مہاجرین کو پٹھان کوٹ سے سیالکوٹ صحیح سلامت پہنچایا ہے جبکہ ریاست کی درخواست پر کوہالہ جانے والے ۲۲۰ کشمیری باشندوں میں سے ۱۸۰ کو راولپنڈی کے لوگوں نے بے دردی سے قتل کر دیا۔ جدید آتشیں ہتھیاروں سے لیس ہزاروں افراد پونچھ میں داخل ہو کر غیر مسلموں پر ظلم ڈھا رہے ہیں انہیں قتل کر رہے ہیں یا اپاہج بنا رہے ہیں۔ انہیں لوٹ رہے ہیں اور ان کے گھروں کو آگ لگا رہے ہیں اور ان کی عورتوں کو اغوا کر رہے ہیں۔ مقامی اور صوبائی حکام سے اور مرکزی حکومت سے تعاون کی ہر گزارش کے باوجود کاغذی وعدے نہیں کیے گئے (عبارت واضح نہیں) بلکہ یہ کارروائی پہلے سے زیادہ شدید ہو گئی ہے۔ اخبارات اور ریڈیو پاکستان کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کن اور توہین آمیز پروپیگنڈے کی بھرمار کر دیں۔ قدرے چھوٹی جاگیری ریاستوں کو اکسایا جا رہا ہے کہ وہ ریاست میں مسلح مداخلت کی دھمکی

دیں۔حتیٰ کہ ہر کس وناکس کو بھی یہ اجازت ہے کہ وہ پاکستان کے ڈاک خانوں کی پڑتال کے بغیر ناقابلِ برداشت دھمکیوں کے تار بھیجیں۔اس پر طرّہ یہ کہ جو افعال فی الواقع پاکستان کے لوگ کر رہے ہیں ان کا الزام ریاست پر دھرا جا رہا ہے۔ پونچھ میں داخلے کے علاوہ سیالکوٹ سے دیہاتوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ ہماری حکومت اس کا یہی نتیجہ نکال سکتی ہے کہ یہ سب کچھ مقامی حکام کی واقفیت اور ان کی در پردہ ہمت افزائی سے ہو رہا ہے۔ ہماری حکومت کو یقین ہے کہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ یہ کارروائیاں اگر معاندانہ نہیں تو انتہائی غیر دوستانہ ضرور ہیں۔آخر میں ہماری حکومت واضح کر دینا چاہتی ہے کہ وہ اس رویّے کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے نتیجے میں ان لوگوں کی جان و مال خطرے میں ہے جن کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا ہماری حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ہماری حکومت کو اب بھی یہی امید ہے کہ آپ اس معاملے کی ذاتی طور پر جانچ پڑتال کریں گے اور ان بداعمالیوں کو ختم کریں گے۔ بدقسمتی سے اگر اس گذارش پر توجہ نہ دی گئی تو ہم اپنے بنیادی حقوق کی پامالی کا مقابلہ کرنے کیلئے دوستانہ مدد مانگنے میں حق بجانب ہوں گے (عبارت واضح نہیں)۔

مہر چند مہاجن

ا۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۳۹۱

## ۳.۲.۲۰

## کے ایچ خورشید بنام محمد علی جناح[1]

مگھر مل باغ، سرینگر

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر سر

مجھے امید ہے کہ میرا ۱۲ اکتوبر کا خط آپ کو اب تک پہنچ چکا ہوگا۔آپ کی اطلاع کیلئے کچھ مزید دستاویزات ملفوف کر رہا ہوں۔

ان ملفوفات میں واقعات کا مختصر خلاصہ اور کشمیر کے نئے وزیراعظم نے پریس کانفرنس میں جو بیان دیا تھا اس کا مکمل متن شامل ہیں۔ حال ہی میں چند مسلم نوجوانوں نے طلباء اور تاجروں سمیت پاکستان فیڈریشن کے نام سے ایک نئی تنظیم بنائی ہے۔ یہ لوگ کام اچھا کر رہے ہیں میں اگلے خط میں اس تنظیم کے بارے میں مفصل حقائق سے آگاہ کروں گا۔

سر مجھے امید ہے کہ آپ اور مس جناح خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کی صحت، شادمانی اور درازیٔ عمر کیلئے مخلصانہ دعاؤں اور مس جناح کیلئے نیک تمناؤں اور آداب اور تسلیمات کے ساتھ

آپ کا تابع فرمان
کے ایچ خورشید

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۹۲

## ۲۰.۲.۳ کا ملفوفہ نمبر ا

سرینگر
۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

### واقعات کا خلاصہ

پچھلے کچھ دنوں کے دوران حکومت میں تیزی سے تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ جسٹس مہر چند مہاجن (پنجاب باؤنڈری کمیشن میں کانگریس کے نامزد رکن) نے وزیراعظم کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ وہ مسلمان جو چیف سیکریٹری اور ڈائریکٹر جنرل سول سپلائز کے عہدوں پر فائز تھے (صرف دو مسلمان ہی محکموں کے سربراہ تھے) انہیں اپنے عہدوں سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ وزیراعظم نے جس دن اپنا عہدہ سنبھالا تھا اسی دن انہوں نے پریس کو ایک بیان دیا جس کی ایک نقل ملفوف کر رہا ہوں۔ اپنا بیان پڑھنے کے بعد ان سے کچھ سوالات کئے گئے۔ ان کے جواب میں انہوں نے حسب ذیل نکات بیان کئے:

ا۔ وہ فی الوقت یہ بتانے کی حیثیت میں نہیں کہ آیا مسلم کانفرنس کے قیدی رہا

کر دیے جائیں گے کیونکہ انہوں نے صرف ایک گھنٹہ پہلے ہی عہدہ سنبھالا ہے لیکن وہ تمام سیاسی قیدیوں اور زیرِ حراست لوگوں کے مقدمات کا جائزہ لیں گے۔

۲۔ ریاست کیلئے یہ لازمی نہیں کہ وہ کسی ایک مملکت کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدہ کرے۔ قانونِ آزادیٔ ہند میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جو انتظامات ریاستوں اور ہندوستان کے درمیان چلے آ رہے ہیں وہ دونوں جانشین حکومتوں کے ساتھ اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کوئی ریاست کسی ایک مملکت سے الحاق کا فیصلہ نہیں کر لیتی۔

۳۔ کسی ریاست کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ پاکستان یا ہندوستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کا فیصلہ فوری طور پر کرے۔

۴۔ عہدہ قبول کرنے سے پہلے وہ اپنے دوستوں کی رائے معلوم کرنے دہلی گئے تھے اور ان سے صلاح مشورے کے بعد انہوں نے وزیراعظم کے عہدے کی ذمہ داری قبول کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

۵۔ ایک سوال کے جواب میں کہ حکومت کو سب سے پہلے مسلمانوں کی شکایتوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے جن کی ریاست کی آبادی میں اکثریت ہے وزیراعظم نے کہا کہ اعتماد سے اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اگر ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ان سے یہ سوال کرے تو وہ اس کا جواب نہیں دیں گے۔ لیکن اگر کسی نے بحیثیت ایک کشمیری ان سے بات کی ہے تو وہ اس کی خدمت کیلئے حاضر ہیں۔

۶۔ سوال: کیا آپ اس مطالبے کی حمایت کریں گے کہ ریاست میں ذمہ دار حکومت قائم ہونی چاہئے۔

جواب: ''جی ہاں، لیکن اس طرح کے کسی نظامِ حکومت میں حکمران کا مقام محفوظ اور سلامت رہنا چاہئے۔ صرف قومی تعمیر کے محکمے عوامی نمائندوں کے

ہاتھوں میں ہونے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے میں ایک ایسا منصوبہ بنانا چاہئے جسے عوام آسانی سے سمجھ سکیں نہ کہ جلد بازی میں اسے حلق سے اتار لیں اور بعد میں پریشانی میں پڑ جائیں۔ لیکن مجھے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب تک ریاست میں امن وامان قائم نہیں ہو جاتا اور سرحدوں کی صورت حال مکمل طور پر قابو میں نہیں آ جاتی۔ ذمہ دار حکومت کا مطلب یہ نہیں کہ لوگوں کو مذہبی نعروں سے بہکا کر مذہبی رہنماؤں کو ووٹ دلوائے جائیں۔ شاید آپ اس کو یہی سمجھتے ہوں گے لیکن ذمہ دار حکومت کے یہ معنی بھی ہوتے ہیں کہ عوام کے نمائندوں کا تقرر روزارتی عہدوں پر کیا جائے اور وہ لوگ مقنّنہ کو جواب دہ بنیں۔"

پاکستان سے الحاق کیلئے عوامی جذبات روز بروز زور پکڑتے جا رہے ہیں۔ مسلم کانفرنس کے کارکن اور رہنما مستعدی سے لوگوں کو منظّم کرنے کا کام کر رہے ہیں لیکن یہ توقع کرنا کہ اس سے حکام متاثر ہو رہے ہیں محض خوش خیالی ہوگی۔ کشمیر پر پاکستانی افواج کے حملے کی افواہیں گردش کر رہی ہیں اور لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا رہی ہیں اگرچہ بہت سے مسلمان بے چین ہو رہے ہیں اور ایسی صورت حال کا خیر مقدم کرنے پر تیار ہیں۔ اگرچہ یہ ناقابلِ یقین امر ہے کہ ریاست کی سرحدوں پر کوئی پاکستانی فوج موجود ہو لیکن اس کا امکان ہو سکتا ہے کہ قبائلی جتھے وہاں جمع ہو گئے ہوں۔ یہ افواہ بھی گرم ہے کہ سرحد کے چند مسلح افراد ریاست کے علاقے میں داخل ہو چکے ہیں اور ایک مقررہ دن پر ریاست کے اندر فوجی نقل و حرکت کی راہ میں تخریب کاری شروع کر دیں گے اور جو لوگ باہر ہیں وہ اندر گھس آئیں گے۔ یہ افواہیں مسلسل جاری ہیں اور مَیں نے چند ذمہ دار لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کے خیال میں ان افواہوں کی صداقت پر یقین کرنے کیلئے ان کے پاس ثبوت موجود ہیں۔ اگر یہ واقعہ پیش آ جائے تو یہ نہ صرف پاکستان کیلئے نقصان دہ ہوگا بلکہ کشمیر اور پاکستان کے درمیان تعلقات کو بھی بہت حد تک متاثر کرے گا۔ میری تجویز ہے کہ صوبہ سرحد اور مغربی پنجاب کی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ اس کی فوراً تفتیش کریں کیونکہ اس طرح کی

چیز مہاراجہ کو صریحاً انڈین یونین کی گود میں ڈال دے گی اور کشمیر کے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہو جائے گا۔

حکومتِ کشمیر اب بڑے ہوائی جہازوں (فلائنگ فورٹریس) کا انتظام کر رہی ہے تا کہ ریاست اور دہلی کے درمیان مواصلات برقرار رہیں۔ وہ ہوائی جہاز جو پٹرول درآمد کرنے کیلئے استعمال کئے جاتے تھے اب ریاستی فوج کیلئے پیٹرول کے علاوہ آنسو گیس، بم، گولہ بارود اور آتش گیر مادہ بھی لا رہے ہیں۔ ریاست نے سابق سپاہیوں کی بھرتی بھی شروع کر دی ہے جو زیادہ تر ڈوگرے اور سکھ ہیں۔ مسلمانوں کو نہیں لیا جا رہا۔ ریاست کی افواج اس وقت ۱۲۰۰۰ باقاعدہ سپاہیوں پر مشتمل ہے (جن میں ۱۵۰۰ مسلمان ہیں) اور تقریباً ۱۵۰۰۰ مزید بھرتی ہونے ہیں اور کمک کیلئے تقریباً دو لاکھ ڈوگرا راجپوت موجود ہیں جنہیں آرمز ایکٹ کے تحت آزادی سے اسلحہ رکھنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے اس سہولت کو پوری طرح استعمال کیا ہے۔ علاوہ ازیں راشٹریہ سیوک سنگھ اور دوسرے ہندو شہریوں کے جتھے ہیں جن کے پاس اسلحہ ہے اور انہیں نئے لائسنس جاری کئے جا رہے ہیں۔

## ۲۰.۲.۳ کا ملفوفہ نمبر ۲

## مہر چند مہاجن کا بیان

چیف سیکریٹریٹ،
جموں و کشمیر
۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

آج سرینگر میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عزت مآب وزیراعظم مسٹر مہر چند مہاجن نے کہا:

''ہز ہائنس مہاراجہ بہادر جموں و کشمیر کی دعوت پر مَیں ایک ایسے وقت میں وزیراعظم کا عہدہ سنبھال رہا ہوں جب کہ ریاست سیاسی اقتدار کا اکھاڑہ بنی ہوئی ہے۔ مَیں یہاں اس جذبے

کے ساتھ آیا ہوں کہ حکمران اوران کے عوام کی وفاداری کے ساتھ خدمت کروں اور مجھے پختہ یقین ہے کہ کشمیر دوبارہ ہندوستان اور پاکستان کا بلکہ پوری مہذب دنیا کا ثقافتی مرکز بن جائے گا اور مشرقی خطے کا سوئٹزرلینڈ کہلائے گا۔ مَیں پُر امید ہوں کہ ہز ہائنس کی عمل داری میں مشرقی اور مغربی پنجاب دوستوں اور بھائیوں کی طرح یکبار پھر ملیں گے اوراس قدیم زمین پر ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور ساری نسلوں، مذہبوں اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کو آپس میں ملنے جلنے کی ایک مشترکہ جگہ فراہم ہوجائے گی۔

بعض اشخاص شاید یہ محسوس کرتے ہوں کہ مَیں ان علاقوں میں بن بلایا ہی درآیا ہوں لیکن مَیں اس احساس کے ساتھ آیا ہوں کہ مَیں آپ ہی میں سے ایک ہوں کیونکہ مَیں حکمران خاندان اوران کے عوام کے ساتھ متعدد بندھنوں میں جکڑا ہوا ہوں۔ جو کچھ بھی سہی مجھے تمام علاقوں کے ایسے سارے لوگوں سے اُنس ہے جن کے پاس دنیاوی مال واسباب نہیں لہٰذا وہ غریب اور بدحالی میں زندگی بسر کررہے ہیں اگر مجھے ان کی صحیح خدمت کا موقع دیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ مَیں انکا مقدر سنوارنے کی کوئی خدمت انجام دے سکوں۔ تاہم میں عہدہ سنبھالتے وقت وعدے کرنے پر یقین نہیں رکھتا۔ مَیں چاہتا ہوں کہ جب مَیں اپنا عہدہ چھوڑوں تب آپ میرے متعلق فیصلہ کریں۔

مَیں صاف ذہن سے یہاں آیا ہوں اور کسی قسم کے غیر لچکدار سیاسی عقائد اور نظریات نہیں رکھتا۔ مجھے اس بات سے اطمینان ہے کہ موجودہ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ بلا لحاظ عقیدہ و مسلک اپنے ملک کیلئے تعمیری کام کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ ہز ہائنس کی حکومت بالضرور ایسی ہو کہ وہ عوامی نمائندوں کے تعاون اور رضامندی سے اپنے فیصلے کرتی ہو اور بالآخر نہ صرف ہز ہائنس کی بلکہ ان کے عوام کو بھی جوابدہ ہو۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ ریاست کے عوام ہز ہائنس کے بطور ایک فرد وفادار ہیں اور سب ان سے محبت کرتے ہیں اوران کو ترقی پسند خیالات کا حکمران سمجھتے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ہز ہائنس بھی ایسے فیصلے کرنا نہیں چاہتے جن پر ان کی وفادار رعایا کو اتفاق نہ ہو۔

مَیں اس بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ بطور وزیراعظم مَیں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی فرقہ نوازی سے کام نہیں لوں گا۔ میرے خیال میں مذہب اور سیاست کا باہم دوست بننا مشکل ہے۔ اس بات کی سچائی ان واقعات سے ثابت ہوتی ہے جو پچھلے چند مہینوں میں ریاست کی سرحدوں کے باہر رونما ہوئے تھے۔ جو لوگ مہاراجہ بہادر کے علاقوں میں ایک فرقہ وارانہ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں انہیں میری طرف سے کوئی پناہ نہیں ملے گی۔ جو لوگ موجودہ حکومت کو تباہ کرنے کے درپے ہیں اور اپنی ایک متوازی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو بلاشبہ ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کیا جائے گا اور اگر پکڑے گئے تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو باغیوں کا ہوتا ہے۔ کشمیریوں کے عظیم رہنما شیخ محمد عبداللہ نے ریاست کے عوام کی جس طرح رہنمائی کی ہے مَیں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اسے سراہتا بھی ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میری آمد سے پہلے ہی وہ آزاد شہری ہو چکے تھے اور مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے ان سے ملنے کا موقع دستیاب ہو گیا تھا۔ میری پُرخلوص کوشش ہوگی کہ مَیں ان سے اور ریاست کی دوسری سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے دوستانہ تعلقات قائم کروں ماسوا ان لوگوں کے جو ہز ہائنس اور ان کے خاندان کے سرکش ہیں اور جنہوں نے اپنی وفاداریاں کسی اور جگہ گروی کی ہوئی ہیں اور ریاست میں گڑبڑ پھیلانا چاہتے ہیں۔

حکومت کے سارے افسروں اور ملازموں سے برادرانہ تعاون اور محبت کی توقع رکھتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کرنا چاہوں گا کہ اگر حکومت کے عملے میں ایسے افراد بھی موجود ہوں جو کھلم کھلا یا خفیہ طور پر کسی اور ملک کے وفادار ہیں تو انہیں تلاش کیا جائے گا اور بے رحمی سے سزا دی جائے گی۔ سول اور فوجی ملازمین کے ایسے طرزِ عمل پر کوئی حکومت بھی نرمی نہیں کرے گی اور مَیں یہ بات تجربے کی بناء پر کہہ رہا ہوں کیونکہ پانچ دریاؤں کے صوبے میں قتلِ عام کا بڑا سبب حکومت کے ملازمین کی اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکامی ہے۔ اس موقع پر مَیں یہ ذکر بھی کرنا چاہوں گا کہ چاپلوسی اور سفارشیں مجھ پر کارگر نہیں ہوں گی۔ مَیں صرف ہز ہائنس اور ان کے عوام کیلئے وفا شعار اور راست باز خدمت ہی کو قابلِ قدر سمجھوں گا۔ یہ بات غور سے سن لیجئے کہ میری توقع یہی

ہوگی کہ ہر افسر اپنا کام پیش بینی اور ذمہ داری سے کرے گا۔ صاف بات یہ ہے کہ مَیں یہاں اپنا کام کرنے کیلئے آیا ہوں نہ کہ دوسرے افسروں کا۔ انہیں اپنا کام خود کرنا چاہئے۔

مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان لوگوں کی قسمتیں بدل سکتے ہیں جو ہز ہائنس کے علاقوں میں بس رہے ہیں اور ان کے لئے کافی غذا اور زندگی کی دوسری ضروریات مہیا کر سکتے ہیں اور ان کا معیارِ زندگی بلند کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم ریاست کی معاشی اور صنعتی ترقی کیلئے برادرانہ تعاون کے جذبے سے کام کریں قطع نظر اس کے کہ ہمارے مختلف اور متصادم نظریات ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم فرقہ وارانہ قیل وقال اور جھگڑوں کو اور دفتروں میں ذاتی فوائد کے خیالات کو ترک کر دیں ہمیں مذہبی درجہ بندی کا لحاظ کئے بغیر سب لوگوں کیلئے کام اور روزگار تلاش کرنا ہوگا۔ مقامی باشندوں کے مناسب تحفظ کے ساتھ تمام ہمسایہ ملکوں سے اور باہر سے ریاست کیلئے سرمایہ فراہم کرنا ہوگا۔ ہندوستان، پاکستان، ایشیا، مغرب کے دوسرے ممالک، امریکہ اور روس کے سائنس، آرٹ اور ادب کے فاضل لوگوں کو محسوس کرانا ہوگا کہ کشمیر میں ان کے لئے گھر موجود ہے اور یہاں وہ اپنی تحقیقات بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ ہمیں زیادہ وسیع المشرب ہونا چاہئے اور صوبائی عصبیت اور فرقہ واریت کو خیر باد کہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پوری دنیا ایک ملک بنتی جا رہی ہے اور کل کی دنیا میں اس طرح کے پست خیالات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تاہم ان خیالات کے پختہ ہونے سے پہلے ایک شرط پوری ہونا لازمی ہے۔ جب تک ریاست کے اندر داخلی تحفظ کی ضمانت نہ دی جائے اور خارجی جارحیت کا خوف دور نہ کیا جائے اسوقت تک ریاست میں نہ تو سرمایہ آئے گا اور نہ ہی عالم فاضل افراد ہمارے سوئٹزرلینڈ میں آئیں گے۔

جہاں تک داخلی تحفظ کا تعلق ہے تو مَیں اس کی فی الفور ضمانت دیتا ہوں۔ ہز ہائنس کی حکومت اتنی مضبوط اور طاقتور ہے کہ وہ اس کی یقین دہانی کرا سکتی ہے۔ کسی شخص کو بھی ہراساں کرنے کے خیالات اور تصورات نہیں رکھنے چاہئیں۔

مَیں کشمیری عوام کی نیک نیتی اور برادرانہ محبت پر یقین رکھتا ہوں اور فرض کرتا ہوں کہ وہ یہ بات سمجھیں گے کہ داخلی تحفظ کے بغیر انہیں غذا اور زندگی کی دوسری ضروریات سے محروم

رہنا پڑے گا۔ پنجاب کی بدامنی نے انہیں سخت متاثر کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ریاست میں انتشار پھیلا تو صرف وہی مصیبت جھیلیں گے۔ مجھے امید ہے کہ جموں وکشمیر کی تمام جماعتوں کے رہنما میرے ساتھ مل کر اس بات کی ضمانت دیں گے۔

جہاں تک ریاست کی سرحدوں پر گڑبڑ کا تعلق ہے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مجھے پاکستان کی جانب سے حملوں کی خبریں ملی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ریاست کی افواج حملہ آوروں کو سبق پڑھائیں گی۔ میرا ارادہ ہے کہ مَیں اس مملکت کے رہنماؤں کو ایک ذاتی درخواست تحریر کروں کہ وہ ان حملوں کو روکنے کیلئے مؤثر اقدامات کریں اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ میری اپیل پر دھیان دیں گے۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی ہے کہ مغربی پنجاب کے حکام ریاست سے عدم تعاون کر رہے ہیں اور علیٰ حالہٖ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انہوں نے پٹرول، کپڑے، اشیائے خوردنی وغیرہ کی ترسیل روک دی ہے۔

مواصلات کی لائنوں میں رکاوٹ ڈال دی گئی ہے اور انہیں بند کر دیا گیا ہے۔ مَیں مغربی پنجاب میں اپنے دوستوں کو لکھوں گا اور ان کی توجہ اس غیر دوستانہ کارروائی کی طرف مبذول کراؤں گا۔ ایک اچھے ہمسائے کی طرح مَیں ان سے موزوں انتظام کی توقع کرتا ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ڈاک وتار اور ٹیلیفون کے محکمے صدق دلی کے ساتھ ریاست کی خدمت نہیں کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تفتیش کرنے پر یہ الزام درست ثابت نہیں ہوگا۔ مملکتِ ہندوستان کے رہنماؤں نے ہز ہائنس کی حکومت کی جس طرح مدد اور مشورے سے دستگیری کی ہے اس کے لئے مَیں اپنی دلی قدردانی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس دوستانہ اقدام پر ہز ہائنس کی حکومت بھی بہت ممنون ہے۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ریاست کی حیثیت سے متعلق اپنے عوام کی رائے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہز ہائنس بالآخر جو فیصلہ بھی کریں گے چاہے وہ فیصلہ یہ ہو کہ ریاست آزاد رہے یا دونوں میں سے کسی ایک مملکت میں شامل ہو جائے لیکن ریاست ہر حال میں دونوں مملکتوں کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعلقات قائم رکھے گی اور مجھے یقین ہے کہ دونوں مملکتیں اس بات کی روادار ہوں گی کہ ریاست اپنے معاشی اور دوسرے حالات کے مطابق مناسب وقت پر فیصلہ کرے۔ ریاست

کی حدود نہ صرف دونوں مملکتوں کے ساتھ ملتی ہیں بلکہ دوسرے آزاد ممالک کی سرحدوں سے بھی متصل ہیں اور میں اپنے تمام ہمسایوں سے مدد، دوستی اور برادرانہ جذبے کی اپیل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کا ردِعمل بھی میرے احساسات کے مطابق ہوگا۔ اس اہم مسئلے پر جلدی میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس وقت لوگوں کے ذہن مذہبی جنون سے دھندلائے ہوئے ہیں اور متوازن رائے عامہ ناقابلِ حصول ہے۔

''آخر میں مَیں تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ تعاون کریں۔ مَیں ریاست کے تمام غور و فکر کرنے والوں سے تبادلۂ خیال کا خیر مقدم کرتا ہوں تا کہ مَیں ہز ہائنس اور ان کے عوام کو مشورہ دے سکوں کہ سیاسی مسائل پر فیصلہ کرنے کیلئے کونسا صحیح طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ مَیں ریاست میں اور ہندوستان، پاکستان اور دوسرے ممالک میں بھی پریس کے تعاون کا خواہشمند ہوں۔ ان کے تعاون اور ان کی حمایت کے بغیر کوئی حکومت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مجھے امید ہے کہ مجھے ان کی مکمل حمایت حاصل ہوگی۔''

## ۳.۲.۲۱
## محمد علی جناح بنام مہاراجہ کشمیر[1]
## (تار)

کراچی

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

کشمیر کی صورتِ حال کے بارے میں آپ کے وزیراعظم کا تار مورخہ ۱۸ اکتوبر مجھے موصول ہوا اور مجھے افسوس ہے کہ قبل اس کے کہ وہ تار مجھ تک پہنچے اور اس پر میں کوئی کارروائی کروں اسے اخبارات کو بھجوا دیا گیا۔ میری حکومت کی پہلے ہی آپ کی حکومت کے ساتھ مراسلت جاری ہے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ کے وزیراعظم نے اپنے تار میں میرے لئے ایسا انداز اختیار کیا ہے اور ایسی زبان استعمال کی ہے جس سے بیرونی امداد مانگنے کا اظہار ہوتا ہے اور اس کی نوعیت

ایک الٹی میٹم جیسی ہے۔ جوصورت حال سامنے آئی ہے اس سے نمٹنے کیلئے ایک ذمہ دار اور دوست حکومت کا یہ طریقہ نہیں ہوتا۔

۲۔۱۵ اکتوبر کو آپ کے وزیراعظم نے میری حکومت کو ایک تار بھیجا تھا جس میں اسی طرح کے الزامات ایسے ہی نازیبا لہجے میں لگائے گئے تھے جیسے کہ میرے نام ان کے ۱۸ اکتوبر کے تار میں دہرائے گئے ہیں اور انہوں نے اس کا انتظار بھی نہیں کیا کہ ان کے پہلے تار کا جواب میری حکومت کی جانب سے کیا آتا ہے۔ میری حکومت نے اس تار کا جواب ۱۸ اکتوبر کو دے دیا تھا۔ اس جواب میں واضح کر دیا گیا تھا کہ آپ کی حکومت کے یک طرفہ اور جانبدارانہ الزامات تسلیم کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ چونکہ آپ کی حکومت نے میرے نام تار کو پریس میں جاری کر دیا ہے لہٰذا میری حکومت نے بھی چاروناچار اپنا جواب پریس میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں آپ کی حکومت کے الزامات کی تردید کی گئی ہے۔

۳۔ آپ کے تار میں، جس کا یہ جواب دیا جا رہا ہے، یہ الزام لگایا گیا ہے کہ علیٰ حالہٖ معاہدے پر عمل نہیں کیا گیا۔ آپ کی انتظامیہ کو جو دشواریاں محسوس ہوئی تھیں وہ مشرقی پنجاب میں وسیع پیمانے پر فسادات کی وجہ سے تھیں اور اسی وجہ سے مواصلات کے نظام میں بھی خلل پیدا ہو گیا خصوصاً کوئلے کی کمیابی سے مغربی پنجاب کی حکومت نے بھی ان دشواریوں کو شدت سے محسوس کیا تھا۔ جہاں تک بینکوں کی سہولتوں کا تعلق ہے تو یہ مشکلات مختلف بینکوں میں عملے کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں اور ان کا الزام مغربی پنجاب کی حکومت پر عائد نہیں کیا جا سکتا جس نے بینکوں کی حفاظت کیلئے حتی المقدور کوشش کی ہے۔ ترسیلِ زر میں لاہور کرنسی افسر ریزرو بینک آف انڈیا کے ماتحت ہے۔ اخباری اطلاعات اور نجی افراد کے تاروں سے متعلق بھی آپ کی حکومت کی شکایت دور از کار ہے۔ آپ کی حکومت شاید اس بات سے بے خبر ہے کہ مغربی پنجاب میں سنسر شپ نہیں ہے لہٰذا مقامی اور صوبائی حکام کے خلاف شکایتیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ مرکزی حکومت کے وعدوں کو کاغذی وعدے ٹھہرانا دراصل سچائی کا مذاق اڑانا ہے جیسا کہ آپ کی حکومت نے الزام تراشا ہے۔ میری حکومت ان یقین دہانیوں پر ثابت قدم ہے اور علیٰ حالہٖ معاہدے کی تعمیل کرنے کا

مکمل ارادہ رکھتی ہے۔

۴۔ مواصلات اور سامان کی ترسیل سے متعلق مختلف دشواریوں کو راستے سے ہٹانے کیلئے میری حکومت نے بہت پہلے یہ تجویز پیش کی تھی کہ حکومتِ پاکستان اور کشمیر کے نمائندے مل کر اس کا حل ڈھونڈیں۔ اس درخواست کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ان حالات میں مجھے مجبوراً یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑے گا کہ یہ بے بنیاد الزامات اور تہمتیں آپ کی حکومت کی پالیسی کے اصل مقصد کو چھپانے کیلئے لگائی جا رہی ہیں۔ اس پالیسی کی حالیہ مثال وہ متضاد سلوک ہے جو کشمیر نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس کے رہنماؤں کے درمیان برتا جا رہا ہے۔ ایک طرف آپ کی حکومت نے شیخ عبداللہ کو رہا کر دیا ہے جن پر بغاوت کا مقدمہ چلا کر مجرم قرار دیا گیا تھا اور ان کے رفقاء پر سے پابندی ہٹالی گئی ہے اور نیشنل کانفرنس کو اپنا پروپیگنڈا کرنے کی کھلی اجازت دے دی گئی ہے تو دوسری طرف مسٹر غلام عباس اور ان کے رفقاء ابھی تک جیلوں میں ہیں حالانکہ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے مسلم کانفرنس کے اجلاس پر لگائی گئی پابندی کی خلاف ورزی کی تھی۔ علاوہ ازیں مسلم کانفرنس کو اپنے بنیادی شہری حقوق استعمال کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے خلاف آپ کی حکومت نے جو راستہ اختیار کیا ہے، جو ظلم آپ کی فوج کر رہی ہے، جس کی وجہ سے مسلمان ریاست سے بھاگ رہے ہیں اخباری اطلاعات خاص طور پر میرے نام آپ کے وزیراعظم کا تار جس میں بے بنیاد الزامات لگائے گئے تھے اور بیرونی امداد کی دھمکی دی گئی تھی ان باتوں کو اخبارات میں شائع کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ ہنگامی صورت حال پیدا کر کے ہندوستان کی مداخلت اور امداد حاصل کی جائے اور اس آڑ میں مملکتِ ہندوستان میں شمولیت اختیار کی جائے۔ قدرتی طور پر اس پالیسی سے آپ کی ۸۵ فیصد مسلم رعایا میں سخت ناراضگی اور شدید اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔

۵۔ آپ کے مجاز نمائندوں سے میٹنگ کیلئے میری حکومت کی تجویز اب اشد ضروری ہو گئی ہے میرا مشورہ ہے کہ ان دشواریوں کو ہموار کرنے کیلئے اور دوستانہ طریقے سے ان معاملات کو طے کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ آپ کے وزیراعظم کراچی آئیں اور تاروں اور خطوط کے ذریعے

تلخ مناقشہ جاری رکھنے کے بجائے موجودہ صورت حال پر گفت وشنید کی جائے۔ مَیں دوبارہ یہ کہنا چاہوں گا کہ مَیں آپ کے وزیراعظم کی اس تجویز کی توثیق کرتا ہوں جوانہوں نے اپنے ۱۵ اکتوبر کے تار میں پیش کی تھی اور جسے میری حکومت نے منظور کیا تھا کہ ''ان تمام امور کی غیر جانبدارانہ تحقیق کرائی جائے۔''

محمد علی جناح

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۹۴

## ۳.۲.۲۲

# کشمیر میں بغاوت، مسلم کسانوں کی شورش[1]

سرینگر

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ریاست کشمیر میں جاری کشمکش نے، جس میں ایک طرف ہندو مہاراجہ اور ان کی انتظامیہ میں ہندوؤں کی غالب اکثریت ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کی اکثریتی آبادی جسے پاکستان کے عوام کی حمایت حاصل ہے، مہاراجہ کے خلاف پونچھ کے مغربی ضلعوں کے مسلمان کسانوں کی بغاوت کی شکل اختیار کر لی ہے اور دو ہی دنوں میں اتنی بڑھ گئی کہ سرینگر (کشمیر کا دارالحکومت) سے راولپنڈی جانے والی سڑک کاٹ دی گئی ہے جو کشمیر اور پاکستان کے درمیان رابطے کا اہم راستہ ہے۔

جو خبریں آج سرینگر میں گشت کر رہی ہیں ان کے مطابق ضلع باغ کے مسلم باغیوں کو جہلم دریا کے پار ان کے ہم مذہب مدد اور اسلحہ پہنچا رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں باغیوں نے ریاست کی فوج (ہندو ڈوگرا) کو مشرق کی جانب پونچھ صوبے کے صدر مقام پونچھ کی طرف دھکیل دیا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ باغیوں نے اسلحہ خانوں پر چھاپے مار کر سینکڑوں بندوقیں چھین لی ہیں اور ہندو اور سکھ اقلیتی فرقوں کو نکال باہر کیا ہے جنہوں نے پچھلے مارچ میں راولپنڈی ڈویژن

میں فرقہ وارانہ فسادات سے جان بچا کر ریاست میں پناہ لی تھی۔ آخری اور سنگین صورت حال جو پیدا ہوئی ہے، اگرچہ اس کی تصدیق ابھی نہیں ہوئی، وہ یہ ہے کہ دو دنوں کے اندر مظفر آباد کا متصل ضلع جو باغ ضلع کے شمال میں ہے اور جس کی سرحدیں صوبہ سرحد کے ہزارہ ضلع کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں وہ بھی باغی کسانوں کے قبضے میں آ گیا ہے جن کو ہزارہ سے آئے ہوئے سینکڑوں مسلح پٹھانوں کی مدد حاصل تھی۔

## نہ ڈاک نہ تار

اتنی بات یقینی ہے کہ سرینگر اور راولپنڈی کے درمیان مواصلاتی راستہ کاٹ دیا گیا ہے۔ بسوں کی آمد و رفت بند ہو چکی ہے۔ تار اور خطوط نہیں پہنچ سک رہے۔ یہ خبر بھی ملی ہے کہ پاکستان کی سرحد پر کوہالہ میں دریائے جہلم کے مرکزی پل پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور انہوں نے دریا کے دوسرے کنارے دومیل (Domel) کے مقام پر کشمیری کسٹم کے عہدہ داروں اور فوج کو ان کی سرحدی چوکیوں سے بھگا دیا ہے۔ چونکہ راولپنڈی - سرینگر سڑک پٹرول، خوراک، نمک، چینی، کپڑا وغیرہ جیسی اشیاء کی ترسیل کا راستہ تھی اور چونکہ ریاست میں پہلے ہی یہ اشیاء کمیاب ہیں اس لئے ریاست کی معیشت پر تشویشناک اثرات کے بارے میں مبالغہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان معاملات میں اور پونچھ کی بغاوت میں پاکستانیوں کی فوجی مداخلت پر حکومتِ کشمیر نے حکومتِ پاکستان پر بھاری الزامات لگائے ہیں۔

یہ ساری پریشانی الحاق کے مناقشے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو ۱۵ اگست سے لوگوں کے ذہنوں پر مسلط ہے یعنی اس تاریخ سے جب کشمیر پر تاجِ برطانیہ کا اقتدار ختم ہو گیا تھا۔

چونکہ کشمیر میں ۸۰ فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے اور جغرافیائی اور معاشی اعتبار سے ریاست کا انحصار پاکستان پر ہے اس لئے مسلمانوں کا خیال ہے کہ ریاست کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے۔ لیکن ہندوستان بھی اس معاملے میں سرگرمی سے دلچسپی لے رہا ہے اور علامتیں بتا رہی ہیں کہ کشمیر کے ہندو مہاراجہ سر ہری سنگھ مسٹر گاندھی سے، جو تین ماہ قبل کشمیر آئے تھے، اور دوسرے کانگریسی رہنماؤں کی باتوں سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ کشمیر نیشنل کانفرنس کے رہنما

شیخ عبداللہ کی حالیہ رہائی سے جو انڈین کانگریس پارٹی کے سرگرم حامی ہیں یہ خیال زور پکڑتا جا رہا ہے کہ کشمیر کا ارادہ ہے کہ وہ پاکستان کے بجائے انڈین یونین میں شامل ہو جائے اور اسی لئے وہ اس وقت موقع ملنے کے انتظار میں ہے۔

اگرچہ سرینگر کا شہر آج کل پوشیدہ ہیجان کی حالت میں ہے اور حالیہ واقعات کے انجام سے پریشان ہے لیکن یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ موجودہ حکومت مستحکم ہے۔ تاہم صورت حال انتہائی دھماکہ خیز ہے اور پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ کا سبب بن سکتی ہے۔۔ دی ٹائمز۔۔لندن' ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۹۸ کا انیکس

## ۳.۲.۲۳
## صدر جموں سٹی مسلم کانفرنس بنام محمد علی جناح[1]
## (تار)

سیالکوٹ سٹی

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

قائداعظم۔کراچی

پچھلے تار اکارت گئے۔ دس ہزار مسلمان مہاجر میراں صاحب کی رال (Rosin) فیکٹری میں جمع ہوئے تھے۔ان کی سلامتی کے بارے میں کشمیر کے وزیراعظم کی یقین دہانی کے فوراً بعد ہی ڈوگرا فوج نے انہیں ذبح کر دیا۔ جموں شہر کے پچاس میل کے دائرے میں تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا جن میں عورتیں، بچے اور سرکاری اہلکار وغیرہ شامل تھے۔ چالیس ہزار سے زیادہ افراد قتل کئے جا چکے ہیں۔ منظم قتل عام جاری ہے جموں شہر میں مسلمانوں پر حملے شروع ہو گئے ہیں۔ ساڑھے تین سو مسجدوں کو نذر آتش کر دیا گیا ہے اور قرآن شریف جلا دیئے گئے ہیں۔ مسلم عہدہ داروں اور افسروں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سب حکومت کی منصوبہ بندی ہے۔ تار کی

لائنیں کاٹ دی گئی ہیں۔ جموں شہر کے مسلمانوں پر نزع کا عالم ہے۔ مہربانی سے اب بھی جاگ جایئے اور اس آخری لمحے میں ہزاروں افراد کو ان کی طرف تیزی سے بڑھتی ہوئی موت سے بچایئے۔ قریب المرگ یہ ہماری آخری اپیل ہے کہ اگر فوری طور پر کوئی اقدام نہیں کیا گیا تو جموں شہر کے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کے وحشیانہ قتل کی ذمہ داری صرف آپ کی ذات پر عائد ہوگی۔ اسی دم اقدام یا پھر کبھی نہیں۔

صدر سٹی مسلم کانفرنس، جموں

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۳۹۹

## ۳.۲.۲۴
## مہاراجہ کشمیر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

دی پیلس، جموں

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

یور ایکسیلنسی کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میری ریاست میں سنگین صورت حال برپا ہے اور آپ کی حکومت سے فوری مدد کی گذارش ہے۔ جیسا کہ یور ایکسیلنسی جانتے ہیں جموں و کشمیر کی ریاست نے ہندوستان یا پاکستان کی مملکتوں میں سے کسی سے بھی الحاق نہیں کیا ہے۔ جغرافیائی طور پر میری ریاست دونوں مملکتوں سے متصل ہے۔ دونوں کے ساتھ اس کے اہم معاشی اور ثقافتی رابطے ہیں۔ علاوہ ازیں میری ریاست کی سویت یونین اور چین کے ساتھ مشترکہ سرحدیں ہیں۔ اپنے خارجہ تعلقات میں ہندوستان اور پاکستان کی مملکتیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتیں۔

مَیں یہ فیصلہ کرنے کیلئے کچھ وقت لینا چاہتا تھا کہ مجھے کس مملکت کے ساتھ شامل ہونا چاہئے یا پھر دونوں مملکتوں اور میری ریاست کے بہترین مفاد میں یہ ہے کہ مَیں دونوں کے ساتھ دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات رکھتے ہوئے آزاد رہوں۔

چنانچہ مَیں نے ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں سے علیٰ حالہٖ معاہدے طے کرنے کیلئے رابطہ قائم کیا۔حکومتِ پاکستان نے اس انتظام کوقبول کرلیا۔مملکتِ ہندوستان کی خواہش تھی کہ اس معاملے پر میری حکومت کے نمائندوں سے مزید گفت وشنید ہونی چاہئے۔ذیل میں دی گئی صورت حال کی وجہ سے مَیں یہ بندوبست نہیں کرسکا۔درحقیقت حکومتِ پاکستان علیٰ حالہٖ معاہدے کے تحت ریاست میں ڈاک اورتار کا نظام چلارہی ہے۔اگرچہ حکومتِ پاکستان کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پاچکا ہے لیکن اس حکومت نے میری ریاست کیلئے خوراک،نمک اور پیٹرول کی باقاعدہ ترسیل میں روز بروز کمی کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

آفریدیوں، عام لباس میں فوجی جوانوں اور جدید ہتھیاروں سے لیس غنڈوں کو میری ریاست میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے جو پہلے پونچھ میں اوراس کے بعد سیالکوٹ کی جانب اورآخر میں راکموٹ کی طرف ضلع ہزارہ کے متصلہ علاقے میں کثیر تعداد میں داخل ہوچکے ہیں۔اس کے نتیجے میں ریاست کی محدود فوج کو بانٹنا پڑا اوراسے بیک وقت مختلف مقامات پر دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا۔جان ومال کی آزادانہ تباہی اورلوٹ مار کوروکنا مشکل ہوگیا ہے۔ماہورا بجلی گھر جلادیا گیا ہے جس سے پورے سرینگر کو بجلی پہنچائی جاتی تھی۔متعدد عورتوں کے اغوا اورزنا بالجبر سے میرا دل لہو ہورہا ہے۔یہ وحشی گروہ جو میری ریاست میں آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں اب میرے موسم گرما کے صدر مقام سرینگر پر قبضہ کرنے کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں جو پوری ریاست پر چڑھ دوڑنے کا پہلا قدم ہے۔صوبۂ سرحد کے دور افتادہ علاقوں سے بھرتی کیا ہوا قبائلیوں کا جم غفیر جدید ہتھیاروں سے لیس ٹرکوں میں مانسہرہ-مظفرآباد کے راستے باقاعدگی کے ساتھ ریاست میں داخل ہورہا ہے۔یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کا علم صوبۂ سرحد کی حکومت اورحکومتِ پاکستان کو نہ ہو۔ میری حکومت کی متواتر اپیلوں کے باوجود ان حملہ آوروں کی مزاحمت کرنے اور انہیں میری ریاست میں آنے سے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ریڈیو پاکستان اوراخبارات نے حقیقت میں ان واقعات کی خبر دی ہے۔ریڈیو پاکستان نے یہ حکایت بھی بیان کی ہے کہ کشمیر میں ایک عبوری حکومت قائم ہوگئی ہے۔میری ریاست کے مسلم اور غیر مسلم لوگوں نے اس معاملے میں

کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔

میری ریاست میں اس وقت جو حالات ہیں اور موجودہ ہنگامی صورت حال کے پیشِ نظر میرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ مَیں ہندوستان سے مدد مانگوں۔ قدرتی طور پر مملکتِ ہندوستان سے الحاق کے بغیر میری درخواست پر مدد نہیں پہنچائی جاسکتی تھی لہٰذا مَیں نے اس اقدام کا فیصلہ کرلیا ہے اور آپ کی حکومت کی منظوری کیلئے سندِ الحاق منسلک کررہا ہوں۔[2] دوسرا راستہ یہ ہے کہ مَیں اپنی ریاست اور اپنے عوام کو لٹیروں کے حوالے کردوں۔ اس بنیاد پر کوئی مہذب حکومت نہ تو قائم رہ سکتی ہے اور نہ برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ جب تک مَیں اس ریاست کا حکمراں ہوں اور اپنے ملک کے دفاع کیلئے زندہ ہوں یہ متبادل صورتِ حال پیش آنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یور ایکسیلنسی کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میرا ارادہ ہے کہ فوراً ایک عبوری حکومت قائم کروں اور شیخ عبداللہ سے کہوں کہ اس ہنگامی دور میں وہ میرے وزیراعظم کے ساتھ مل کر ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

اگر میری ریاست کو بچانا مقصود ہو تو سرینگر میں فوراً مدد پہنچنی چاہئے۔ صورت حال سے مینن بخوبی واقف ہیں لہٰذا اگر مزید وضاحت کی ضرورت محسوس ہو تو وہ تشریح کردیں گے۔

عجلت اور نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص
ہری سنگھ

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۰۲

۲۔ ایک نئی اطلاع کے مطابق کشمیر نے دراصل ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان سے الحاق کرلیا تھا۔ دیکھئے ایس سی بھٹ 'The Encylopaedic District Gazateer of India' جلد سوم، دہلی، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۴۰۷۔ ہندوستان نے سو سے زیادہ ہوائی جہاز قابو کرلئے تھے اور ہندوستان فوج کو سرینگر لے جانے کیلئے ہوائی جہازوں کا یہ بیڑا ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو تیار تھا۔ فوج کی پیش قدمی کے احکامات بھی اسی دن جاری کردیے گئے تھے۔ رسمی بیان کے باوجود یہ بات واضح ہے کہ اگر ہندوستان یہ فیصلہ پہلے سے ہی نہ کرتا تو ۲۴ گھنٹوں میں اس پیمانے پر تیاریاں ممکن نہیں تھیں۔ مزید دیکھئے السٹر لیم کی کتاب Kashmir: A Disputed Legacy، صفحات ۱۴۰ اور ۱۴۴، نوٹ ۳۱

# ۳.۲.۲۵

# جواہر لال نہرو بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]

## (تار۔ اشد فوری)

نئی دہلی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

برائے وزیر اعظم برطانیہ منجانب وزیر اعظم ہندوستان

ریاست کشمیر میں ایک سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ بڑی تعداد میں آفریدیوں اور سرحد کے دوسرے قبائل نے ریاست کے علاقے پر حملہ کر دیا ہے اور کئی قصبوں پر قبضہ کر لیا ہے اور باغیوں نے غیر مسلموں کو بڑی تعداد میں قتل کر دیا ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق ان قبائلیوں کے پاس موٹر گاڑیاں ہیں اور وہ خود کار ہتھیاروں سے لیس ہیں اور پاکستانی علاقے سے گذر کر آئے ہیں۔ آخری خبریں یہ ہیں کہ یہ حملہ آور وادیٔ جہلم کے راستے وادیٔ کشمیر کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

حکومتِ کشمیر کی جانب سے ہم سے فوری مدد کی اپیل موصول ہوئی ہے ہم کسی بھی دوست ریاست کی اس طرح گذارش کا لحاظ کرنے کے حق میں ہیں۔ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ کشمیر کی شمالی سرحدیں تین ممالک یعنی افغانستان، سوویٹ یونین اور چین سے مشترکہ ہیں۔ داخلی امن اور پائیدار حکومت کی موجودگی پر نہ صرف کشمیر کی سلامتی کا انحصار ہے بلکہ یہ ہندوستان کی سلامتی کیلئے بھی بہت اہم ہیں کیونکہ کشمیر کی جنوبی سرحد کا کچھ حصہ ہندوستان کے ساتھ متصل ہے۔ لہٰذا کشمیر کی اعانت خود ہندوستان کے قومی مفاد کا تقاضہ ہے۔ ہم اس مسئلے پر فوری غور کر رہے ہیں کہ ریاست کو اپنے دفاع کیلئے کس طرح کی مدد پہنچانی چاہئے۔

مَیں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس ہنگامی صورت حال میں کشمیر کی مدد میں کوئی ایسا ارادہ مضمر نہیں جس سے ریاست کو ہندوستان سے الحاق پر مجبور کیا جا سکے۔ ہمارا نقطۂ نظر جس کا ہم نے بارہا اعلان کیا ہے یہ ہے کہ کسی متنازعہ علاقے یا ریاست میں الحاق کے مسئلے پر عوام کی خواہش

کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور ہم اس نقطۂ نظر پر قائم ہیں۔ تاہم یہ بات بھی واضح ہے کہ اگر خارجی جارحیت کامیابی سے ریاست کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دے تو کشمیر کے عوام کی آزادانہ رائے معلوم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

مَیں نے اس تمام صورت حال سے آپ کو آگاہ کرنا مناسب سمجھا ہے کیونکہ اس سے بین الاقوامی پیچیدگیوں کا خطرہ ہے۔

[جواہر لال نہرو]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۰۳

## ۳.۲.۲۶
## کلیمنٹ ایٹلی بنام لیاقت علی خاں[1]
## (تار)

کراچی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مجھے ہندوستان کے وزیراعظم کا پیغام موصول ہوا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ کشمیر میں سنگین صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ یہ کہ قبائلی لوگ موٹر گاڑیوں میں اور خودکار ہتھیاروں کے ساتھ پاکستان کے راستے کشمیر کے علاقے میں داخل ہوگئے ہیں۔ یہ کہ انہوں نے متعدد قصبوں پر قبضہ کرلیا ہے اور بڑی تعداد میں غیر مسلموں کو قتل کرڈالا ہے اور اب وہ سرینگر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مسٹر نہرو کا کہنا ہے کہ حکومتِ ہندوستان کو حکومتِ کشمیر کی جانب سے فوری مدد کی اپیل موصول ہوئی ہے اور یہ کہ وہ اس اپیل پر غور کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس ہنگامی صورت حال میں کشمیر کی مدد میں کوئی ایسا ارادہ مضمر نہیں جس سے ریاست کو ہندوستان سے الحاق کرنے پر مجبور کیا جاسکے۔

مَیں نے مسٹر نہرو سے اپنے جواب میں کہا ہے کہ ہمیں ایسی مصدقہ رپورٹیں نہیں ملیں

کہ وہاں اس پیمانے پر اور اس اہمیت کی یلغار ہو رہی ہے اور مَیں نے ان سے استدعا کی ہے کہ وہ اس اپیل کے جواب میں ہندوستانی افواج کی مسلح مداخلت کی کوشش نہ کریں۔ آپ سے بھی میری یہی اپیل ہے کہ کشمیر میں پاکستانی مسلمانوں کی مسلح مداخلت کو روکنے کی اور قبائلیوں کو کشمیر جانے کیلئے پاکستان کا علاقہ استعمال کرنے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کام آپ کی دسترس میں ہوگا کہ جو قبائلی کشمیر میں داخل ہو چکے ہیں انہیں اپنے اثر ورسوخ سے واپس ان کے گھر بلا لیں۔ مَیں مسٹر نہرو کو بھی آگاہ کر رہا ہوں کہ مَیں نے آپ سے یہ اپیل کی ہے۔

آپ کے غور کرنے کیلئے مَیں یہ تجویز پیش کر رہا ہوں اور جیسا کہ مسٹر نہرو کو بھی پیش کی جا رہی ہے کہ کشمیر کے مستقبل کا مشکل مسئلہ طے کرنے کیلئے سب سے کارآمد عمل یہ ہوگا کہ جتنی جلدی ہو سکے کسی مناسب مقام پر ایک میٹنگ میں آپ، مسٹر نہرو اور مہاراجہ کشمیر اس معاملے پر گفت وشنید کریں۔

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۰۴

## ۳.۲.۲۷

## محمد علی بنام لیاقت علی خاں[۱،۲]

(تار۔ اشد فوری)

کراچی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

برطانوی ہائی کمشنر ابھی ابھی مجھ سے ملے تھے اور انہوں نے مندرجہ ذیل دستاویز مجھے پہنچائی:

(چار پیرے حذف کر دیئے گئے ہیں)

برطانوی ہائی کمشنر نے امید ظاہر کی ہے کہ آپ کے، پنڈت نہرو اور مہاراجہ کشمیر کے درمیان ایک میٹنگ کی تجویز آپ کو منظور ہوگی اور یہ کہ اس تجویز پر آپ اپنی منظوری کی اطلاع تار کے ذریعے فوراً پنڈت نہرو کو دیدیں اور ساتھ ہی برطانیہ کے وزیر اعظم کو بھی مطلع کر دیں۔

مَیں نے انہیں اس جھگڑے کی نوعیت سے آگاہ کیا کہ کس طرح پونچھ میں ظالمانہ کارروائیوں سے مسلم آبادی کا بیشتر حصہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ ہزارہ ضلع میں مہاجرین کی آمد سے مقامی آبادی میں غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ مَیں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ کشمیر میں قبائلیوں کی یلغار کی حوصلہ افزائی حکومتِ پاکستان نے کسی طرح نہیں کی تھی بلکہ اس کی مخالفت کی تھی۔ ہم تو صرف سیاسی دباؤ ہی ڈال سکتے تھے کیونکہ قبائلیوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنا مناسب نہیں تھا جس سے سرحد پر مسلح تصادم کا خطرہ پیدا ہو جاتا۔ انہوں نے اس نکتے کو سراہا۔ مَیں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ کس طرح سکھ بڑی تعداد میں جموں و کشمیر پہنچ گئے تھے اور کس طرح انہوں نے انڈین نیشنل آرمی اور ڈوگرا فوج کے ساتھ جموں میں مسلمانوں کو قتل کیا اور دیہاتوں کو نذرِ آتش کیا اور انہیں جموں سے نکال کر مغربی پنجاب کی طرف دھکیل دیا۔ مَیں نے مزید یہ کہا کہ اگر کشمیر ہندوستان سے الحاق کرتا ہے یا ہندوستان اپنی مسلح افواج بھیجتا ہے تو اس جھگڑے پر قابو پانا کسی فرد کے بس میں نہیں ہوگا کیونکہ پورا کشمیر بھڑک اٹھے گا۔ لہٰذا ہندوستان کو چاہئے کہ وہ نہ تو کوئی فوجی امداد بھیجے اور نہ ہی مہاراجہ کی خواہش کے باوجود کشمیر کا الحاق منظور کرے بلکہ ہندوستان کو چاہئے کہ اس مسئلے میں استصوابِ رائے کو اوّلین شرط قرار دے۔

براہِ مہربانی پنڈت نہرو اور وزیر اعظم برطانیہ کے نام اپنے تار کا متن تار کے ذریعے مجھے ارسال کر دیجئے تاکہ میں برطانوی ہائی کمشنر کو بھی اس سے آگاہ کر دوں۔

[محمد علی]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر ۴۰۵ کے آر۔

۲۔ لیاقت علی خاں ان دنوں لاہور میں تھے۔

## ۳.۲.۲۸

# لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام مہاراجہ کشمیر[1]

نئی دہلی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مہاراجہ صاحب

یور ہائنس کا خط مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء مسٹر وی پی مینن نے مجھے پہنچا دیا ہے۔ یور ہائنس نے جن غیر معمولی حالات کا ذکر کیا ہے ان کی بناء پر میری حکومت نے مملکتِ ہندوستان سے ریاستِ کشمیر کے الحاق کو منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اپنی اس پالیسی کے بموجب کہ جب کسی ریاست میں الحاق کا مسئلہ متنازعہ بن جائے تو اس کا فیصلہ ریاست کے عوام کی خواہشات کے مطابق ہونا چاہئے میری حکومت کی خواہش ہے کہ جس وقت کشمیر میں امن وامان بحال ہوگا اور اس کی سرزمین حملہ آوروں سے خالی ہوگی تو الحاق کے مسئلے کو عوام کی ایک کانفرنس میں طے ہونا چاہئے۔ اس دوران میں فوجی امداد کیلئے یور ہائنس کی اپیل کے جواب میں ہندوستانی فوج کے دستے کشمیر روانہ کرنے کی کارروائی شروع کر دی گئی ہے تا کہ آپ کے علاقے کے دفاع اور آپ کے عوام کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کیلئے آپ کی فوج کی مدد کی جائے۔

میری حکومت کو اور مجھے یہ جان کر اطمینان ہوا ہے کہ یور ہائنس نے شیخ عبداللہ کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک عبوری حکومت بنائیں اور آپ کے وزیراعظم کے ساتھ مل کر کام کریں۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۰۷

# ۳.۲.۲۹

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ولبھ بھائی پٹیل[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نائب وزیراعظم

جنرل ریس (Rees) نے مجھے ابھی بتایا ہے کہ ہمارے فوجی دستے سرینگر میں کامیابی سے اتر گئے ہیں اور بارہ مولا سے آنے والے قبائلیوں سے مقابلہ کرنے کیلئے پیش قدمی کر رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم اپنی افواج پندرہ دن پہلے سرینگر بھیج سکتے یا سرینگر جانے کیلئے ریاستی افواج کو جموں میں فارغ کر سکتے تو صورتِ حال سے نمٹنا نسبتاً آسان ہو جاتا۔ اب آپ کو آگاہ کرنا ضروری ہے کہ خطرہ بہت زیادہ ہے اور حملہ آوروں کو سرینگر سے دور رکھنے کے امکانات کچھ اچھے نہیں ہیں۔

خوش قسمتی سے قبائلی لوگ لوٹ مار پر تلے ہوئے ہیں اور چونکہ کشمیر کی وادی میں غیر مسلم بہت کم آباد ہیں اس لئے وہ اپنے ہی ہم مذہبوں کو لوٹیں گے اور قتل کریں گے جبکہ ہندوستانی فوج ان کے خلاف شیخ عبداللہ کی مدد کرے گی۔ میرے خیال میں اس کا ہمیں سیاسی فائدہ پہنچے گا اور اگر شیخ عبداللہ کے حامیوں کو اس طرح سے اکٹھا کیا جا سکے تو اس سے پہلے کہ قبائل بہت زیادہ لوٹ کھسوٹ کر سکیں انہیں پسپا کیا جا سکتا ہے۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۰۸

# ۳.۲.۳۰

# مہر چند مہاجن بنام ولبھ بھائی پٹیل[1]

جموں

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر سردار پٹیل جی

کشمیر کیلئے آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کیلئے میں اور ہز ہائنس آپ کے انتہائی شکر گذار ہیں۔ ہز ہائنس نے مجھ سے کہا ہے کہ مَیں ذاتی طور پر آپ کو یہ بتاؤں کہ اس بروقت اور فوری امداد کے وہ کس قدر احسان مند ہیں۔ میرا انحصار فقط آپ کے قیمتی مشورے اور رہنمائی پر ہے۔ اگر مَیں نے کوئی احمقانہ لفظ استعمال کیا ہے تو مَیں اس کی معافی چاہتا ہوں اب یہ سارا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ مہربانی فرما کر میسور کا نمونہ میرے لئے بھیج دیجئے اور مَیں اس پر اپنی رائے سے مطلع کردوں گا کہ کشمیر جیسی پسماندہ ریاست میں اس نمونے کو کس حد تک اختیار کیا جاسکتا ہے۔ آپ خود بخشی جی (بخشی ٹیک چند) کے ساتھ اس کو حتمی شکل دے دیں اور جب گفت وشنید کیلئے بلایا گیا تو میں آجاؤں گا۔

نیک خواہشات اور دوبارہ میرے شکریے کے ساتھ۔ یہ ہندوستانی سیاستدانوں کا ایک ایسا یادگار اور فوری فیصلہ تھا جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کا مخلص

مہر چند مہاجن

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۰۹

## ۳.۲.۳۱

## جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

(تار۔اقتباس/اشدفوری)

نئی دہلی
۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۲۵ اکتوبر[2] کے حوالے سے جو مجھے کل موصول ہوا۔

(پیرا ۱ اور ۲ حذف کردئے گئے ہیں)

مَیں بہت جلد آپ سے ملنے اور مختلف مسائل اور خاص طور پر کشمیر کے حالات پر آپ سے گفتگو کرنے کے موقع کا خیر مقدم کروں گا۔ مَیں سنجیدگی سے امید کرتا ہوں کہ حملے روکنے میں اور افراتفری ختم کرنے میں اور پھر کشمیر کے لوگوں کے مستقبل کا انتخاب خود ان پر چھوڑنے میں پاکستان اور ہندوستان ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ آپ مشترکہ دفاعی کونسل کی میٹنگ کیلئے بہت جلد دہلی آنے والے ہیں۔

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۱۳
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

## ۳.۲.۳۲

## کلاڈ آکنلِک بنام چیفس آف سٹاف[1]، لندن

(تار۔فوری/انتہائی خفیہ)

نئی دہلی
۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

پاکستانی فوج کے قائم مقام کمانڈر انچیف گریسی نے ۲۷ اکتوبر کی رات ایک بجے مجھے فون پر بتایا کہ انہیں جناح کے احکامات آئے ہیں جن کی وہ اگر تعمیل کریں تو اس کے نتیجے میں

واپسی کا حکم (Stand Down Order) بھی جاری کرنا ہوگا۔

۲۔۲۸ اکتوبر کی صبح بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ کر مَیں نے گریسی سے ملاقات کی اورانہوں نے کہا کہ جن احکامات کی انہوں نے تعمیل نہیں کی وہ یہ تھے کہ بارہ مولا اور سرینگر اور درۂ بانیہال پر قبضہ کرنے کیلئے کشمیر میں فوج بھیجی جائے اور جموں کے ضلع میر پور میں بھی فوجی دستے بھیجے جائیں۔

۳۔مَیں مسٹر جناح سے ملا جو اس وقت لاہور میں تھے اوران سے موجودہ صورت حال پر تفصیلی گفتگو کی جس میں برطانوی افسروں کے متعلق وضاحت کی گئی۔گریسی نے پاکستانی فوج کی کمزوری پر زور دیا جب کہ مَیں نے کشمیر کے اچانک الحاق کے نتیجے میں موجودہ انڈین یونین کے علاقے پر خلاف ورزی کے باعث جو بے شمار نتائج سامنے آئیں گے ان کی طرف اشارہ کیا۔

۴۔ جناح نے اپنے احکامات واپس تو لے لئے لیکن کشمیر کا الحاق حاصل کرنے میں (بقول ان کے) ''ہندوستان کی چالاکی'' پر سخت چراغ پا اور مضطرب تھے۔میری رائے میں صورت حال اس وقت بھی دھماکہ خیز اور انتہائی خطرناک ہے کیونکہ کشمیر میں بے قاعدہ قبائلی لشکروں کی مزید کامیابیوں سے یا جموں یا کشمیر میں ریاستی افواج یا ہندوستانی افواج کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتلِ عام سے دونوں جانب بھڑکے ہوئے جذبات برملا جنگ میں بدل سکتے ہیں۔ ان حالات میں حکومت کی انسدادی تدابیر غیر مؤثر ہو جانے کا امکان ہے۔

۵۔ جناح نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا کہ انہیں اور ان کے وزیراعظم کو ماؤنٹ بیٹن، نہرو، مہاراجہ کشمیر اوران کے وزیراعظم سے ایک گول میز کانفرنس میں مل کر موجودہ خطرناک صورت حال سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ماؤنٹ بیٹن کو بھی یہ تجویز پہنچادی گئی اورانہوں نے بھی اس سے اصولاً اتفاق کیا ہے۔اب یہ معاملہ دونوں گورنر جنرلوں کے ہاتھ میں ہے۔

۶۔اگر برطانوی افسروں سے متعلق صورت حال مزید خراب ہوئی تو اس کی اطلاع آپ کو کردی جائے گی۔

۷۔اس سگنل کی نقول برطانیہ کے دونوں ہائی کمشنروں کو بھیج دی گئی ہیں۔
۸۔اسی چینل پر جواب دیجئے۔

کلاڈ آکنلِک

۱۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۱۴

## ۳۲.۲.۳ کا ضمیمہ
## ہاورڈ ڈونوون بنام جارج مارشل
## (تار/بصیغہ راز)

نئی دہلی

۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

کشمیر کے حالات روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتے جارہے ہیں۔پہلے ہی زیر بار ہندوستانی افواج پر مزید بوجھ سے شمالی ہندوستان میں امن وامان برقرار رکھنے کے امکانات ضرور متاثر ہوں گے۔کشمیر پر حملہ آور قبائل اور دوسرے لوگ لامحدود مدت تک اپنی چھاپہ مار جنگ جاری رکھ سکتے ہیں۔کل سے سوائے دہلی-کلکتہ پرواز کے ساری داخلی ہوائی سروس غیر معینہ مدت کیلئے معطل کر دی گئی ہے کیونکہ ''قومی اہمیت کے کام کیلئے'' ہوائی جہازوں کی ضرورت ہے یعنی کشمیر کو فوجیں اور رسد رسانی کیلئے۔ٹائم۔لائف (Time-Life) کے مقامی نامہ نگار کو ایک غیر مصدقہ رپورٹ ملی ہے کہ جناح نے پاکستانی افواج کو کشمیر بھیجنے کے لئے برطانوی کمانڈر انچیف کو حکم دیا تھا لیکن کمانڈر انچیف نے حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے۔کل رات حکومتِ ہندوستان نے ایک پریس نوٹ جاری کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حملہ آوروں کو کشمیر میں داخل ہونے سے روکنے کیلئے پاکستان کو ۲۸ اکتوبر کو کہا گیا ہے۔

۲۔ان حالات میں حکومتِ ہندوستان کا کشمیر سے الحاق قبول کرنا قابلِ فہم ہے۔لیکن حکومتِ ہندوستان نے صریحاً ذمہ داری اپنے سر لی ہے کیونکہ استصواب منعقد کرنے کیلئے اگر کشمیر

میں خاطر خواہ امن قائم بھی ہو جائے تو اس بات کا یقین نہیں کہ ہندوستان سے الحاق کے حق میں ووٹ بھی ڈالے جائیں گے۔

۳۔ سفارت خانے کی رائے میں ایک کارآمد حل یہی ہے کہ حکومتِ ہندوستان اور حکومتِ پاکستان یہ کوشش کریں کہ جونا گڑھ اور حیدرآباد کا الحاق ہندوستان سے ہو جائے اور کشمیر پاکستان کو ملے لیکن ہندوستان اور پاکستان کے گذشتہ تعلقات کے مدِ نظر اس مدبرّانہ حل کے امکانات حوصلہ شکن حد تک محدود نظر آتے ہیں۔

۴۔ کل مَیں نے باجپائی سے پوچھا آیا کشمیر کی صورتِ حال حکومتِ ہندوستان کے قابو میں ہے تو انہوں نے جواب دیا ''مَیں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا'' یا تو باجپائی کو کشمیر کی فوجی صورت حال کی معلومات کم ہیں یا وہ اس بابت کچھ کہنا پسند نہیں کرتے۔ انہوں نے بتایا کہ ہندوستانی فوج کے کمانڈنگ افسر موَخرالجیش اقدام (Rearguard action) میں ہلاک ہو گئے جس کی وجہ سے کچھ دیر کیلئے کھل بلی مچ گئی تھی۔

۵۔ باجپائی نے فوجوں کی سراسر فضائی ترسیل کی دشواری کا ذکر کیا خاص طور پر جب کہ موسم سرما کی آمد ہے۔

۶۔ حیدرآباد سے متعلق باجپائی نے کہا کہ حکومتِ ہندوستان سے معاہدے کے مسئلے پر نظام کو مسلم انتہا پسندوں سے نبٹنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔

(آخری پیرا حذف کر دیا گیا ہے)

ڈونووَن

# ۳.۲.۳۳

## لیاقت علی خاں بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]

### (تار)

لاہور

۲۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مَیں آپ کے پیغام کا شکر گزار ہوں جو کراچی میں مقیم آپ کے ہائی کمشنر نے مجھے پہنچایا ہے۔ یہاں کی صورت حال یہ ہے کہ ۲۷ اکتوبر کو علی الصبح یعنی جب مسٹر نہرو نے آپ کو تار بھیجا تھا اس کے دوسرے ہی دن حکومتِ ہندوستان نے اپنی فوجیں کشمیر روانہ کر دیں۔ یہ ان سلسلہ وار واقعات کی آخری کڑی ہے جن کا مختصر ذکر حسبِ ذیل ہے:

۲ اکتوبر کو کشمیر کے اس احتجاج پر کہ ضروری اشیاء کی ترسیل میں پاکستان علیٰ حالہٖ معاہدے کی پابندی نہیں کر رہا ہے مَیں نے وزیراعظم سے تار کے ذریعے وضاحت کی کہ ان اشیاء کا کشمیر نہ پہنچنے کا سبب یہ ہے کہ فسادات کی وجہ سے مواصلات میں خلل پڑ گیا ہے۔ مَیں نے انہیں یقین دلایا کہ ہم پوری کوشش کریں گے کہ کشمیر کو اس کی ترسیلات یقینی طور پر ملتی رہیں۔ مَیں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں ان خبروں سے سخت تشویش ہے کہ مسلح سکھ کشمیر میں خفیہ طور پر داخل ہو رہے ہیں اور ان پر دوبارہ اس ضرورت کی اہمیت واضح کی کہ پاکستان اور کشمیر کے نمائندوں کو مل کر ریاست کی ترسیلات اور دوسرے مسائل پر غور کرنا چاہئے۔ مجھے جواب یہ ملا کہ حکومتِ کشمیر اس وقت پاکستان سے کشمیر میں خفیہ طور پر داخل ہونے والے مسلح افراد کی پھیلائی ہوئی افراتفری سے نمٹنے میں اس قدر مصروف ہے کہ وہ لوگ ہمارے درمیان متنازع معاملات پر گفت وشنید نہیں کر سکتے لیکن جب حالات معمول پر آ جائیں گے تب یہ کام کیا جائے گا۔ تاہم ہم نے وزارتِ خارجہ کے جائنٹ سیکریٹری (اے ایس بی) شاہ کو سرینگر بھیجا تا کہ وہ کشمیر سے ان معاملات کا تصفیہ کریں لیکن وزیراعظم نے ان سے کسی قسم کی گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں واپس آنا پڑا۔ مَیں نے ایک اور تار میں اس بات کی تردید کی کہ مسلح افراد کو کشمیر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس

کے بعد مَیں نے وزیراعظم کوتار کے ذریعے پونچھ اور سیالکوٹ ضلع کی سرحد کے حالات سے آگاہ کیا جہاں ریاستی افواج مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہی ہیں۔

۱۵ اکتوبر کو اپنے جواب میں ان الزامات کی تردید کرنے کے بعد وزیراعظم نے تجویز پیش کی کہ ان معاملات پر ایک غیر جانبدار تفتیش کا اہتمام کیا جائے تا کہ ''غلط فہمیاں دور ہوں اور مخلصانہ تعلقات بحال ہو سکیں'' اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر اس تجویز کو قبول نہ کیا گیا تو ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی سرحد پر لوگوں کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کیلئے باہر سے امداد طلب کریں۔ انہوں نے اچانک حملے کو جس کی انہوں نے شکایت کی تھی اور اشیاء کی ترسیل میں ناکامی کو پاکستان سے الحاق کیلئے کشمیر پر دباؤ ڈالنے کے اقدامات سے منسوب کیا۔ مَیں نے ۱۸ اکتوبر کو اپنے جواب میں ان الزامات کی دوبارہ تردید کی کہ یہ حملے پاکستان سے ہو رہے ہیں اور مَیں نے یہ بھی بتایا کہ کشمیری فوج نے پاکستان کے ایک موضع پر حملہ کیا تھا اور پولیس کے ساتھ مقابلے میں ایک ہیڈ کانسٹیبل کو ہلاک کر دیا تھا۔ مَیں نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ جس حکمت عملی سے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو اندھا دھند قتل کیا گیا تھا اور انہیں نکال باہر کیا گیا تھا اسی پر اب کشمیر میں بھی عمل کیا جائے گا۔ مَیں نے باہر سے امداد طلب کرنے کی دھمکی پر احتجاج کیا جس کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو کچل دیا جائے اور ایک سازش کے ذریعے کشمیر کا الحاق ہندوستان سے کر دیا جائے۔ آخر میں مَیں نے ان کی غیر جانبدار تفتیش کی تجویز منظور کر لی اور ان سے کہا کہ جب وہ اپنا نمائندہ مقرر کریں گے تو ہم بھی فوراً اپنا نمائندہ مقرر کر دیں گے۔

۱۸ اکتوبر کو کشمیر کے وزیراعظم نے مجھے تار بھیجا جس میں انہوں نے ہم پر علیٰ حالہٖ معاہدے کے مطابق ترسیلات نہ بھیجنے کے اور مسلح افراد کو ریاست میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے الزامات دہرائے۔ انہوں نے پاکستان کے اخبارات پر اور نجی افراد کے تاروں پر شکایت کی۔ ان سب باتوں کا انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ پاکستان کا رویّہ غیر دوستانہ بلکہ معاندانہ ہے اور یہ کہتے ہوئے خاتمہ کیا کہ اگر حالات بہتر نہ ہوئے تو ریاست کے بنیادی حقوق پر مداخلت بیجا روکنے کیلئے انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ ''دوستانہ امداد طلب کریں''۔

یہ تار گورنر جنرل کو بھی بھیجا گیا اور پریس میں بھی شائع کیا گیا۔ ۲۰ اکتوبر کو گورنر جنرل نے مہاراجہ کیلئے ایک تار بھیجا جس میں دونوں حکومتوں کے درمیان تاروں کا خلاصہ پیش کیا گیا اور انہیں آگاہ کیا گیا کہ بیرونی امداد طلب کرنے کی دھمکی ایک الٹی میٹم کے ہم معنی ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ حکومتِ کشمیر کی پالیسی کا اصل مقصد سازش کے ذریعے انڈین یونین سے الحاق کا موقع تلاش کرنا ہے۔ انہوں نے تفتیش کرانے کیلئے حکومتِ کشمیر کی تجویز کو منظور کیا جو ۱۸ اکتوبر کے تار میں پیش کی گئی تھی اور کہا کہ حکومتِ پاکستان کی اس تجویز پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے کہ دونوں ممالک کے نمائندوں کے درمیان ایک میٹنگ ہونی چاہئے۔ آخر میں انہوں نے مہاراجہ سے کہا کہ وہ اپنا وزیراعظم کراچی بھیجیں تا کہ حالیہ واقعات پر دوستانہ طریقے سے گفت وشنید کی جائے۔ اس تار کا کوئی جواب نہیں آیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاستی فوجیوں نے پہلے پونچھ کے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا۔ عورتوں اور بچوں نے پاکستان میں پناہ لی اور جلتے ہوئے دیہات ہماری سرحد سے نظر آتے تھے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بعد ازاں یہ فوج جموں کے مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے کیلئے روانہ ہوگئی جو بریگیڈیئر جموں۔ سیالکوٹ سرحد پر کمان کر رہے تھے انہوں نے ہمارے بریگیڈیئر سے اقرار کیا کہ انہیں یہ حکم تھا کہ وہ ایک تین میل چوڑی پٹی سے مسلمانوں کو بے دخل کر دیں اور وہ یہ کام خودکار ہتھیاروں اور مارٹروں سے انجام دے رہے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ کئی مواقع پر ریاستی فوج کی رہنمائی میں مسلح ہجوم نے پاکستان پر حملہ کیا۔ ان چھاپوں کے بعد ہمارے ایک موضع کے قریب مسلمانوں کی ۷۶۰ لاشوں کی گنتی کی گئی تھی۔ اس وقت جموں سے آئے ہوئے تقریباً ایک لاکھ مہاجرین مغربی پنجاب میں ہیں۔

معاملات پر گفتگو کرنے کیلئے ایک نمائندہ بھیجنے سے اور غیر جانبدارانہ تفتیش کیلئے ایک نمائندہ نامزد کرنے سے کشمیر کا انکار اور وزیراعظم کو یہاں آنے کیلئے گورنر جنرل کی دعوت کا جواب دینے میں ان کی کوتاہی سے اور فوجیوں کے ذریعے مسلمانوں پر حملوں سے ریاست میں جان بوجھ کر افراتفری پھیلانے سے اور اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ جس دن کشمیر کا الحاق منظور کیا گیا اسی

دن صبح ۹ بجے ہندوستان کی فضائی افواج سرینگر میں اتر گئی تھیں۔ان سارے واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عوام کی مرضی کے خلاف الحاق کا منصوبہ پہلے سے موجود تھا اور اس کی کامیابی اس پر منحصر تھی کہ ہندوستانی فوجیں کشمیر پر قبضہ کرلیں۔یہ منصوبہ شروع ہی سے واضح تھا۔

کشمیر کی کارروائی پٹھانوں کی کارروائی کی بنیاد پر نہیں کی گئی کیونکہ وہ ۲۰ اکتوبر تک کشمیر میں داخل نہیں ہوئے تھے۔انہیں کشمیر میں داخل ہونے سے روکنے کیلئے ہم نے جو ہوسکتا تھا وہ کیا سوائے اس کے کہ فوج استعمال نہیں کی کیونکہ اس کی وجہ سے صوبۂ سرحد میں شدید انتشار پھیل جاتا۔

ان حالات میں انڈین یونین سے کشمیر کے الحاق کو حکومتِ پاکستان نے تسلیم نہیں کیا کیونکہ یہ الحاق فریب اور تشدد سے حاصل کیا گیا تھا۔

آپ کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتا ہوں کہ مجھے اور وزیراعظم ہندوستان اور مہاراجہ کشمیر کو مل بیٹھ کر ان معاملات پر گفت وشنید کرنی چاہئے۔اس مقصد کیلئے کل لاہور میں ایک میٹنگ منعقد ہورہی ہے جس میں دونوں گورنر جنرل اور ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم شرکت کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم کسی تسلی بخش نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔

[لیاقت علی خاں]

۱۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۱۶

# ۳۳.۲.۳ کا ضمیمہ ۱

## کشمیر کا الحاق تشدّد اور فریب کی بنیاد پر، حکمران کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے پاکستان کا انکار، استصواب کا وعدہ محض دھوکا ہے

جمعرات کی رات (۳۰ اکتوبر) کو حکومتِ پاکستان نے ایک اعلامیے میں کہا ہے کہ ان کی رائے میں ہندوستان سے کشمیر کا الحاق فریب اور تشدد کی بنیاد پر ہوا ہے لہٰذا اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

اعلامیے میں مزید کہا گیا کہ ''کشمیر کیلئے استصواب کا حوالہ محض گمراہ کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے کیونکہ ظاہر میں تو یہ دلکش لگتا ہے لیکن ایک قابلِ عمل تجویز کے طور پر محض کاغذی رہے گا۔ اگر حکومتِ ہندوستان کو آزادانہ اور بلا روک ٹوک اپنی من مانی کرنے کی اجازت اس لئے دی جائے کہ کشمیر پر پہلے ہی ان کا قبضہ ہے تو یہ فرضی استصواب ایک سراب ہی ثابت ہوگا۔''

## اعلامیے کا متن حسبِ ذیل ہے:

مملکتِ ہندوستان سے کشمیر کے الحاق اور ریاست کیلئے ہندوستانی افواج کی بیک وقت روانگی سے جو صورت حال پیدا ہوئی ہے اس کا حکومتِ پاکستان نے بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہندوستان کے گورنر جنرل کے نام اپنے ۲۶ اکتوبر کے خط میں ہز ہائنس مہاراجہ نے یہ وضاحت کی کہ جس وجہ سے وہ ہندوستان سے الحاق کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ پٹھان حملہ آوروں کو واپس دھکیلنے کیلئے ہندوستان کی مدد حاصل کی جائے اور گورنر جنرل نے اپنے جواب میں واضح کیا کہ انہی غیر معمولی حالات کی بناء پر حکومتِ ہندوستان نے ان کا الحاق تسلیم کیا ہے۔

ہز ہائنس نے اس حقیقت کا بھی ذکر کیا کہ اگرچہ انہوں نے دونوں مملکتوں سے علیٰ حالہٖ معاہدے کی درخواست کی تھی لیکن صرف پاکستان نے اس پر عمل کیا تھا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ پاکستان نے اس معاہدے کی پابندی نہیں کی۔

## الحاق ناقابلِ قبول

حکومتِ پاکستان حالات کی اس تعبیر کو تسلیم نہیں کر سکتا جس میں کشمیر نے انڈین یونین سے الحاق کیا تھا۔ ہز ہائنس کی حکومت نے تمام دوستانہ پیش قدمیاں نظر انداز یا مسترد کر دیں۔

۱۲ اکتوبر کو پاکستان کے وزیراعظم نے کشمیر کے وزیراعظم کو یہ تجویز پیش کی کہ دونوں ملکوں کے درمیان جتنے بھی حل طلب مسائل ہیں ان پر دونوں حکومتوں کے نمائندوں کو گفت وشنید کرنی چاہئے۔ کشمیر کے وزیراعظم نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ اس وقت بہت مصروف ہیں تاہم حکومتِ پاکستان نے وزارتِ امورِ خارجہ کا ایک نمائندہ سرینگر بھیجا مگر اسے واپس ہونا پڑا کیونکہ ریاست کے وزیراعظم نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

۱۵ اکتوبر کو کشمیر کے وزیراعظم نے پاکستان کے وزیراعظم کو ایک تار میں یہ دھمکی دی کہ مخلصانہ تعلقات بحال کرنے کیلئے دونوں ممالک کے درمیان متنازع معاملات کی غیر جانبدار تفتیش پر ان کی تجویز اگر پاکستان نے منظور نہ کی تو انہیں سرحد پر پاکستانیوں کی جارحانہ اور غیر دوستانہ کارروائیوں کی مزاحمت کرنے کیلئے مجبوراً باہر سے مدد مانگنی پڑے گی۔ پاکستان کے وزیراعظم نے غیر جانبدارانہ تفتیش کی تجویز فوراً مان لی لیکن اس کے بعد اس معاملے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

## ناقابلِ برداشت رویّہ

۱۸ اکتوبر کو اپنے پچھلے تار کے جواب کا انتظار کئے بغیر کشمیر کے وزیراعظم نے گورنر جنرل کے نام ایک تار میں پاکستان کے خلاف اپنے پرانے الزامات دہرائے اور آخر میں کہا کہ وہ یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ حکومتِ پاکستان کے رویّے کو اب زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

۲۰ اکتوبر کو گورنر جنرل نے اپنے جواب میں کشمیر کے وزیراعظم کو کراچی آنے اور ان کے ساتھ تمام معاملات پر گفتگو کرنے کیلئے کہا۔ اس درخواست کا جواب اب تک نہیں دیا گیا ہے۔ گورنر جنرل نے یہ بات بھی سمجھائی کہ بیرونی امداد طلب کرنے کی دھمکی دینا ایک الٹی میٹم کے مترادف ہوتا ہے اور انہیں یہ بھی بتایا کہ حکومتِ کشمیر کی پالیسی کا اصل مقصد سازش کے ذریعے انڈین یونین میں شمولیت کا موقع تلاش کرنا ہے۔

## خفیہ مذاکرات

حکومتِ پاکستان کی رائے میں ان مذاکرات کے طریق کار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ کشمیر کا ارادہ کبھی یہ نہیں تھا کہ پاکستان سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے اور ۱۵ اکتوبر تک ہفتوں سے جاری خفیہ مذاکرات میں اس نے حکومتِ ہندوستان کا رویّہ بھانپ کر باہر کی امداد طلب کرنے کیلئے اپنا ذہن بنا لیا تھا۔

دونوں حکومتوں کے درمیان مراسلت کا سلسلہ گورنر جنرل کے ۲۰ اکتوبر کے تار پر ختم ہو گیا جس میں انہوں نے کشمیر کے وزیراعظم سے معاملات پر گفتگو کرنے کی پیش کش کی تھی۔

کشمیر پر پٹھانوں کا حملہ ۲۲ اکتوبر کو ہوا تھا۔ ہز ہائنس کی اس تاویل کو حکومتِ پاکستان تسلیم نہیں کرتی کہ اس حملے کی وجہ سے ہز ہائنس نے الحاق کے بدلے ہندوستانی افواج کی مدد کیلئے درخواست کی تھی۔ حکومتِ پاکستان کی توجہ اس معاملے پر بھی ہے کہ کشمیر میں ہندوستانی افواج اس دن صبح ۹ بجے پہنچ گئی تھیں جس دن ہندوستان کے گورنر جنرل نے ریاست کے الحاق کی منظوری کا خط بھیجا تھا۔

اپنے ۲ اکتوبر کے تار میں پاکستان کے وزیراعظم نے حکومتِ کشمیر پر واضح کیا کہ کشمیر کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدے کی تعمیل میں پاکستان حتی المقدور کوشش کرنا چاہتا ہے لیکن اس معاہدے کے تحت ضروری اشیاء کی ترسیل میں کوتاہی پنجاب کے فسادات سے مواصلات میں خلل کی وجہ سے ہوئی ہے۔

## پاکستان کی تردید

حکومتِ پاکستان نے مسلسل اس بات کی تردید کی ہے کہ پاکستان کے لوگ کشمیر کے علاقے پر چھاپے مار رہے ہیں۔ اس کے برخلاف قطعی شہادت موجود ہے کہ کشمیر کی فوج کو پہلے پونچھ میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے اور اس کے بعد جموں میں مسلمانوں کے قتلِ عام کیلئے اور سرحد کے قریب پاکستان میں مسلم دیہاتوں پر حملہ کرنے کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔

حال ہی میں مغربی پنجاب کے ایک دیہات کے قریب ۱۷۰۰ مسلمانوں کی لاشیں گنتی کی گئی ہیں اور اس صوبے میں جموں سے آئے ہوئے چھاپہ ماروں نے اپنے پیچھے فوجی گاڑیاں اور وردی پوش سپاہیوں کی لاشیں چھوڑی ہوئی ہیں۔ ریاست کشمیر کے مسلمانوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جس کی بناء پر اس طرح کا ظلم حق بجانب قرار دیا جا سکے۔ ریاست کی اس کارروائی سے ارضِ کشمیر مضطرب ہے اور یہ مربوط عمل جان بوجھ کر کیا گیا تا کہ ہندوستان سے فوجیں بلانے کا بہانہ تراشا جا سکے۔

## پٹھان حملے کا سبب

اسی کارروائی کے نتیجے میں پٹھانوں نے کشمیر پر حملہ کیا۔ حکومتِ پاکستان نے بڑی

مشکل سے پٹھانوں کو مغربی پنجاب میں داخل ہو کر مشرقی پنجاب کے سانحے کا انتقام لینے سے روکا تھا۔ پونچھ پر حملے اور جموں میں قتلِ عام نے پٹھانوں کے جذبات اور بھی مشتعل کر دیے اور کشمیر پر حملہ ناگزیر ہو گیا اور اگر حکومتِ پاکستان فوج استعمال کرتی تو صوبۂ سرحد میں ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی جس کے بے اندازہ اثرات سرحد کے امن پر پڑتے۔ الحاق کے بہانے ہندوستانی افواج کو کشمیر بھیجنے سے قبائل کے جذبات مزید تیز اور برافروختہ ہو گئے پٹھانوں کے ناگزیر ردِعمل سے حکومتِ کشمیر بخوبی واقف تھی حکومتِ پاکستان کی رائے میں کشمیر کا الحاق فریب اور تشدد کی بنیاد پر ہے لہٰذا اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

## ۳۳.۲.۳ کا ضمیمہ ۲

## برق رفتاری سے ہندوستان سے فوجیں کشمیر بھیج دی گئیں[1]

### ریاست کا ہندوستان سے الحاق،

### عبوری حکومت قائم کر دی گئی،

### بٹالین کو ہوائی جہاز سے روانہ کیا گیا

نئی دہلی سوموار (۲۷ اکتوبر) کشمیر نے ہندوستان سے الحاق کر لیا۔ پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں رونما ہونے والی یہ ایک اہم خبر ہے۔

دونوں حکومتوں کے درمیان نئے تعلقات کے نتیجے میں ریاست کے خلاف حملے میں دفاع کی ذمہ داری ہندوستان پر عائد ہو گئی ہے۔ دوسری ریاستوں کے برعکس اس فرض سے فوراً عہدہ برا ہونا تھا۔

صبح سے شام تک فضائی نقل و حمل کے ذریعے ایک بٹالین سے زیادہ ہندوستانی افواج کو بانیہال کے ۹۰۰۰ فٹ سلسلۂ کوہ کے پار وادیٔ کشمیر میں پہنچا دیا گیا ہے۔

خالصتاً تکنیکی نقطۂ نظر سے یہ کارروائی ہندوستان کی فوجی تاریخ میں اپنا ایک منفرد مقام

رکھتی ہے جبکہ یہ عمل فوری ہدایت پر کیا گیا تھا۔

تیسرا اہم انکشاف یہ ہے کہ شیخ عبداللہ نے مہاراجہ کی سرپرستی میں ایک عبوری حکومت تشکیل دی ہے۔ وزیراعظم مہاراجہ کے نمائندے کی حیثیت سے برقرار رہیں گے۔

انڈین یونین سے کشمیر کا الحاق اور پاکستان سے جوناگڑھ کا الحاق ایک ہی نمونہ دکھائی دیتے ہیں۔ دونوں ہی ان اصولوں کے مطابق نہیں ہیں جن پر ہندوستان کی تقسیم منظور کی گئی تھی۔ حکومتِ ہندوستان اس الحاق کی منظوری کا جواز اس بنیاد پر پیش کرتی ہے کہ پہلے پاکستان نے اس تسلیم شدہ بات سے انحراف کیا تھا کہ کسی فرقے کی اکثریت کی بناء پر یہ فیصلہ ہوگا کہ کسی ریاست کو کس مملکت میں شامل ہونا چاہئے۔ حکومتِ ہندوستان نے اپنی اس خواہش کو دہرایا کہ جب امن بحال ہو جائے گا تو پھر عوام سے رجوع کیا جائے گا۔ یہ بات ان کے اس مطالبے کے عین مطابق تھی کہ اس فیصلے میں جوناگڑھ کے عوام کی آواز بھی شامل ہونی چاہئے کہ آیا وہ واقعتاً پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں۔

دکھائی یہ دیتا ہے کہ ہوائی جہازوں کے ذریعے جو فوجیں سرینگر بھیجی گئی ہیں وہ دراصل اس کمک کا ہراول دستہ ہیں جو زمینی راستے سے بھیجی جائیں گی۔ تاہم امید کی جاتی ہے کہ اگر جنگ باغیوں اور حملہ آوروں کی موجودہ تعداد تک ہی محدود رہی تو امن بحال کرنے کیلئے اور عبوری آزاد حکومت کے زیرانتظام علاقے پر دوبارہ قبضہ کرنے کیلئے زیادہ فوج کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ہندوستانی فوج جب سرینگر پہنچی تو انہیں فوراً بارامولا روانہ کر دیا گیا تاکہ وہ ان حملہ آوروں کا مقابلہ کریں جو پچھلے دو روز سے اس علاقے میں مورچہ بند ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے باغی افواج کی پیش قدمی روک دی ہے جو بارامولا پر قابض ہوگئی تھیں۔

یہ خبر بھی ہے کہ شیخ عبداللہ کے رضاکاروں نے اُڑی اور بارامولا کے درمیان پُل کو تباہ کر دیا ہے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس کی وجہ سے باغی فوج دو حصوں میں بٹ جائے گی۔

کشمیر کے وزیراعظم مسٹر مہاجن، شیخ عبداللہ اور ڈپٹی وزیراعظم مسٹر آر ایل باترا آج صبح ہوائی جہاز سے سرینگر پہنچے۔ سیکریٹری (اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ) مسٹر وی پی مینن بھی اس جماعت

کے ہمراہ تھے۔ راستے میں یہ جماعت جموں میں رکی جہاں پر اطلاع کے مطابق مسٹر مینن نے حکومتِ ہندوستان کی جانب سے ریاست کا الحاق قبول کیا۔

جب مسٹر مینن واپس لوٹے تو سردار پٹیل ولنگڈن ہوائی اڈے پر موجود تھے۔

۱۔ اسٹیٹس مین، ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

## ۳۳۔ ۲۔ ۳ کا ضمیمہ ۳

## ہاورڈ ڈونوون بنام جارج مارشل

(تار/ بصیغۂ راز)

امریکی سفارت خانہ۔ نئی دہلی

یکم نومبر ۱۹۴۷ء

سرکاری رپورٹوں کے مطابق کشمیر کی فوجی صورت حال میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی۔ ہندوستانی فضائیہ کے ایک جہاز نے موٹر گاڑیوں پر گولیاں برسائیں۔ ہندوستانی فوجیں مورچہ بند ہوگئی ہیں۔ صورت حال قابو میں ہے۔

۲۔ آج لاہور میں مشترکہ دفاعی کونسل کے اجلاس میں ماؤنٹ بیٹن، آکنلک اور بلدیو سنگھ کی ملاقات جناح اور لیاقت علی خاں سے ہوگی۔

۳۔ ایک اخباری بیان میں نیوز کرانیکل کی سرخی یہ تھی ''پاکستان کی غلط بیانیوں کو مہاجن نے بے نقاب کر دیا'' کشمیر کے وزیر اعظم نے کہا ہے کہ حملے کا دباؤ ڈالنے کی حکومتِ پاکستان کی پالیسی کی وجہ سے یہ واقعات رونما ہوئے ہیں۔ حکومتِ پاکستان کی جاری کردہ ''نمایاں غلط بیانیوں'' کی تردید کرتے ہوئے وزیر اعظم کہتے ہیں کہ انہوں نے حکومتِ پاکستان کے سفارتی نمائندے کے ساتھ ملاقات سے انکار نہیں کیا تھا جسے اکتوبر میں کشمیر بھیجا گیا تھا اور یہ کہ انہیں وہ تار موصول ہی نہیں ہوا جس میں انہیں کراچی آنے کی دعوت دی گئی تھی اور یہ کہ حکومتِ کشمیر نے یہ مشورہ دے کر جناح سے کوئی بداخلاقی نہیں کی کہ ستمبر میں ان کا سرینگر آنا ناسازگار ہوگا۔ اور یہ

کہ ہندوستان سے الحاق اس وقت تک عمل میں نہیں آیا جب تک کہ حالات نے فوری فیصلہ کرنے پر مجبور نہیں کر دیا۔

الہ آباد سے اخباری اطلاع کے مطابق تیج بہادر سپرو نے مہاراجہ کو تار دیا ہے کہ ''اس وحشیانہ اور المناک حملے'' کے خلاف وہ ان کی کامیابی کیلئے دعا گو ہیں۔ لاہور کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''کشمیر کی عبوری حکومت'' کی طرف سے لڑنے کیلئے وہاں رضا کاروں کو منظّم کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان ٹائمز کا اداریہ ''سوچی سمجھی جارحیت'' کی سرخی لگا کر کہتا ہے کہ جناح یا ان کی حکومت سے یہ توقع کرنا بیکار ہے کہ وہ ہندوستان کے ساتھ معقول یا خیر سگالی کا رویّہ برتنے پر راضی ہوں گے۔ ''صریح غلط بیانیوں کی تکرار کے جادوئی اثر'' پر ان کا یقین کم نہیں ہوا ہے۔ جو فوجیں کشمیر بھیجی گئی ہیں ان کے بدلے نئے دستے جلد بھیجنا چاہئیں ''تا کہ یہ مفروضہ غلط ثابت ہو سکے کہ اس کی وجہ سے ہندوستان کمزور ہو جائیگا۔'' اگر منصوبہ بند جارحیت روکنے میں مشترکہ دفاعی کونسل بے بس ہے تو یہ محض ایک بوجھ ہے جسے معزول کر دینا چاہئے۔ البتہ ''کسی نہ کسی مرحلے پر'' برطانوی حکومت کی خدمات حاصل کرنا فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ نیوز کرانیکل کا کہنا ہے کہ حکومتِ پاکستان کے حکام کی خاموش حمایت کے بغیر یہ حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جس طرح انڈونیشیا میں ہالینڈ کو بھیجے گئے امریکی ساز و سامان پر سے امریکی لیبل اتارنے سے امریکہ کی مداخلت پر پردہ نہیں پڑ گیا تھا اور اسی طرح کشمیر کی مہم میں شرکت کیلئے پاکستانی سپاہیوں کی وردی بدلنے سے ''پاکستانی سازباز'' کی اہمیت کم نہیں ہو سکتی۔ طویل المیعاد لڑائی کے خطرے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حکومتِ پاکستان کے رہنماؤں کو اس کا یقین ہے کہ کشمیر کے عوام پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو انہیں فوراً حکومتِ پاکستان اور حکومتِ ہندوستان کی مشترکہ نگرانی میں استصواب منظور کر لینا چاہیے۔

مقامی فوجی ذرائع کے مطابق کاٹھیاواڑ، حیدر آباد اور کشمیر میں مصروف فوجوں کو منہا کر کے اس وقت باقی ہندوستانی افواج کی تعداد کم ہو کر پوری پاکستانی افواج کے تقریباً برابر ہو گئی ہے۔

ہاورڈ ڈونوون

## ۳.۲.۳۴

# سرینگر پر باغیوں کی چڑھائی[1]
# وسیع محاذِ جنگ پر پیش قدمی
# ہندوستان مزید فوج بھیج رہا ہے

سرینگر
۲۹ اکتوبر

پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں فوجی صورت حال مزید خراب ہوگئی ہے اور باغی فوجیں بارہ مولا پر قبضہ کرنے کے بعد وادیٔ کشمیر کے مغرب اور شمال مغرب کی جانب سے سہ شاخہ پیش قدمی کرتی ہوئی سرینگر سے ۱۸ میل دور تک پہنچ گئی ہیں اور اب دارالحکومت سخت خطرے میں گھرِ گیا ہے۔

باوثوق ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ اب ان کی تعداد شاید دس ہزار ہوگئی ہے اور ان میں کئی ہزار مقامی مسلمان کسان بھی شامل ہوگئے ہیں اور ان سب کی قیادت ایک مسلح اور زوردار دستہ کر رہا ہے جس کے پاس ۳ء۷ انچ کی بندوقیں مارٹر اور چھوٹے ہتھیار ہیں۔ یہ فوجیں کامیابی سے لڑ رہی ہیں اور سرینگر کے محافظوں کو کافی جانی نقصان پہنچایا ہے۔ دفاع کرنے والوں کی تعداد شاید ایک ہزار ریاستی فوج پر مشتمل ہو جن کی مدد ہندوستانی فوج کی گیارہویں سکھ رجمنٹ کے دو دستے کر رہے ہیں۔

بارہ مولا کے قصبے کے لئے خاصی شدید لڑائی میں، جو ۲۷ اکتوبر کی رات باغیوں کے قبضہ میں آ گیا تھا، ہندوستانی فوج کو نقصان اٹھانا پڑا اور اس کا کمانڈنگ افسر مارا گیا۔ اب یہ باغی ۳۰ میل کے وسیع محاذ پر دارالحکومت سرینگر کی جانب بڑھ رہے ہیں جس کا دفاع ایک مختصر سی فوج کر رہی ہے جس میں گیارہویں سکھ رجمنٹ اور فرسٹ پنجاب رجمنٹ کے جوان شامل ہیں۔ اس فوج کا مقصد سرینگر کے ہوائی اڈے کو محفوظ رکھنا ہے جو دارالحکومت سے سات میل پر واقع ہے۔۔

دی ٹائمز۔۔لندن، ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۱۸

# ۳.۲.۳۵

## لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام جواہر لال نہرو[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی

۲نومبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیراعظم

ازمے اور مَیں تقریباً سارا دن اس کوشش میں مصروف رہے کہ مسٹر لیاقت علی خاں اور مسٹر جناح سے ہم نے جو مشترکہ گفتگو کی تھی اسے موزوں طور پر ازسرِ نو مرتب کیا جائے اور ہم دونوں کا یہی خیال ہے کہ ملفوفہ روداد اس لحاظ سے تقریباً ٹھیک ہی ہے کیونکہ اس وقت کوئی چیز قلم بند نہیں کی گئی تھی حالانکہ صرف مسٹر جناح سے ہماری گفتگو تین گھنٹوں سے زیادہ تک جاری رہی تھی۔ اگر آپ انہیں ڈپٹی وزیرِ اعظم کو بھی دکھا دیں تو مجھے خوشی ہوگی لیکن مجھ سے مشورہ کئے بغیر آپ اسے کسی اور کو نہ دکھائیں کیونکہ ہماری گفتگو کی ساری بنیاد غیر مجازی اور غیر سرکاری تھی۔

جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے بلاشبہ یہ محسوس کیا کہ لیاقت اور جناح دونوں کا یہی خیال تھا کہ کشمیر کے الحاق کو مستقل کرنے کیلئے یہ ایک شروع سے آخر تک سوچا سمجھا، طویل المیعاد اور گہری سازش کا منصوبہ ہے۔ ہم نے اس اندیشے کو رفع کرنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ ہم اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

ہمارے آپس کے تبادلہ خیال کیلئے مَیں ایک خاکہ اس تجویز کے ساتھ ملفوف کر رہا ہوں کہ اس موضوع پر ہماری گفتگو کے بعد آپ لیاقت کیلئے ایک تار کا مسودہ تیار کریں جس میں اس لڑائی کو روکنے کیلئے آپ کی تجاویز درج ہوں۔

ممکن ہو سکے تو کل صبح دفاعی کمیٹی کے اجلاس کے بعد آپ اور ڈپٹی وزیرِ اعظم تبادلۂ خیال کیلئے رک جائیں۔

آپ کے قابلِ ستائش نشریہ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جو مسٹر جناح کے بیان سے

نمایاں طور پر مختلف تھا۔

آپ کا انتہائی مخلص
ماؤنٹ بیٹن آف برما

تتمہ: باہمی گفتگو کے اندراجات میں جن ملفوفہ جات کا حوالہ دیا گیا ہے وہ میری نجی فائلوں میں سے ہیں لیکن آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۲۷

## ۳۵.۲.۳ کا ملفوفہ

## گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں لارڈ ازمے کی موجودگی میں مسٹر جناح کے ساتھ گفت وشنید پر لوئی ماؤنٹ بیٹن کا نوٹ[1]

(اقتباس)

یکم نومبر ۱۹۴۷ء

ساڑھے تین گھنٹے کی انتہائی مشقت طلب اور دلجمعی سے کی گئی گفتگو میں کشمیر نے سب سے زیادہ وقت لیا۔

**اُن ریاستوں کے بارے میں ہندوستان کی پالیسی جہاں الحاق کا مسئلہ متنازع فیہ ہے**

مَیں نے جونا گڑھ اور کشمیر کے درمیان مماثلت کا ذکر کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ حالات بہتر ہونے پر وہاں اقوام متحدہ کی نگرانی میں استصوابِ رائے کرا دینا چاہئے۔ مَیں نے مسٹر جناح سے کہا کہ مَیں نے ہوائی جہاز میں ایک فارمولے کا خاکہ بنایا ہے جو کہ ابھی اپنی حکومت کو نہیں دکھایا گیا ہے لیکن میرے خیال میں وہ اس پر اتفاق کریں گے۔ فارمولا یہ ہے:

''ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو اس پر اتفاق ہے کہ جہاں کسی ریاست کے حکمران کا تعلق اس فرقے سے نہیں جس سے اس کی رعایا کی

اکثریت متعلق ہے اور جہاں ریاست نے اس مملکت سے الحاق نہیں کیا جس کے عوام کی اکثریت اور ریاست کی اکثریت ہم مذہب ہوں تو ریاست کو چاہئے کہ الحاق کے مسئلے کو عوام کی غیر جانبدارانہ رائے پر چھوڑ دے۔"

مسٹر جناح کا فوری تبصرہ یہ تھا کہ یہ بات واضح ہوتے ہوئے کہ ریاست کو اپنی آبادی کی اکثریت کے مطابق چلنا چاہئے استصواب کرانا ایک فضول اور ناپسندیدہ عمل ہوگا اور اگر ہم کشمیر کا الحاق انہیں دے دیتے ہیں تو وہ ہندوستان سے براہ راست الحاق کرنے کیلئے جونا گڑھ پر زور ڈال سکتے ہیں۔

## کشمیر

مَیں نے چیف آف اسٹاف کی دستخط کردہ حالات جنگ کی رپورٹ کی ایک نقل مسٹر جناح کے حوالے کی جو مَیں مسٹر لیاقت علی خاں کو دکھا چکا تھا۔ جس تیزی سے ہم نے اپنی فوج سرینگر بھیجنے کا انتظام کیا تھا اس پر تو مسٹر جناح نے تعجب کا اظہار کیا لیکن دستاویز یا میرے بیان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

مسٹر جناح کی بنیادی شکایت یہ تھی کہ حکومتِ ہندوستان نے کشمیر میں اپنی تجویز کردہ کارروائی کی بروقت اطلاع حکومتِ پاکستان کو نہیں دی۔ جس تیزی سے حالات بدل رہے تھے مَیں نے ان کی نشاندہی کی۔ ۲۴ تاریخ کی شام سے قبل جبکہ ہمیں قبائلیوں کے حملے کی مصدقہ رپورٹیں موصول نہیں ہوسکیں اور ۲۵ تاریخ سے پہلے وہاں مبصر نہیں بھیجے جاسکے تاکہ ان رپورٹوں کی تصدیق کی جائے۔ لہٰذا ۲۶ تاریخ تک فوج بھیجنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا جبکہ اسی تاریخ کو مہاراجہ نے ہندوستان سے الحاق کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس وقت ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مَیں نے مزید کہا کہ میرا تاثر یہ ہے کہ جونہی فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا پنڈت نہرو نے اسی وقت یعنی ۲۶ تاریخ کو تار کے ذریعے لیاقت علی خاں کو اطلاع دے دی تھی۔ مسٹر جناح نے شکایت کی کہ یہ اطلاع بہت پہلے یعنی ۲۴ اکتوبر کو ہی دینی چاہئے تھی۔ "اگر وہ اس تاریخ کو تار بھیج کر یہ بتا دیتے کہ کشمیر میں تشویش ناک صورتِ حال پیدا ہو رہی ہے اور انہوں نے رپورٹوں کی تصدیق کیلئے وہاں اپنے مبصرین بھیجے ہیں اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی کرتے کہ صورت حال سے نمٹنے کیلئے پاکستان کو

تعاون کرنا چاہیئے تو یہ سارا جھگڑا اب تک ختم ہو چکا ہوتا۔''

لارڈ ازمے نے اس سے اتفاق کیا کہ حکومتِ پاکستان کو بہت پہلے اطلاع دے دینی چاہیئے تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کی یادداشت کے مطابق پنڈت نہرو نے ۲۸ اکتوبر کو ان سے کہا تھا کہ انہوں نے لیاقت علی خاں کو ہمہ وقت حالات سے باخبر رکھا تھا۔ اگر یہ کام نہیں کیا گیا تو یہ فروگذاشت حالات کے دباؤ کی وجہ سے ہوئی ہوگی نہ کہ ہندوستان کا مقصد کوئی چیز چھپانا تھا۔

مسٹر جناح نے اپنی فائلیں دیکھ کر کہا کہ یہ تار فوجوں کے اتر چکنے کے بعد آیا تھا اور اس میں دونوں حکومتوں کے درمیان اس معاملے میں تعاون کیلئے کسی قسم کی اپیل نہیں تھی۔ اس تار میں فقط الحاق کی اور فوجوں کے اترنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ الحاق ایماندارانہ نہیں ہے کیونکہ یہ ''دھوکے اور تشدد'' کی بنیاد پر عمل میں آیا ہے اور پاکستان اسے کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔ مَیں نے ان سے یہ وضاحت طلب کی کہ انہوں نے ''دھوکے'' کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ کیونکہ پاکستان کے اپنے اعلان کے مطابق جو مَیں نے پڑھ کر انہیں سنایا مہاراجہ کو اس طرح کا الحاق کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ لہٰذا یہ الحاق مکمل طور پر قانونی اور درست ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ یہ الحاق ایک طویل سازش کا نتیجہ ہے اور یہ کہ اسے تشدد کے ذریعے کروایا گیا ہے۔۔۔۔ انہوں نے مزید کہا کہ پونچھ اور میرپور کے علاقوں میں مسلمانوں کے قتلِ عام کیلئے حکومتِ کشمیر کی حوصلہ افزائی حکومتِ ہندوستان کے حکام نے کی ہے۔ مَیں نے لغو کہہ کر اس بات کی تردید کر دی۔ انہوں نے کہا ''بہت اچھا تو پھر یہ کام کانگریس پارٹی نے کیا تھا۔''۔۔۔

مسٹر جناح نے پھر اس بیان کا حوالہ دیا جو انہوں نے اسی دن پریس کو جاری کیا تھا اور اپنی ان دشواریوں کی وضاحت کی جو مہاراجہ یا ان کے وزیراعظم یا ان کے نمائندوں کے ذریعے معقول گفت وشنید نہ ہونے کی وجہ سے پیش آ رہی ہیں اور یہ کہ اسی رویّے کی بناء پر مہاراجہ نے یہ پریشانیاں اپنے اوپر لے رکھی ہیں بلکہ بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے کیلئے اپنے ڈوگروں کو اکسانے

سے ان میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی جموں میں نوّے ہزار مسلمانوں کو قتلِ عام کا خطرہ ہے۔۔۔۔

لارڈ ازمے نے مشورہ دیا کہ اصل چیز لڑائی روکنا ہے اور جب مسٹر جناح سے پوچھا گیا کہ قبائلیوں کی بازطلبی کس طرح ہو سکتی ہے تو انہوں نے کہا کہ انہیں صرف یہ حکم دینا ہوگا کہ وہ واپس چلے جائیں اور ساتھ ہی انہیں خبردار کرنا ہوگا کہ اگر وہ اس ہدایت پر عمل نہیں کرتے تو ان کی مواصلاتی لائنوں کے ساتھ ایک بڑی فوج بھیج دی جائے گی۔ انہوں نے کہا دراصل اگر میں ان کے ساتھ سرینگر پرواز کرنے پر تیار ہوں تو وہ اس کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر یہ معاملہ طے پا جائے گا مَیں نے حیرت کا اظہار کیا کہ انہیں حملہ آوروں پر کس قدر اختیار ہے۔

مَیں نے مسٹر جناح سے پوچھا کہ انہوں نے استصواب پر اتنا سخت اعتراض کیوں کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ مملکتِ ہندوستان کی افواج کا کشمیر پر فوجی قبضہ اور شیخ عبداللہ کے تحت نیشنل کانفرنس کے اقتدار میں ہوتے ہوئے ایسا پروپیگنڈا کیا جائے گا اور ایسا دباؤ ڈالا جائے گا کہ اوسط درجے کے مسلمان پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کی ہمت نہیں کریں گے۔

مَیں نے تجویز کیا کہ ہم اقوام متحدہ کو استصواب کرانے کی دعوت دے سکتے ہیں تا کہ وہ اپنے مبصرین اور منتظمین پہلے بھیج کر ایسا ماحول پیدا کریں جس میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب ہو سکے۔ مسٹر جناح نے پھر کہا کہ وہ اور مَیں ہم دونوں ہی اس قابل ہیں جو استصواب کا انتظام کر سکتے ہیں اور یہ کہ ہمیں مل کر یہ کام کرنا چاہئے۔ لارڈ ازمے اور مَیں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ مَیں ایک آئینی گورنر جنرل اور برطانوی ہوں اور اگر میری حکومت اس کام کو انجام دینے کیلئے مجھ پر اعتماد کرتی ہے تب بھی مجھے یقین ہے کہ مسٹر ایٹلی اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

لارڈ ازمے نے یہ مشورہ دیا کہ عالمی نظر میں نیک وکار ہونے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ میرے دورے کا بدلہ اتارنے کیلئے وہ دہلی آ جائیں اور پنڈت نہرو سے کشمیر پر گفت و شنید کریں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے دولت مشترکہ سے پاکستان کو بچانے کی درخواست کی تھی اور جب یہ درخواست مسترد کر دی گئی تو اب انہیں کوئی دلچسپی نہیں کہ دنیا ان کے متعلق کیا

سوچتی ہے۔

مَیں نے میٹنگ کا اختتام اس کی ابتداء کی طرح اس وضاحت سے کیا کہ مَیں کشمیر پر گفتگو کرنے کیلئے بلا اختیار اور بلا ہدایت آیا ہوں کیونکہ اس کے بعد مجھے پنڈت نہرو سے ملنے کا موقع نہیں ملا۔ جب انہوں نے مجھے مطلع کیا کہ وہ میرے ساتھ نہیں جاسکتے تو مَیں نے مسٹر جناح سے کہا کہ مَیں ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے نہیں بلکہ سابقہ وائسرائے کے طور پر یہ گفتگو کر رہا ہوں جو تقسیم کا ذمہ دار تھا اور جسے یہ تشویش تھی کہ کہیں اس کے نتیجے میں دونوں مملکتوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں اس بات کا احساس ہے اور امید ظاہر کی کہ مَیں پنڈت نہرو سے ان تجاویز پر بات چیت کروں گا جن کے متعلق ہم لوگ گفتگو کر رہے تھے اور یہ کہ انہیں ایک ٹھوس تار بھیجوں گا۔ مَیں نے پنڈت نہرو کو یہ پیغام دینے کا وعدہ کیا۔۔۔۔

ملاقات کے اختتام پر مسٹر جناح بہت مایوس نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات واضح ہے کہ حکومتِ ہندوستان کی کوشش ہے کہ اس کی ولادت پر ہی مملکتِ پاکستان کا گلا گھونٹ دیا جائے اور اگر اس کی یہ ظالمانہ کارروائی جاری رہی تو اس کے نتائج کا سامنا کئے بغیر اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا مستقبل کی توقعات چاہے کتنی ہی مایوس کن کیوں نہ ہوں وہ خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ صورت حال پہلے ہی اتنی خراب ہے کہ اسے مزید بدتر نہیں بنایا جاسکتا۔

مَیں نے کہا کہ جنگ بلاشبہ ہندوستان کیلئے نقصان دہ ہے لیکن پاکستان اور خود ان کے لئے مکمل طور پر تباہ کن ثابت ہوگی۔

لارڈ ازمے نے انہیں تسلی دینے کی ناکام کوشش کی تاہم ہم لوگ خوشگوار انداز میں رخصت ہوئے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۲۷ کا انکلوژر ۲

## ۳.۲.۳۶

# جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

## (تار)

نئی دہلی

۸ نومبر ۱۹۴۷ء

کشمیر سے متعلق آپ کا ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کا تار آج موصول ہوا ہے۔

۲۔ مجھے افسوس ہے کہ ریاستِ جموں و کشمیر میں جو کچھ ہوا تھا اور ہو رہا ہے اس پر آپ کے بیان سے مَیں مکمل طور پر اختلاف کرتا ہوں۔ جموں اور سرینگر میں مقیم ہمارے اپنے نمائندوں کے ذریعے ہمیں پوری خبریں ملتی رہی تھیں اور اب بھی مل رہی ہیں اور ان سے ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آپ کی معلومات یکسر غلط ہیں۔

۳۔ کشمیر سے متعلق ۴ نومبر کو آپ کی نشری تقریر کے لہجے اور مضمون پر بھی مجھے افسوس ہوتا ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی خواہش نہیں کہ تصفیے کا کوئی طریقہ تلاش کیا جائے۔ یہ تقریر محض الزام تراشی تھی جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۴۔ اپنے تار کے آخری پیرے میں آپ یہ کہتے ہیں کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے وعدہ کیا تھا کہ جن تجاویز پر دونوں گورنر جنرلوں کے درمیان تبادلۂ خیال ہوا تھا ان کے متعلق حکومتِ ہندوستان کے نقطہ نظر سے آپ کو مطلع کریں گے لیکن یہ کہ آپ نے ابھی تک اس بارے میں کچھ نہیں سنا ہے۔ اس نکتے پر کوئی غلط فہمی دکھائی دیتی ہے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لاہور سے واپس آ کر مسٹر جناح کے ساتھ اپنی گفتگو کا سارا حال مجھے بتایا تھا اور خصوصاً ان اہم تجاویز کی بھی نشاندہی کی جن پر تبادلۂ خیال ہوا تھا جو حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ کشمیر سے ہندوستانی سپاہ اور افراد کا انخلاء

۲۔ جتنی جلدی ممکن ہو استصواب کا انعقاد

جہاں تک پہلی تجویز کا تعلق ہے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مجھے بتایا کہ مسٹر جناح چاہتے

ہیں کہ مملکتِ ہندوستان کی سپاہ اور قبائلیوں کی واپسی بیک وقت ہونی چاہئے لیکن انہوں نے (لارڈ ماؤنٹ بیٹن) کو آگاہ کیا کہ جب تک حملہ آور کشمیر کی سرزمین سے چلے نہیں جاتے اور کشمیر میں امن وامان بحال نہیں ہوتا اس وقت تک ہندوستانی افواج کی کشمیر کی وادی سے واپسی ناممکن ہے۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مسٹر جناح پر یہ بھی واضح کیا کہ خود حکومتِ ہندوستان کی بھی یہی خواہش ہے کہ کشمیر میں ضرورت سے زیادہ ایک لمحہ بھی سپاہ برقرار نہیں رکھی جائیں۔ دوسرے نکتے کے متعلق لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بتایا کہ مسٹر جناح کے خیال میں کشمیر کے موجودہ حکام کے تحت منصفانہ استصواب کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اس نکتے کے حل کیلئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہ تجویز پیش کی کہ استصواب کا انعقاد اقوام متحدہ کی سرپرستی میں ہونا چاہئے۔ مسٹر جناح نے جوابی تجویز پیش کی کہ اس معاملے کا تصفیہ کرنے کیلئے دونوں گورنر جنرلوں کو مکمل اختیارات دیے جانے چاہئیں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے آگاہ کیا کہ ان کیلئے اس فرض کی ذمہ داری قبول کرنا آئینی طور پر نامناسب ہوگا۔

۵۔ اسی دن جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے میری گفتگو ہوئی تھی مَیں نے اپنی نشری تقریر میں ان تجاویز پر حکومتِ ہندوستان کا نقطۂ نظر صاف طور پر بیان کر دیا تھا اور اس کے بعد ہی آپ کو ایک تار بھی بھیجا تھا جس میں اس کی نشاندہی کی تھی کہ ہماری اگلی گفتگو میں یہ نکات تبادلۂ خیال کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ہم نے درحقیقت واضح تجاویز پیش کر دی تھیں جو ہمارے درمیان اگلی گفت وشنید کی بنیاد بنیں گی اور یہ کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی لاہور سے واپسی کے بعد جتنی جلدی ممکن ہوسکے گا ہم لوگ تبادلۂ خیال کیلئے اکٹھا ہوں گے۔

۶۔ مجھے خوشی ہوتی اگر مَیں کل منعقد ہونے والی میٹنگ میں آپ سے خاص طور پر ہماری پیش کردہ تجاویز کی وضاحت کرتا اور ان اسباب کی نشاندہی کرتا جن کی وجہ سے ہم نے وہ تجویز قبول نہیں کی جو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مسٹر جناح کو پیش کی تھی۔ چونکہ بدقسمتی سے آپ نہیں آرہے لہٰذا ان کی تائید میں مَیں اپنے خیالات پیش کر رہا ہوں جو حسبِ ذیل ہیں:

۷۔ جہاں تک آپ کی تجاویز نمبر ۱ اور ۲ کا تعلق ہے تو کشمیر میں متعدد مسلح افراد

داخل ہو چکے ہیں جس کا نتیجہ قتل، آتش زنی اور لوٹ مار کی شکل میں نکلا ہے۔ ہماری فوجیں حملہ آوروں کو باہر نکالنے اور کشمیر کی حفاظت کرنے کیلئے بھیجی گئی ہیں۔ جب تک کہ حملہ آور وہاں موجود ہیں اور امن و امان بحال نہیں ہوتا اس وقت تک ہماری افواج اپنے فرائض انجام دیتی رہیں گی۔ بعدازاں انہیں واپس بلا لیا جائے گا جس کا مَیں نے پہلے ہی وعدہ کیا ہے۔

۸۔ یہ حملہ آور معلوم نہیں آپ کے قابو میں ہیں یا نہیں ہیں۔ اگر آپ کے قابو میں ہیں تو آپ کو چاہیے کہ انہیں واپس بلا لیں یا کم از کم انہیں پاکستان کے علاقے سے کشمیر میں داخل نہ ہونے دیں۔ اگر وہ آپ کے قابو میں نہیں ہیں اور انہیں روکنے کیلئے آپ کچھ کر نہیں سکتے تو ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ حسبِ مرضی کارروائی کریں۔

۹۔ آپ کے ۶ نومبر کے تار میں دی گئی تجویز نمبر ۳ کے بارے میں ہم لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے خیال کی مکمل توثیق کرتے ہیں۔ (دیکھئے مذکورہ بالا پیرا ۷)

۱۰۔ جن تجاویز کو ہم نے بار بار بیان کیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ یہ کہ حکومتِ پاکستان یہ بیڑا اٹھانے کا اعلان کرے کہ وہ پوری کوشش سے حملہ آوروں کو کشمیر سے واپس آنے پر مجبور کرے گی۔

۲۔ یہ کہ حکومتِ ہندوستان کو اپنے اس عہد کا پاس کرنا چاہئے کہ جس وقت حملہ آور واپس چلے جائیں گے اور امن و امان بحال ہو جائے گا تو وہ کشمیر سے اپنی فوجیں واپس بلا لے گی۔

۳۔ یہ کہ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو مشترکہ طور پر اقوام متحدہ سے درخواست کرنی چاہئے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے وہ کشمیر میں استصواب کرائے۔

۱۱۔ مذکورہ بالا نکات کا ماحصل صرف کشمیر سے متعلق تھا لیکن دونوں مملکتوں کے درمیان اچھے تعلقات بحال کرنے کیلئے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ اس اصول کو قبول کیا جائے کہ جہاں کسی ریاست کے حکمراں کا تعلق اس فرقے سے نہیں جس سے اس کی رعایا کی اکثریت تعلق رکھتی ہے اور جہاں اس ریاست نے اس مملکت سے الحاق نہیں کیا جس کا اکثریتی فرقہ وہی ہے جو ریاست کا

بھی ہے تو ریاست کے کسی ایک مملکت سے حتمی الحاق کے مسئلے کو عوام کی خواہش کے مطابق حل کیا جانا چاہئے۔

۱۲۔ جموں وکشمیر میں ہماری فوج کی کمان کرنے والے میجر جنرل کو بہت واضح ہدایت دی گئی ہے کہ وہ حتی المقدور کوشش سے اس بات کو یقینی بنائیں کہ کسی فرقے کو نشانہ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۴۱

## ۳.۲.۳۷

## کلیمنٹ ایٹلی بنام لیاقت علی خاں[1]

## (تار۔ خفیہ/اشد فوری)

۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء

مجھے اور میری حکومت کو یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کشمیر میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں ان کے بے قابو مسائل کو حل کرنے کیلئے ہم کس طریقے سے مدد کر سکتے ہیں۔

۲۔ اگرچہ آپ کی حکومت اور ہندوستان کی حکومت کے اندازِ نظر مختلف ہیں لیکن جانبین کو اس پر اتفاق ہے کہ پاکستان یا ہندوستان سے حتمی الحاق کے مسئلے کا فیصلہ کرنے کا صحیح راستہ یہی ہے کہ کشمیر کے عوام کی رائے معلوم کی جائے اگرچہ موسم بہار سے پہلے یہ قدم اٹھانا قابلِ عمل نہیں ہوگا۔ مسٹر نہرو نے اپنے ۲ نومبر کے نشریے میں کسی بین الاقوامی سرپرستی مثلاً اقوامِ متحدہ کے تحت استصواب کرانے کی تجویز پیش کی تھی اور آپ نے بھی اپنے ۱۶ نومبر کے بیان میں تجویز کیا تھا کہ اقوام متحدہ سے درخواست کی جائے گی کہ وہ اپنے نمائندے مقرر کرے جو کشمیر کا مسئلہ طے کرنے میں مدد دے سکیں۔

۳۔ بہت غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے

کا فوری اور تسلی بخش طریقہ یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے خصوصی ادارے یعنی بین الاقوامی عدالتِ انصاف سے رجوع کیا جائے۔

۴۔ کیا آپ پسند کریں گے کہ مَیں نجی طور پر بین الاقوامی عدالتِ انصاف کے صدر سے یہ معلوم کروں کہ آیا ان کی رائے میں یہ بات قابلِ عمل ہے اور یہ کہ کیا وہ اس پر آمادہ ہوں گے کہ اگر ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں اس کام کیلئے مشترکہ درخواست دیں تو وہ بین الاقوامی ماہرین کی ایک ایسی مختصر ٹیم تشکیل دے سکیں جن کا ہندوستان، پاکستان یا برطانیہ میں سے کسی سے کوئی تعلق نہ ہو؟

۵۔ اگر آپ اور ہندوستان کے وزیراعظم یہ خیال کریں کہ یہ عمل کارآمد ثابت ہوگا تو مَیں یہ قدم اٹھانے میں خوشی محسوس کروں گا۔ بعینہٖ یہی پیغام مَیں وزیراعظم ہندوستان کو بھی بھیج رہا ہوں۔

[کلیمنٹ ایٹلی]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۵۵

## ۳.۲.۳۸
## لیاقت علی خاں بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]
## (تار۔ بصیغۂ راز/ اشد فوری)

۲۴ نومبر ۱۹۴۷ء

کشمیر سے متعلق آپ کے ۲۲ نومبر کے تار کا بہت شکریہ۔ بین الاقوامی عدالتِ انصاف سے رجوع کرنے کیلئے آپ کی تجویز دراصل کشمیر کی صورت حال کے حقائق سے ناکافی واقفیت پر مبنی ہے۔ آپ نے مسئلہ کشمیر کے حل میں آخری مرحلے یعنی استصواب پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دی ہے اور عوام کی آزادانہ اور بلا روک ٹوک رائے زنی کیلئے لازمی شرائط کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

اوّل یہ کہ لڑائی بند ہو جائے اور بیرونی فوجیں، ہندوستانی اور قبائلی نیز گڑبڑ شروع ہوتے ہی بڑی تعداد میں ریاست میں داخل ہونے والے مسلح سکھ اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے لوگ واپس چلے جائیں۔

دوم یہ کہ ایک غیر جانبدار عبوری حکومت قائم ہو جو مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم کو روکے اور ریاست میں تمام سیاسی جماعتوں کو آزادانہ اور مساوی موقع فراہم کرے۔ ان دو لازمی شرائط کے بغیر ریاست میں الحاق کے مسئلے پر آزادی سے رائے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ حکومتِ ہندوستان اور پنڈت نہرو کا بار بار دہرایا ہوا یہ وعدہ کہ وہ کشمیر میں استصواب کرانے کے حق میں ہیں دراصل دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے کشمیر کے عوام کی آزادانہ رائے حاصل کی جائے۔ تنازعہ اس مسئلے پر نہیں ہے۔ یہ تو مانی ہوئی بات ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ کام کس طرح سے کیا جائے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ بے قابو ہو گیا ہے۔ حکومتِ ہندوستان نے جان بوجھ کر اسے اس طرح بنایا ہے۔ اگر حکومتِ ہندوستان دیانتداری سے اور حقیقت میں کشمیر کے مسئلے کو پُرامن طریقے سے طے کرنا چاہتی ہے تو اسے لڑائی بند کرنے پر فوراً اتفاق کرنا چاہئے نہ کہ حملہ آوروں کے پہلے نکالنے کا بہانہ تراشا جائے۔ یہ نام نہاد حملہ آور نہیں بلکہ کشمیر کے عوام ہیں جو ڈوگرا استبداد کو ختم کرنے اور کشمیر کو مملکت ہندوستان کے ہاتھوں میں جانے سے بچانے کیلئے لڑ رہے ہیں۔ آزاد کشمیر کی فوج اسی سرزمین کے فرزندوں پر مشتمل ہے جس کی گواہی بیرونی مشاہدین نے بھی دی ہے کہ وہ جہاں بھی گئے ہیں ان کا خیر مقدم ایک فوجِ آزادی کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ ہم آزاد کشمیر کی افواج پر اپنا رسوخ استعمال کرنے کیلئے تیار ہیں کہ وہ لڑائی بند کر دیں اور جو قبائلی ان کے ساتھ ہیں وہ بھی نہ صرف لڑائی بند کر دیں بلکہ کشمیر سے باہر نکل آئیں۔ یاد رکھیے کہ یہ قبائلی ان لوگوں کے رشتہ دار ہیں جن کی خاطر وہ لڑ رہے ہیں۔

۳۔ حکومتِ ہندوستان یہ کہہ کر دنیا کو گمراہ کر رہی ہے کہ شیخ عبداللہ کے توسط سے کشمیر

کے عوام نے ہندوستان سے کشمیر میں فوج بھیجنے کی درخواست کی ہے۔ شیخ عبداللہ پچھلے بیس سالوں سے کانگریس کا زرخرید ایجنٹ ہے اور کانگریس کے پیسوں سے خریدے ہوئے چند غنڈوں کے سوا مسلم عوام میں اس کے پیرو نہیں ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ پنڈت نہرو جوان حقائق سے بخوبی واقف ہیں وہ یہ اعلان کریں کہ یہ وطن دشمن جاسوس کشمیر کے مسلمانوں کا تسلیم شدہ رہنما ہے۔

۴۔ ہندوستان کا اصرار ہے کہ جب تک اس کی تسلی کے مطابق امن وامان بحال نہیں ہوتا اس کی فوجیں کشمیر میں موجود رہیں گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندوستانی فوجیں اس وقت تک رہیں گی جب تک ان کے مستقل قبضے کے خلاف تمام مخالفین کو فوجی طاقت کے ذریعے کچل نہ دیا جائے۔ ایک اجنبی حکومت کو مستحکم کرنے کیلئے امن وامان کی برقراری کا جس طرح بہانہ استعمال کیا جاتا ہے اس سے سب واقف ہیں۔ ریاست کی مسلم آبادی ان طریقوں سے بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ مسلمانوں کے حقیقی رہنما، ان میں سے سیاسی شعور رکھنے والے لوگ اور ان کے کنبے ظلم وتشدد کے خصوصی اہداف ہیں۔ حکومتِ ہندوستان کے اعتراض کے باوجود مسلم مہاجرین کی پاکستان میں داخلے کی رفتار روز بروز بڑھتی جارہی ہے جواب تک دو لاکھ ہوچکی ہے۔ یہ سارے مہاجرین انسانیت سوز مظالم کی داستانیں اپنے ساتھ لارہے ہیں۔ مَیں یہ بات دوبارہ کہوں گا کہ ہندوستان کا ارادہ کشمیر پر مستقل قبضہ کرنے کا ہے اور وہ یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک آبادی کی ساخت بدل کر مسلم اکثریت کو اقلیت نہ بنا دیا جائے۔ اس کے بلند بانگ دعووں کے پیچھے یہ گھناؤنی حقیقت پوشیدہ ہے کہ تشدد کے ذریعے پوری آبادی کو بددل کرکے ملک بدر کردیا جائے۔ کوئی ایسی تجویز جو اس بنیادی حقیقت کو عملی جامہ نہ پہنا سکے ان کی نظر میں حقیقی حل نہیں ہے۔

۵۔ مذکورہ بالا جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے لڑائی بند ہونی چاہئے اور تمام بیرونی افواج واپس چلی جانی چاہئیں اور دوسری شرط جو کم اہم نہیں وہ یہ کہ ایک آزاد اور غیر جانبدار مقتدر اعلیٰ کشمیر کی حکومت فوراً سنبھال لے۔ جب تک یہ شرائط پوری نہیں ہوتیں آزادانہ استصواب کی امید نہیں کی جاسکتی اور ہماری رائے میں اس کام کیلئے موسم بہار کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔

۶۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ اصلی صورت حال سے واقف ہو گئے ہوں گے۔ اگر آپ کی نظر میں یہ بنیادی حقائق قابلِ لحاظ ہیں تو مجھے امید ہے کہ آپ ہماری اس تجویز کی حمایت کریں گے کہ اقوام متحدہ فوراً یہاں ایک کمیشن بھیجے تا کہ وہ ان امور کو سرانجام دے جن کی نشاندہی پیرا ۵ میں کی گئی ہے۔ امن وامان برقرار رکھنے کیلئے اس کمیشن کے تحت ایک بین الاقوامی پولیس فورس بھی ہونی چاہئے۔ اس فورس کی ساخت کو کمیشن کے فیصلے پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر یہ فورس صرف دولتِ مشترکہ سے اکٹھی کی جائے تو ہم اسے قبول کرنے کو تیار ہیں۔

[لیاقت علی خاں]

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۵۷

## ۳۔۲۔۳۹
## کشمیر پر بین المملکتی کانفرنس کی روداد[1]

لاہور

۸ دسمبر ۱۹۴۷ء

ہز ایکسیلنسی نے اس بات پر زور دیتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا کہ مستقبل میں ہندوستان کی فلاح کا انحصار اس پر ہے کہ کشمیر پر دونوں مملکتوں کے درمیان کوئی اتفاق ہو جائے۔ اس طرح کے تصفیے سے عالمی رائے پر بہت اثر پڑے گا۔ بدقسمتی سے دس دن پہلے دونوں وزرائے اعظم کی دہلی میں ملاقات کے بعد کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن کی وجہ سے جانبین کے زاویۂ نگاہ میں فرق آ گیا ہے۔ انہوں نے دونوں وزرائے اعظم سے کہا کہ وہ معاملات کی موجودہ صورت حال پر اپنی رائے پیش کریں۔

پنڈت نہرو نے اپنا بیان شروع کرتے ہوئے کہا کہ استصواب کے نتیجے میں آئندہ جو بھی واقع ہو کشمیر اس وقت ہندوستان کے علاقے کا ایک حصہ ہے۔ حملہ آور کشمیر میں پاکستان کے

علاقے سے آئے ہیں۔ان کے خیال میں حملہ آوروں کو بلاشبہ پاکستان کے اربابِ اقتدار کی مدد حاصل تھی۔اس بارے میں حکومتِ پاکستان نے صاف انکار کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ پاکستانی فوج کے باقاعدہ سپاہی اوراس فوج کا دیا ہوا ساز وسامان کشمیر میں پکڑے گئے ہیں۔کشمیر کی سرحدوں کے قریب پاکستانی علاقے میں باقاعدہ اور بے قاعدہ فوجوں کا اجتماع ہے۔اس سارے حالات کو عملِ جنگ کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اور پاکستان کے اخبارات نے بھی اسے اسی معنی میں استعمال کیا ہے اور ہندوستانی افواج کو ''دشمن'' کے نام سے پکارا ہے۔موجودہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہوگئی ہے اسے کسی ایک سمت مڑنا ہوگا۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ وہ بلا تامّل اقرار کرتے ہیں کہ ظلم دونوں جانب ہوا ہے لیکن پچھلے مہینے کے دوران ہندوستان میں اگر ایسے واقعات ہوئے بھی ہیں تو بہت کم ہوئے ہیں۔تاہم حملہ آوروں کی طرف سے وسیع پیمانے پر لوٹ مار، تباہی، قتلِ عام اور عورتوں کے اغواء کے واقعات رونما ہوئے ہیں اور ابھی تک ہورہے ہیں۔ ہندوستان کا فرض ہے کہ وہ حملے کا اس وقت تک مقابلہ کرے جب تک کشمیر حملہ آوروں سے پاک نہ ہوجائے۔اس سے پہلے کہ استصواب یا کسی دوسری چیز پر گفتگو ہو حملہ آوروں کی واپسی پہلا قدم ہونا چاہئے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ یہ بات ماننے کیلئے تیار نہیں کہ حالیہ مظالم یکطرفہ ہوئے ہیں۔ جموں میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور بہت سے انخلاء کے دوران مارے گئے۔ جب سے کشمیر ہندوستان میں شامل ہوا ہے ایسے واقعات کثرت سے رونما ہورہے ہیں۔ خاص طور پر اچھے خاندانوں کی عورتوں کو اغوا کر کے جموں لایا گیا اور وہاں انہیں برہنہ رکھا گیا اور زنا بالجبر کیا گیا۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ جموں سے منتقل ہونے والے مسلمانوں پر آخری حملہ ایک مہینہ پہلے یعنی ۵ نومبر کو ہوا تھا۔ ہندوستان کی فوج کے جموں آنے سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا اور اب فوج نے وہاں کی صورت حال بحال کردی ہے۔ ماسوائے اس ایک ماجرے کے، الحاق کے بعد بہت کم مسلمان مارے گئے ہیں۔ پاکستان میں آئے ہوئے مہاجرین کی تعداد کو مردم شماری میں

مسلمانوں کی تعداد سے منہا کر کے حساب لگانا قابل قبول دلیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد ابھی جموں میں موجود ہے اور ان میں سے بعض لوگ مقامی ہوم گارڈ میں کام بھی کر رہے ہیں۔ اغوا شدہ عورتوں کی بازیابی کیلئے پوری کوشش کی گئی تھی اور اب بھی کی جارہی ہے۔ اگر کسی خاص واقعہ کی اطلاع مہیا کی گئی تو اس کی پوری طرح تفتیش کی جائے گی۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ اس طرح کی تفصیلی معلومات فراہم کرنا حکومتِ پاکستان کیلئے بہت مشکل ہے۔

ہز ایکسیلنسی کی تجویز پر دونوں وزرائے اعظم نے اتفاق کیا کہ ہر مملکت سے اُونچی سطح کے نمائندوں پر مشتمل دو ٹیمیں تشکیل دی جائیں جو دونوں جانب دورہ کر کے مظالم اور دوسرے حادثات پر موصول شدہ رپورٹوں کی سچائی کی چھان بین کرے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے پھر جونا گڑھ اور کشمیر کے واقعات کا موازنہ کیا۔ انہوں نے پنڈت نہرو کو یاد دلایا کہ ہندوستان نے جونا گڑھ کے علاقے کے ''تقدس'' کو کس طرح تسلیم کیا تھا۔ جونا گڑھ ''عبوری حکومت'' ہندوستانی علاقے میں قائم کی گئی تھی۔ ہندوستان نے اسے اسلحہ فراہم کیا تھا اور بالآخر حملہ کر کے جونا گڑھ کے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ عبوری حکومت کے سربراہ نے اعلانیہ کہا تھا کہ ان کی کامیابی کا سبب وہ امداد ہے جو ہندوستان کے ڈپٹی وزیراعظم نے فراہم کی تھی۔

پنڈت نہرو نے صاف گوئی سے اقرار کیا کہ جونا گڑھ کے سلسلے میں بعض معاملات پر ہندوستان نے غلطی کی تھی تاہم انہوں نے یہ بھی کہا کہ کشمیر سے موازنہ ناقابلِ تائید ہے کیونکہ دونوں کے درمیان وسیع تفاوت پایا جاتا ہے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ کئی حملہ آور جو کشمیر میں داخل ہوئے ہیں وہ جدید ہتھیاروں سے مسلح ہیں اور ان میں سے بعض کو اسلحہ پاکستان آرڈنینس ڈپوز نے تقسیم کیا ہے۔ وہ اس کا ثبوت بھی فراہم کر سکتے ہیں کہ صوبۂ سرحد کی حکومت نے حملہ آوروں کو مسلح کرنے میں مدد کی تھی اور انہیں ہر قسم کی مدد فراہم کی تھی۔

ہز ایکسیلنسی نے کہا کہ جنرل میسروی نے مجھے قطعی یقین دلایا ہے کہ پاکستانی فوج نے حملہ آوروں کو اسلحہ جاری نہیں کیا بلکہ ہدایات دی گئی تھیں کہ ایسا نہ کیا جائے۔ جنرل میسروی نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ کشمیر کی جنگ میں حصہ لینے والوں میں شاید رخصت پر گئے کچھ پاکستانی سپاہی شامل ہوں۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ سرحد میں تین لاکھ مسلح افراد ہیں۔ اس حقیقت کی تصدیق گذشتہ سپریم کمانڈر نے بھی کی۔ ان کے اپنے اسلحہ کے کارخانے ہیں جن میں اعلیٰ درجے کا اسلحہ تیار ہوتا ہے ممکن ہے کہ رخصت پر گئے سپاہی اپنے ساتھ پاکستانی فوج کی بندوقیں بھی لے گئے ہوں۔ مسٹر غلام محمد نے کہا کہ حملہ آوروں نے افغانستان اور روس سے بھی اسلحہ حاصل کیا ہے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ ان کے خیال میں کشمیر کے خلاف کارروائیوں میں پاکستان کے علاقے کو اہم اڈے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

مسٹر غلام محمد نے جواباً کہا کہ ایسے بہت سے قصے گردش کر رہے ہیں جن سے یہ خیال پیدا ہوا ہے لیکن یہ بات سچ نہیں ہے۔ لیکن کشمیر کے متعلق پاکستان کے عوام کے جذبات بہت شدید ہیں۔ پاکستان کیلئے اس کی حربی اور معاشی اہمیت کو وہ لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کشمیر میں ہندوستان کی کارروائی کا مقصد پاکستان کو گھیرے میں لینا اور اس کا گلا گھونٹنا ہے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ ان کی رائے میں یہ جذبہ برجستہ نہیں ہے۔ اس کو پوری انتظامیہ نے اور خصوصاً صوبۂ سرحد کے وزیر اعظم نے بھڑکایا ہے۔

پنڈت نہرو کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ حملہ آوروں کی گاڑیوں کیلئے پٹرول پاکستان فراہم کر رہا ہے۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے اس کی تردید کی۔ انہوں نے کہا کہ تقسیم سے پہلے انگریزوں نے انہیں گاڑیاں دی تھیں اور وہ لوگ معمول کے مطابق اپنا پٹرول حاصل کرتے ہیں۔ مسٹر گوپال سوامی آئینگار نے کہا کہ ان کی دانست میں حکومتِ پاکستان اقرار کرنے پر تیار ہے کہ حملہ آور پاکستان کے علاقے سے گذرے تھے۔ انہوں نے کہا کیا پاکستان نے ایک بین الاقوامی وجود

رکھتے ہوئے اپنا فرض سمجھ کر ان حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کی تھی؟ یا پاکستان ساری ذمہ داری سے دستبردار ہو گیا ہے؟

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ انہیں روکا نہیں جا سکتا تھا۔ ایسی کوشش کا نتیجہ قبائل سے جنگ کی صورت میں نکلنا تھا جس کے لئے ہم تیار نہیں تھے۔ ویسے ہی کشمیر کے بارے میں حکومتِ پاکستان کے رویے پر عوام کی جانب سے مسلسل نکتہ چینی ہو رہی ہے بہر حال حکومتِ پاکستان نے ہندوستان سے کشمیر کے الحاق کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہی قبائلیوں کے حملے کا سبب ہے۔ یہ سب کچھ اکالی سکھوں اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے جتھوں کی تاخت و تاراج کے بعد ہی شروع ہوا ہے۔

پنڈت نہرو نے پاکستان کے گذشتہ واقعات کا ذکر اپنے نقطۂ نگاہ سے پیش کیا جس کے مطابق کشمیر کی پریشانیاں پاکستان سے حملوں کی وجہ سے شروع ہوئی ہیں۔

مسٹر غلام محمد نے گفتگو کا رخ خود کشمیر کے لوگوں کے جذبات، خصوصاً پونچھ والوں کے جذبات کی طرف موڑ دیا جنہوں نے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ انہوں نے پنڈت نہرو سے بطور ''سابقہ باغی'' کے اپیل کی کہ انہیں ان لوگوں کے نقطۂ نظر کو سراہنا چاہئے۔

بعد ازاں میٹنگ نے کشمیر سے متعلق دونوں حکومتوں کی بنیادی پالیسی پر غور کیا۔ دونوں حکومتوں کے نمائندوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قطعی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ منصفانہ استصواب منعقد ہوتا کہ عوام کی خواہش معلوم کی جا سکے کہ ریاست کو کس مملکت میں شامل ہونا چاہیے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے پہلا قدم کیا ہونا چاہیے اس پر بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہندوستان کے نمائندوں کا مطالبہ تھا کہ حکومتِ پاکستان کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کی پوری کوشش کرے گی کہ کشمیر میں موجودہ حملہ آور واپس آ جائیں اور مزید حملہ آور جانے نہ پائیں۔ پاکستان کے نمائندوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ہندوستان اعلان کرے کہ ہندوستانی افواج واپس بلالی جائیں گی اور استصواب سے پہلے ایک غیر جانبدار حکومت قائم کر دی جائے گی۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ جب یہ ضمانت مل جائے گی تو حملہ آوروں کی واپسی یقینی

بنانے کیلئے پاکستان اپنی ساری طاقت استعمال کرے گا۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہندوستانی فوج کلی طور پر واپس چلی آئیں۔ ہندوستانی افواج میں نظم وضبط ہے۔ وہ حکم کی تعمیل کریں گی۔ اس کے برخلاف پاکستان بے قاعدہ سپاہ پر قابو نہیں پا سکا۔ اگر کشمیر سے ساری ہندوستانی فوج واپس بلائی جائے تو کشمیر پونچھ کے مسلح افراد کے رحم وکرم پر ہوگا۔ اگر ہندوستانی فوج برقرار رہے تو وہ ضمانت دیتے ہیں کہ خود پونچھ کے لوگ ایذا رسانی سے محفوظ رہیں گے۔ ان کے خلاف تادیبی جمعیتوں کو بھیجنے سے بعید ان کی نظر میں کوئی بات نہیں ہوگی۔

ہز ایکسیلنسی نے آگاہ کیا کہ پونچھ میں اس وقت وہی ہندوستانی فوج موجود ہے جو خود پونچھ شہر میں ۴۵۰۰۰ غیر مسلموں کی حفاظت کر رہی ہے۔

مسٹر غلام محمد نے کہا کہ حملہ آوروں کو باہر نکالنے کا صرف یہی قابلِ عمل طریقہ ہے کہ حکومت تبدیل کر دی جائے۔ اگر یہ کام ہو جائے تو پاکستان حملہ آوروں کو واپس بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے گا۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ انہوں نے آزاد کشمیر حکومت سے معاہدے کے مسوّدے پر تبادلۂ خیال کیا تھا لیکن انہوں نے کہا کہ کشمیر کی موجودہ حکومت کے تحت جو کچھ ہوا ہے اس کے پیشِ نظر وہ اس معاہدے کو قبول نہیں کر سکتے۔ وادیٔ کشمیر میں کوئی مسلمان مسلم کانفرنس کا رکن نہیں بن سکتا کیونکہ یا تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے یا اسے مشقِ ستم بنایا جاتا ہے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ مسلم کانفرنس کے یہ ارکان اگر حملہ آوروں کی مدد اور حوصلہ افزائی کر رہے ہیں جیسا کہ ان کے متعلق مشہور ہے تو ان سے برتاؤ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انہیں قید کر دیا جائے۔ یہ مطالبہ کرنا کہ حکومت تبدیل ہونی چاہئے تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہز ایکسیلنسی نے کہا کہ معاہدے میں یہ شرط بھی شامل ہے کہ استصواب سے پہلے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اس نکتے پر زور دیا کہ استصواب کی تیاری کے لئے اگر اقوام متحدہ کا کوئی وفد کشمیر میں موجود ہو تو تمام جماعتیں اس سے رجوع کر کے اپنی مختلف شکایتیں

پیش کرسکتی ہیں۔

پنڈت نہرو نے پھر یہ شوشہ چھوڑا کہ حکومتِ ہندوستان پہلے ہی ضرورت سے زیادہ آگے تک جا چکی ہے۔ یہاں تک کہ اس نے استصواب تک کی پیش کش کی ہے حالانکہ اس کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اب ان سے کہا جا رہا ہے کہ وہ لازماً حکومت تبدیل کریں۔

مسٹر گوپال سوامی آئینگار نے اس بات کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں شک ہے آیا اس بات کا ادراک بھی کیا جاتا ہے کہ آزادانہ اور منصفانہ استصواب کرانے کے وعدے پر خود ہندوستان اور کشمیر میں حکومتِ ہندوستان کس قدر غیر مقبول ہوگئی ہے کجا کہ اب وہ حکومت کی تبدیلی کا حکم دیں۔ اس طرح کی تجویز کی کوئی مثال نہیں ہے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ صوبۂ سرحد میں استصواب سے پہلے گورنر کی تبدیلی ایک مثال ہے کہ اس طرح ایک انتظامیہ کو بدلا جا سکتا ہے۔ ہز ایکسیلنسی نے ان تمام حالات کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں سر روب لوک ہارٹ نے سر اولف کیرو سے ان کی جگہ لی تھی۔

مسٹر غلام محمد نے کہا کہ غیر جانبدارانہ استصواب کے وعدے کی لازمی شرط یہ ہے کہ یا تو مخلوط حکومت بنے یا کوئی ایسا شخص ہو جس کا دونوں اہم سیاسی جماعتوں سے تعلق نہ ہو۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ استصواب کی تیاری میں کچھ دیر لگے گی خصوصاً اس لئے بھی کہ جانبین نے اتفاق کیا ہے کہ اس پر عمل درآمد بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہوگا۔ چھ مہینے کے دوران یا جو وقت بھی لگے اس وقفے میں کسی قسم کی حکومت موجود رہنا ضروری ہے۔ موجودہ حکومت نے تین عظیم کام کئے ہیں۔ جو علاقہ ان کے زیر انتظام ہے وہاں انہوں نے لڑائی بند کرا دی ہے۔ انہوں نے عوام کو غیر فرقہ وارانہ خطوط پر یکجا کر دیا ہے اور مہاراجہ کی آمرانہ فرمانروائی ختم کر کے کشمیر میں پہلی ذمہ دار حکومت قائم کی ہے (بر سبیل تذکرہ مسلم کانفرنس نے ایک مرحلے میں مہاراجہ کی حمایت کی تھی) اب اس میں خلل اندازی کرنا مہلک ثابت ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ ان کا اندازہ ہے کہ شاید ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن میں مشترکہ حکومت ممکن ہو سکے۔ لیکن یہ سوال اس وقت نہیں اٹھایا جا سکتا، اس کے لئے مناسب اسباب مہیا

کرنے پڑیں گے۔ بہرحال یہ کام حکومتِ ہندوستان کا نہیں ہے بلکہ حکومت کی ہیئت کا فیصلہ ریاست کے عوام خود کریں گے۔

مسٹر گوپال سوامی آئینگار نے اپنے خیال کا اظہار کیا کہ اگر اس وقت مخلوط حکومت بنائی گئی تو کشمیر اور جموں میں فرقہ وارانہ گڑبڑ کا شدید احتمال ہے موجودہ حکومت کا یہ عظیم شرف ہے کہ اس نے فرقوں کو یکجا کر دیا ہے۔

مسٹر غلام محمد نے کہا انہیں یقین ہے کہ مخلوط حکومت سے فرقہ وارانہ گڑبڑ نہیں ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایک مکمل ذمہ دار حکومت انتخاب یا استصواب کا اوّلین مفروضہ ہے۔ اس سے قبل وہ نہیں آسکتی۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ استصواب میں کشمیر کے عوام لازماً اسی حکومت کو ووٹ دیں گے جو اس وقت اقتدار میں ہوگی۔ کشمیر کے لوگ ان پڑھ اور پامال ہیں اگر بالفرض کوئی انگریز بطور حاکم وہاں چلا جائے تو وہ لوگ برطانیہ میں شمولیت کیلئے ووٹ ڈالیں گے۔

ہز ایکسیلنسی نے خیال دلایا کہ اسلام کی آواز سے کشمیر کے عوام پر یقیناً زیادہ اثر پڑے گا۔ ان پڑھ لوگوں میں مذہب کا عنصر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ موجودہ حکومت کو اس قدر زیادہ مشکلات کا سامنا ہے کہ اگر وہ ایسی صورت میں بھی عوام کو قابو میں رکھ سکے تو انہیں تعجب ہوگا۔

پھر ہز ایکسیلنسی نے یہ تجویز کیا کہ دونوں حکومتیں کم از کم ایک مشترکہ بیان جاری کریں کہ انہیں اس پر اتفاق ہے کہ کشمیر میں قتلِ عام بند کرانے کیلئے اور اغوا شدہ عورتوں کی بازیابی کیلئے ہر ممکن اقدام کئے جائیں گے۔

اس تجویز پر دونوں جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔

ہز ایکسیلنسی نے تجویز پیش کی کہ معاہدے کے مسوّدے کے خطوط پر حکومتِ ہندوستان ایک یکطرفہ بیان جاری کر دے۔ اس طرح کم از کم ہندوستان کی پالیسی دنیا پر واضح ہو جائے گی اور حملہ آوروں کو واپسی کی ترغیب دینے میں پاکستان کو مدد ملے گی۔

پنڈت نہرو نے جواب دیا کہ وہ اس طرح کا یک طرفہ بیان نہیں جاری کرینگے۔ جب

تک حملہ آوروں کو باہر نکال نہ دیا جائے اس وقت تک کشمیر میں استصواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ ریاست کو بیرونی عناصر سے پاک کیا جائے۔ اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنی وزارتِ عظمیٰ چھوڑ کر خود تلوار سنبھال لینے کیلئے تیار ہیں اور حملے کے خلاف ہندوستان کے لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔ جب تک کشمیر میں صفائی نہیں ہوتی چاہے اس میں پانچ سال لگیں یا دس سال ہندوستان کے سامنے اس سے زیادہ کسی اور چیز کی اہمیت نہیں ہے۔

ہز ایکسیلنسی نے تجویز کیا کہ اقوام متحدہ سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ اپنے مبصرین یا مشیر یہاں بھیجے تا کہ دونوں مملکتوں کو جس تعطل کا سامنا ہے اس کا حل ڈھونڈنے میں وہ ان کی مدد کر سکیں۔ اقوام متحدہ کے نمائندے دونوں وزرائے اعظم سے مشورے کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ معاہدے کے مسوّدے پر اور اس کی تعمیل کے طور طریق پر تبادلۂ خیال کر سکتے ہیں۔ وہ کشمیر میں متنازع اہم جماعتوں پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر سکتے ہیں۔ آیا دونوں حکومتوں کو یہ منظور ہے کہ اقوام متحدہ سے مشترکہ طور پر رجوع کیا جائے یا ان میں کوئی ایک ہی رجوع کرے؟

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا انہیں یہ منظور ہے کہ استصواب سے پہلے حکومت کی غیر جانبداری کے بارے میں اقوام متحدہ مشورہ دے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ وہ اس تجویز کو یکسر مسترد کرتے ہیں۔ جس وقت بھی لڑائی بند ہو گی وہ اقوام متحدہ سے درخواست کرنے کیلئے تیار ہیں کہ وہ استصواب کیلئے اپنے نمائندے یہاں بھیجے۔ جب امن بحال ہوگا تب ہی استصواب منظر پر آئے گا۔

ہز ایکسیلنسی کی آخری تجویز یہ تھی کہ ایک مشترکہ بیان جاری کیا جائے جس میں حکومتِ پاکستان یہ بیڑا اٹھائے کہ وہ اپنی تمام تر کوشش سے حملہ آوروں کو واپس جانے اور مزید حملہ آوروں کو داخل نہ ہونے کی ترغیب دے گی اور حکومتِ ہندوستان اقوام متحدہ کے مشیروں کو فی الفور بلانے کا بیڑا اٹھائے گی۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے واضح کیا کہ اگرچہ حملہ آوروں کی فوری واپسی کا بیان جاری کرنے پر اتفاق کرنا ان کے اختیار میں ہے لیکن اس کے بدلے میں اگر ان لوگوں کو کوئی ٹھوس پیش

کش نہ کی گئی تو ان کی اپیل پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔اس طرح کا اقدام نہ صرف بد دیانتی ہوگی اور ساتھ ہی ہوسکتا ہے کہ دونوں مملکتوں کے درمیان مزید بگاڑ پیدا ہو جائے بلکہ اس کے نتیجے میں ہمارے عوام کی نظر میں حکومتِ پاکستان کی حیثیت اس قدر گر جائے کی کہ حکومت کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔

ہز ایکسیلنسی نے پوچھا کہ کیا وہ اس تجویز پر مسٹر لیاقت علی خاں کی مکمل حمایت کی توقع کر سکتے ہیں کہ اقوام متحدہ کو شامل کیا جانا چاہیے، چاہے کسی شکل میں کیوں نہ ہو۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے اس کا اثبات میں جواب دیا۔

مسٹر محمد علی اور مسٹر ایچ ایم پٹیل کے اضافے کے ساتھ مکمل میٹنگ دوبارہ شروع ہوگئی۔

۱۵ اگست کے بعد دفاعی اخراجات کے تعین پر عہدہ داروں کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا تھا اس کی پہلے توثیق کی گئی۔اس کے بعد مالیاتی اور معاشی حل طلب مسائل پر تصفیے کیلئے بیان کے ایک مسوّدے پر غور کیا گیا۔ معمولی تبدیلیوں کے بعد اسے منظور کر لیا گیا۔لیکن اس سے پہلے کہ پنڈت نہرو یہ منظور کرتے کہ اس بیان کو اگلی دوپہر شائع ہونا چاہئے ہز ایکسیلنسی کو ان پر بہت زور ڈالنا پڑا۔

پھر ہز ایکسیلنسی نے اس گفتگو کا ذکر کیا جو انہوں نے میٹنگ سے پہلے مسٹر لیاقت علی خاں سے کی تھی۔تقریباً سارا وقت پنڈت نہرو کو اقوام متحدہ سے مشورہ طلبی پر راضی کرنے میں صرف ہوگیا۔

پنڈت نہرو انتہائی بضد تھے۔انہوں نے قابو سے باہر ہوتے ہوئے کہا کہ جو کچھ بھی ہو اور خواہ اس کیلئے تلوار ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے وہ کشمیر کو پاک کر کے رہینگے۔انہوں نے پوچھا کہ آخر منشور کی کس دفعہ کے تحت اقوام متحدہ سے مشورہ طلب کیا جا سکتا ہے انہوں نے یہ بھی پوچھا کہ اس منظر نامے میں پاکستان آیا ہی کیسے۔ انہوں نے اپنے اس اصرار کو دہرایا کہ پہلا قدم حملہ آوروں کو باہر نکالنا ہے۔

ہز ایکسیلنسی نے اس جانب توجہ مبذول کرائی کہ اقوام متحدہ سے رجوع کرنا بہت فائدہ مند ہوگا۔یہی ایک راستہ ہے جس سے تعطل کا حل نکل سکتا ہے اور لڑائی بند ہو سکتی ہے اور لڑائی بند

کرنا ہی وقت کا تقاضہ ہے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے دوبارہ کہا کہ انہیں اس بات کی پروا نہیں کہ اقوام متحدہ سے کس طرح رجوع کیا جائے۔ وہ اس پر بھی راضی ہیں کہ ہندوستان کی طرف سے یہ الزام لگایا جائے کہ پاکستان حملہ آوروں کی مدد کر رہا ہے۔ انہوں نے ہز ایکسیلنسی سے اتفاق کیا کہ اقوام متحدہ کے کمیشن کا پہلا کام شاید یہ ہوگا کہ وہ پاکستان سے کہے کہ وہ حملہ آوروں کی واپسی کیلئے اور مزید داخلہ روکنے کیلئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے۔ ان حالات میں خود ان کا موقف اس قدر مستحکم ہو جائے گا کہ وہ سلامتی سے اپیل کر سکیں گے۔

میٹنگ کا اختتام اس نکتے پر ہوا کہ پنڈت نہرو اقوام متحدہ کے منشور کا بغور مطالعہ کر کے یہ دیکھیں گے کہ آیا کوئی ایسا طریقہ بھی ہے جس سے عالمی ادارے کو رجوع کرنے کیلئے وہ راضی ہو سکیں۔

ا۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۶۷

## ۳.۲.۴۰

## جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

(خفیہ)

وزیر اعظم سیکریٹریٹ

نئی دہلی

۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر لیاقت علی خاں

مَیں مختلف مواقع پر آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرا چکا ہوں کہ ریاست جموں وکشمیر میں حملہ آوروں کو پاکستان سے مدد حاصل ہو رہی ہے۔ قبائلی علاقوں سے آنے والے آزادی کے ساتھ پاکستانی علاقوں سے گذر رہے ہیں اور ان حملہ آوروں کی کافی تعداد پاکستانی شہریوں پر

مشتمل ہے۔ وہ لوگ کشمیر کے خلاف پاکستان کے اڈوں سے کارروائی کر رہے ہیں۔ ان کے جدید فوجی سامان مثلاً مارٹر، توپیں، بارودی سرنگیں وغیرہ کا زیادہ تر حصہ پاکستانی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے کیونکہ قبائلیوں اور شہری لوگوں کے پاس اس طرح کا اسلحہ عام طور پر نہیں ہوا کرتا۔ حملہ آوروں کے استعمال میں موٹر گاڑیاں اور ان کے لئے پٹرول بھی صرف پاکستان ہی میں مل سکتا ہے۔ خوراک اور دوسری اشیاء بھی پاکستان ہی سے حاصل کی جا رہی ہیں بلکہ ہمارے پاس باوثوق رپورٹیں بھی ہیں کہ حملہ آوروں کو راشن پاکستان کے فوجی میسوں سے مل رہا ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق پاکستان میں پاکستانی فوج کے افسروں اور دوسرے پاکستانی شہریوں کے تحت ان حملہ آوروں کو تربیت دی جا رہی ہے۔

۲۔ پچھلے پیرے میں دی گئی تفصیل کے مطابق حملہ آوروں کو جس انداز سے مدد مل رہی ہے اسے ہم ہندوستان کے خلاف دشمنی اور جارحیت کا عمل تصور کرتے ہیں کیونکہ اس امداد کا استعمال ایک ایسی ریاست کے خلاف ہو رہا ہے جو مملکتِ ہندوستان میں شامل ہو کر اس کا حصہ بن چکی ہے۔

۳۔ حکومتِ ہندوستان نے اگرچہ حکومتِ پاکستان سے احتجاج کیا ہے کہ وہ اس قسم کی امداد مہیا کرنے یا مہیا کئے جانے کی اجازت نہ دے اور یہ کہ حکومتِ پاکستان حملہ آوروں کو مدد دینا بند کر دے اور ان سے واپس آنے کیلئے کہے تاہم اس سلسلے میں ابھی تک ایسی کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے جس کے نتیجے میں اس کا بھی امکان تھا کہ ہندوستانی فوجیں پاکستانی علاقے میں داخل ہو جائیں۔ ان تمام ہفتوں میں وہ لوگ ڈوبتی ہوئی امیدوں کے ساتھ منتظر رہے کہ حکومتِ پاکستان ان حملہ آوروں کی مدد بند کر دے گی کیونکہ یہ مدد دراصل ہندوستان کے دشمنوں کی مدد ہے۔ چونکہ یہ احتجاجات لاحاصل رہے ہیں اس لئے حکومتِ ہندوستان باضابطہ طور پر حکومتِ پاکستان سے درخواست کرتی ہے کہ وہ پاکستان کے شہریوں کو ریاست جموں کشمیر پر حملے میں شرکت کرنے سے منع کر دیں اور حملہ آوروں کو حسبِ ذیل امداد فراہم نہ کریں یعنی:

۱۔ ریاست کشمیر کے خلاف کارروائی کرنے کیلئے پاکستانی علاقوں میں داخلہ اور اس کی سرزمین کا استعمال

۲۔ ہر قسم کی فوجی اور دوسری رسد

۳۔ ہر ایسی مدد جو موجودہ جدوجہد کو طول دے سکے

۴۔ حکومتِ ہندوستان کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے اور اب بھی یہی خواہش ہے کہ پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ انہیں یہ پُرخلوص امید ہے کہ جو گذارش اب باضابطہ طور پر کی گئی ہے اسے فوراً اور بلاتحفظات کے مان لیا جائے گا۔ اگر انہیں اس طرح کا جواب نہ ملے تو وہ اقوام متحدہ کے ایک رکن کی حیثیت سے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ایسی کارروائی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے جو اپنی اور ریاست جموں و کشمیر کی حکومت اور اس کے عوام کے مفادات کی حفاظت کیلئے ضروری سمجھی گئی ہو۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۷۲

## ۳.۲.۴۱

# لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[1]

(خفیہ)

وزیراعظم سیکریٹریٹ۔ کراچی

۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر پنڈت نہرو

آپ کے ۲۲ دسمبر کے نیم سرکاری خط کے حوالے سے جس میں آپ نے باقاعدہ طور پر یہ الزام لگائے ہیں کہ مہاراجہ اور انڈین یونین کی افواج کے خلاف جنگ میں حکومتِ پاکستان نام نہاد حملہ آوروں کی مدد اور حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

پیرا ۳ میں بداندیشی کا اشارہ موجود ہونے کے باوجود مجھے یقین ہے کہ مَیں یہ قیاس

کرنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ کا خط ایک ''الٹی میٹم'' نہیں بلکہ اس معاملے کو اقوام متحدہ سے رجوع کرنے کا پیش خیمہ ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے زیادہ خوش آئند اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کو یاد ہو گا کہ حکومتِ پاکستان شروع ہی سے یہی تجویز پیش کر رہی ہے کہ باہمی اختلافات دور کرنے کا یہی سب سے زیادہ مؤثر طریقہ ہے۔ لہٰذا مجھے یہ جان کر خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے مسائل سے نمٹنے کیلئے بالآخر آپ بھی یہی عمل اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

کشمیر کا معاملہ بہت سیدھا سادہ ہے اور اس کے بارے میں ہم نے اپنے رویے کی وضاحت آپ کے ساتھ مراسلت اور پریس کے بیانات میں صاف صاف اور بار بار کر دی ہے۔ ہندوستان کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر کے نام نہاد ''الحاق'' کو حکومتِ پاکستان نے قبول کیا ہے اور نہ ہی قبول کر سکتی ہے۔ ہم نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ الحاق دھوکے کی ٹٹی ہے کیونکہ اس کے حصول کیلئے بعض حالات جان بوجھ کر پیدا کئے گئے تا کہ ''الحاق'' کا بہانہ ہاتھ آ جائے۔ اس الحاق کی بنیاد تشدد پر ہے کیونکہ اس کی وجہ سے مسلم آبادی کے قتلِ عام کیلئے حکومتِ کشمیر کے منصوبے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ یہ الحاق آبادی کی بھاری اکثریت کی جانی پہچانی مرضی کے خلاف ہوا ہے اور کسی بنیاد پر بھی، چاہے وہ اخلاقی ہو یا آئینی، جغرافیائی ہو یا معاشی، ثقافتی ہو یا مذہبی، اسے جائز تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

ان ہنگاموں کی تمام تر ذمہ داری صرف اور صرف مہاراجہ اور ان کی حکومت پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے حکومتِ پاکستان کے مشورے کے باوجود مسلمانوں پر جبر و تشدد کی پالیسی جاری رکھی۔ جبر و تشدد کا انجام مدافعت کی شکل میں ظاہر ہوا خاص طور پر پونچھ میں جہاں سابقہ فوجی بڑی تعداد میں بسے ہوئے ہیں۔ مدافعت کے نتیجے میں جبر و تشدد میں مزید اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ ڈوگرا اسفا کی کی مدد کیلئے سکھ اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے جتھے آ گئے جنہوں نے ریاست میں دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا۔ قدرتی طور پر ان حالات نے پورے پاکستان میں ہمدردی کے جذبات ابھار دیئے۔ خصوصاً ان مسلمانوں میں جو متصلہ علاقوں میں آباد تھے اور جن کی ریاست کے ستائے ہوئے لوگوں کے ساتھ متعدد رشتہ داریاں تھیں۔ ان میں سے بعض افراد سرحد پار کر کے اپنے

رشتہ داروں کی مدد کیلئے پہنچ گئے جو اپنی آزادی بلکہ اپنے وجود کیلئے جدوجہد کر رہے تھے....
اگر حکومت ہندوستان اپنی کارروائی کے آغاز اور کشمیر میں اپنی فوجیں اتارنے سے پہلے حکومتِ پاکستان کو مشورے کی دعوت دیتی یا پاکستان کو اپنی مجوزہ کارروائی کی اطلاع ہی دیدیتی تا کہ گفتگو اور مشورے کا موقع نکل آتا تو کشمیر کے المیے کا ازالہ ممکن تھا۔ حکومتِ ہندوستان کے اقدام سے عوام میں سخت ناراضگی پھیل گئی اور حکومتِ پاکستان کیلئے وسیع پیمانے پر فوجی کارروائی کے بغیر اس کو روکنا محال ہوگیا۔

جہاں تک ان الزامات کا تعلق ہے کہ حکومتِ پاکستان حملہ آوروں کی مدد اور اعانت کر رہی ہے تو ہم پُرزور الفاظ میں اس کی تردید کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اور اس مقصد کی خاطر کہ دونوں مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات برقرار رہیں حکومتِ پاکستان قبائل کی نقل وحرکت کی حوصلہ شکنی کرنے کیلئے جنگ کے علاوہ ہر قسم کے طریقے استعمال کر رہی ہے اور اس کی وجہ سے پورے ملک میں اشتعال پیدا ہوگیا ہے لیکن وسیع پیمانے پر داخلی انتشار کے سنگین خطرے کے باوجود حکومتِ پاکستان نے اپنی پالیسی سے انحراف نہیں کیا۔

(کچھ حصہ حذف کردیا گیا ہے)

آپ کی اس یقین دہانی سے مجھے خوشی ہوئی ہے کہ حکومتِ ہندوستان کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے اور اب بھی یہی خواہش ہے کہ پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ حکومتِ پاکستان کی جانب سے میں بھی ایسی ہی خواہش کا بھرپور اور پُرخلوص اعلان کرتا ہوں۔ تاہم میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ حکومتِ ہندوستان نے کسی مرحلے پر اور خصوصاً جونا گڑھ اور کشمیر کے معاملے میں پاکستان کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھنے کا عملی ثبوت نہیں دیا۔

آپ کا مخلص
لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۷۵

# ۳.۲.۴۲

# پال ایچ ایلنگ بنام جارج مارشل[1]

## (اقتباس/بصیغۂ راز)

امریکی سفارت خانہ۔کراچی

۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء

## محمد علی جناح کے ساتھ انٹرویو

مسٹر جناح نے اپنے ایڈی کانگ (ADC) کے توسط سے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹی کے ساتھ بدھ ۷ مارچ کو ان کے اور ان کی ہمشیرہ کے ساتھ گورنر جنرل کی لانچ پر سینڈز پٹ (Sandspit) کے ساحل پر چلنے اور ان کے ساحلی کاٹیج میں ان کے ساتھ چائے پینے کیلئے تیار ہوں۔ ہم نے یہ دعوت قبول کر لی۔ ہمارے ہوٹل ایک موٹر کار بھیجی گئی اور ہمیں گودی پہنچایا گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ پورے راستے دو دو سو گز کے فاصلے پر پولیس تعینات ہے۔ واپسی پر کثیر تعداد میں لوگ سڑکوں پر قطار در قطار کھڑے تھے اور بار بار ''قائداعظم زندہ باد'' کے نعرے لگا رہے تھے۔ سینڈز پٹ جانے اور وہاں سے واپسی کے دوران اور چائے کی نشست میں جو تقریباً تین گھنٹے جاری رہی مجھے گورنر جنرل سے مختلف امور پر گفتگو کا موقع ملا جس کا ماحصل درج ذیل ہے۔ یہ موضوعات مختلف درجے کی دلچسپی اور اہمیت کے حامل ہیں اور ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا صرف یہ مقصد ہے کہ ان کی روشنی میں مسٹر جناح کی شخصیت اور ان کے رجحانات کا ادراک ہو سکے۔

## (پیرے ۲ تا ۶ حذف کر دیئے گئے)

## انگریز، ہندو اور کشمیر

مسٹر جناح نے پھر بعض انگریزوں اور ہندو رہنماؤں سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا۔ انہوں نے انگلستان میں مسٹر چرچل سے اپنی آخری گفتگو کے متعلق بھی بتایا جو شاید جنگ کے

دوران ۱۹۴۲ء میں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی آزادی کے بارے میں چرچل بے لچک تھے اور کسی قسم کی تجویز سننا نہیں چاہتے تھے۔ بالآخر مسٹر جناح نے واضح کیا کہ اگر مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ شامل ہو جائے تو ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر ہندوستان میں برطانوی راج کا مکمل خاتمہ ہوسکتا ہے۔ مسٹر چرچل اس دلیل سے متاثر ہوتے نظر آئے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ہندوستان اور پاکستان کو حتمی آزادی دلانے میں امریکی عوام کی رائے نے جو اہم کردار ادا کیا ہے اس سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی بعض پالیسیوں پر امریکی پریس کی نکتہ چینی پر کانگریس کے رہنماؤں کا عجیب ردعمل دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی ہے۔ انہوں نے حوالہ دیا، مثال کے طور پر، اس وقت ہندوستان میں یہ حکایتیں عام ہیں کہ اقوام متحدہ کے سامنے کشمیر کے تنازعے میں امریکہ کا جھکاؤ پاکستان کی طرف ہے۔ ان کے خیال میں اس رویے کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ برسوں سے ہندوستان کو امریکہ میں بہت مددگار پریس ملا تھا اور اب جبکہ ملک آزاد ہو چکا ہے اور اپنی سیاسی کارروائیوں کا خود ذمہ دار ہے اور جب بعض اقدامات منفی تاثر پیدا کر سکتے ہیں تو ہندوستانی رہنما یہ دیکھ کر ششدر رہ جاتے ہیں کہ امریکی پریس ان کے اقدامات کی حمایت اسی طرح کیوں نہیں کر رہا ہے جیسا کہ وہ آزادی سے پہلے کیا کرتا تھا۔ انہوں نے ہندوستانی رہنماؤں کو ''چہیتے بیٹے'' کی تشبیہہ دی جسے باپ نے بگاڑا تھا اور جب وہ بیٹا کسی مصیبت میں گھر کر باپ سے ڈانٹ کھاتا ہے تو اسے حیرت ہوتی ہے اور صدمہ پہنچتا ہے۔

مسٹر جناح کا خیال تھا کہ کشمیر کے مسئلے سے عہدہ برا ہونے میں ہندوستانی رہنماؤں نے اور خاص طور پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کے ساتھ حق وانصاف سے کام نہیں لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس نزاع کی شروعات سے متعلق اپنے تاثرات تفصیل سے بیان کئے۔ انہیں پختہ یقین تھا کہ یہ پورا مسئلہ ہندوستانی رہنماؤں کی سازش یا چالبازی کا نتیجہ تھا۔ پہلے تو انہوں نے اپنے گماشتوں کے ذریعے پونچھ کی مسلم آبادی میں خوف وہراس پھیلایا۔ وہاں کے مسلم رہنماؤں نے ایک میٹنگ بلائی جو مکمل طور پر آئینی تھی اور اس میٹنگ میں مہاراجہ کے نام ایک عرضداشت

مرتب کی گئی جس میں پاکستان سے الحاق کی درخواست کی گئی۔ مہاراجہ نے فوراً ہی ڈوگرا فوج پونچھ بھیج دی جس نے وہاں ظلم، آتش زنی، قتل اور زنا بالجبر کی مہم شروع کر دی۔ قدرتی طور پر مسلم آبادی نے بھی جوابی کارروائی کی جس میں قریبی علاقوں کے لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ہنگامے شروع ہوتے ہی انہوں نے حکومتِ ہندوستان سے رابطہ قائم کر کے اس بات پر زور دیا کہ فریقین کو چاہئے کہ ''سر جوڑ کر'' اس کا کوئی حل نکالیں۔ انہوں نے ایک دفعہ نہیں بلکہ تین چار مرتبہ اس کی اہمیت پر زور دیا تھا لیکن انہیں یا تو منفی جواب ملا یا کوئی جواب ہی نہیں ملا۔ بالآخر انہیں ہندوستان سے کشمیر کے حتمی الحاق کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات ہوئی تو مسٹر جناح نے انہیں اس بات پر ملامت کی کہ انہوں نے الحاق کی تجویز سے پاکستان کو کیوں آگاہ نہیں کیا تا کہ اس پر عمل کرنے سے پہلے کم از کم تبصرہ کرنے کا موقع مل جاتا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ انہوں نے محسوس کیا کہ ایک مملکت کے گورنر جنرل کا دوسری مملکت کے گورنر جنرل سے مشورہ کئے بغیر اس قدر اہم معاملے میں قدم اٹھانا ایک سخت بدتہذیبی کا عمل تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے نحیف آواز میں جواب دیا کہ انہیں یقین ہے کہ الحاق کی منظوری سے پہلے انہوں نے مسٹر جناح کو تار بھیج دیا تھا۔ لیکن لارڈ ازمے نے جو اس وقت موجود تھے کہا کہ بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کوئی مزید تبصرہ نہیں کیا۔ یہ بات واضح تھی کہ گورنر جنرل پاکستان کی نظر میں گورنر جنرل ہندوستان کی منزلت فروتر تھی۔

مَیں نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ مہاراجہ کشمیر سر ہری سنگھ کے بارے میں اپنی رائے دینا پسند کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ قدرتی طور پر ان کے خیالات جانبدارانہ ہوں گے لیکن وہ یہ ضرور کہیں گے کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی میں اتنی گندگی، بیماری اور غربت کہیں نہیں دیکھی تھی جتنی کہ انہوں نے سرینگر کے مسلمانوں میں پائی تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کے لئے یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ اس دور میں شہر کے اندر حفظانِ صحت کی کوئی سہولت موجود نہیں تھی اور یہ صورت حال اس لئے بھی خاص طور پر تکلیف دہ تھی کہ اس طرح کے حالات مہاراجہ کے انتہائی

آراستہ و پیراستہ محل کے عین دروازے پر نہیں تو سامنے ضرور موجود تھے۔

قائداعظم نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان پر تنقید کی گئی ہے کہ وہ قبائلیوں کو کشمیر میں داخل ہو کر اپنے نسلی بھائیوں کے گھروں کا دفاع کرنے سے روکنے میں ناکام رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کی یلغار روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ پاکستانی فوج کو حکم دیا جاتا کہ وہ قبائلیوں پر گولی چلائے۔ تاہم اس طرح کی کارروائی سے معاملہ اس قدر بگڑ جاتا کہ کوئی شخص اس کے انجام کی پیش بینی نہیں کر سکتا تھا۔ درحقیقت اس طرح کے امکانی تنازعے سے بچنے کیلئے پاکستانی افواج کو سرحدی صوبوں سے ہٹا لیا گیا تھا۔ گورنر جنرل نے قبائلی صورتِ حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے چند مہینوں کے مقابلے میں اب یہ ''لاکھوں گنا زیادہ خطرناک'' ہو چکی ہے۔ قبائلیوں کو جب تک یہ یقین نہ دلایا جائے کہ کشمیر میں منصفانہ استصواب ہو سکتا ہے دنیا کی کوئی طاقت انہیں ہتھیار ڈالنے پر مائل نہیں کر سکتی اور جب وہ ایک مرتبہ زقند بھر لیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں جا کر رکیں گے۔

مَیں نے قائداعظم کو بتایا کہ میرا ملک دونوں مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو نشوونما پاتے دیکھنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے حصول میں اگر وہ کچھ کر سکتا ہے تو بخوشی کرے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان کیلئے اس سے زیادہ دل آویز بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ ان کی پُرخلوص خواہش یہی ہے کہ یہ تعلقات ایسے ہی ہوں جیسے کہ امریکہ اور کینیڈا کے درمیان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں معلوم ہے کہ کینیڈا کے ساتھ ہمارا کوئی رسمی اتحاد نہیں ہے لیکن انہیں کوئی شبہ نہیں کہ اگر کسی ایک ملک کو خطرہ محسوس ہو تو دوسرا اس کی مدد کیلئے فوراً آ جائے گا۔ مَیں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ کئی مہینوں پہلے پاکستان نے ہندوستان کو تمام ''اغیار'' کے خلاف ایک بیس سالہ دفاعی اتحاد کی پیش کش کی تھی۔ اس سے میں نے یہ اخذ کیا کہ وزیرِ خزانہ مسٹر غلام محمد نے جس پیشکش کے بارے میں بتایا تھا وہ جیسا کہ انھوں نے کہا خالصتاً ان کی اپنی ذمہ داری پر مبنی تھی۔ مسٹر جناح نے بتایا کہ باقاعدہ طور پر ایسی کوئی پیشکش نہیں کی گئی تھی اور جہاں تک ان کا تعلق ہے وہ کسی دفاعی انتظام کو بیس سال تک محدود رکھنے کے حق میں نہیں ہیں تاہم انہوں نے خود کئی مواقع پر مسٹر گاندھی اور مسٹر نہرو

اور دوسرے ہندوستانی رہنماؤں کو آگاہ کیا تھا کہ پاکستان چاہتا ہے کہ فوجی سطح پر ہندوستان کے ساتھ افہام وتفہیم ہو جائے۔ انہوں نے ہندوستانی رہنماؤں پر واضح کیا کہ اگر کسی جانب سے ہندوستان پر حملہ ہوتا ہو تو اگلا نشانہ پاکستان ہوگا اور پاکستان پر حملے کی صورت میں ہندوستان کا بھی یہی حال ہوگا۔ لہٰذا وہ یہی چاہتے تھے کہ کسی معینہ مدت کے بغیر فوجی بنیاد پر اسی طرح کی افہام وتفہیم ہو جائے جیسی کہ کینیڈا کے ساتھ ہماری ہے۔ وہ بار بار امریکہ اور کینیڈا کے تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے یہی کہتے رہے کہ یہ ہندوستان- پاکستان کے تعلقات کیلئے نمونہ بن سکتے ہیں۔

(پیرے ۱۳ اور ۱۴ حذف کر دیئے گئے)

آپ کا بہ احترام
پال ایچ ایلنگ

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۱

## ۳.۲.۴۳

# جموں وکشمیر کے مسئلے پر سلامتی کونسل کی رپورٹ[1]

## الف۔ ایجنڈے میں شمولیت

سلامتی کونسل کے صدر کے نام ایک مراسلے مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ میں ہندوستان کے نمائندے نے بیان کیا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے مابین ایک ایسی صورت حال موجود ہے جو منشور کی دفعہ ۳۵ کے تحت آتی ہے اور جس کا تسلسل بین الاقوامی امن وسلامتی کیلئے خطرہ بن سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کے خلاف فوجی کارروائیوں میں پاکستان حملہ آوروں کی مدد کر رہا ہے جس میں پاکستان کے شہری اور پاکستان کی شمال مغربی سرحد سے متصل علاقوں کے قبائل شامل ہیں۔ انہوں نے سلامتی کونسل سے درخواست کی ہے کہ اس طرح کی امداد بند کرنے کیلئے پاکستان کو فوراً حکم دیں کیونکہ یہ ہندوستان کے خلاف جارحانہ عمل ہے۔ اگر پاکستان اس طرح کے عمل سے باز نہ آئے تو

حکومتِ ہندوستان اپنے دفاع کی خاطر حملہ آوروں کے خلاف فوجی کارروائی کیلئے پاکستان کے علاقے میں مجبوراً داخل ہو جائے گی۔ مراسلے میں کہا گیا ہے کہ صورت حال فوری عمل کی طالب ہے لہٰذا سلامتی کونسل سے فوری عمل کی درخواست کی گئی ہے تا کہ بین الاقوامی امن کی خلاف ورزی سے احتراز کیا جا سکے۔

۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل کی ۲۲۶ ویں میٹنگ میں اس معاملے کو ایجنڈے میں شامل کر لیا گیا اور منشور کی دفعہ ۳۱ کے تحت ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کو بحث میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی۔ حکومتِ پاکستان کی درخواست پر اس معاملے کو ۱۵ جنوری تک ملتوی کر دیا گیا تا کہ پاکستان کے وزیرِ خارجہ نیویارک پہنچ سکیں۔

پاکستان کے وزیر خارجہ نے اپنے ۱۵ جنوری کے مراسلے کے ساتھ تین دستاویزات پیش کی ہیں جن میں ہندوستان کے الزامات کے جوابات کے ساتھ جوابی الزامات بھی شامل ہیں اور کونسل سے درخواست کی گئی ہے کہ موخرالذکر الزامات کے خلاف کارروائی کرے۔ ان الزامات کے اہم نکات کا تعلق جموں و کشمیر میں ہندوستان کی کارروائی، ریاستِ جونا گڑھ اور دوسری ریاستوں میں ہندوستانی فوج کے غیر قانونی قبضے، نسل کشی کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کے قتلِ عام اور دونوں ممالک کے درمیان معاہدوں کی تعمیل میں ناکامی سے ہے۔

سلامتی کونسل کے صدر کے نام پاکستان کے وزیرِ خارجہ کے ۲۰ جنوری کے مراسلے میں یہ درخواست کی گئی کہ جموں و کشمیر کے مسئلے کے علاوہ ان معاملات پر بھی غور کیا جائے جو پاکستان کی شکایت میں درج ہیں۔ اس مراسلے کے نتیجے میں ۲۲ جنوری کو ۲۳۱ ویں میٹنگ میں ایجنڈے کی تبدیلی پر تبادلۂ خیال کیا گیا جس کا عنوان اب تک ''جموں و کشمیر مسئلہ'' تھا۔ اب اس کا عنوان بدل کر ''ہندوستان- پاکستان مسئلہ'' رکھ دیا گیا ہے اس مفروضے کے تحت کہ کشمیر کے مسئلے پر پہلے بحث ہوگی کیونکہ اس کا ہندوستان- پاکستان کے عمومی تنازعہ سے براہ راست تعلق ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تک کشمیر کا مسئلہ طے نہیں پاتا پاکستان کی شکایت کے دوسرے مسائل پر غور کرنا ملتوی رہے گا۔

## ب۔جموں وکشمیر کا مسئلہ

فریقین کیلئے صدر کا تار: اس سے پہلے کہ کونسل یکم جنوری کے ہندوستانی مراسلے کا جائزہ لیتی سلامتی کونسل کے صدر نے ۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک جیسے تاروں کے ذریعے ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں سے اپیل کی کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو منشور کے خلاف ہو اور جس کے نتیجے میں صورت حال مزید بگڑ جائے اور اس طرح سلامتی کونسل کے کسی عمل میں دشواری پیدا ہو۔اپنے جوابات میں دونوں حکومتوں نے کونسل کے صدر کو یقین دلایا کہ وہ ایسے کسی عمل سے باز رہیں گے جو منشور کے خلاف ہو۔

۱۔جناح پیپرز جلد نہم۔دستاویز نمبر کے آر۔۴۸۴

## ۴۳.۲.۳ کا ضمیمہ ۱

## کشمیر پر سلامتی کونسل کی قرارداد ۳۸، مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء

### سلامتی کونسل

کشمیر کی صورت حال پر ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کے بیانات سننے کے بعد صورت حال کی نزاکت کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں فریقوں کے نام صدر کے ۶ جنوری ۱۹۴۸ء کے تار اور ان کے جوابات کو جن میں انہوں نے اقوام متحدہ کے منشور کی پابندی کی توثیق کی ہے مدِّ نظر رکھتے ہوئے:

۱۔حکومت ہندوستان اور حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ صورت حال کو بہتر بنانے کیلئے حتی المقدور کوشش کریں (جس میں اپنے عوام سے اپیلیں بھی شامل ہیں) اور ایسے بیانات دینے سے اور کوئی ایسا عمل خود کرنے یا اس کی اجازت دینے سے گریز کریں جن سے صورت حال بگڑنے کا اندیشہ ہو۔

۲۔مزید درخواست ہے کہ ان حکومتوں میں سے کسی ایک کو بھی اگر صورت حال میں کوئی اہم تبدیلی نظر آئے یا ہوتی دکھائی دے جبکہ یہ معاملہ کونسل کے زیرِ غور

ہے تو اس کی اطلاع فوراً کونسل کو کر دی جائے اور اس کے متعلق کونسل سے مشورہ کیا جائے۔

## فیصلہ

اپنی ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء کی ۲۲۹ ویں میٹنگ میں کونسل نے فیصلہ کیا کہ صدر کو چاہئے کہ وہ ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کو اپنی رہنمائی میں گفت وشنید میں براہ راست حصہ لینے کی دعوت دیں تا کہ کوئی ایسی مشترکہ اساس تلاش کرنے کی کوشش کی جائے جس پر تصفیہ کی عمارت تعمیر کی جاسکے۔

## ۴۳.۲.۳ کا ضمیمہ ۲

## سلامتی کونسل کی قرارداد کا مسودہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء

سلامتی کونسل نے

اس کے پیش نظر کہ وہ کسی ایسے تنازعہ یا صورتِ حال کی تفتیش کر سکتی ہے جو اپنے تسلسل سے بین الاقوامی امن وسلامتی کیلئے خطرہ بن سکتے ہیں اور ہندوستان اور پاکستان کے مابین موجودہ حالات سے اس طرح کی تفتیش بہت ضروری ہوگئی ہے

حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے:

الف۔ سلامتی کونسل کا ایک کمیشن قائم کیا گیا ہے جو اقوام متحدہ کے تین ارکان پر مشتمل ہو گا جس میں سے ایک کو ہندوستان منتخب کرے گا اور ایک کو پاکستان اور تیسرے کو یہ دونوں ارکان منتخب کر کے مقرر کریں گے۔ کمیشن کے ہر نمائندے کو اپنے متبادل اور مددگار منتخب کرنے کا حق ہوگا۔

ب۔ کمیشن کو چاہئے کہ وہ اس مقام کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے روانہ ہو جائے۔ کمیشن سلامتی کونسل کے حکم کے تحت اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل کرے گا۔ وہ اپنی کارروائیوں سے اور حالات کے تغیر وتبدل سے سلامتی کونسل کو مستقلاً آگاہ رکھے

گا۔ وہ باقاعدگی سے سلامتی کونسل کو خبریں پہنچاتا رہے گا اور اپنے اخذ کردہ نتائج اور تجاویز پیش کرتا رہے گا۔

ج۔ کمیشن کو دو فرائض ودیعت کئے گئے ہیں۔ (۱) اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۳۴ کے مطابق حقائق کی تحقیق۔ (۲) سلامتی کونسل کے کام میں مداخلت کئے بغیر مشکلات میں آسانی پیدا کرنے کیلئے مصالحتی رسوخ استعمال کرنا۔ سلامتی کونسل کی ہدایات پر عمل کرنا اور سلامتی کونسل کے مشورے اور ہدایات پر جتنا عمل ہو چکا ہے اس کی اطلاع پہنچانا۔

د۔ کمیشن وہ فرائض انجام دے گا جس کا ذکر ذیلی شق ج (۱) میں کیا گیا ہے اور جس کا تعلق ریاست جموں وکشمیر کی صورت حال سے ہے جس کو سلامتی کونسل کے صدر کے نام ہندوستان کے نمائندے کے مراسلے مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء میں اور سیکریٹری جنرل کے نام پاکستان کے وزیرِ خارجہ کے مراسلے مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء میں پیش کیا گیا ہے۔ (۲) سلامتی کونسل جب مناسب سمجھے گی تو ان حالات پر توجہ دی جائے جس کا ذکر سیکریٹری جنرل کے نام پاکستان کے وزیرِ خارجہ کے مراسلے مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء میں کیا گیا ہے۔

ہ۔ کمیشن اپنا فیصلہ اکثریتی ووٹ کے ذریعے کرے گا۔ وہ اپنے دستورالعمل کا تعین خود کرے گا۔ وہ اپنے ارکان، متبادل ارکان ان کے مددگاروں اور اپنے عملے کے درمیان ایسے فرائض تفویض کرے گا جن کا پورا کرنا مشن کی تکمیل کیلئے اور نتائج اخذ کرنے کیلئے ضروری ہے۔

و۔ کمیشن اس کے ارکان، متبادل ارکان، ان کے مددگار اور اس کا عملہ جہاں بھی جانے کی ضرورت محسوس کریں تو وہ علیحدہ علیحدہ یا مل کر سفر کر سکتے ہیں اور خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جو اس وقت سلامتی

کونسل کی توجہ کا مرکز ہیں۔

ز۔ سیکریٹری جنرل کمیشن اس کی ضرورت کے مطابق عملہ اور مدد فراہم کرے گا۔

## ۳.۲.۴۳ کا ضمیمہ ۳

## سلامتی کونسل کی قرارداد ۴۷ مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء

## (اقتباس)

سلامتی کونسل

ریاست جموں وکشمیر کے تنازعے سے متعلق حکومتِ ہندوستان کی شکایت پر غور کرنے کے بعد،

اپنی شکایت کی تائید میں ہندوستان کے نمائندے کی گفتگو اور پاکستان کے نمائندے کا جواب اور ان کے جوابی الزامات سننے کے بعد،

اپنی اس قوی رائے کا اظہار کرتی ہے کہ جموں وکشمیر میں امن وامان کی جلد بحالی لازمی ہے اور یہ کہ لڑائی بند کرانے کیلئے ہندوستان اور پاکستان کو حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے۔

اس اطمینان سے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ہی کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کا مسئلہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب کے جمہوری طریقے پر طے ہونا چاہئے،

اس بات کے پیش نظر کہ تنازعہ کے تسلسل سے بین الاقوامی امن اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اپنی ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء کی قرارداد ۳۸ کی ازسرِ نو توثیق کرتی ہے۔

طے کرتی ہے کہ اس نے اپنی قرارداد ۳۹ (۱۹۴۸ء) مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء میں جو کمیشن قائم کیا تھا اب اس کی رکنیت پانچ کردی جائے۔ کونسل کے صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ اقوام متحدہ کے ارکان میں سے دو کو منتخب کرکے پانچ کی رکنیت مکمل کردیں۔

کمیشن کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ برصغیر ہند فوراً روانہ ہو جائے اور ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو اپنی خدمات اور مصالحتی وسائل پیش کرے تا کہ امن وامان بحال کرنے کے لئے اور کمیشن کے ساتھ دونوں حکومتوں کے باہمی تعاون سے استصواب منعقد کرانے کیلئے ضروری اقدامات کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔ کمیشن کو مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ اس قرارداد کے تحت اور اس مقصد کی برآوری کیلئے جو عمل بھی کیا جائے اس سے کونسل کو باخبر رکھے۔

## ۴۳.۲.۳ کا ضمیمہ ۷

# اقوام متحدہ کمیشن برائے ہندوستان و پاکستان کی قرارداد

نیویارک

۱۳ اگست ۱۹۴۸ء

ریاست جموں وکشمیر کی صورت حال سے متعلق ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کے نقطہ ہائے نظر پر غور کرنے کے بعد

اس پر اتفاقِ رائے ہوا کہ جارحانہ کارروائیوں کا فوراً بند ہونا اور حالات کی اصلاح اس لئے بھی ضروری ہیں کہ ان کے جاری رہنے سے بین الاقوامی امن اور سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے چنانچہ صورت حال کے حتمی تصفیے میں ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کی مدد کیلئے کمیشن کی کوششوں کو نتیجہ خیز بنایا جائے۔

طے پایا کہ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو حسب ذیل تجاویز بیک وقت پیش کی جائیں:

## حصہ اوّل

## التوائے جنگ کا حکم

ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو اس پر اتفاق ہے کہ ان کی متعلقہ ہائی کمان جتنی

جلدی ممکن ہو سکے علیحدہ طور پر مگر بیک وقت فائر بندی کا حکم جاری کر دیں گی[1] لیکن یہ کام دونوں حکومتوں کے ان تجاویز کو قبول کرنے کے چار دنوں کے اندر اندر ہو جانا چاہیے۔....

## حصہ دوم

## التوائے جنگ کا معاہدہ

جارحانہ کارروائیوں کے فوراً خاتمے کی تجویز پر اتفاق کرنے کے ساتھ ہی دونوں حکومتوں کو التوائے جنگ کا معاہدہ تیار کرنا چاہئے جس کی تفصیلات ان کے نمائندوں اور کمیشن کے درمیان گفت وشنید کے بعد طے کی جائیں گی۔....

## حصہ سوم

حکومتِ ہندوستان اور حکومتِ پاکستان اپنی اس خواہش کا اعادہ کرتی ہیں کہ ریاستِ جموں وکشمیر کے مستقبل کا فیصلہ اس کے عوام کی مرضی کے مطابق ہوگا اور التوائے جنگ کے معاہدے پر رضامندی کے بعد اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے دونوں حکومتوں نے کمیشن کے ساتھ مشورے کرنے پر اتفاق کیا ہے تاکہ ایسے معاون اور برحق حالات کا تعین کیا جائے جن میں یقینی طور پر آزادانہ رائے کا اظہار کیا جا سکے۔

---

۱۔ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کے دوطرفہ حکم پر ۳۱ دسمبر۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کی درمیانی شب میں کشمیر میں فائر بندی نافذ العمل ہوگئی۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲.۴۴

## ۳.۲.۴۴

## کشمیر میں التوائے جنگ[1]

کشمیر میں استصواب منعقد کرانے کے موضوع پر اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن کی متوقع قرارداد کے پیشِ نظر ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کے دوطرفہ حکم پر ۳۱ دسمبر۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کی درمیانی رات کو کشمیر میں فائر بندی نافذ العمل ہوگئی۔ یہ قرارداد کمیشن نے ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو

منظور کی اور دوسرے ہی دن کراچی، دہلی اور لیک سکسیس (Lake Success) میں بیک وقت جاری کردی گئی تھی۔ اس میں حسبِ ذیل تجاویز شامل ہیں:

۱۔ ہندوستان یا پاکستان سے کشمیر کے الحاق کے مسئلے پر ایک آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب کے جمہوری طریقے سے فیصلہ کیا جائے گا۔

۲۔ استصواب اس وقت منعقد ہوگا جب کمیشن یہ دریافت کرلے گا کہ کمیشن کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصے ۱ اور ۲ میں فائر بندی اور عارضی صلح کے جن انتظامات کا ذکر ہے ان پر عمل ہو چکا ہے اور استصواب کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔

۳۔ (الف)۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کمیشن کی رضامندی سے استصواب کا ایک ناظم نامزد کریں گے جو بین الاقوامی درجے کی اعلیٰ شخصیت کا حامل ہوگا اور جسے سب کا اعتماد حاصل ہوگا۔ حکومتِ کشمیر اس عہدے پر باضابطہ طریقے سے ان کا تقرر کرے گی۔

(ب)۔ استصواب کے انتظام اور اس کی کارپردازی کیلئے اور استصواب کی آزادی اور غیر جانبداری یقینی بنانے کیلئے استصواب کے ناظم جتنے اختیارات ضروری سمجھتے ہیں انہیں وہ کشمیر کی ریاست سے حاصل کریں گے۔

(ج)۔ استصواب کے ناظم کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق مددگاروں اور مشیروں کا تقرر کریں۔

۴۔ (الف) کمیشن کی قرارداد مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے حصے ۱ اور ۲ پر عمل درآمد ہو لینے کے بعد اور جب کمیشن یہ تسلی کر چکے کہ ریاست میں پُرامن حالات بحال ہو گئے ہیں اس وقت کمیشن اور ناظم استصواب حکومتِ ہندوستان کے صلاح مشورے سے ہندوستانی اور ریاستی افواج کی حتمی طور پر ترتیب وتفویض وار تعین کریں گے۔ تاہم یہ ترتیب وتفویض ریاست کے تحفظ اور استصواب

کے آزادانہ انعقاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انجام دینگے۔

(ب)۔ جہاں تک اس علاقے کا تعلق ہے جس کا حوالہ کمیشن کی قرارداد مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے حصہ ۲ (الف) مَیں دیا گیا ہے اس علاقے میں مسلح افواج کی ترتیب کا تعین مقامی حکام کے صلاح مشورے سے 'کمیشن اور ناظم استصواب' کریں گے۔

۵۔ استصواب کی تیاری اور انعقاد کے لئے ریاست کے اندر تمام شہری اور فوجی حکام اور ریاست کے اہم سیاسی عناصر استصواب کے ناظم سے تعاون کریں گے۔

۶۔ (الف)۔ ریاست کے وہ تمام شہری جو ہنگاموں کی وجہ سے وطن سے باہر چلے گئے تھے انہیں واپس آنے اور اپنے تمام تر شہری حقوق استعمال کرنے کی آزادی ہوگی وطن واپسی کو آسان بنانے کیلئے دو کمیشن مقرر کئے جائیں گے جن میں سے ایک ہندوستان کے نامزد گان پر مشتمل ہوگا اور دوسرا پاکستان کے نامزدگان پر۔ دونوں کمیشن استصواب کی انتظامیہ کی ہدایت پر عمل کریں گے۔ اس شرط کو قابلِ عمل بنانے کیلئے ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں اور ریاستِ کشمیر کے حکام کو استصواب کی انتظامیہ سے اشتراک کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔

(ب)۔ وہ سارے افراد (ریاست کے شہریوں کے علاوہ) جو جائز مقاصد کی بجائے دوسرے ارادوں سے ۱۹۴۷ء کو یا اس کے بعد یہاں داخل ہوئے ہیں انہیں ریاست سے نکل جانا ہوگا۔

۷۔ کشمیر میں سارے حکام استصواب کی انتظامیہ سے اشتراک کو یقینی بنانے کے لئے یہ تہیہ کریں:

(الف)۔ کہ استصواب میں ووٹ دہندگان پر کوئی دھمکی، دباؤ، دہشت،

رشوت یا ناجائز اثر اندازی نہ ہونے پائے۔

(ب)۔ کہ پوری ریاست میں جائز سیاسی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہ ہو اور یہ کہ ریاست کی رعایا بلا لحاظ عقیدہ، ذات پات یا جماعت الحاق کے مسئلے پر ووٹ ڈالنے میں محفوظ اور آزاد رہے گی اور یہ کہ ریاست میں پریس، تقریر، اجتماع اور سفر کی آزادی ہوگی اور جائز داخلے اور خروج کی بھی آزادی ہوگی۔

(ج)۔ یہ کہ تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

(د)۔ اقلیتوں کو مناسب تحفظ فراہم کیا جائے گا اور

(ہ)۔ کسی کو نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

۸۔ جن مسائل پر اس کو مدد کی ضرورت محسوس ہو تو ناظم استصواب اقوام متحدہ کے کمیشن سے رجوع کر سکتا ہے اور کمیشن اپنی صوابدید پر ناظم کو ہدایت کر سکتا ہے کہ جو ذمہ داریاں اسے سونپی گئی ہیں انہیں کمیشن کی جانب سے سرانجام دیتا رہے۔

۹۔ استصواب کے خاتمے پر ناظم استصواب نتیجے کی اطلاع کمیشن اور حکومتِ کشمیر کو دے گا۔ پھر سلامتی کونسل کو کمیشن اس امر کی تصدیق کرے گا کہ آیا استصواب آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہوا ہے یا نہیں۔

۱۰۔ عارضی صلح کے معاہدے پر دستخط ہونے کے بعد مذکورہ بالا تجاویز کی وضاحت صلاح مشورے سے کی جائے گی جس کا حوالہ کمیشن کی قرارداد مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے حصہ نمبر ۳ میں دیا گیا ہے۔ ان صلاح مشوروں میں ناظمِ استصواب پوری طرح شریکِ کار رہے گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد نہم۔ دستاویز نمبر کے آر۔ ۴۸۶



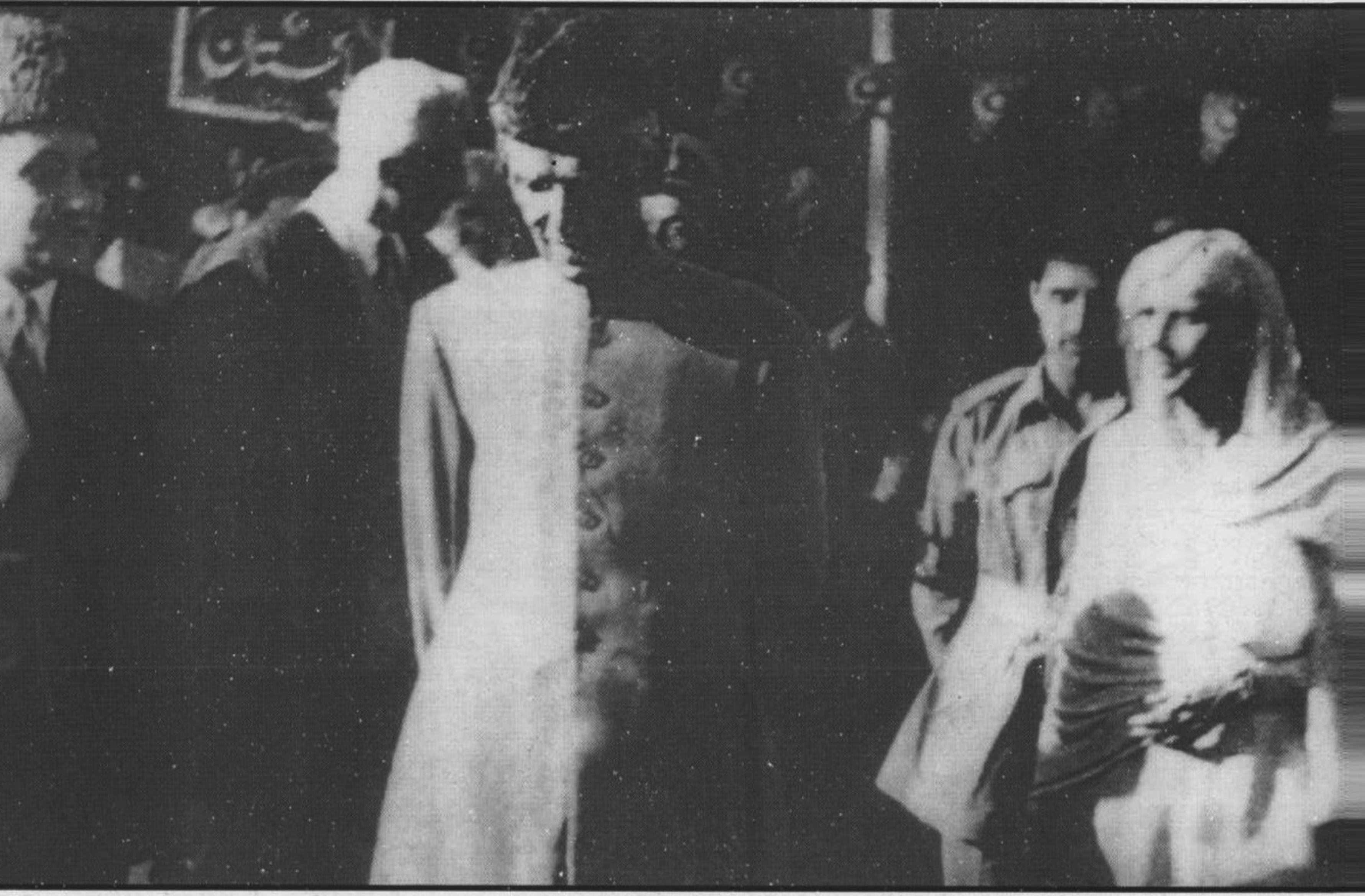
صادق محمد عباسی، امیر آف بہاولپور



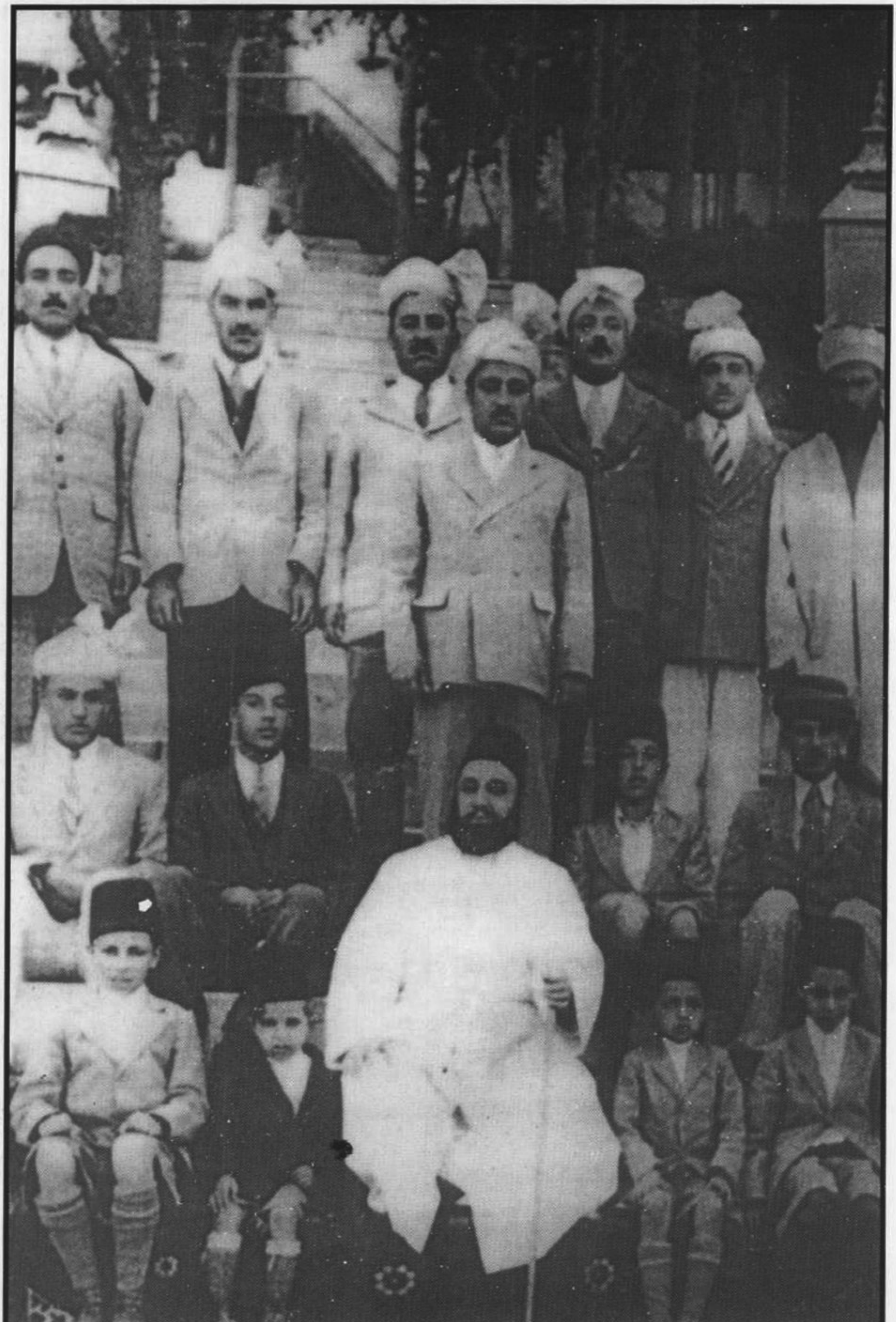
قائداعظم محمد علی جناح اور فاطمہ جناح امیر آف بہاولپور، صادق محمد عباسی کے ساتھ، بہاولپور ہاؤس، کراچی



مظفر الملک، مہتر آف چترال، روایتی لباس میں ملبوس



مظفر الملک، مہتر آف چترال، قائداعظم محمد علی جناح اور فاطمہ جناح کے ہمراہ



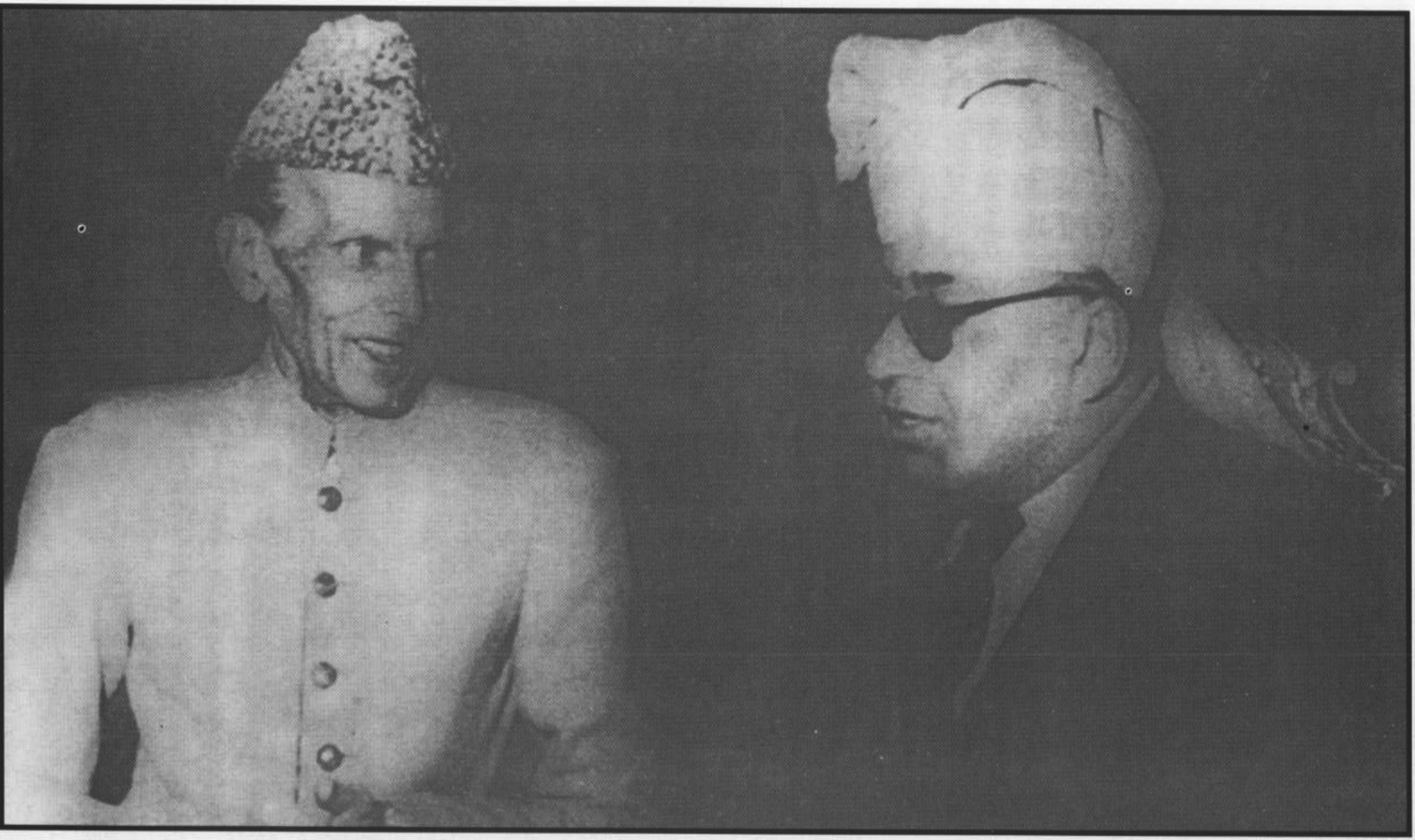
چترال کے مقتدر خاندان کا گروپ فوٹو، ۱۹۳۵ء



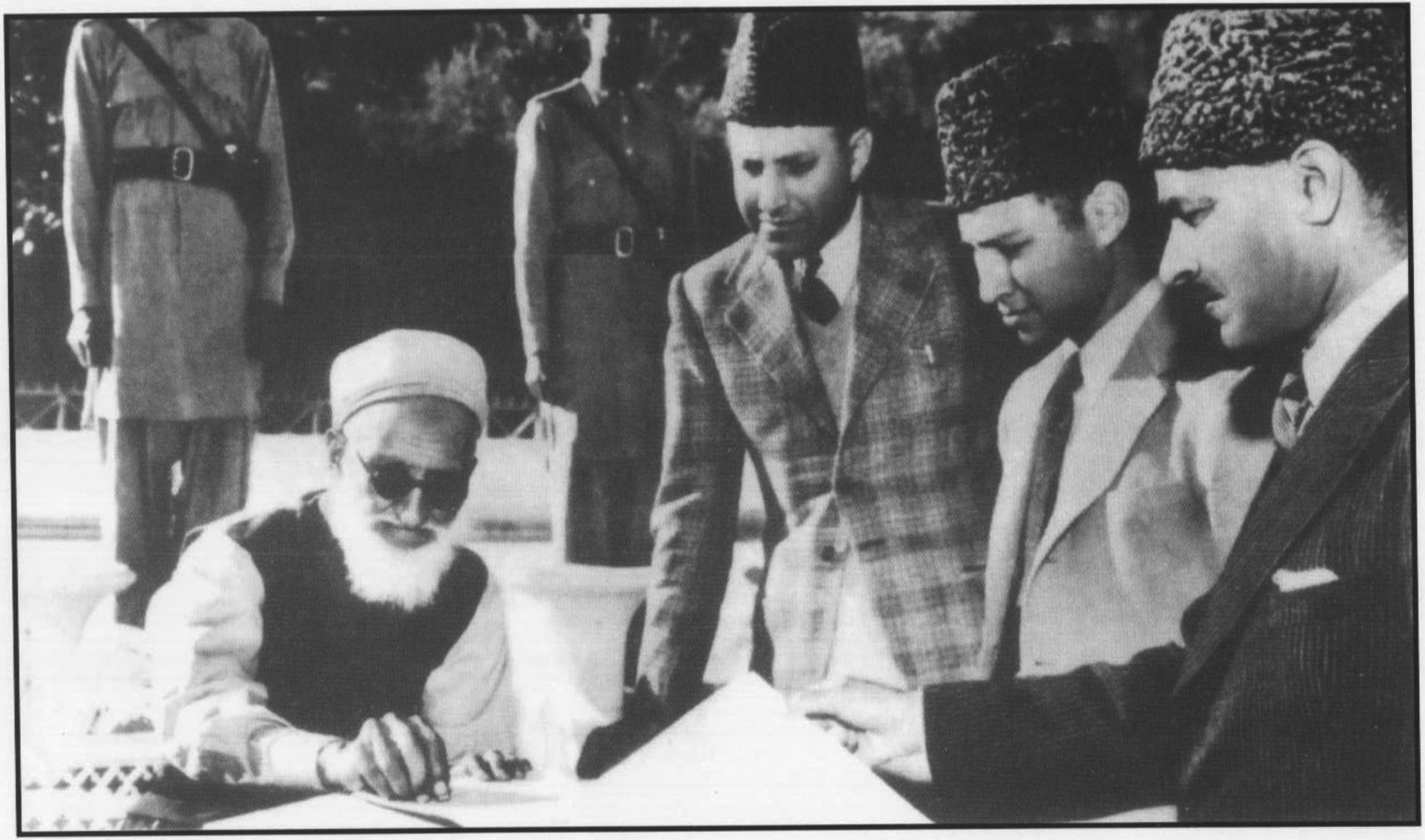
شوکت علی، میر آف نگر، روایتی لباس میں



قائداعظم محمد علی جناح، احمد یار خان، خان آف قلات اور فاطمہ جناح



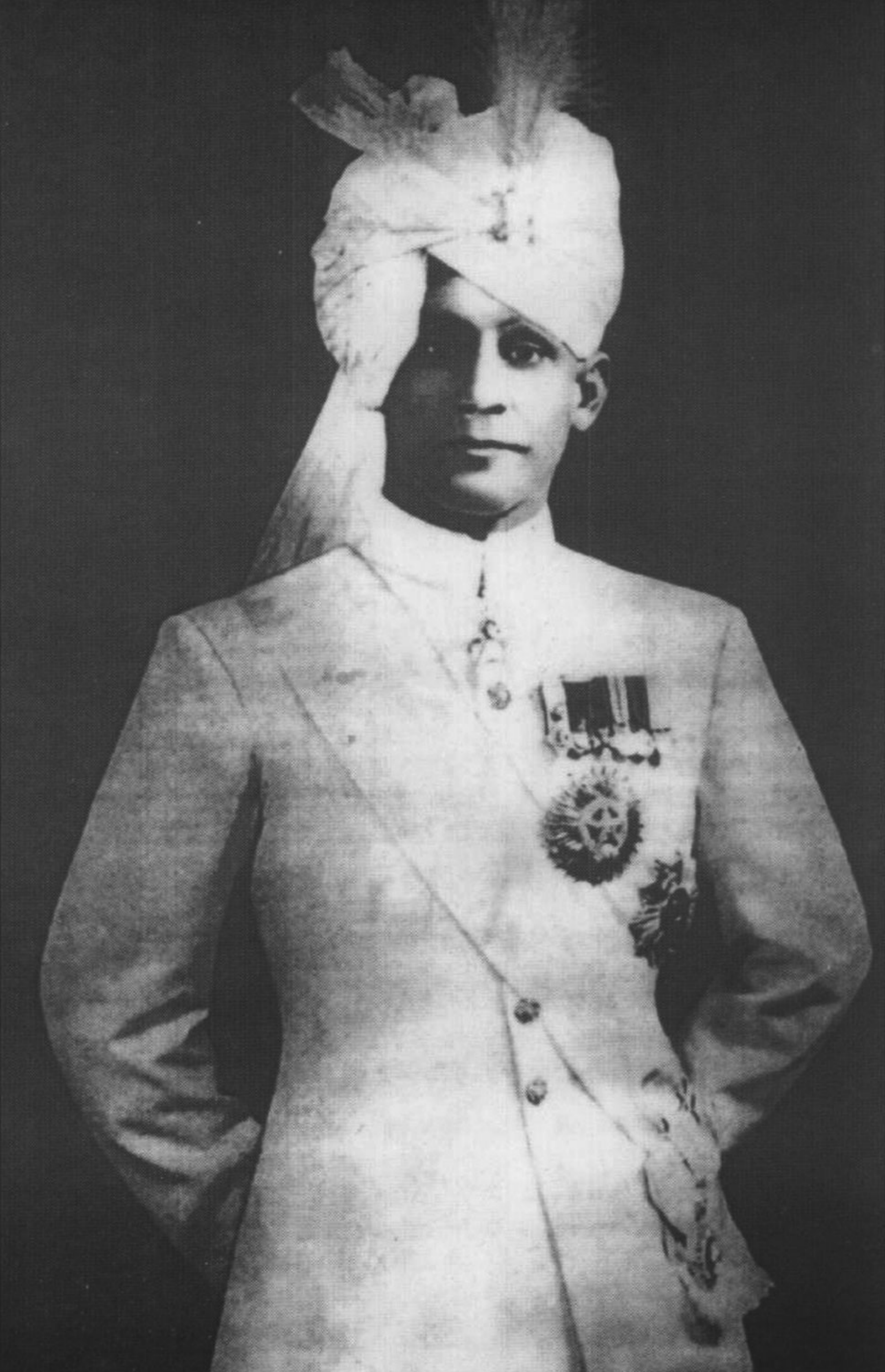
قائداعظم محمد علی جناح، احمد یار خان اور خان آف قلات



میاں گل شہزادہ عبدالودود، والیِ سوات، پاکستان سے الحاق کی سند پر دستخط کرتے ہوئے، ۳ نومبر ۱۹۴۷ء



میر عثمان علی خان، نظام آف حیدر آباد اور برار



حمیداللہ خان، نواب آف بھوپال



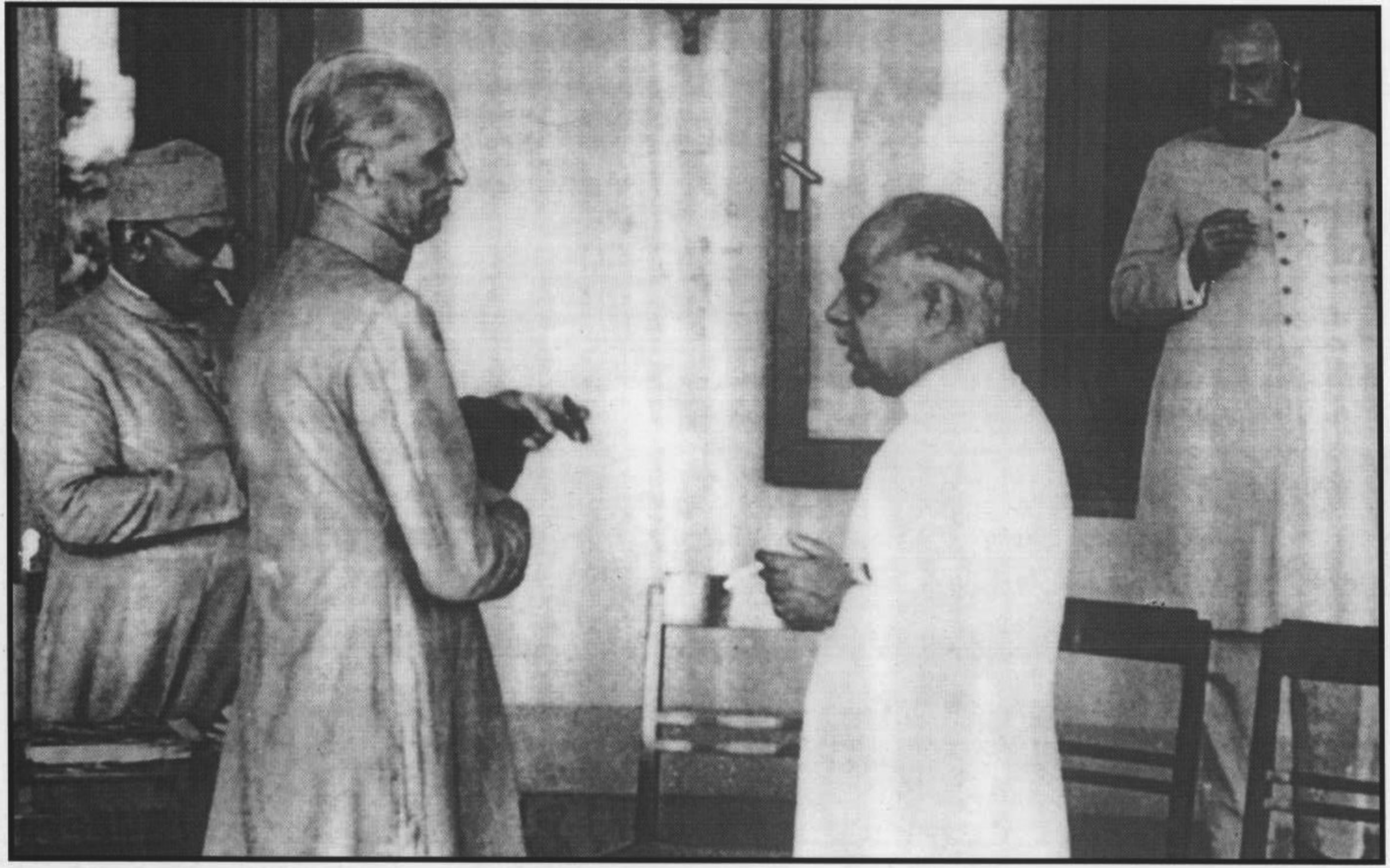
غلام معین الدین خان، نواب آف ماناودر، روایتی لباس میں



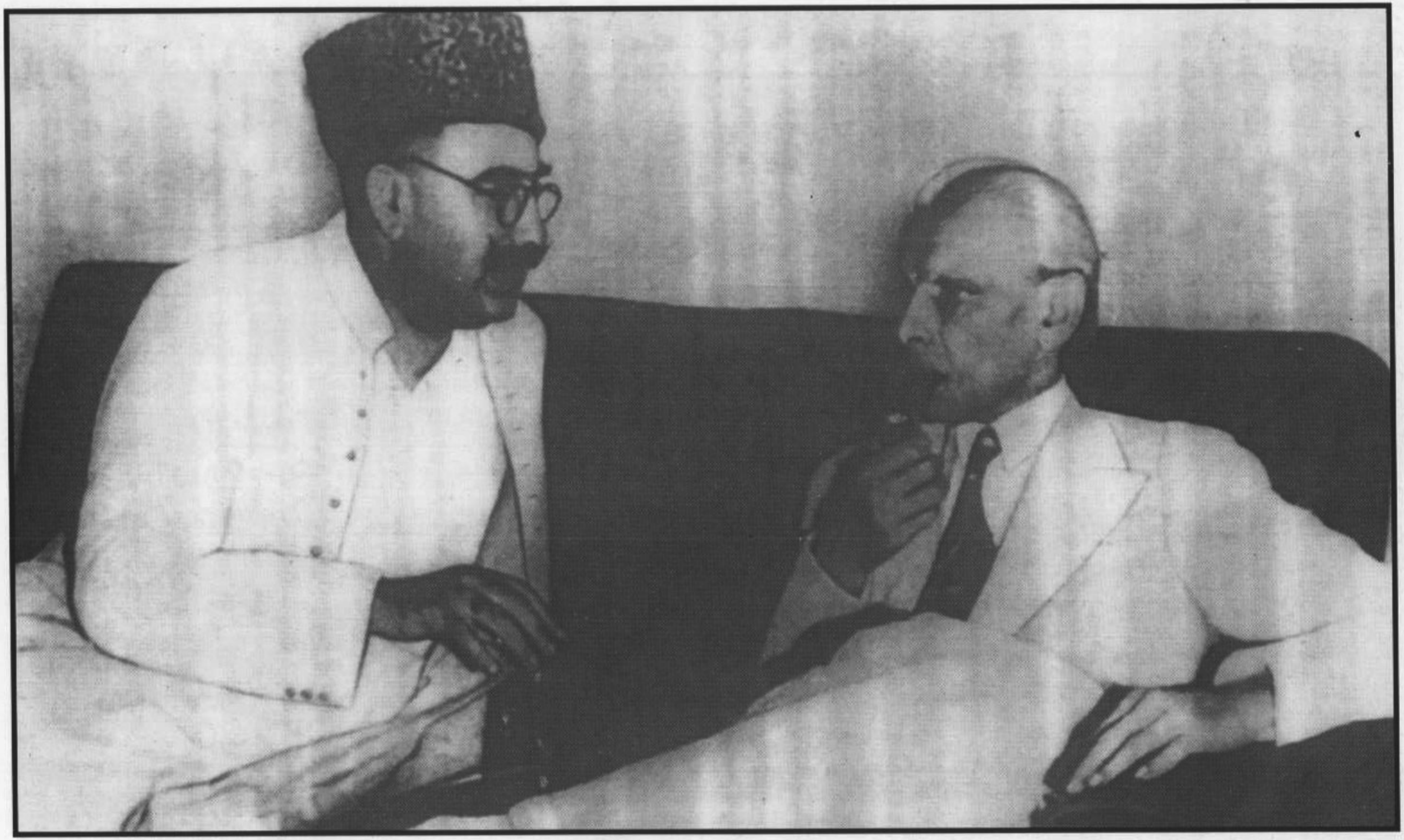
مہابت خان سوئم، نواب آف جوناگڑھ، جنہوں نے ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان سے الحاق کی سند پر دستخط کئے



قائداعظم محمد علی جناح، نوابزادہ لیاقت علی خاں کے ہمراہ



لیاقت علی خاں، محمد علی جناح، محمد اسمٰعیل خان اور عبداللہ ہارون



قائداعظم محمد علی جناح اور عبدالرّب نشتر



قائداعظم محمد علی جناح اور راج گوپال اچاریہ



قائداعظم محمد علی جناح، گاندھی کے ساتھ

قائداعظم محمد علی جناح اور جواہر لال نہرو